

سینس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

دیوتا

WWW.ADABIZOUQ.COM

41

اگتالیسواں حصہ

سپنس ڈائجسٹ میں سلسلے وار شائع ہونے والی مقبول ترین کہانی
سوچ نگر کے شہزادے فرہاد علی تیمور کی سرگزشت

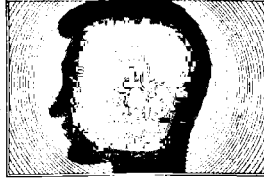
دیوتا

اکتالیسواں حصہ

داوی: — فرہاد علی تیمور
مُصَنَّف: — محی الدین نواب



کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۲۳-کراچی-۱



ہنگاموں، رشکینوں اور قحط
کے اُس بے قاع بادشاہ کی سحرانگیز کہانی
جس نے اپنی جہم پور زندگی میں کبھی شکست
کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب اور جس کے ذہن میں
جہا ہتا، جہا شک لیتا اور یہی اُس کا مہلک ترین ہتھیار
تھا۔ دوسروں پر محیط وہ طلسم ہوش رہا جسے قارہین
کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی تھی۔ اپنے اور
ملک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوائے کے نرم و نازک ہتھیار
خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی نیسور کے لازوال اور
بے مثال داستانِ ہدیت جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ
حسِ بیخون سے برسرِ پیکار تھے۔

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طور پر ترین سلسلہ

ایک سپاہی اپنے افسر کے حکم کے مطابق پہلی کاپڑ کے
اندر کھانے کا سامان لینے آیا۔ علی نے اس کے دماغ پر قبضہ
جما لیا۔ وہ اپنی گن سیدھی کرتے ہوئے پائلٹ سے بولا ”اوجھر
دیکھو!“

پائلٹ نے سر کھما کر دیکھا۔ اس نے سر میں گولی مار
دی۔ علی نے پائلٹ کو اس لیے ختم کیا کہ پہلی کاپڑ وہیں
رہے کوئی اسے اڑا کر نہ لے جائے۔ فائر کی آواز سب نے
سنی۔ ڈینی نے چونک کر پوچھا ”یہ گولی کس نے چلائی ہے؟“

ہوا کے شور کے باعث ڈینی فوراً ہی سمجھ نہ سکا کہ پہلی
کاپڑ کے اندر گولی چلی ہے۔ علی سپاہی کے دماغ میں تھا۔ باقی
تین ٹیلی جیٹھی جاننے والے اس افسر اور دو دشمنوں کے
دماغوں پر قبضہ جما چکے تھے۔ وہ سپاہی پائلٹ کو گولی مارتے ہی
مکھوم کر دروازے پر آیا پھر اس نے تڑا تڑو فائر کیا۔ دو مسلح
سپاہی اچھل کر گرے پھر اٹھ نہ سکے۔ ان ہی لمحات میں تین
ٹیلی جیٹھی جاننے والوں نے بھی اپنے اپنے آلہ کار کے ذریعے
فائرنگ کی۔ وہ تمام سپاہی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اپنے ہی
لوگ ان پر گولیاں چلائیں گے۔ انہیں سمجھنے اور اپنے ہتھیار
کا موقع بھی نہ ملا۔ سمجھنے سے پہلے ہی گولیاں کھا کر گرتے
رہے۔ ڈینی ایسے غیر متوقع حلوں سے بوکھلا گیا۔ وہ چار آلہ

کار بننے والے اپنے ہی لوگوں کو بیک وقت تھانکھول نہیں
کر سکتا تھا۔ اس نے خیال خوانی کی پروا نہ کی اور بے فکر
پاس پہنچ گیا۔

بے فکر اور بے سامو اس دوسرے پہلی کاپڑ کے پائلٹ
اور فوجیوں کے دماغوں میں تھے۔ وہ پہلی کاپڑ بھی برف کی
ٹھوس سطح پر اتر گیا تھا۔ ڈینی نے وہاں بھی فائرنگ کی آواز
سنی۔ بے فکر نے کہا ”ان مخالف ٹیلی جیٹھی جاننے والوں نے
ہمارے کئی آدمیوں کو آلہ کار بنالیا ہے۔ ہمارے کئی فوجی
جوانوں کو مار ڈالا ہے۔ پلیز جلدی آؤ۔ ہمیں فوراً جوابی
کارروائی کرنی ہے۔“

بے فکر نے کہا ”تم نے ابھی میاں فائرنگ کی آواز سنی
ہوگی۔ انہوں نے ہمارے پائلٹ کو ہلاک کر دیا ہے۔“

ڈینی نے کہا ”انہوں نے اس پہلی کاپڑ کے پائلٹ کو بھی
ہلاک کر دیا ہے۔“

”وہ بڑی چال بازی دکھا رہے ہیں۔ شاید وہ سمجھ رہے ہیں
کہ ہمارے فوجیوں میں سے کوئی پہلی کاپڑ اڑا نہیں سکے گا۔
تم فوجی افسر یا کسی جوان کے دماغ پر قبضہ جما کر وہ پہلی کاپڑ
وہاں سے لے جاؤ۔“

ڈینی واپس امر کی سراخ رساں کے دماغ میں پہنچنا چاہتا

تھا۔ اس کی خیال خوانی کی لمبوں کو اس کا دماغ نہیں ملا۔ بات سمجھ میں آئی کہ وہ مرچکا ہے۔ اس نے فوجی افسر کے اندر پہنچنا چاہا۔ اس دنیا میں اس افسر کی بھی غیر حاضری لگ چکی تھی۔ اس بیلی کا پڑھیں افسر سمیت آٹھ مسلح فوجی آئے تھے۔ وہ سب پائلٹ کی طرح ہمارے گئے تھے۔ دو امریکی سراغ رساں بھی نہیں رہے۔ وہ بے فلو کے پاس آکر بولا "ہمارے دشمن صرف تین ہیں، مگر ہماری پڑ رہے ہیں۔ انہوں نے وہاں ہلکے سے ہتھیاروں کا تھرا کر دیا ہے۔"

بے فلو نے کہا "اس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں یہاں سے فرار ہونے کے لیے ایک بیلی کا پڑلے گیا ہے۔" ایسے وقت بے سامو نے آکر کہا "یار فلو! ہمارے چار بیلی کا پڑلے رفاہی علاقے سے دور اترنے کے لیے چلے گئے ہیں۔ یہاں اترنے کی محفوظ جگہ نہیں مل رہی تھی۔ نیچے سے ہمارے سراغ رساں مشکل نہیں دے رہے تھے۔ پتا نہیں سب کہاں مر گئے ہیں۔"

ڈینی نے کہا "ان چار بیلی کا پڑلوں کو جانا ہی تھا۔ یوہنی پرواز کرتے رہتے تو ایدھن ختم ہو جاتا۔"

اسی وقت ایک فائر کی آواز سنائی دی۔ تمام فوجی، بیلی کا پڑ کے اندر بیٹھے ہوئے تھے۔ پائلٹ کی ہلاکت کے بعد کسی نے باہر جانے کی ناداتی نہیں کی تھی۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ فائر کرنے والے اس دھند میں کہاں چھپے ہوئے ہیں۔

بے فلو نے کہا "ان فوجیوں کا بیلی کا پڑ کے اندر رہنا مناسب نہیں ہے۔ وہ اس بیلی کا پڑ کو تباہ کر سکتے ہیں۔"

ڈینی نے کہا "ان سب کو باہر جانے کا حکم دیا جائے۔ ان میں سے ایک دو مر سکتے ہیں۔ باہر جانے سے یہ تو معلوم ہو جائے گا کہ فائرنگ کس سمت سے ہو رہی ہے۔"

بے فلو نے کہا "تم فوج کے اعلیٰ افسر ہو۔ انہیں باہر جا کر دشمنوں کو تلاش کرنے کا حکم دو۔"

ڈینی خیال خوانی کے ذریعے انہیں حکم دینے لگا۔ بے سامو نے کہا "وہ تین ہیں۔ ان میں سے جس کا نام آفریدی ہے، اس کے پاس مائیکرو فلم ہے۔ انہوں نے ہمارے ایک بیلی کا پڑ پر قبضہ کر لیا ہے۔ آفریدی اسی بیلی کا پڑ سے فرار ہو سکتا ہے۔ اسے بیلی کا پڑ لے جانے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔"

"وہ تینوں ایک جگہ ہوں گے، تب ہی بیلی کا پڑ لے جائیں گے۔ ان میں سے ایک یا دو یہاں ہیں۔"

ان کا اندازہ درست تھا۔ وہاں الٹی اور آفریدی تھے۔ پہلے وہ دھند میں بھٹکتے ہوئے بیلی کا پڑ کے قریب پہنچ گئے۔ آفریدی نے پائلٹ کو نشانے پر دیکھتے ہی گولی ماری تھی مگر

الٹی کو کھینچتا ہوا اتنی دور آگیا تھا کہ دھند کے باعث دشمن انہیں نہیں دیکھ سکتے تھے۔ محافظ ٹیلی پیچی جانے والے نے کہا "آفریدی! اسی طرح ہماڑی کے ساتھ ساتھ چلتے رہو مگر پہلے بیلی کا پڑ کی سمت فائر کرو۔ دشمنوں پر یہ دہشت طاری رہے گی کہ تم سب وہاں موجود ہو۔"

آفریدی نے ایک فائر کیا پھر الٹی کے ساتھ دوسری سمت جاتے ہوئے پوچھا "ہمارا اسٹیج کہاں ہے؟"

"تم اسی طرف جا رہے ہو۔"

اسی وقت بیلی کا پڑ کے نیچے کے گردش کرنے کی آواز سنائی دی۔ الٹی اور آفریدی نے پلٹ کر دیکھا۔ آفریدی نے جس بیلی کا پڑ کے پائلٹ کو گولی ماری تھی وہ پھر پرواز کرنے والا تھا۔ بے فلو اب اسی تدبیر پر عمل کر رہا تھا کہ پانچ فوجیوں کو بیلی کا پڑ سے اتار دیا گیا تھا۔ ان سے کہا گیا تھا کہ وہ مائیکرو فلم والے کو نیچے ہماڑیوں میں تلاش کریں۔

بے فلو نے نئے پائلٹ سے کہا "یہاں سے دوسرے بیلی کا پڑ نکلتے جاتے آتے رہو۔ اگر وہ دوسرا بیلی کا پڑ لے جاتا چاہیں گے تو ہم انہیں روک سکیں گے۔"

الٹی نے کہا "وہ پرواز کر رہا ہے۔ ہم سرچ لائٹ کے ذریعے دیکھ جاسکتے ہیں۔"

ٹیلی پیچی جانے والا الٹی کی باتیں آفریدی تک پہنچا رہا تھا۔ آفریدی کے محافظ نے کہا "ہمیں اونچے اونچے ٹیلوں اور چٹانوں کے درمیان چھپتے ہوئے آگے بڑھنا چاہیے۔"

بیلی کا پڑ پہنچ پرواز کرتا ہوا آ رہا تھا۔ الٹی اور آفریدی ہماری لباس پہنے اور سامان کی وزنی ٹکس اٹھائے ہوئے تھے۔ برف پر دوڑ نہیں سکتے تھے مگر تیزی سے چلتے ہوئے ایک چٹان کی طرف جا رہے تھے۔ بیلی کا پڑ سے فائرنگ ہونے لگی۔ وہ دونوں برف پر اوندھے منہ گر پڑے۔ پھر چاروں شانے چت ہو کر بیلی کا پڑ کی طرف متواز گولیاں چلانے لگے۔ وہ پرواز کرتا ہوا آگے گیا پھر آگے جا کر واپسی کے لیے کھوٹے لگا۔

وہ دونوں چاروں ہاتھوں پیروں سے برف پر رینگتے ہوئے ایک چٹان کی طرف جانے لگے۔ ادھر ڈینی خیال خوانی کے ذریعے فوجیوں سے کہہ رہا تھا "جیڈر بیلی کا پڑ ایک دائرہ میں گھوم رہا ہے" ادھر جاؤ۔ دو خائفین کو دیکھا گیا ہے۔ ان میں سے ایک کے پاس مائیکرو فلم ہو سکتی ہے۔"

وہ تمام مسلح فوجی اپنی اپنی ٹوکلی چھڑی نکلتے ہوئے برف کی ٹھوس سطح پر چلتے ہوئے ادھر جانے لگے۔ الٹی اور آفریدی برف پر رینگتے ہوئے چٹان کے پیچھے آئے تو پتا چلا "اسی غار کے

دہانے پر پہنچ گئے ہیں، جہاں انہوں نے پہلے پناہ لی تھی۔ آفریدی نے سوچا "جب بیلی کا پڑ والے ہمیں نہ پا کر واپس چلے جائیں گے، ہم یہاں سے جائیں گے۔"

محافظ ٹیلی پیچی جانے والے نے کہا "غار میں نہ جاؤ۔ دشمن وہاں پہنچ سکتے ہیں۔ چھپتے ہوئے آگے بڑھتے جاؤ۔"

وہ الٹی کے ساتھ غار کے دہانے سے دور ہو کر جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت بیلی کا پڑ کی قریب آتی ہوئی آواز سنائی دی۔ اس نے ایک طرف سر کھما کر دیکھا۔ بیلی کا پڑ قریب پہنچ رہا تھا۔ وہاں سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ وہ دونوں پلٹ کر پھر غار کی طرف جانا چاہتے تھے۔ فائرنگ کرنے والے بہت کم فاصلے سے گزر رہے تھے۔ کسی گولیاں ان کی طرف آ رہی تھی۔

اچانک الٹی کے حلق سے چیخ نکلی پھر خاموشی چھا گئی۔ وہ برف پر اوندھے منہ پڑی تھی۔ آفریدی فائرنگ سے بچنے کے لیے اچھل کر الٹی کے قریب آکر گر پڑا۔ بیلی کا پڑ دور جانے لگا۔ اس نے الٹی کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر سیدھا کیا۔ اس کی پیشانی سے پٹنے والا خون شدید سردی کے باعث جم گیا تھا۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔

اس نے دونوں بازوؤں میں اسے اٹھایا پھر وہاں سے چلا ہوا غار کے اندر آگیا۔ اس وقت بیلی کا پڑ ایک چکر لگا کر واپس آ رہا تھا۔ اب الٹی اور آفریدی انہیں نظر نہیں آ رہے تھے۔ آفریدی غار کے اندر اسے ایک جگہ لٹا کر کٹ سے مرہم پٹی کے لیے فرسٹ ایڈ باکس نکال رہا تھا۔ الٹی جہاں پکڑا اوندھے منہ گری تھی وہاں سخت ٹوکلی برف تھی۔ اس کی پیشانی میں چھب گئی تھی۔ آفریدی اس کی مرہم پٹی کرنے لگا۔

زخم کھرا نہیں تھا۔ وہ بے ہوش نہیں ہوئی تھی۔ ذرا چکر اگئی تھی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ محافظ ٹیلی پیچی جانے والے نے آفریدی سے کہا "تمہارے ساتھی نے ایک بیلی کا پڑ پر قبضہ کیا ہے۔ یہاں سے فوراً نکلو۔ وہ تم دونوں کا انتظار کر رہا ہے۔"

الٹی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ آفریدی فرسٹ ایڈ باکس کو کٹ میں رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ ایسے ہی وقت باہر سے فائرنگ ہوئی۔ وہ دونوں غار کے اندر روٹی حصے کی طرف جانے لگے۔ دشمن غار کے دہانے پر پہنچے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا "ہم جانتے ہیں، تم دونوں اندر ہو۔ ہتھیار پھینک کر دونوں کا ہاتھ گردن پر رکھ کر باہر آ جاؤ۔"

محافظ ٹیلی پیچی جانے والے نے کہا "اوہ آفریدی! یہ کیا ہو گیا؟ وہ غار کے دہانے پر ہیں۔ انہوں نے تمہارے فرار کا راستہ روک رکھا ہے۔ یہاں سے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

دھم تا 41

مفت و مفت کی کتابیں

روشنی کے مینار

قیمت - 150/- روپے ڈاکٹنگ - 18/- روپے

عظمت کے مینار

قیمت - 150/- روپے ڈاکٹنگ - 18/- روپے

ایمان کا سفر

قیمت - 150/- روپے ڈاکٹنگ - 18/- روپے

کچرا گھر

قیمت - 100/- روپے ڈاکٹنگ - 18/- روپے

آدھا چہرہ

قیمت - 250/- روپے ڈاکٹنگ - 24/- روپے

کالی کمائیاں

قیمت - 30/- روپے ڈاکٹنگ - 16/- روپے

ہٹ ویلوٹ کی چوکیاں

قیمت - 50/- روپے ڈاکٹنگ - 16/- روپے

200/- روپے کی کتابیں ایک ساتھ منگوانے پر ڈاک خرچ - حائف

بے ساختہ پیشین گوئی آؤ رسالے کے ذریعے جی جی جی جی

بے ساختہ پیشین گوئی آؤ رسالے کے ذریعے جی جی جی جی

بے ساختہ پیشین گوئی آؤ رسالے کے ذریعے جی جی جی جی

بے ساختہ پیشین گوئی آؤ رسالے کے ذریعے جی جی جی جی

اسلام کے خاموش سائنوں
اولیائے کرام کے دلچسپ
اور نثر و افادات
میں اپنے ہم عمر کی نگاہ سے

خوبیا و قسم بیکراچی
کے مضامین
کھا و مسر ام جومہ

محمد الدین نواب کی
امام شریقی کا یوں کا مجموعہ
وہ فن پارے
جن کی آپ کو تلاش ہے

محمد الدین نواب کی
کماؤں کا دور مجموعہ
جسے آپ انکھوں سے نہیں
دل سے پڑھیں گے

محمد الدین نواب کا بلاطول
معارف نامی ناول ان لوگوں کے لیے
ایک نثر و افادات کا مجموعہ
میں اپنا دل چھوڑ کر دیکھتے ہیں

جرائم جلاو سلطان اہم افادہ
طرو و مزاج و اسرار و خوف
سینس و حس و بر
مبنی 4 کمائیاں

مشہور نیک بلوٹ جی بے وقت
جی جی جی گلاں قدر و اعزاز پر
چراغ نامہ

دو حصے - قیمت 50/- روپے
قیمت 50/- روپے ڈاکٹنگ - 16/- روپے

تھی اور آفریدی ہی طرح پھنس گئے۔ ان کی کامیابی یعنی جی۔ علی ایک بلی کا پڑھ حاصل کر چکا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے یہ معلوم کر رہا تھا کہ آفریدی، علی کے ساتھ آ رہا ہے۔ ان کے آتے ہی وہ بلی کا پڑھ میں وہاں سے چین کی طرف جاسکتے تھے لیکن ضروری نہیں ہے کہ ہر قدم پر کامیابی ہو۔ ناکامیاں بھی ساتھ چلتی ہیں اور وہ چین کامیابی حاصل کرتے وقت ناکام ہو گئے۔

محافظ ٹیلی جیتی جانے والے نے آفریدی کو منع کیا تھا کہ غار کے اندر نہ جائے اور آفریدی اس کی ہدایت پر عمل کر رہا تھا۔ غار سے دور جانا چاہتا لیکن علی کے زخمی ہونے کے باعث اس کی مرضی نہیں کے لیے غار کے اندر اپڑا۔ اس کے بعد ہی باہر جانے کا راستہ بند ہو گیا۔

غار کے دہانے پر فائزنگ ہوئی تھی اور ان سے کہا گیا تھا کہ وہ ہتھیار پھینک کر دونوں ہاتھ اپنی گردن پر رکھ کر باہر آجائیں۔ دشمنوں کو یقین تھا کہ باہر نکلے گا وہی ایک راستہ ہے۔ علی اور آفریدی نہیں جانتے تھے کہ وہ غار اندر ہی اندر کہاں تک گیا ہے، اگر کہیں نکلے گا تو سر راستہ ہے تو وہ برف سے اس طرح چھپ گیا ہو گا کہ اسے تلاش کرنے کے لیے جگہ جگہ برف توڑنی ہوگی اور یہ کام آسان نہیں تھا۔ دشمن ایسا کرنے کا موقع دینے والے نہیں تھے۔

علی اور آفریدی اندر کی طرف غار کے ایک موڑ پر دو پتھروں کے پیچھے چھپ گئے تھے جس دشمن نے انہیں ہتھیار پھینک کر باہر آنے کا حکم دیا تھا۔ اس نے پھر کہا ”آفریدی! تم باہر نہیں آنا چاہتے، نہ آؤ۔ کہیں سے چھپ کر اس مانیکرو فلم کو ہماری طرف پھینک دو۔ ہم تمہیں نقصان پہنچانے بغیر یہاں سے چلے جائیں گے۔“

علی اور آفریدی خاموش تھے۔ ہمارے ٹیلی جیتی جانے والے سراغ رساں اس بولنے والے دشمن کے دماغ میں پہنچ گئے تھے لیکن اسے آگہ کار نہیں بتا رہے تھے کیونکہ ”ڈینی“ بے فلو اور بے سامو نے اس کے دماغ پر بڑی مضبوطی سے قبضہ بنا رکھا تھا۔

اس نے کہا ”دیر نہ کرو۔ تمہارے ٹیلی جیتی جانے والے میرے دماغ میں گڑ بڑاتا چاہتے ہیں۔ میں تمہیں اور انہیں کتا ہوں۔ میرے دوسرے ساتھیوں کے دماغوں میں کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔ یہ سب گونگے بنے رہیں گے اگر تم نے مجھے کسی چلائی سے اپنا آگہ کار بتایا تو یہ گونگے ساتھی مجھے گولی مار دیں گے۔“

علی نے کہا ”آفریدی! لٹ سے منی مشعل نکال کر

جلاؤ۔ اس کی روشنی میں غار کے اندر دور تک جاؤ۔ باہر نکلے گا کوئی دوسرا راستہ نہ ملے۔ کوئی بات نہیں، دشمن مانیکرو فلم کے لیے غار کے اندر آنے پر مجبور ہوں گے دشمنوں کو اپنے پیچھے آنے کے لیے لٹا دو۔“

آفریدی نے کٹ سے ایک منی مشعل نکال کر جلائی پھر بلند آواز سے کہا ”نہ نہ سمجھو، ہمارے لیے باہر نکلنے کا دوسرا تیرا راستہ نہیں ہے۔ ہم یہاں اندر ہی اندر دور تک جا رہے ہیں۔ مانیکرو فلم چاہیے تو چلے آؤ۔“

اس کے ہاتھ میں ایک فنٹ کی چھوٹی سی مشعل تھی۔ اس کی روشنی سے غار دور تک روشن ہو گیا تھا۔ وہ علی کے ساتھ دوسرے راستے کی تلاش میں جانے لگا۔ دشمنوں نے غار کے اندر بہت دور روشنی دیکھی تھی اور سمجھ گئے تھے کہ آفریدی واقعی کسی دوسرے راستے سے باہر جانے والا ہے۔ وہ سب غار کے اندر آنے پر مجبور ہو گئے۔

ان میں سے ایک ہی دشمن بول رہا تھا۔ اس نے کہا ”آفریدی! تم حماقت کر رہے ہو۔ دوسرا راستہ نہیں ملے گا۔ ہم تمہیں گولی مار دیں گے اور مانیکرو فلم حاصل کر لیں گے۔ تمہارے ٹیلی جیتی جاننے والے تمہیں ہلاکت سے نہیں بچا سکیں گے۔“

آفریدی نے مشعل بھجادی۔ دشمنوں کو بہت دور روشنی دکھائی دے رہی تھی، وہ روشنی بچھ گئی۔ پورے غار میں گہری تاریکی چھا گئی۔ وہ سب سوچ میں پڑ گئے، آگے بڑھنا چاہیے یا واپس غار سے باہر جانا چاہیے؟

”ڈینی“ بے فلو اور بے سامو نے ان کے دماغوں میں کہا۔ ”تم میں سے کوئی واپس نہیں جانے گا۔ اس مانیکرو فلم کو ہر حال میں حاصل کرنا ہے۔“

علی پہلے اس کا بازو تھامے ہوئے تھی۔ تاریکی چیلنے ہی وہ اس سے چپک کر بولی ”مشعل کیوں بھجادی؟ ہم آگے کیسے بڑھیں گے؟“

وہ جھک کر اس کے کان میں بولا ”جو کہنا ہو“ کان میں کہا کرو۔ ورنہ آواز سن کر دشمن معلوم کر سکتے ہیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں۔“

اس نے تاریکی میں اس کے چہرے کو ٹٹول کر اسے اپنی طرف جھکایا پھر بولی ”تم کسی تاریکی طرح اونٹے ہو۔ مجھے بات کرنے کے لیے بار بار تمہارا سر پکڑ کر جھکانا ہو گا یا تم مجھے اوپر اٹھایا کرو گے۔“

اس نے دونوں بازوؤں میں اسے لے کر اٹھایا۔ دونوں کے چہرے ایک دوسرے کے برابر ہو گئے۔ تاریکی میں دونوں

کی سانسیں ایک دوسرے سے ٹکرانے لگیں۔ وہ سرگوشی میں بولی ”اگر یوں رہتا ہے تو میں ساری زندگی اس غار میں گزار دوں گی۔“

آفریدی کو کچھ ہو رہا تھا۔ وہ بولا ”کام کی بات کرو۔“ وہ گردن میں بائیں ڈال کر بولی ”دشمن کام کریں گے۔ ہم آرام کریں گے۔“

اس نے بازو ڈھیلے کر دیے۔ تاکہ وہ پنچ زمین پر کھڑی ہو جائے لیکن اس کی بائیں گردن میں جھک گئے۔ وہ گردن سے لٹکی رہ گئی۔ وہ بولا ”چھوڑ دو مجھے۔“

وہ بولی ”نہ آگے جانا ہے نہ پیچھے ہٹنا ہے پھر بھی کچھ تو کرنا ہے۔ کچھ کرلو۔“

”کھٹک کیا کروں؟ گردن تو چھوڑ دو۔“

”پہلے کی طرح اٹھاؤ۔ تمہاری گردن پر بوجھ نہیں ہوں گی۔“

اس نے دوبارہ اٹھایا۔ وہ تاریکی میں ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے لیکن سانسوں کے کھڑا سے پتا چل رہا تھا کہ ایک دوسرے کے چہرے کو آج دے رہے ہیں۔ اس نے علی کو باتیں کرنے کے خیال سے دونوں بازوؤں میں جکڑ کر اٹھایا تھا مگر اب خود جکڑ گیا تھا۔ ان دونوں کے لیے فرار کا راستہ نہیں تھا۔ دشمن جیسے سر پر سوار تھے۔ اس کے باوجود خاموشی اور سناٹے میں دونوں کی دھڑکنیں نہ رہی تھیں۔

انہیں قربت کا یہ موقع اس لیے مل گیا کہ دشمن ابھی سوچ رہے تھے کہ اس گہری تاریکی میں انہیں کیا کرنا ہے۔ بے فلو نے ان سے کہا ”خطرہ مول لینا پڑے گا۔ چھپ کر مشعل جلاؤ اور دور تک دیکھو۔ وہ نظر آجائیں تو گولی مار دو۔“

”ہم روشنی کریں گے تو وہ بھی ہمیں گولی مار سکتے ہیں۔“

”جھٹ نہ کرو۔ مشعل جلاؤ۔ کم کر!“

ایک نے مشعل جلائی۔ وہ علی کو بازوؤں میں اٹھائے کھڑا تھا۔ دونوں ایک چٹان کی آڑ میں تھے روشنی ہوتے ہی وہ اس کے بازوؤں سے اتر گئی۔ دونوں نے اپنی گتیں سنبھال لیں۔ دشمنوں نے روشنی میں دور تک دیکھا۔ وہ نظر نہیں آئے۔ ”ڈینی نے کہا“ آفریدی یہاں اندر ہی اندر کہیں جا رہا ہے۔ اسے نظروں سے اوجھل نہ ہونے دو۔ ہاتھ سے نکلنے نہ دو۔ آگے بڑھو۔“

وہ سب آگے بڑھنے لگے۔ علی اور آفریدی نے چٹان کے پیچھے سے دیکھا۔ وہ تعداد میں بڑھتے تھے۔ انہوں میں گتیں لے لے ایک ایک قدم بڑھتے ہوئے چٹان کی طرف آ رہے تھے۔ دونوں نے اچانک ہی چٹان کے پیچھے سے نکل کر تراتر فائزنگ

کی۔ ان میں سے دو کو گولیاں لگیں۔ تیسرے کے پیروں میں گولی لگی۔ وہ لنگڑا ہوا اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ بھاگنے لگا۔ علی نے پھر فائزنگ کی پھر ایک کو گولی لگی۔ وہ اچھل کر زمین پر گرا۔ اس کے ہاتھ میں مشعل تھی۔ کرتے ہی مشعل بجھ گئی۔ مشعل کے ساتھ وہ بھی بجھ گیا۔

”ڈینی نے غصے سے کہا“ گلدھے کے پتے! تم ایک آدمی کو مار کر مانیکرو فلم نہیں لے سکتے؟“

”میں کیا کروں؟ انہوں نے اچانک فائزنگ کی تھی۔“

”تم نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ وہ چٹان کے پیچھے چھپے ہوں گے؟“

”سر! آپ کو بھی یہی سمجھ کر ہمیں گائیڈ کرنا چاہیے تھا۔“

”پوٹ آپ! اس زخمی ساتھی کی مرہم پٹی کرو۔“

”اندھیرے میں کیسے کروں؟ یہ زخمی میرے لیے مصیبت بن جائے گا۔ دشمن اس کے دماغ میں پہنچ گئے ہوں گے۔ ہمارے جو مسل فونی، بلی کا پڑھ میں تھے۔ آپ انہیں یہاں بھیجیں۔ میں تنہا رہ گیا ہوں۔“

علی نے آفریدی سے کہا ”وہ ہاتھ مجھے، ہم نے ایک کو زخمی اور تین کو ہلاک کیا۔ ایک رہ گیا ہے۔“

وہ بولا ”آگے ایک بڑا پتھر ہے۔ ہم فائزنگ کرتے ہوئے اس پتھر کے پیچھے جا سکیں گے۔ وہ اندھیرے میں قریب ہونے والی فائزنگ سے پریشان ہو گا۔ ہم سے دور ہونے کے لیے غار کے دہانے کی طرف جائے گا۔“

”ہوں۔ اس طرح ہم اسے رگیدتے ہوئے غار کے باہر لے جائیں گے۔“

محافظ نے کہا ”آہٹ! اچھا ہے۔ اس اتحاد دشمن کو غار سے باہر لے جا کر ہلاک کرنا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہو گا لیکن فی الوقت اپنی جگہ سے حرکت نہ کرو۔“

”ہمیں غار سے نکلنے کے لیے اسے ہلاک کرنا چاہیے۔“

”اسے ہلاک کر کے غار سے نکلو گے۔ باہر وہ چار مسل فونی ہیں، جو بلی کا پڑھ سے تم دونوں پر فائزنگ کر رہے تھے۔“

”ان سے۔۔۔ باہر نکلنا بہتر ہو گا۔“

”ان حالات میں حکمت عملی کو سمجھو۔ وہ چاروں دشمن اپنے ساتھی کی مدد کرنے اس غار میں ضرور آئیں گے۔ وہ تم دونوں کو غار میں گھیرنا چاہتے ہیں۔ ان کی خواہش پوری ہونے دو۔“

آفریدی نے حیرانی سے پوچھا ”یہ کیسا مشورہ دے رہے

ہو؟ اس طرح ہم غار سے نکل نہیں سکیں گے۔
 ”آفریدی! تم اسی طرح تجربات حاصل کرو گے وہ سب تمہیں گھیرنے آئیں گے غار میں داخل ہوں گے ان کے پیچھے تمہارا ساتھی (علی) غار کے دہانے پر راستہ روکے گا۔ اور دھرم دونوں ہو۔ اس طرح دشمن تم تینوں کے درمیان پھنس جائے گا۔“
 آفریدی نے قائل ہو کر کہا ”ہاں۔ یہ ہے حکمت عملی، ہمارا ساتھی انہیں غار سے باہر نہیں جانے دے گا۔ وہ ادھر سے فائر کرے گا۔ ہم ادھر سے آگے اور پیچھے کا راستہ بند رہے گا۔ دشمنوں کو فرار ہونے کے لیے تیسرا راستہ نہیں ملے گا۔“

محافظ نے کہا ”میں جا رہا ہوں۔ تمہارے ساتھی کی پلاننگ پوری طرح سمجھنے کے بعد آؤں گا۔“
 ایک بائیں دوسرا محافظ علی کے دماغ میں بیان کر رہا تھا پھر ان دونوں کے دماغوں میں خاموشی چھا گئی۔ علی نے کہا ”ہمارے ٹیلی پیٹھی جاننے والے محافظ بہت سمجھ دار ہیں۔ ہمیں تنہا چھوڑ گئے ہیں۔“

وہ بولا ”ہمیں ان کی واپسی تک دشمنوں سے محتاط رہنا چاہیے۔“
 وہ اس کی کمر کے گرد بانہوں کا گھیرا ڈال کر بولی ”میرے ہاتھ تمہاری گردن سے پٹ نہیں سکتے میں محتاط رہنے کے لیے تمہارے قریب کیسے رہوں؟ پلیر بیٹھ جاؤ، میرے برابر ہو جاؤ۔“

”میں مرد ہوں۔ ایک لڑکی کے برابر نہیں ہو سکتا۔“
 وہ اس کے شانوں کو ٹٹول کر دونوں ہاتھ وہاں تک لے گئی پھر اچھل کر اس کی گردن میں بائیں ڈال کر بولی ”یہ لو، میں تمہارے برابر ہو گئی۔“

وہ ہماری بھر کم لباس میں تھی۔ بوجھ کے باعث گر سکتی تھی۔ آفریدی نے دونوں بازوؤں سے تھام لیا۔ تھانے کے لیے جکڑ لیا۔ اس نے کہا ”تم مجھے مجبور کر دیتی ہو۔ ابھی میں ایسا نہ کروں تو گر پڑو گی۔“
 ”تم بہت اچھے ہو، مجھے مرنے نہیں دیتے ہو۔ مجھے دشمنوں سے بچا رہے ہو۔ میرے لیے خطرات سے کھیل رہے ہو۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ مجھے اتنا دلیر اور اتنا چاہنے والا ملے گا۔“

”تم نے طیارے میں اچھے کموار کا بیٹو چس کیا تھا پھر تمہیں بابا صاحب کے ادارے کی حمایت حاصل ہو گئی ہے۔ اس لیے میں تمہارے کام آ رہا ہوں۔“

”کام آتا اور بات ہے مگر جسے دل سے چاہا جائے اس کے لیے خطرات سے کھیلا جاتا ہے۔ میں درست کہہ رہی ہوں نا؟“

”وہ ساتھی جو باہر تنہا گیا ہے، میں اسے بھی دل سے چاہتا ہوں اور وہ ساتھی بھی ہمیں دل سے چاہتا ہے۔ ہماری سلامتی کی خاطر تنہا رہ گیا ہے۔“

”ابھی صرف میری اور اپنی بات کرو۔ کیا میں تمہارے لیے آپتیل نہیں ہوں؟“
 وہ سوچ میں پڑ گیا ”آپتیل۔۔۔؟“

”ابھی تو میں موٹے موٹے کپڑوں میں چھپی ہوئی ہوں مگر وہاں جہاز میں تم نے مجھے دیکھا تھا۔ جہاز ہوا، میں ابھی ہوں نا؟ مجھ میں کش ہے نا؟ دیکھو یہ مجھے پوچھنا تو نہیں چاہیے۔ مجھ میں کش ہے ہی مجھے پکڑ رکھا ہے۔“

اب وہ سمجھ رہا تھا کہ طیارے میں جب وہ شرم و حیا کی خاطر اپنے دوستوں سے دشمنی مول لے رہی تھی تب ہی سے اس نے لاشعوری طور پر متاثر کیا تھا۔ وہ بڑے ہی غیر محسوس طریقے سے اندر ہی اندر سرگ بناتی ہوئی اس کے دل تک پہنچ چکی تھی۔

اس نے پوچھا ”چپ کیوں ہو؟ بولتے کیوں نہیں؟ کیا میں تمہارے لیے آپتیل نہیں ہوں؟“
 دونوں کی سانسیں ٹکرا رہی تھیں۔ آفریدی بڑی خاموشی سے اس کی سانسوں میں اترنے لگا۔

وہاں تاریکی تھی، بہت ہی گہری تاریکی، ایسی تاریکی جو روشنی کے لیے عذاب تھی مگر دوستی کے لیے لاجواب تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ دوستی کے خاموش معاہدے کرتے وقت دیکھنا ضروری نہیں ہوتا۔ دیکھنے کا مسئلہ دشمنوں کا تھا۔ وہ تاریکی کو روشنی کیے بغیر آگے پیچھے دیکھنے بغیر دشمنی جاری نہیں رکھ سکتے تھے۔

جو دشمن غار میں تنہا رہ گیا تھا۔ وہ اپنے زخمی ساتھی کی مرہم پٹی کرنے کے لیے زخم دیکھنا چاہتا تھا۔ تاریکی میں دیکھ نہیں سکتا تھا۔ ڈبئی نے اس کے خیالات پڑھ کر کہا ”گولی اس کے اندر رہ گئی ہے۔ وہ گولی آپریشن کے ذریعے ہی نکالی جاسکتی ہے۔ اور یہاں آپریشن ممکن نہیں ہے۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ موت اس کا مقدر بن چکی ہے۔“

وہ زخمی تکلیف سے تڑپ رہا تھا۔ کراہ رہا تھا۔ بے فلو نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے تاریکی میں واپس دینے جانے پر مجبور کیا، جہاں سے وہ گولی کھا کر آیا تھا۔ وہ بے جاہ آخری لمحات میں چاروں ہاتھ پاؤں سے ریختا ہوا چٹان کی

طرف جانے لگا۔ اس چٹان کے پیچھے لٹی اور آفریدی بڑے پیار سے خطرات بھرے لمحات گزار رہے تھے۔

زخمی دشمن کی کراہتی ہوئی آواز اس قریب آنے لگیں تو انہوں نے محتاط ہو کر اپنی اپنی ٹیکس سنبھال لیں۔ اور فائر کرنے کے لیے آوازی سمجھ سکتا کا اندازہ کرنے لگے۔

محافظوں نے دونوں کے دماغوں میں اگر کما گولی نہ چلا تا۔ وہ مرنے والا ہے۔ دشمنوں نے اسے چارہ بنا کر بھیجا ہے۔ تمہاری طرف سے گولی چلے گی تو وہ سمجھ لیں گے کہ تم دونوں ابھی تک چٹان کے پیچھے ہو اور فرار کا کوئی دوسرا راستہ تلاش کرنے ان سے دور نہیں گئے ہو۔“

آفریدی نے کہا ”میں سمجھ گیا۔ دشمنوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ میں بائیکو فلو ملے کر اس غار میں بہت دور جا چکا ہوں۔ اگر میرا تعاقب نہ کیا گیا تو مجھے غار سے باہر جانے کا کوئی دوسرا راستہ مل جائے گا۔“

علی نے کہا ”بے شک! انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا چاہیے کہ ہم ابھی تک یہاں ہیں۔ میں اس زخمی کی آواز بہت قریب سن رہی ہوں۔“

محافظ نے کہا ”اسے مرنے تو ہے ہی، لہذا میں خیال خوانی کے ذریعے اسے ختم کر رہا ہوں۔“

آفریدی نے کہا ”جسٹ اے منٹ۔ جب خدا نے اتنی تکلیف کے باوجود اسے زندہ رکھا ہے تو پھر اسے اپنی آخری سانس تک جینے دو۔“

علی نے پوچھا ”اسے گولی کہاں لگی ہے؟“
 محافظ نے کہا ”وہ بھاگ رہا تھا۔ ایسے وقت اس کی کمر میں پیچھے گولی پوسٹ ہو گئی ہے۔“

علی نے زمین پر گھٹنے ٹیک دیے۔ وہ اس کے قدموں کے پاس آ گیا تھا۔ علی نے اسے ٹٹول کر پچھو لیا۔ پھر تاریکی میں رینگتی ہوئی اس کی کمر کے پاس آئی۔ اس کے زخم کو ہاتھ لگایا تو وہ تکلیف کی شدت سے کرا پڑا۔ محافظ نے پوچھا ”کیا کر رہی ہو؟ دور کھڑے ہوئے دشمن کو تمہاری پوزیشن کا علم ہو جائے گا۔“

وہ بولی ”تم اس کے دماغ میں رہو۔ اسے اسی طرح چیخنے دو، جیسے یہاں تنہا اپنا آخری وقت گزار رہا ہو۔“

”مگر۔۔۔ یہ تم نے چاقو کیوں نکال لیا ہے؟ یہ۔۔۔ تمہاری سوچ کہہ رہی ہے کہ تم اس کی کمر میں پوسٹ ہونے والی گولی نکالنا چاہتی ہو۔ یہ حماقت ہے لی۔“

”تم یہ کہنا چاہتے ہو، یہ گولی نکلنے والی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے گا۔ مرنے کا اور بچ جانے کا تو جتنا خون بہہ رہا

ہے۔ اس کی جگہ دوسرا خون نہیں ملے گا۔ یہ ہر حال میں مرے گا۔“

”جب سمجھ رہی ہو تو گولی کیوں نکال رہی ہو؟“
 ”ابھی تم اسے ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ میں بھی ہلاک کر رہی ہوں مگر بجائے اسے کوشش کرتے ہوئے پلیر اس کے دماغ میں جاؤ۔ خیال خوانی کے ذریعے اس میں توانائی اور حوصلہ پیدا کرو۔“

محافظ اس زخمی کے دماغ میں چلا گیا۔ تاریکی میں پوسٹ ہونے والی گولی نکالنا سراسر مشکل خیز بات تھی۔ لیکن علی نے محافظ سے کہا ”وہ جو چاہتی ہے اسے کرنے دو۔ اس سے تعاون کرو۔“

وہ اپنی من مانی کرنے لگی۔ گویا حماقت کرنے لگی۔ اس کے خیال کے مطابق دشمن کو اذیتیں دے کر ہلاک کیا جاتا ہے۔ وہ اس نیک مقصد سے اذیتیں دے رہی تھی کہ مرنے تو اسے ہے لیکن مقدر میں زندگی ہوگی تو بی لے گا۔

گولی گہرائی میں نہیں گئی۔ زخم کے منہ کے پاس ہی تھی۔ اس نے ایک اندھے ڈاکٹر کی طرح چاقو کی نوک سے اسے نکالا تو وہ شدید تکلیف کے باعث جھج پڑا۔ اس کے بعد ایک دم سے خاموش ہو گیا۔ علی نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر معلوم کیا۔ دل دھڑک رہا تھا۔ وہ زندہ تھا مگر بے ہوش ہو گیا تھا۔

آفریدی فرسٹ ایڈ باکس نکال چکا تھا۔ علی امریکا میں میڈیکل کی طالبہ تھی۔ اندھیرے میں دواؤں کو دیکھ نہیں سکتی تھی۔ سو کچھ کر مرہم اور دواؤں کو سمجھتی رہی۔ زخم سے خون کا بہاؤ روکنے اور مرہم پٹی کرنے کے طریقوں پر عمل کرتی رہی۔

ڈبئی، بے فلو اور بے سامو اس زخمی کے دماغ میں تھے۔ وہ بھی تاریکی میں ہونے والے علی کے اعتقاد آپریشن پر حیران تھے۔ انہیں یہ معلوم ہو چکا تھا کہ لٹی اور آفریدی اسی چٹان کے پیچھے ہیں لیکن ان پر قاتلانہ حملہ کرانے کے لیے اس غار میں ایک ہی فوجی تھا۔ باقی چار مسلح جوان بیلی کا پڑ چھوڑ کر اس کی مدد کے لیے آنے والے تھے۔ ان کے پیچھے میں ابھی دو تھے۔ اس لیے وہ زخمی کے دماغ میں رہ کر لٹی کے غلامانہ آپریشن کو سمجھ رہے تھے۔ وہ زیادہ دیر اس کے دماغ میں نہ رہ سکے۔ گولی کے ٹکڑے ہی وہ بے ہوش ہو گیا تو وہ اس کے اندر سے نکل گئے۔ اس بے ہوشی کے بعد معلوم نہیں کر سکتے تھے کہ اب وہ دونوں اس چٹان کے پیچھے کیا کر رہے ہیں؟

فی الوقت دشمنی کا وقت تھا۔ دشمن کوئی کارروائی نہیں کر سکتے تھے۔ ملی اور آفریدی کو وہاں خاموشی سے انتظار کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔ ملی نے کہا ”زخمی کو انجکشن لگانا ضروری ہے۔ فرسٹ ایڈ باکس میں انجکشن کی چار شیشیاں ہیں۔ اندھیرے میں کس طرح معلوم کروں کہ زخم کے لیے ایٹنی سپینگ انجکشن کی شیشی کون سی ہے؟“

آفریدی نے پوچھا ”انجکشن کیوں ضروری ہے؟“

”میں چاقو کے پھل کو گرم نہ کر سکی۔ یہاں الگ جلائی نہیں جاسکتی تھی۔ چاقو کے لوہے سے زخم میں زہر پھیل سکتا ہے۔“

”پہلے درد میں تمہیں منی مشعل جلائے اور انجکشن کا انتخاب کرنے نہیں دوں گا۔“

”میں جانتی ہوں۔ ادھر روشنی ہوتے ہی دشمن فاز کرے گا۔“

دشمن نہیں تھی، جو پہلی ہی نظر میں دل کھینچ لیتی ہے۔ دینیز ہال میں پہنچتے ہی وہ صورت نظر آئی۔ صورت کیا تھی! اجنکا کی صورت تھی۔ ایسی من موہنی اور..... سوہنی تھی کہ اسے دیکھتے ہی پورس کے قدم رک گئے۔ اس نے سازی اتنے سلیقے سے بپٹی تھی کہ بدن کا حسن شاعرانہ انداز میں نمایاں ہو گیا تھا۔ چہرے پر ہلکا سا میک اپ تھا جبکہ وہ کسی میک اپ کی محتاج نہیں تھی۔

اس کے ساتھ ایک عورت کھڑی ہوئی تھی۔ جس طرح گلاب کے ساتھ کانٹے ہوتے ہیں۔ وہ بھی کانٹا لگ رہی تھی۔ پورس نے قریبی کاؤنٹر سے ایک ٹھنڈی بوتل لی۔ اسے پیتے ہوئے اسٹال کے مالک کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس مالک نے اس کی مرضی کے مطابق اپنے ملازم سے کہا ”چندو! ایک اسٹال کے سامنے نیلے اور پیلے رنگ کی ساڑیاں بیٹے بوسٹے دو میلا میں کھڑی ہیں۔ انہیں دو دین جس دے آ۔“

چندو نے کہا ”ابھی جا کر دیتا ہوں۔“

دو ٹھنڈی بوتلیں لے کر جانے لگا۔ پورس اپنی بوتل کے پیسے ادا کر کے وہاں سے دور چلا گیا۔ ایک جگہ بیٹھ کر چندو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ عورت پوچھ رہی تھی ”یہ کیوں لائے ہو؟ ہم نے تو کموں کا آرڈر نہیں دیا ہے۔“

”میرے مالک نے حکم دیا۔ میں لے آیا۔“

اس من موہنی نے ناگوار سے گور درکان کے مالک کو دیکھا۔ وہ مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔ وہ بولی ”اس بڑھے سے بول“ منہ میں جتنے دانت رہ گئے ہیں۔ انہیں بھی توڑ کر اس کے ہاتھ پر رکھ دوں گی۔ چل پھوٹ یہاں سے۔“

چندو واپس جانے لگا۔ پورس اس حینہ کے دماغ میں پہنچا تو وہ کچھ بے چینی محسوس کرنے لگی۔ اس کا نام کرشمہ کماری تھا۔ وہ اپنی سامھی عورت سے مخاطب..... ہو کے کہہ رہی تھی ”میں نے تمہیں غصہ آ رہا ہے۔“

پدمی نے پریشان ہو کر کہا ”بھگوان کے لیے برداشت کرو۔ میں اس دکان دار کو گالیاں دے کر آتی ہوں۔“

”مجھے دکان دار پر غصہ نہیں آ رہا ہے۔ میرے دماغ میں کوئی پہنچا ہوا ہے۔ اے! کون ہو تم؟“

”کرشمہ! تم غصے میں عقل سے کام نہیں لیتی ہو۔ سانس روکو۔ وہ چلا جائے گا۔“

”مجھے معلوم تو ہونا چاہیے کہ کون کتنا مجھے پریشان کر رہا ہے۔“

”مج سے تیری بار اسے محسوس کر رہی ہوں۔“

پورس کو بڑا غصہ آیا۔ وہ دماغ میں آنے والے کو کتنا کہہ رہی تھی۔ وہ اسے چھوڑ کر پدمی کے دماغ میں آیا۔ وہ کہہ

رہی تھی ”وہ صبح پہلی بار تمہارے اندر گر بول رہا تھا۔ دوسری بار آکر خاموش رہا۔ اب بھی خاموش ہے۔ اسے دماغ سے تھوک دو۔ وہ بارہل بن جائے گا۔“

کرشمہ نے کہا ”اے! میں تمہیں آخری بار کہتی ہوں۔ دماغ میں چھپ کر مت آؤ۔ مروی طرح سامنے آؤ۔“

پورس حیران ہوا کیونکہ وہ اس کے دماغ میں نہیں تھا۔ یہ سمجھ میں آ گیا کہ کوئی نامعلوم ملٹی پیٹھی جانے والا ہے، جو کرشمہ کو صبح سے پریشان کر رہا ہے۔ وہ پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں کوئی کہہ رہا تھا ”کرشمہ! میں تم سے کہہ چکا ہوں، لندن کے ایک میگزین میں تمہاری تصویر دیکھ کر وہاں وہ گیا ہوں۔“

”ہنا نام اور پتا کھانا بتاؤ۔“

”میں تمہارے انداز میں پہلی بار آ رہا ہوں پھر نام اور پتا بتاؤں گا۔ میرے آتے ہی تم اپنے دماغ میں بے چینی محسوس کرنے لگتی ہو۔ آج رات یہ بے چینی دور کروں گا۔“

”کیسے دور کروں گے؟“

”جب تم نیند میں ہو گی تو میں تم پر توبیخی عمل کروں گا۔ اس کے بعد تم مجھ سے محبت کرنے لگو گی۔“

”خوار! مجھ پر کوئی عمل نہ کرنا۔ میں بت بری ہوں۔“

بمست خطرناک فائبروں۔ منہ ہاتھ توڑ کر رکھ دوں گی۔“

”ابھی میں نے پوری طرح تمہارے چور خیالات نہیں پڑے ہیں پھر بھی اتنا معلوم ہو چکا ہے کہ تمہاری ذہانت میں چالاک اور کمکاری ہے اور واقعی تم ایک خطرناک فائبر ہو۔“

”یہ جان کر بھی میرے قریب آؤ گے تو عمر بھر پچھتاؤ گے؟“

”تم ایک پیش قیمت عکس ہو۔ مجھ جیسے ملٹی پیٹھی جاننے والے کے کام آتی رہو گی۔ میں ابھی جا رہا ہوں۔ رات کو تمہارے سونے کے وقت آؤں گا۔“

دوسرے ہی لمحے میں کرشمہ کماری نے کہا ”پدمی! وہ چلا گیا ہے لیکن کہہ رہا تھا، رات کو آئے گا اور مجھ پر توبیخی عمل کرے گا۔ توبیخی عمل کا مطلب سمجھتی ہو؟“

”ہاں! وہ تمہیں اپنی معمولاً اپنی کینا بٹالے گا۔“

”ہے بھگوان! میں کیا کروں؟ کیا میرے بھیا اپنے منتروں سے مجھے بچالیں گے؟“

”تمہارے بھیا بڑے ہی ہیں۔ تم انہیں فون کرو۔ اپنے حالات بتاؤ۔ وہ ملٹی پیٹھی کے بھوت کو تمہارے دماغ میں نہیں آنے دیں گے۔“

وہ دونوں ملٹی فون بوتھ کی طرف جانے لگیں۔ پورس،

پدمی کے خیالات پڑھنے لگا۔ معلوم چلا کہ کرشمہ کی ماں کا نام مائی جتنا ہے۔ پورس جس فلائٹ سے آیا ہے اسی فلائٹ سے مائی جتنا آتی ہے لیکن ابھی تک ایئر لینن اور کسم چینگ سے گزر کر دینیز ہال میں نہیں آسکی ہے۔ بھارت کے بیشتر صوبوں میں کالا جادو جانے والوں کی خاصی تعداد ہے۔ نارنگ اور بھیا جیسے جادو جانے والوں کا تعلق صوبہ مہاراشٹر سے تھا۔ مائی جتنا صوبہ بنگال میں پیدا ہوئی تھی۔ کرشمہ کی دیوی، کالی مائی کی پجاری تھی۔ کتنے ہی معصوم بچوں اور کنواری لڑکیوں کو اس نے کالی مائی کے چرنوں میں قربان کیا تھا۔ ان کی گردنوں کاٹ کر ملی چڑھائی تھی۔ تیس برس تک مختلف منتروں کا چاب کوہ کے طرح طرح کے جادوئی ہتکنڈوں میں مہارت حاصل کرتی رہی۔ اب وہ اتنی خطرناک جادو گر بن چکی تھی کہ بڑے بڑے جادو گر اسے چیل کر مارتے تھے۔

مائی جتنا اپنی جوانی میں حسین رہی ہوگی۔ تب ہی کرشمہ کماری جیسی حسین بنی پیدا کی تھی۔ لیکن اب تیس برسوں تک کالے جادو کے عمل نے مائی جتنا کو بد صورت بنا دیا تھا اور وہ صورت سے ہی چیل لگنے لگی تھی۔

اس نے اپنے بیٹے جسونت پال کو جادوئی ہتکنڈے سکھائے تھے لیکن وہ اپنی ماں کی طرح وحش ڈاکٹر نہیں بن پایا تھا۔ اس کی بیٹی کرشمہ کماری کالے جادو کی طرف مائل نہیں ہوئی۔ وہ ذہین اور نہایت مکار تھی۔ اس نے تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ جوڈو کرانے، رائل نفل شوٹنگ، سو مننگ اور ہارس رائڈنگ سیکھی تھی۔ ایک اڑنا لائن میں پائلٹ بننے کی بھی ٹریننگ حاصل کی تھی۔ یعنی وہ اپنی ماں اور بھائی سے مختلف تھی۔

وہ فون پر کہہ رہی تھی ”ہیلو بھیا! آپ کیا کر رہے ہیں۔ ماں کو لینے اڑ پورٹ کیوں نہیں آئے؟“

”میں ایک معاملے میں مصروف ہوں۔ ماں میرے ہی معاملے سے منٹنے کے لیے برما سے یہاں آئی ہیں۔ ابھی اس نے فون پر بتایا ہے کہ کسم والوں نے اس کا سامان روک لیا ہے۔ وہ تمہارے فون پر تم سے بات کرنے کی کوششیں کرتی رہیں لیکن تمہارا فون بند ہے۔“

”پلیز ماں کو بتائیں، میں اپنا موبائل فون گھر پر بھول آئی ہوں لیکن ماں کے گلے لگنے یہاں پہنچی ہوئی ہوں۔“

”میں ابھی بتا دوں گا اور کوئی بات؟“

”ہاں بھیا! کوئی ملٹی پیٹھی جاننے والا صبح سے اب تک تین بار میرے دماغ میں آچکا ہے۔“

وہ انجکشن کی ایک شیشی اٹھا کر اسے سرخ میں بھرتی ہوئی بوتل ”میں انداز سے یہ انجکشن لگا رہی ہوں۔ یہ مطلوبہ انجکشن بھی ہو سکتا ہے۔“

میں آری بیڈ کو اڑ رہیں پچینی فوج کے اعلیٰ افسران کے ساتھ بیٹھا ہوا۔ انہیں ملی، آفریدی اور علی کے حالات بتا رہا تھا۔ ایک اعلیٰ افسر نے چرائی سے پوچھا ”آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ وہ تینوں خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔ وہاں سے زندہ واپس آنا بہت بڑا کارنامہ ہوگا اور ان حالات میں بھی وہ آپریشن کر کے اپنے پیٹھ کا ایک دشمن کی جان بچانے کی کوشش کر رہے ہیں؟“

میں نے مسکراتے ہوئے کہا ”ہمارے ٹیلی پیٹھی جاننے والے ملی کو آپریشن کی اجازت نہیں دے رہے تھے لیکن علی تیور نے بارود کے ڈھیر میں اجازت دی ہے۔ علی فرشتہ نہیں ہے لیکن اس کے لوہیں میٹائی ہے۔“

میں نے مسکراتے ہوئے کہا ”ہمارے ٹیلی پیٹھی جاننے والے ملی کو آپریشن کی اجازت نہیں دے رہے تھے لیکن علی تیور نے بارود کے ڈھیر میں اجازت دی ہے۔ علی فرشتہ نہیں ہے لیکن اس کے لوہیں میٹائی ہے۔“

○☆☆○

پارس اور پورس کو پھر ایک بار تمہارے ہی کی آزادی مل گئی تھی۔ تقدیر مہربان ہو گئی تھی۔ ٹائی اور شاہ بابا صاحب کے ادارے میں جلی ملی تھیں۔ پارس اسرائیل گیا تھا۔ اس کا ذکر بعد میں ہوگا۔ ابھی پورس ممبئی اڑ پورٹ پر ایئر لینن کاؤنٹر سے گزر رہا تھا۔

بنکاک سے ممبئی کا سفر اس کے نقطہ نظر سے بہت ہی بور تھا۔ دل پر دستک دینے والا ایک بھی حسین چہرہ دکھائی نہیں دیا تھا۔ یوں کہنے کو تو تپتی ہی جوان اور اسارت لڑکیاں آس پاس رہیں۔ وہ خوب صورت بھی تھیں لیکن ان میں وہ

”اوہ گاؤ! یہ ٹیلی بیسی کی مصیبت تمہارے پاس کیسے پہنچ گئی؟“

”وہ کہہ رہا تھا لندن کے ایک میگزین میں میری تصویر دیکھی تھی اور کل یہاں پہنچ رہا ہے۔“

”میں پہلے ہی ایک مسئلے میں الجھا ہوا ہوں۔ یہ نیا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔“

”وہ کہہ رہا تھا۔ جب میں رات کو سو جاؤں گی تو مجھ پر توجہی عمل کرے گا۔ بھیا! میں بہت پریشان ہوں۔ وہ مجھے اپنی نوکرائی بنالے گا۔“

”خوصلہ کرو۔ ماں ہماری حفاظت کے لیے پہنچ گئی ہے۔ میں ابھی ماں سے بات کرتا ہوں۔“

پورس نے پدمنی کے دماغ سے نکل کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر جسونت پال کے دماغ میں پہنچا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ پورس پھر پدمنی کے اندر پہنچ گیا۔ فی الحال وہی ذریعہ تھی کیونکہ کرشمہ کے دماغ میں جانے سے وہ بے چینی محسوس کر کے سانس روک لیتی تھی اور اس کا بھائی جسونت پال یوگا کا ماہر تھا۔

یہ وہی ٹھاکر جسونت پال تھا جس نے کلپنا کو اغوا کیا تھا۔ گویا کلپنا کے اندر رہنے والے بھیا کو اغوا کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ کلپنا مر چکی تھی۔ وہ اپنے کالے عمل سے کلپنا کو ایک ٹھنڈا بعد زندہ کرنا چاہتا تھا لیکن اس کے عمل کرنے سے پہلے ہی وہ زندہ ہو گئی تھی۔ اس طرح وہ سمجھ رہا تھا کہ کلپنا کے اندر کوئی دوسری آتما سا گئی ہے۔

لیکن یہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ جس کلپنا کی عزت سے کھیلنے کے لیے اغوا کیا ہے اس کے اندر کیسے آتما ساتی ہوئی ہے؟ کسی عورت کی آتما ہے یا مرد کی؟ اس حد تک سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ آتما پر اسرار شکتی رکھتی ہے۔ اسی لیے کلپنا کے اندر پہنچی ہوئی ہے۔

وہ کلپنا کو اغوا کر کے گوالے آیا تھا۔ بھیا پریشان تھا کہ اس وقت اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس کے سامنے دو راستے تھے ایک تو یہ کہ کلپنا کا جسم چھوڑ کر کسی دوسرے جسم میں چلا جائے ایسا کرنے سے اس کی آتما شکتی کسی حد تک کمزور ہو جاتی اور وہ کمزوری نہیں چاہتا تھا۔

دوسرا راستہ یہ تھا کہ وہ ٹیلی بیسی کے ذریعے جسونت پال کے دماغ کو کمزور بنائے اس نے یہ سوچ کر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ وہ ایک ذرا دھنکے سے دوسری بار دماغ میں پہنچا۔ جسونت پال نے پوچھا ”تم کون ہو؟“

وہ کلپنا کے جسم میں سامنے کے بعد بے اختیار نسوانی آواز میں بولنے لگا تھا۔ اس نے کئی بار مردانہ آوازیں بولنے کی کوششیں کیں۔ کوشش کرنے پر وہ ایک دو فقرے مردانہ آواز میں بولتا تھا پھر قدرتی طور پر اس کی آواز زنانہ ہو جاتی تھی۔

اس نے کہا ”میں کلپنا ہوں۔ دروازہ کھولو مجھے کمرے میں قید نہ کرو۔ ورنہ پہنچتاؤ گے۔“

”چلو یہ تو معلوم ہوا تمہارے اندر ٹیلی بیسی جاننے والی آتما ساتی ہوئی ہے۔ میں اس آتما سے کہتا ہوں مجھ سے دوستی کرو۔ میں کالا جاؤ جانتا ہوں اور تم ٹیلی بیسی جانتی ہو۔ ہماری دوستی ہمیں بہت فائدہ پہنچائے گی۔“

”میں صرف ٹیلی بیسی ہی نہیں، تم سے زیادہ کالا جاؤ جانتی ہوں۔ میرا مطلب ہے جانتا ہوں۔“

”جب عورت ہو تو مرد کی طرح بول کر مجھے دھوکا نہ دو۔“

”میں دھوکا نہیں دے رہی ہوں۔ میں سچ سچ مرد ہوں۔“

وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا ”میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں کلپنا کا خوب صورت جسم چاہتا ہوں جب میں اسے حاصل کرتا رہوں گا تو تم اپنی بے آبروئی کا ماتم کرتے رہنا۔“

”میں تمہیں اپنا بدن حاصل نہیں کرنے دوں گی۔“

”تم مجھے روک نہیں سکو گی۔ یہ دیکھ چکی ہو کہ میں کس طرح کلپنا کو اغوا کر کے یہاں لے آیا ہوں۔ اسی طرح اسے دوبارہ بے ہوش کر کے یا کالے عمل سے اسے دماغی طور پر کمزور بنا کر اس کی تنہائی میں آؤں گا تو تم بالکل بے بس ہو جاؤ گی۔“

”اور جب میں تمہارے کالے عمل کا توڑ کروں گی۔ تب تمہیں معلوم ہو گا کہ میں کتنی ماسٹری ماں ہوں۔“

”اور تم یہ نہیں جانتیں کہ میری ماں بنگال کی ایسی خطرناک جاؤ گئی ہے جس کے آگے بڑے بڑے جاؤ گر ہاتھ جوڑتے اور سر جھکاتے ہیں۔“

جسونت پال نے یہ پہنچ گیا اور اسے کمرے میں قید کر کے چلا گیا۔ بھیا سوچتا رہ گیا کہ اگر اس کی ماں مقابلے میں زبردست ثابت ہوگی اور وہ کالے عمل کے دوران کم تر ہو گیا تو پھر کیا ہوگا؟

ہو گا کیا؟ اپنی آبرو لٹنے کا تماشا دیکھے گا اور کچھ کر نہیں پائے گا۔

اس رات جسونت پال سمندر کے ایک دیران ساحل پر جا کر کالے جاؤ کا عمل کرنے لگا۔ اس عمل کے ذریعے وہ کلپنا کے دل اور دماغ کو تسخیر کرنا چاہتا تھا۔ جب اس کے عمل کا اثر کلپنا کے دماغ پر ہونے لگا تو بھیا نے سمجھ لیا کہ جسونت پال اسے اپنا معمول بنانے کا عمل کر رہا ہے۔

کلپنا ایک کمرے میں قید تھی۔ وہ اسی کمرے کے فرش پر بیٹھ کر منتظر بیٹھنے لگا۔ جسونت پال کے عمل کا توڑ کرنے لگا۔ ایسے میں دونوں کے منتظر کمرے لگے۔ وہ کلپنا کے نام سے کپڑے کی ایک گڑیا بنا کر سمندر کے کنارے لے گیا تھا۔ جب اس کا جاؤ مکمل ہو جاتا تو وہ آخر میں ایک سوئی کپڑے کی گڑیا کے سر میں پیوست کرتا جس کے نتیجے میں کلپنا کا دماغ بے حس ہو جاتا۔ وہ اپنا اچھا بڑا کچھ سوچ نہ پائی۔ بھیا اپنی آتما شکتی سے اور خیال خوانی سے اس کے دماغ کو اپنے قابو میں نہ رکھ پاتا اور جسونت پال اپنی من مانی کرتا رہتا۔

لیکن بھیا کے آگے جسونت پال کا جاؤ کمزور پڑ گیا۔ اس نے کپڑے کی گڑیا کے سر میں ایک سوئی چھوئی لیکن بھیا کے منتظر کلپنا کے دماغ پر حاوی ہو چکے تھے۔ وہ سمندر کے ساحل سے اپنی کوٹھی میں واپس آیا پھر بند دروازے کے پاس پہنچ کر بولا ”میں یہ تو مان گیا کہ تمہاری جاؤ دنی شکتی مجھ سے زیادہ ہے لیکن تم بھی ماں جاؤ کی کہ میری ماں تم سے زیادہ زبردست ہے۔ وہ صرف میری نہیں، شیطان کی بھی ماں ہے۔ میں نے اسے بلایا ہے۔ وہ کل دوپہر کی فلائٹ سے آنے والی ہے۔“

اور وہ آگئی تھی۔ کرشمہ اور پدمنی اس کا انتظار کر رہی تھیں۔ پورس نے پدمنی کے خیالات سے اس کا حلیہ معلوم کیا۔ معلوم ہوا وہ بہت ہی بد صورت ہے۔ پہلے بھی خوب صورت رہی ہوگی لیکن جوانی سے بڑھاپے تک کالا جاؤ کرتے کرتے کالی چڑیل بن گئی ہے۔

دو برس پہلے وہ اپنے بیٹے اور بیٹی سے کہہ کر گئی تھی کہ وہ ایک زبردست جاؤ دنی شکتی حاصل کرنے کے لیے برما کے جنگلات میں جا رہی ہے۔ جب تک وہ شکتی حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوگی واپس نہیں آئے گی۔ وہ فون کے ذریعے اپنے بیٹے اور بیٹی سے رابطہ رکھتی تھی۔ پچھلے رات جسونت پال نے فون پر بات کی اور اسے اپنی مدد کے لیے بلایا تو اس نے کہا ”تم فون نہ کرتے، تب بھی میں ضرور آتی، میں وہ زبردست شکتی حاصل کر چکی ہوں۔“

اس نے کہا ”ماں! تم اپنے بچوں کے لیے بھی برا سراہتی جا رہی ہو۔ ہمیں اب تک نہیں بتایا ہے کہ تم نے کون سی زبردست شکتی حاصل کی ہے؟“

”ذرا صبر کرو۔ میں آ رہی ہوں۔ جب سامنے آؤں گی تو میری شکتی دیکھ کر حیران رہ جاؤ گے۔“

کرشمہ اور پدمنی پورس سے کچھ فاصلے پر بیٹھی اس کا انتظار کر رہی۔۔۔ تھیں۔ انہوں نے اب تک پورس کو نہیں دیکھا تھا۔ ایسے وقت کسٹم افسر کے دفتر سے ایک نہایت حسین و جمیل دو تینہ زرائی میں سامان رکھے باہر آئی۔ پورس سفر کے دوران میں اسے طیارے میں دیکھ چکا تھا اگرچہ اس کا حسن قابلِ دید تھا لیکن پورس نے اس میں کشش محسوس نہیں کی تھی۔ اس نے سوچا ”وقت گزارنے کے لیے سفر کے دوران میں دوستی رکھی جائے اس طرح شاید اس سے دلچسپی پیدا ہو جائے گی لیکن وقتی طور پر دوستی کرنے کے لیے بھی اس پر دل مائل نہیں ہوا۔“

وہ حسینہ زرائی دھمکیلی ہوئی کرشمہ اور پدمنی کے سامنے آئی پھر بولی ”کرشمہ! میری جان! تم ماں کا انتظار کر رہی ہو۔ کیا اپنی ماں کو پہچانتی ہو؟“

وہ دونوں اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ کرشمہ نے پوچھا ”تم کون ہو؟ یہ کیسے جانتی ہو کہ میں اپنی ماں کا انتظار کر رہی ہوں؟“

حسینہ نے کہا ”میری جان! اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو۔“

اس نے خود ہی کرشمہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا پھر اس کے ہونٹ یوں ہٹنے کے لیے جب زبردست منتظر رہی ہو کرشمہ نے سحر زدہ ہو کر کہا ”تم میری ماں کی آواز اور لمبے میں بول رہی ہو۔ اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھوں میں دے کر ایسا لگ رہا ہے جیسے میں اپنی ماں کی آغوش میں آگئی ہوں۔“

پھر وہ حسینہ کے گلے لگ کر بولی ”ماں! تم میری ماں ہو۔ میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔ تم پلاسٹک سرجری کے ذریعے حسینہ اور جوان بن کر آئی ہو۔“

وہ بولی ”پلاسٹک سرجری کے ذریعے چہرہ بدلتا ہے۔ جسم نہیں بدلتا۔ دو برس پہلے میں یہاں سے گئی تو دہلی چلی گئی۔ ہڈیوں کا ڈھانچا گئی تھی۔ کیا دنیا کا کوئی ڈاکٹر مجھے صحت مند اور جوان بنا سکتا ہے؟“

اس نے حیرانی سے پوچھا ”پھر یہ کیا ہے؟ تم ایک دم کیسے بدل گئی ہو؟ تمہاری جوانی کی تصویریں گھر میں ہیں۔ اس لیے میں نے پہچان لیا ہے۔ کوئی دوسرا بھی یقین نہیں کرے گا کہ تم باؤن برس کی ہو اور ہماری ماں ہو۔“

”یہ بات زبان پر نہ لاؤ کہ میں تمہاری ماں ہوں۔ تم اور جسونت آج سے مجھے کسر نہ کرنا کہو گے۔“

”مگر یہ کیسے ہو گیا؟“

”میں نے کہا تھا، ایک زبردست شہتی حاصل کرنے جاری ہوں اور وہ میں حاصل کر چکی ہوں۔ میں جب بھی بوڑھی ہونے لگوں گی تو خود کو جوان بنالیا کروں گی۔“

”ہاں! اب تو تم شادی کرو گی؟ ہمارے لیے دو سراپا لاؤ گی؟“

”میں نے ابھی سمجھایا ہے، مجھے ماں نہیں، بہن کو۔ بہن کے رشتے سے ہمارے لیے ایک جیجائی (منوئی) پسند کر چکی ہوں۔“

”کیا جج؟ وہ کہاں ہے؟ کیا برامیں ہے؟“

”یہاں ہے۔ میں نے اسے طیارے میں دیکھا پھر دیکھنے ہی اس پر دل آگیا۔“

”اس فلاٹ کے تمام مسافر جا چکے ہیں۔ تم نے اس سے دوستی نہیں کی؟“

”میں اپنی شہتی سے اسے اپنی طرف مائل کرتی رہی۔ اس نے مجھے مٹی بار دیکھا۔ نہ معلوم کیوں میری طرف نہیں آیا۔ یوں بھی اس کی سیٹ مجھ سے دور تھی لیکن میں نے ایک ایسا منتر پڑھا ہے جس کا اثر اس پر ہو چکا ہے۔ وہ مجھ سے دور جانے کے قابل نہیں رہا ہے۔ تمام مسافر جا چکے ہیں مگر میرے کالے جاودے اسے یہاں بٹھا رکھا ہے۔“

”کرشمہ نے خوش ہو کر پوچھا، کہاں ہے وہ؟“

”اس نے پورس کی طرف اشارہ کیا۔ کرشمہ اور پد منی اسے دیکھنے لگیں۔ پورس پد منی کے دماغ میں رہ کر ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کی سوچ پتا رہی تھی کہ مانی جتنا پورس پر عاشق ہو گئی ہے اور مشوق بننے کے لیے اپنے کالے جاودے کے ذریعے اسے وہاں بٹھا رکھا ہے۔“

پورس نے حیرانی سے سوچا، ”کیا میں اس کے کالے جاودے کے اثر سے یہاں بیٹھا ہوا ہوں؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ مجھے تو کرشمہ کی کشش نے یہاں روک رکھا ہے پھر کرشمہ اور اس کے خاندانی حالات اتنے دلچسپ ہیں کہ میں مسلسل معلومات حاصل کرنے میں مصروف ہو گیا ہوں۔“

پارس، پورس، علی، منی، عانی اور بیٹا کے دماغوں پر روحانی عمل کیا گیا تھا۔ جس کے نتیجے میں دشمن نیلی جیٹھی جاننے والے ان کے دماغوں میں پہنچ کر جو خیالات نہیں پڑھ سکتے تھے ان کے دماغ کسی کالے عمل سے بھی متاثر نہیں ہو سکتے تھے۔ پورس وہاں واقعی کرشمہ کی خاطر بیٹھ گیا تھا اور مانی جتنا خوش تھی میں جتنا تھی کہ پورس اس کے زیر اثر آگیا ہے۔

وہ تینوں اس کی طرف آئے لگیں۔ پورس نے یوں ظاہر کیا جیسے وہاں سے جانے والا ہو۔ کرشمہ نے آواز دی ”مسٹر! جٹ! اے منٹ۔“

وہ رک کر انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ اس کے قریب آگئیں۔ کرشمہ نے کہا ”تم یہاں بہت دیر سے بیٹھے ہو۔ کیا کسی کا انتظار ہے؟“

وہ کچھ پریشان سا ہو گیا۔ ”جج! میں آ رہا میری یادداشت کو کیا ہو گیا ہے۔ مجھے یاد نہیں آ رہا ہے کہ میں تمہیں کیوں آیا ہوں۔ اگر میرا مکان یہاں ہے تو وہ کہاں ہے؟“

پانی جتنا خوش ہو گئی۔ اس کے جاودے نے اثر دکھایا تھا۔ وہ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا کر بولی ”میرا نام جتنا کاری ہے۔“

”میرا نام شہباز ہے۔“ اس نے مصافحہ کیا پھر کہا ”یہ۔“

یہ تمہارا ہاتھ۔ بہت۔“

جتنا مسکرا کر بولی ”بہت خوب صورت ہے۔ مجھ سے ہاتھ ملانے والے سبھی لوگ یہی کہتے ہیں۔“

وہ فوراً ہی اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولا ”خوب صورت تو ہے مگر بہت وہ ہے۔“

”کیا ہے؟“

”کیا بتاؤں، بہت عجیب سا ہے۔ دیکھنے میں بھرپور صحت مند جوان ہاتھ ہے مگر ہاتھ ملاتے ہی یوں لگا۔ جیسے پتلا ہے۔ گوشت کم اور ہڈیاں زیادہ ہیں۔ جیسے کسی بوڑھی عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔“

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ پریشان ہو کر اپنے اس ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے چھو کر محسوس کرنے لگی۔ کرشمہ نے ناگوار سی کہا ”کیا کہتے ہو؟ میری بہن کا ہاتھ تمہیں کسی بوڑھی کا ہاتھ لگا رہا ہے؟“

جتنا کے دل میں اندیشہ پیدا ہوا ”کیا میں اندر سے بوڑھی ہوں مگر میرا ہاتھ مجھے پتلا نہیں لگا رہا ہے۔“

وہ بھی ناگوار سی بولی ”مسٹر شہباز! کیا تم پاگل ہو؟ جو ان ہاتھ کو بوڑھا کر رہے ہو؟“

کرشمہ نے کہا ”سسر! یہ جج جیج پکا ہے۔ اسے تو یہ تک یاد نہیں ہے کہ اس شہر میں کیسے اس کا مکان ہے یا نہیں؟“

پورس نے کہا ”تم بہنوں کو ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے جو محسوس کیا ہے، وہی کہا ہے۔ مس جتنا! تم کسی دوسرے شخص سے ہاتھ ملا کر معلوم کرو کہ میں نے جج کہا ہے یا جھوٹ؟“

وہ افراد باتیں کرتے ہوئے اسی طرف آرہے تھے۔ جتنا

نے ان کی طرف بڑھ کر مخاطب کیا ”ایک سیوڑی۔“

وہ دونوں رک گئے۔ جتنا نے ان کے قریب جا کر مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا ”آپ لندن کی فلاٹ کا ارا نیل نامہتا سکتے ہیں؟“

اس نے ہاتھ ملا کر کہا ”آگے افکاریشن بورڈ پر لکھا ہوا ہے۔“

اس کی آواز اور لہجہ سننے ہی پورس اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس شخص نے فوراً ہی جتنا کے ہاتھ سے اپنا چھڑاتے ہوئے کہا ”یہ۔ یہ تمہارا ہاتھ۔ بہت۔“

جتنا نے پوچھا ”بہت کیا؟“

”بہت عجیب ہے۔ دیکھنے میں جوان ہاتھ ہے لیکن کسی بوڑھی کے ہاتھ کی طرح پتلا لگا رہا ہے۔“

اس کے سامنے نے حیرانی سے پوچھا ”طننی! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ مس جوان اور خوب صورت ہے اور تم اس کے جوان ہاتھ کو بوڑھا کر رہے ہو؟“

جتنا اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا کر بولی ”پلیز تم میرا ہاتھ تمام کر دیکھو۔“

پورس اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے جتنا کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا۔ اسے سسلانے لگا پھر پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ کرشمہ نے پوچھا ”میری سسر کا ہاتھ کیسا ہے؟“

وہ ہاتھ چھوڑ کر بولا ”مس! تعجب ہے۔ تم دیکھنے میں جوان اور چھوٹے میں بوڑھی لگتی ہو۔“

جتنا نے غصے سے کہا ”شٹ! آپ بوڑھی ہو گی تمہاری ماں۔“

ایک نے کہا ”غصہ کیوں دکھائی ہو گھر جاؤ اور لباس اتار کر دیکھو۔ اندر سے کچھ ہو۔ اور سے کچھ۔“

وہ اپنے سامنے کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے جانے لگا۔ جتنا نے کرشمہ کو پورس سے ذرا دور لے جا کر کہا ”معلوم ہوتا ہے، میری اپنی شہتی میں کوئی کمی نہ گئی ہے۔ میں گھر جا کر اپنی شہتی کو پورا کرنے کے لیے عمل کروں گی مگر اس جوان کو ساتھ لے چلو۔ میرا دل اس پر آگیا ہے۔“

”تم گلہ نہ کرو۔ میں اسے جانے نہیں دوں گی۔“

ادھر پورس نے پد منی سے پوچھا ”کیا تم بھی ان دونوں کی بہن ہو؟“

پد منی نے جواب دیا ”میں ان کی ملازمہ ہوں۔ مگر مجھے بہن بنا کر رکھتے ہیں۔ کیا جج جتنا بہن کا ہاتھ بوڑھی عورت جیسا ہے؟“

”مجھ سے کیا پوچھتی ہو؟ دوسرے دو آدمیوں نے بھی

تمہاری جتنا بہن کو اندر سے بوڑھی کہا ہے۔ جب وہ گھر میں لباس بدلتی ہوئی تو تم اسے دیکھتی ہو گی۔ پلیز جج کو وہ اوپر سے جیسی ہے، ویسی اندر سے نہیں ہے نا؟“

وہ پریشان ہو کر بولی ”آں؟ میں۔ میں کچھ نہیں جانتی۔“

وہ آگے بکھ نہ کہ سکی۔ وہ دونوں قریب آگئیں۔ کرشمہ نے کہا ”شہباز! میں اپنی سسر کا ہاتھ پکڑ کر دیکھ چکی ہوں۔ یہ تو بھرپور جوان ہاتھ ہے۔“

پورس نے کہا ”اس سلسلے میں، میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ تم ایک لڑکی ہو۔ تمہارے چھوٹے میں اور ایک مرد کے چھوٹے میں بہت فرق ہوتا ہے۔ بہر حال اس بات کو جانے دو۔ مس جتنا بہت ہی حسین اور دلکش ہیں۔ میں ایک حسین لڑکی کا دل دکھانے کی معافی چاہتا ہوں۔“

جتنا خوش ہو کر بولی ”میں ایک شرط پر معاف کروں گی۔ تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہو گا۔“

”میں! میں تم بہنوں کے ساتھ کہاں جاؤں گا؟“

”ہمارے گھر۔ کیونکہ تم اپنے گھر کا راستہ بھول گئے ہو۔“

کرشمہ نے کہا ”ہمارے ساتھ رہو۔ بعد میں تمہارا گھر تلاش کر سں گے۔“

”مجھے کیسے نہ کہیں جا کر رہنا ہے۔ تم دونوں اصرار کر رہی ہو تو تمہارے ہی ساتھ رہوں گا۔“

وہ ان کے ساتھ از پورٹ کی عمارت کے باہر آیا۔ کرشمہ کارے کر آئی تھی۔ اس کار میں ممبئی سے گوا تک ایک لمبا سفر شروع ہونے والا تھا۔ جتنا کار کی پچھل سیٹ پر پورس کے ساتھ بیٹھنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی وہ بولا ”دیکھو جتنا! برا نہ مانا، میں تمہارے بالکل قریب رہنا چاہتا ہوں۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے؟“

”بات یہ ہے کہ تمہارے قریب رہنے سے عجیب سی بو آتی ہے۔ جیسے پورا پکا ہوا پھل رکھا رہے اور کوئی اسے نہ کھائے۔ اس پھل کی عمر گزرتی جائے تو اس میں سے بو آنے لگتی ہے۔“

کرشمہ نے کہا ”تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میری بہن کی عمر گزر گئی ہے؟“

”میں پھل کی عمر کا حساب بتا رہا ہوں۔ ایک پھل کی نازکی کی مدت تم ہو جائے تو اس میں سے بو آنے لگتی ہے۔ مجھے افسوس ہے میری جی بات بری لگتی ہے۔“

کتابیات بیل، کشن

دیوتا 41

دیوتا 41

کرشمہ نے کہا ”سسر! تم خوا خواہ اس پاگل کو اپنے ساتھ لے جا رہی ہو۔“

جتنا پھر کرشمہ کو پکڑ کر ایک طرف لے گئی اور بولی ”منصہ نہ کرو۔ میری نئی ہستی میں ضرور کوئی کی رہ گئی ہے۔ میں گھر جاکر مخصوص منہوں کا جابجاب کروں گی تو پھر کسی مرد کو میرا بدن پلپلا نہیں لگے گا اور میرے اندر سے بوجھاپے کی بو محسوس نہیں ہوا کرے گی۔“

”ماں! تم تو اس جوان پر بری طرح مر مٹی ہو۔ ٹھیک ہے اسے ساتھ لے جلتے ہیں۔“

جتنائے واپس آکر پورس سے کہا ”تم کرشمہ کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھو۔ میرے اندر جو خامیاں ہیں وہ جلد ہی دور ہو جائیں گی۔“

”پھر تو میں تمہارے اتنے قریب آؤں گا کہ اس کے بعد کبھی دور نہیں جاؤں گا۔“

وہ سب کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ جتنائے موبائل فون کے ذریعے جسونت پال کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ”میں کرشمہ کے ساتھ آ رہی ہوں۔ میرے ساتھ ایک خاص مہمان ہے اس کا نام شباز ہے۔ اس کے لیے ہماری کوٹھی میں ایک کمرہ ٹھیک کرا دو۔ یہ ہمارے ساتھ رہے گا۔“

جسونت پال نے کہا ”ماں! وہ نام سے مسلمان لگتا ہے۔ اس میں ایسی کیا بات ہے کہ وہ ہمارے ساتھ کوٹھی میں رہے گا؟“

جتنا بنگالی بھاشا میں اسے بتانے لگی کہ وہ اپنی نئی ہستی کے ذریعے جوان ہو گئی ہے۔ شباز کے اور دنیا والوں کے سامنے کبھی اسے ماں نہ کہا جائے سسر! کہا جائے۔ جسونت نے ان کے جوان ہونے پر خوشی کا اظہار کیا پھر اسے کلپنا کے بارے میں بتانے لگا۔

پورس نے بچپن سے ابتدائی جوانی تک ہندوستان میں زندگی گزار دی تھی وہاں کی کئی زبانیں جانتا تھا۔ جنکا بنگالی بھاشا کو بھی سمجھ رہا تھا۔ اسے معلوم ہو رہا تھا کہ جسونت نے کلپنا نامی کسی لڑکی کو ایک کمرے میں قید کر رکھا ہے۔ وہ کلپنا مرچکی تھی لیکن ایک آتما اس کے اندر ساگنی ہے۔ اس طرح کلپنا کو ایک نئی زندگی ملی ہے اور جو آتما اس کے اندر ساگنی ہوئی ہے وہ جسونت پال کے لیے مسئلہ بنی ہوئی ہے۔

جتنائے بیٹے کو تسلی دی ”میں جلد ہی اس آتما کی ہستی کو ختم کر کے تمہاری معمول بنادوں گی۔“

وہ فہم ہو چکی ہے۔ فی الوقت تاریک اور بھیسا آتما ہستی رکھتے ہیں۔ ان دو میں سے کوئی ایک ایسا ہے جو کلپنا کے جسم کے اندر گھسا ہوا ہے۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے آتما کو مخاطب کیا ”ماں! میں ہوں آپ کا بیٹا پورس۔ السلام علیکم!“

”و علیکم السلام“ خوش رہو بیٹے! تاریک اور بھیسا کے علاوہ مائی جتنا بھی آتما ہستی کی حامل ہے کلپنا کے جسم میں بھیسا کی آتما ساگنی ہوئی ہے۔ اب جاؤ۔ میں عبادت میں مصروف ہوں۔“

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔

ملی نے زخمی دشمن کا آپریشن کیا تھا۔ گہری تاریکی میں اس کے جسم سے گولی نکالی تھی۔ اندھیرے میں دوا میں دیکھی جاسکتی تھیں نہ پہچانی جاسکتی تھیں۔ اس نے اندازے سے مرہم لگایا تھا اور انجکشن لگائے تھے۔ ناممکن کبھی ممکن نہیں ہوتا۔ پانی میں آگ نہیں لگائی جاسکتی مگر وہ لگا رہی تھی۔ زخمی دشمن کو مرنا ہی تھا۔ ایسے میں وہ ایک انسانی زندگی کو بچانے کا تجربہ کر چکی تھی۔ اس کی جان بچا چکی تھی۔ آپریشن کے بعد وہ زندہ تھا اور بے ہوش پڑا تھا۔ اس انتہائی سرد علاقے میں ٹھنڈی زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اسے زیادہ سے زیادہ کھیل میں لپیٹ کر گرہی پہنچائی تھی لیکن گرمی پہنچانے کا کوئی سامان نہیں تھا۔ وہ بد نصیب زندگی پانے کے باوجود سرد موت سے لڑ رہا تھا۔

آفریدی نے کہا ”تم نے اس کی جان بچا کر اس پر ظلم کیا ہے۔ یہ مرجنا تو آپریشن کے بعد کی تکلیف اور ناقابل برداشت سردی کے عذاب سے بچ جاتا۔“

وہ بولی ”مجھے خوشی ہے کہ میں نے تاریکی میں ناممکن کو ممکن بنایا ہے۔ یہ میری زندگی کا پہلا یادگار کارنامہ ہے۔ اگر ہم انسانی آبادی میں ہوتے تو اسے خون بھی مل جاتا اور یہ سردی کے عذاب سے بھی محفوظ رہتا۔ یہاں یہ مقدر کے رحم و کرم پر ہے۔ جیسے گایا مر جائے گا۔“

آفریدی نے محافظ سے پوچھا ”کیا تم موجود ہو؟“

وہ اس وقت آفریدی کے دماغ میں نہیں تھا۔ ملی کے دماغ میں بھی کوئی نہیں تھا۔ وہ سب غار سے باہر ملی کے پاس پہنچے ہوئے تھے۔ معلوم کر رہے تھے کہ بلی کا پٹروالے چار دشمن کہاں رہ گئے ہیں؟

دیوتا

کی بد اور آفریدی سے مائیکرو فلم چھین لینے کے لیے آرہے ہیں لیکن ان کے آنے میں دیر ہو رہی تھی۔

در اصل اس دوسرے بلی کا پٹروالے کے لیے کوئی مناسب جگہ نہیں مل رہی تھی۔ ملی اور دوسرے ساتھی ٹیلی پیٹھی جاننے والے پرواز کرنے والے بلی کا پٹری کی آواز سن رہے تھے۔ کبھی کبھی اس کی سرچ لائٹ دکھائی دیتی تھی پھر گہری دھند میں تم ہو جاتی تھی۔

ملی، آفریدی کی آغوش میں سٹ آئی تھی۔ کانوں میں سرگوشیاں کرنے کے لیے دونوں کے چہرے ایک دوسرے سے لگ گئے تھے۔ آفریدی نے کہا ”تم بڑی دل والی ہو۔ دشمنوں سے بھی محبت کرتی ہو۔“

”تم میری قدر کر رہے ہو، مجھے اپنی محبت دے رہے ہو“ یہ میرے لیے بہت بڑا انعام ہے۔“

”میری زندگی کا یہ عجیب و غریب تجربہ ہے۔ ہمارے چاروں طرف خطرات منڈلا رہے ہیں اور ہم بڑے اعتماد اور بڑے بارے وقت گزار رہے ہیں۔“

”ان حالات میں محبتیں ملتی رہیں تو موت سے ڈر نہیں لگتا۔ میرے محبوب! مجھے اسی طرح سینے سے لگائے رہو۔“ وہ پہلے ہی سینے سے لگی ہوئی تھی۔ آفریدی اور لگانے لگا۔ جیسے سینے کے اندر چھپا لینا چاہتا ہو۔

میں نے ملی سے کہا ”بیٹے! ایسے انتہائی سرد علاقے میں زیادہ دیر نہیں رہنا چاہیے۔ ملی برقی علاقوں میں رہنے کی عادی ہے۔ تم سخت جان ہو، تمہیں کچھ نہیں ہوگا لیکن آفریدی اپنی زندگی میں پہلی بار ایسی جگہ آیا ہے۔ وہ ناقابل برداشت سردی کو اپنے حوصلے اور قوت ارادی سے برداشت کر رہا ہے لیکن بیمار ہو سکتا ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے اسے وہاں سے نکالو۔“

اس نے بلی کا پٹری کی آواز سننے ہوئے کہا ”پاپا! دشمنوں کو اترنے کی جگہ نہیں مل رہی ہے اور بلی کا پٹر میرے نشانے پر نہیں آرہا ہے۔ اس لیے دیر ہو رہی ہے۔ ہمارے تمام ٹیلی پیٹھی جاننے والے میرے دماغ میں موجود ہیں۔ ہم اپنی پلاننگ میں کچھ تبدیلیاں کر رہے ہیں۔ ان کا خاطر خواہ نتیجہ نکل سکتا ہے۔“

اس وقت ملی غار سے تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر تھا۔ ادھر کی برقی تلخ محسوس تھی۔ اس نے نئی پلاننگ کے مطابق اس محسوس تلخ پر ایک دانگ اسٹک گاڑ دی۔ اس کے اوپری سرے پر ایک رومال باندھ دیا تھا پھر دور جاکر ایک چٹان کے پیچھے چھپ چکا۔

دیوتا

اس طرح وہ بلی کا پٹر کے پائلٹ کو بتا رہا تھا کہ وہ جگہ ٹھوس ہے اور وہاں بلی کا پٹروالے آنا جاسکتا ہے۔ اس طریقہ کار سے یہ ہو گا کہ بلی کا پٹر بحالت مجبوری اترے گا تو کیونکہ دیر تک پرواز کرتے رہنے سے ایندھن کم ہوتا جا رہا تھا۔ ان کے لیے کبھی اتارنا لازمی ہو گیا تھا۔

وہ چٹان کے پیچھے انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد سرچ لائٹ کی دھندلی سی روشنی دکھائی دی۔ گردش کرتے ہوئے چمکے کی آوازیں قریب آنے لگیں پھر سرچ لائٹ کی روشنی میں برف میں گاڑی گئی اسٹک نظر آنے لگی۔ بلی کا پٹروالے پہنچ کر قدرے بلندی پر ٹھہر گیا۔ پائلٹ سمیت وہ چاروں مسلح فوجی فیصلہ کر رہے تھے کہ وہاں اتارنا چاہیے یا نہیں؟ کیونکہ ان کا مخالف وہاں ضرور کہیں چھپا ہوگا۔

وہ ایک مخالف کا مقابلہ کر سکتے تھے لیکن بلی کا پٹر کے ایندھن میں اب کی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس فیصلے کے مطابق بلی کا پٹروالے اتر گیا۔ اترنے کے بعد اس کا سلائیڈنگ دروازہ نہیں کھلا۔ کوئی باہر نہیں آیا۔ وہ سب اندر بیٹھے باہر کا جائزہ لے رہے تھے۔ دوسرے لائٹس دائیں بائیں تھیں۔ ان کی روشنی کے باوجود گہری دھند میں صرف چند گز کے فاصلے تک نظر آ رہا تھا۔ اس حد تک ان کا مخالف نظر نہیں آ رہا تھا۔

ان سب کو یہ علم تھا کہ غار میں دو مخالفین ہیں۔ ایک ملی اور دوسرا آفریدی اور غار کے باہر صرف ایک مخالف (ملی) ہے۔ وہ ایک مخالف سے خوف زدہ نہیں تھے۔ احتیاطاً یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ مخالف کہاں ہو سکتا ہے؟ مگر ہر سے آکر فائر کر سکتا ہے؟ نہیں؟ یہ بھی خیال تھا کہ جب تک وہ بلی کا پٹر سے باہر نہیں نکلیں گے وہ فائر نہیں کرے گا۔

یہ ان کا اپنا خیال تھا۔ ملی نے اپنے خیال کے مطابق انہیں اترنے پر مجبور کیا تھا۔ یہ سمجھ گیا تھا کہ وہ ایندھن بچانے کی خاطر وہاں ضرور اتریں گے اور اترنے کے بعد فوراً ہی بلی کا پٹر سے باہر نہیں نکلیں گے۔ وہاں کی گہری دھند میں اپنے ایک مخالف کا انتظار کریں گے لیکن ایک جگہ بیٹھ کر دیر تک نہیں دیکھ سکیں گے۔ ان کے برعکس ملی چٹان کے پیچھے سے نکل کر ان کی طرف آ رہا تھا۔

جیسے۔۔۔ بلی کا پٹر دھندلا سا فائر آنے لگا تو وہ رک گیا۔ اسے بلی کا پٹر نظر آ رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ بھی بلی کا پٹروالوں کو نظر آ سکتا تھا۔ وہ پیچھے کی طرف آیا۔ اب اگر وہ فائرنگ شروع کرتے تو۔۔۔ اس کے لیے انہیں دونوں طرف

کتابیات پبلی کیشنز

17

کتابیات پبلی کیشنز

16

کے دروازے کھولے پڑتے۔

اس نے کانٹے سے سب مٹھیں مگن اتاری۔ اسے برف کی سطح پر جھرا کر کھڑا کیا پھر پہلی کانٹے کے نشانہ لیا، جہاں ایندھن کی ٹنگی ہوتی ہے اس کے بعد اس نے فائرنگ شروع کر دی۔ دشمن پہلے سے الٹ تھے انہوں نے دونوں طرف کے سلائیڈنگ دروازے کھولے پھر انتظار کرنے لگے۔ دوبارہ فائرنگ ہونے پر وہ معلوم کر سکتے تھے کہ ان کا دشمن کہاں ہے؟

علی تین فائرنگ کرنے کے بعد جگہ بدل چکا تھا۔ اس نے پہلی کانٹے کے اگلے حصے کی طرف پہنچ کر پائلٹ سیٹ کی طرف دو فائر کیے۔ پائلٹ بچ گیا مگر سم گیا۔ اس کے بعد آنے والی کوئی گولی اس کی زندگی چھین گئی تھی۔ وہ بچ کر اپنے ساتھیوں سے بولا ”وہ تیزی سے جگہ بدل رہا ہے۔ پہلے پیچھے تھا۔ اب آگے ہے۔ ہمیں پرواز کرتے ہوئے سرچ لائٹس کے ذریعے اس پر فائرنگ کرنی ہوگی۔“

پہلی کانٹے برفانی سطح سے بلند ہو گیا۔ نیچی پرواز کرتا ہوا ایک دائرے میں گھومتا ہوا علی کو تلاش کرنے لگا۔ وہ چنان کے پیچھے چلا گیا تھا۔ اس کا یہ طریقہ کار سمجھ میں آ گیا کہ پرواز کے دوران وہ نظر نہیں آئے گا۔ پہلی کانٹے کو اتارا جائے گا تو وہ کمری و دھند سے فائدہ اٹھا کر چھپ کر فائرنگ کرتا رہے گا۔ انہوں نے اس کی یہ چال سمجھنے کے بعد فیصلہ کیا کہ وہاں دوبارہ پہلی کانٹے کو نہیں اتارا جائے گا۔ وہ اب دوسری مناسب جگہ تلاش کرنے کے لیے وہاں سے دور جانے لگے۔ اسی وقت ڈیش بورڈ پر ایندھن کی مقدار بتانے والا میٹر تیزی سے صفر کی طرف جانے لگا اور تب معلوم ہوا کہ اس ایک مخالف نے پہلے تین فائر ایندھن کی ٹنگی پر کیے تھے۔ ٹنگی میں تین جگہ سوراخ ہو گئے تھے۔ وہ خالی ہوتی جا رہی تھی۔ وہ اتنی دور آگئے تھے کہ دوبارہ اس محسوس برفانی سطح کی طرف واپس جاتے تو ٹنگی بالکل خالی ہو جاتی۔ پہلی کانٹے کیس بھی گر سکتا تھا۔ جان بچانے کے لیے وہ جہاں پہنچے تھے وہیں نیچی پرواز کر کے رسی کی بیڑھی کے ذریعے اپنے اترنے لگے۔ پہلے ایک فوجی جوان نے بیڑھی کے نیچے حصے پر اتر کر صرف چھ فٹ کی بلندی سے برف کی سطح پر چلا ٹنگ لگائی۔ پیچھے جتنے ہی وہ بیڑوں کی طرف سے دھنسنے لگا۔ برف کی سطح کی گہرائی اس کے نیچے پانی ہی پائی تھا۔ اس نے اس پاس کی سطح پر ہاتھ مار کر ڈوبنے سے بچنے کی کوششیں کیں لیکن جہاں ہاتھ مارا گیا۔ وہاں کی مٹی سطح ٹوٹی گئی۔ کوئی اسے برف کی نامعلوم تہ میں ڈوبنے نہ بچا۔

اپنے ساتھی کی محبت ناک موت دیکھ کر پھر کسی نے بچنے اترنے کی جرات نہیں کی۔ رسی کی بیڑھی اوپر پہنچتی گئی۔ پائلٹ پہلی کانٹے کو بلند کر کے آگے جانے لگا تو پیچھے کی گردش ختم ہو گئی۔ انجن جھٹکے کھاتے ہوئے بند ہو رہا تھا۔ موت زندگی کو آگے بڑھنے سے روک رہی تھی۔

علی نے چٹان کے پیچھے سے نکل کر دیکھا اور سرچ لائٹ نظر آتے آتے برف کی مٹی سطح میں دھنسنے لگی تھی۔ پھر وہ لائٹ نظر نہیں آئی۔ پورے پہلی کانٹے کے ساتھ دھنسنے والے آخری پارچہ رہے ہوں گے لیکن تیز و تند ہواؤں کے شور میں ان کی چٹان کا دم گھٹ گیا تھا۔

علی و انگ اسٹک کی نوک کو برف کی سطح پر ٹیکتے ہوئے غاری طرف جانے لگا۔

غار میں پہلے جیسی تاریکی تھی۔ اب وہاں ایک ہی دشمن رہ گیا تھا۔ ڈینی، بے فلو اور بے سامو نے اسے یہ نہیں بتایا کہ اس کی مدد کو آنے والے موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں۔ اسے یہ معلوم ہو جاتا تو وہ خود کو تنہا سمجھ کر بہت ہار جاتا۔ ان تین ٹنگی بیٹھی جانے والوں کا وہی ایک آلہ کار رہ گیا تھا۔ انہوں نے اسے حکم دیا ”غار کی چھری زمین پر لیٹ کر رہتے ہوئے آگے جاؤ۔ تم پہلے دیکھ چکے ہو کہ وہ چٹان تم سے کتنے فاصلے پر ہے۔“

ڈینی نے کہا ”تاریکی میں اندازے سے رہتے رہو۔ ہم جہاں رہنے کا حکم دیں۔ رک جاؤ۔ بڑی پھرتی سے اٹھ کر ایک منی مشعل جلاؤ۔ دوسرے ہاتھ میں ریو اور رکھو۔ روکھی ہوتے ہی اندھا دھند فائرنگ کرتے ہوئے اس چٹان کے دوسری طرف چھپ جاؤ پھر اگلی فائرنگ کے لیے دوسری گن سنبھال لو۔“

بے فلو نے کہا ”شاید اگلی فائرنگ کی ضرورت پیش نہ آئے۔ تم ان کی توقع کے خلاف تاریکی میں اچانک موت بن کر پہنچو گے۔ تمہاری پہلی ہی فائرنگ نتیجہ خیز ہوگی۔“

وہ زمین پر اوندھے منہ رہنے لگا۔ تینوں نے اس کے دماغ پر قبضہ نہایا ہوا تھا۔ وہ تاریکی میں خطرہ مول لینے سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ وہ یہ سوال بھی نہ کر سکا کہ اس کی مدد کو آنے والے کہاں رہ گئے ہیں؟ اس تنہا بے یار و مددگار کے پاس کیوں نہیں آ رہے ہیں؟

ان تینوں ٹنگی بیٹھی جانے والوں کو چٹان تک فاصلے کا اندازہ تھا۔ ڈینی نے اسے ایک جگہ رہنے کا حکم دیا وہ رک گیا۔ وہ تینوں اس کے ذریعے اس سناٹے میں پوری توجہ سے سننے لگے۔ کچھ ایسی آوازیں آ رہی تھیں جیسے رک رک کر

سرکوشیاں کی جاری ہوں۔ وہ ڈینی کے حکم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

لٹی اور آفریدی ایک دوسرے سے لگے ہوئے زمین پر بیٹھے تھے۔ ان کے ہتھیار قریب ہی ایک طرف رکھے ہوئے تھے۔ اور وہ ڈینی دشمن کچھ فاصلے پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ وہ دونوں زندگی کے عملی میدان میں انجمن کیے تھے۔ انہیں سمجھنا چاہیے تھا کہ جنگ کے دوران میں وقفہ ہوتا ہے تو وہ وقفہ اگلے قتل کی تیاریوں کے لیے ہوتا ہے، رومانس کے لیے نہیں ہوتا۔ ان کے ذہن میں یہ بات تھی کہ دشمن تاریکی میں قریب آنے کا حوصلہ نہیں کریں گے پھر یہ کہ ان کے محافظ ٹنگی بیٹھی جانے والے آئندہ اقدامات کے لیے ان کی رہنمائی کریں گے۔

لیکن وہ محافظ بھی نہیں جانتے تھے کہ ڈینی وغیرہ اپنے تنہا آلہ کار کو تاریکی میں استعمال کر رہے ہیں۔ انہیں یہ اطمینان تھا کہ علی غاری طرف جا رہا ہے۔ وہ پیچھے سے اس تنہا دشمن کو لٹکارے گا تو وہ نہ آگے بھاگ سکے گا اور نہ ہی پیچھے علی پر حملہ کر سکے گا لیکن وہاں دشمن ٹنگی بیٹھی جانے والوں کی حکمت عملی بدل گئی تھی۔

بالکل خلاف توقع، اچانک ہی منی ٹارچ روشن ہو کر ان دونوں کے قریب آ کر گر گئی۔ دشمن کو ریو اور دونوں ہاتھوں سے پکڑنے میں جتنا کم وقت لگا۔ اتنے کم وقت میں آفریدی بڑی پھرتی سے ٹنگی کو اپنے اوپر لے کر اس جگہ سے لڑھکنے لگا۔ تڑا تڑا فائرنگ ہو رہی تھی۔ وہ دونوں لڑھکتے ہوئے فائرنگ سے بچتے جا رہے تھے۔

صرف بچتے رہنے سے موت نہیں ٹل جاتی۔ جوابی فائرنگ لازمی ہوتی ہے لیکن وہ دونوں جہاں سے لڑھکتے ہوئے آئے تھے، ہتھیار وہاں رہ گئے تھے۔ گویا میدان جنگ میں دونوں خالی ہاتھ رہ گئے تھے۔

دشمن کے ریو اور میں چھ گولیاں تھیں۔ وہ چھ فائر کر چکا تھا۔ ادھر وہ ریو اور کو پھینک کر دوسری گن سنبھال رہا تھا۔ ادھر آفریدی دوڑتا ہوا اپنے ہتھیار کی طرف جا رہا تھا۔ لٹی اس کے ساتھ جانے کے لیے فوراً ہی نہ اٹھ سکی۔ ڈینی نے اپنے آلہ کار کے ذریعے لٹی کو نشانے پر رکھتے ہوئے آفریدی سے کہا ”ہاٹ! ہتھیار کو ہاتھ لگاؤ کہ تو تمہاری ساتھی ماری جائے گی۔“

آفریدی اپنی گن تک پہنچتے پہنچتے رک گیا۔ وہ اپنی گن کو ہاتھ لگا کر لٹی کی موت نہیں چاہتا تھا۔ ڈینی نے کہا ”باہر تمہارے ایک ساتھی نے ہمارے تمام آدمیوں کو ہلاک کر ڈالا

ہے۔ تم خیال خانی کے ذریعے اس سے کہو کہ تمام ہتھیار پھینک کر یہاں آجائے۔ باہر جو ایک پہلی کانٹہ رہ گیا ہے، میں اس میں جاؤں گا۔ مائیکرو فلم مجھے دو۔“

ڈینی، بے فلو اور بے سامو اس آلہ کار کے دماغ پر سختی سے قبضہ جمائے ہوئے تھے۔ علی اور دوسرے ٹنگی بیٹھی جانے والے اس آلہ کار کے ہاتھوں سے گن نہیں چھین سکتے تھے کسی طرح بھی اس پر قابو نہیں پاسکتے تھے۔

وہ کہہ رہا تھا ”مائیکرو فلم دے دو گے تو میں تمہارے ساتھی کو بھی اس غار میں زندہ چھوڑ کر پہلی کانٹے میں چلا جاؤں گا۔“

مائیکرو فلم نہیں تھی۔ آفریدی کہاں سے لا کر دیتا۔ اگر ہوتی اور وہ دشمن کو دے دی جاتی۔ تب بھی وہ لٹی اور آفریدی کو زندہ نہ چھوڑتا۔

اس نے کہا ”میں وقت ضائع نہیں کروں گا۔ تمہارا ساتھی اچانک یہاں آکر مصیبت بن سکتا ہے۔ میں تین تک گن رہا ہوں۔ اگر تم مائیکرو فلم نکال کر میری طرف نہیں اچھالو گے تو میں تین کتے ہی تمہاری اس ساتھی کو گولی مار دوں گا۔“

پھر اس نے گنتی شروع کی ”ایک۔“

آفریدی نے کہا ”تم غلط سمجھ رہے ہو۔ مائیکرو فلم میرے پاس نہیں ہے۔ میرے ساتھی کے پاس ہے۔“

اس نے کہا ”دو۔“

آفریدی نے کہا ”میں نے ٹنگی بیٹھی کے ذریعے ساتھی کو بلایا ہے۔ وہ آ رہا ہے۔“

”پھر تو صرف تمہارا ساتھی زندہ رہے گا۔ تم دونوں مر گے۔“

یہ کہتے ہی اس نے لٹی کا نشانہ لے کر ٹریگر کو دبایا پھر اچانک ہی وہ ہو گیا، جس کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ دشمن کے ٹریگر دبانے سے پہلے ہی بے ہوش ڈینی کے جسم میں برزش سی پڑی ہوئی۔ اس کا ایک ہاتھ اٹھا۔ ہاتھ میں ریو اور تھا۔ اس دشمن آلہ کار کے پھٹنے سے پہلے ہی غائب ہو گیا۔

گولی طلق میں پیوست ہوئی۔ اوپر کی سانس اوپر ہی رہ گئی۔ وہ دوسری سانس نہ لے سکا۔ تینوں ٹنگی بیٹھی جانے والوں نے اسے آخری بار کسی طرح سنبھال کر آفریدی کو ہلاک کرنا چاہا لیکن اس کے ہاتھ سے گن نکل کر زمین پر گر چکی تھی پھر وہ بھی زمین پر گر کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

لٹی اور آفریدی دوڑتے ہوئے بے ہوش ڈینی کے پاس

آئے تاریخ کی روشنی میں انہوں نے دیکھا۔ اس کا ریوالور والا ہاتھ ڈھلک گیا تھا۔ گردن بھی ڈھلک گئی تھی۔ اس کی پھلی ہوئے سائے کے جان آنکھیں لٹی سے کمرہ رہی تھیں ”تیکر رائیال نہیں جاتی۔“

○●○

جبکی ہنزا اسرائیل پہنچ گیا تھا۔ الپا اس کے اور بولی اسمتھ کے سروں میں کیلیں پوست کرانے کے بعد دونوں کو اپنا معمول بنا چکی تھی اوہل ایب سے دور اپنے ایک مکان کے بنائے میں ٹرانسفا مر مشین تیار کرانے کے انتظامات کر رہی تھی۔

ایک مختصر سی پلاسٹک سرجری کے ذریعے جبکی ہنر کے چرے کو تبدیل کر دیا گیا تھا۔ وہ ایک عام شہری کی حیثیت سے بولی کے ساتھ رہتا تھا۔ مشین تیار کرنے کا ضروری سامان مل ایب سے اس خفیہ مکان کے بنائے میں پہنچا رہا تھا۔ چند اہم پرزے ایسے تھے جنہیں وہ لیجھ مشین کے ذریعے تیار کرنے کے بعد ٹرانسفا مر مشین کو مکمل کر سکتا تھا۔ اس نے الپا سے کہا تھا کہ ایک یا دو ہ ماہ میں مطلوبہ مشین کامیابی سے تیار ہو سکے گی۔

امریکا میں جو ٹرانسفا مر مشین تیار ہو چکی تھی۔ اس کے بارہ رازدار تھے۔ ان میں پانچ امریکی اکابرین، دو ٹیلی پیچی جاننے والے لیزی گاڑو اور کینیٹن بال، دو مسکینی ماہرین جبکی ہنر اور واٹزمن اور تھری بے تھے۔ ان بارہ میں سے جبکی ہنر کو الپا نے اغوا کر لیا تھا۔ باقی گیارہ رازدار رہ گئے تھے۔ جبکی ہنر کی گمشدگی ان گیارہ افراد کو پریشان کر رہی تھی۔ انہوں نے چاہا تھا کہ امریکا میں ٹرانسفا مر مشین کی موجودگی کا علم کسی کو نہ ہو لیکن جبکی ہنر کی گمشدگی بتا رہی تھی کہ کسی دشمن کو یہ راز معلوم ہو چکا ہے۔

ان گیارہ رازدار ٹیلی پیچی جاننے والوں نے جبکی ہنر کی بیوی اور اس کی جوان بیٹی ڈانکا کے خیالات پڑھنے کے بعد یقینی طور پر اندازہ کیا کہ اسے اغوا کیا گیا ہے۔ اس صبح وہاں سے روانہ ہونے والی تمام فلائٹس کے مسافروں کے نام چیک کیے گئے۔ ان میں ایک نام ایسا تھا جس کا پاسپورٹ جعلی ثابت ہوا۔ جعلی پاسپورٹ کے ذریعے سفر کرنے والا اسرائیل کے شہر ایب گیا تھا۔

جب یقین ہو گیا کہ الپا کسی طرح جبکی ہنر کو ٹرپ کر کے اسے اپنا معمول بنا چکی ہے اور یقینی طور پر اس کے خیالات سے امریکا میں ٹرانسفا مر مشین کی موجودگی کا راز معلوم کر چکی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ٹرانسفا مر مشین کے باقی

گیارہ رازداروں کے نام اودھتے بھی معلوم کر چکی ہوگی۔ ڈانکا اور اس کی ماں کے خیالات سے معلوم ہوا کہ جبکی ہنر اپنے گھر میں کسی مشین کا نقشہ بنایا کرتا تھا۔ لیزی گاڑو نے اپنے رازدار ساتھیوں سے کہا ”جبکی ہنر نے یقیناً ٹرانسفا مر مشین کا نقشہ بنایا ہوگا۔ الپا اسے نقشے کے ساتھ ٹرپ کر چکی ہے۔“

”جے کافو نے کہا“ وہ مدت مکار ہے۔ وقت ضائع کیے بغیر ٹرانسفا مر مشین تیار کرانے میں مصروف ہوگی۔“

لیزی گاڑو نے ہات لائن پر اسرائیلی آرمی اعلیٰ جنرل والوں سے رابطہ کیا۔ ان سے کہا ”ہم الپا سے ضروری گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ وہ میرے دماغ میں آئے یا نہیں اپنے دماغ میں آئے۔“

”تم اچھی طرح سمجھ رہی ہو کہ ہم جبکی ہنر کے لیے پریشان ہیں۔“

”تس جبکی ہنر کی بات کر رہے ہو؟ بہتر ہے مجھ سے صاف اور سیدھی گفتگو کرو۔“

”امریکی جبکی ہنر ٹرانسفا مر مشین کا مسکینی ماہر ہے۔ تم نے ٹرانسفا مر مشین کے نقشے کے ساتھ اسے اغوا کر لیا ہے۔“

الپا نے حیرانی سے کہا ”اومائی گاڈ! ٹرانسفا مر مشین کا نقشہ تمہارے ریکارڈ روم سے چوری ہو گیا ہے؟ اور تمہارا خیال ہے کہ میں نے اسے نقشے کے ساتھ اغوا کر لیا ہے۔ کاش ایسا ہوتا تو میں خوشی سے جتن مٹاتی۔ اس سلسلے میں مجھ پر شبہ کرنے کی وجہ کیا ہے؟“

”جس دن جبکی ہنر گم ہوا تھا۔ اس صبح کی ایک فلائٹ سے ایک شخص جعلی پاسپورٹ کے ذریعے اسرائیل گیا ہے۔“

”کتنے ہی مجرم مختلف جھکنڈوں سے ہمارے ملک میں آتے ہیں۔ میں انہی جنس والوں سے کون گی کہ وہ جعلی پاسپورٹ پر یہاں آنے والے شخص کا سراغ لگائیں۔“

”الپا! تم بڑی خوب صورتی سے انجان بن رہی ہو۔“

”اور تم بڑی حماقت سے جبکی ہنر کی گمشدگی کا الزام مجھ پر لگا رہے ہو۔ پچھلے دنوں تاریخ میرے لیے عذاب بن گیا تھا۔ اس سے نجات پا کر سکون کا سانس لے رہی ہوں۔ ایسے وقت تم پریشان کرنے والی باتیں کر رہے ہو۔ جائز دشمن کو پہچانو۔ تمہارا ایک ٹیلی پیچی جاننے والا... آندرے بائچ ٹیلی

پیچی جاننے والوں کے ساتھ باقی ہو کر کہیں روپوش ہو گیا ہے۔ اس پر شبہ کیوں نہیں کر رہے ہو؟ بیچ پال کی رہنمائی میں رہنے والے بیڑوں، بڑی رابرٹ، جوزف و سکی اور مائیک مورو نے بھی امریکی حکومت کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ ایسے بغاوت کرنے والوں پر شبہ کرنا چاہیے اور تم خواہ مخہ پر شبہ کر رہے ہو؟ صرف اس لیے کہ کوئی امریکا سے جعلی پاسپورٹ پر یہاں آیا ہے؟“

”جعلی پاسپورٹ کے ذریعے جبکی ہنر تمہارے پاس پہنچا ہوا ہے۔ مگر تم حلیم نہیں کوگی۔“

”خدا خواہ الزام دیتے رہو۔ میری صحت پر اثر نہیں پڑے گا۔ میں تمہارے دماغ سے جاری ہوں۔ آئندہ جبکی ہنر کے سلسلے میں میرا وقت ضائع نہ کرنا۔“

وہ لیزی گاڑو کے دماغ سے چلی گئی۔ کینیٹن بال نے کہا ”ہمیں آندرے اور بیچ پال کے ٹیلی پیچی جاننے والوں کا بھی محاسبہ کرنا چاہیے۔“

ڈینی نے کہا ”ہماری لسٹ میں الپا، آندرے اور بیچ پال ہیں لیکن یہ تینوں کبھی ہمارے سامنے مجبور ہو کر حقیقت نہیں اگلیں گے۔“

جے کافو نے کہا ”جبکی ہنر کی جوان بیٹی ڈانکا کی بولی نامی جوان سے محبت کرتی تھی۔ ڈانکا کے خیالات بتا رہے ہیں کہ جس دن سے اس کا باپ گم ہوا ہے۔ اسی دن سے بولی بھی لپتا ہے۔ اس نے فون کے ذریعے بھی ڈانکا سے رابطہ نہیں کیا ہے۔“

”یہ معلوم کیا جائے کہ بولی کون ہے؟ اور اس دن سے کہاں گم ہو گیا ہے؟“

ٹرانسفا مر مشین کے وہ گیارہ رازدار ایک ایک سوال کا جواب معلوم کرنے کے لیے بار بار جبکی ہنر کی بیوی اور بیٹی کے دماغوں میں جاتے رہتے تھے۔ انہوں نے پھر ایک بار ڈانکا کے خیالات پڑھے۔ ظاہر ہوا جبکی ہنر کی پوری فیملی کی طرح بولی بھی بیوی ہے۔ وہ جیوز ویلیٹر سوئسائی کے اکاؤنٹ نیٹنگ میں ملازمت کرتا تھا۔ وہ بیویوں کا ادارہ تھا۔ بولی بیوی تھا۔ اس حوالے سے یہی رازے قائم کی جا رہی تھی کہ بولی اپنے ملک اسرائیل کے مفادات کے لیے امریکا میں کام کر رہا تھا۔ بیویوں کے ایک ادارے میں بظاہر ملازم تھا۔ مگر الپا کی خفیہ سراغ رسانیوں کی ٹیم کا ایک جاسوس تھا۔

کڑی سے کڑی ملتے گئی کہ بولی نے پہلے ڈانکا کو محبت کے حال میں پھانس لیا۔ اس کے ذریعے معلوم کیا کہ جبکی ہنر اپنے گھر میں بڑی رازداری سے کس مشین کا نقشہ بنا رہتا

ہے۔ بولی نے کسی طرح تصدیق کی یا الپا، اس کی محبوبہ ڈانکا کے دماغ میں رہ کر جبکی ہنر کی بیوی کے دماغ میں پہنچ کر اس نقشے کی اہمیت کو سمجھتی رہی۔ یہ بھی معلوم کیا گیا ہوگا کہ جبکی ہنر امریکا میں دوبار ٹرانسفا مر مشین بنا چکا ہے۔ یہ تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد جبکی ہنر کو مشین کے نقشے سمیت اسرائیل پہنچایا گیا ہے۔

ٹرانسفا مر مشین کے وہ گیارہ رازدار اس سلسلے میں آندرے اور بیچ پال پر بھی شبہ کر رہے تھے۔ ان کے خلاف بھی انکوائری کر رہے تھے لیکن الپا پر یقین کی حد تک شبہ ہو چکا تھا۔ انہوں نے اسرائیل میں تمام امریکی سراغ رساؤں کو الٹ کر دیا۔ اپنے گیارہ رازداروں میں سے ایک ٹیلی پیچی جاننے والے فوج کے اعلیٰ افسر مارک فورڈ کو ان سراغ رساؤں کا رہنما مقرر کیا۔ تاکہ ٹیلی پیچی کے ذریعے اور ان سراغ رساؤں کے ذریعے الپا کی مصروفیات کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں اور جبکی ہنر کو تلاش کیا جاسکے۔

وہ اپنے طور پر درست سوچ رہے تھے کہ الپا نقشے کو اور مسکینی ماہر جبکی ہنر کو حاصل کر لینے کے بعد مشین تیار کرانے میں مصروف ہوگی۔ ویسے مصروفیات کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے الپا تک پہنچانے کے لیے تقریباً ناممکن تھا۔ ایک تو تمام ٹیلی پیچی جاننے والوں کے لیے اس کا دماغ مردہ رہتا تھا۔ دوسرا یہ کہ وہ کس بیہوش میں اور کہاں رہتی ہے یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔

جے کافو نے کہا ”ڈانکا اب بھی بولی کو چاہتی ہے۔ شاید بولی اب بھی اس سے پار کرنا ہوگا لیکن الپا کے زیر اثر اپنی محبوبہ سے دور رہنے پر مجبور ہوگا۔ میرا مشورہ ہے، ڈانکا کو اسرائیل بھیجا جائے۔“

ایک نے کہا ”الپا اپنے ملک میں ڈانکا کو دیکھے گی تو بہت محتاط رہے گی۔ بولی اور جبکی ہنر کو ٹیلی پیچی کے پردوں میں چھپا کر رکھے گی۔“

”ان پردوں کو چاک کرنے کے لیے ہمارے پاس بھی ٹیلی پیچی کے ہتھیار ہیں۔ وہاں ڈانکا کا باپ بھی ہے اور محبوب بھی، ہم اس کے ذریعے الپا کو کو ذہنی طور پر الجھائیں گے، تب ہی اسے ٹرانسفا مر مشین تیار کرانے سے روک سکیں گے۔“

جے کافو بظاہر انہیں مشورہ دے رہا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ وہ مشورہ ان کے لیے حکم ہے۔ کیونکہ لیزی گاڑو، کینیٹن بال اور بائچوں اکابرین ان تھری بے کے معمول اور غلام تھے اور اپنی غلامی سے بے خبر تھے۔ جے کافو کی مرضی کے مطابق ڈانکا

پر غوی عمل کیا گیا۔ اسے ایک ٹیلی بیسی جاننے والے مارک فورڈ کی محکم بنایا گیا پھر اسی رات ایک فلائٹ سے اسے اسرائیل پہنچا دیا گیا۔

دوسری صبح ٹیلی بیسی کے ذریعے اسرائیل کے تمام اخبارات میں ڈانکا کی تصویر کے ساتھ ایک اطلاعی خبر شائع کرائی گئی۔ خبروں میں ”ڈیڈی“! میں تمہاری بیٹی ہوں۔ بولی! میں تمہاری جان، تمہاری زندگی ہوں۔ تمہاری تلاش میں آئی ہوں تم دونوں کہاں ہو؟ جب تک تم دونوں سے ملاقات نہیں ہوگی، میں اسی ملک میں رہوں گی۔“

جیکلی ہنز اور بولی مشین کی تیاری کے دوران میں ساتھ رہتے تھے پھر جیکلی ہنز اسی خفیہ مکان میں آرام کرتا تھا جس کے نہ خانے میں مشین تیار ہونے والی تھی اور بولی رات گزارنے کے لیے الپا کے پاس چلا آتا تھا۔ اس روز اسی مصروفیت کے دوران میں انہوں نے ایک اخبار میں ڈانکا کی تصویر دیکھی۔ جیکلی نے کہا ”یہ میری بیٹی ہے۔ اوه گاڈ! مجھ سے کتنی محبت کرتی ہے۔ یہاں مجھے تلاش کرنے آئی ہے۔“

بولی بڑی محبت سے ڈانکا کی تصویر دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا ”تمہاری بیٹی! مجھے بھی تلاش کر رہی ہے۔ تم سمجھ سکتے ہو۔ وہ مجھے بھی دیوانہ وار چاہتی ہے۔“

جیکلی ہنز نے سوچا، تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر بیٹی کے دماغ میں پہنچے گا۔ وہ الپا کے غوی عمل اور جادوئی کیل کے اثر سے اپنی بیوی اور بچوں کو بھول چکا تھا۔ تصویر دیکھ کر بیٹی یاد آگئی تھی لیکن وہ بیٹی کے پاس پہنچنے کے لیے خیال خوانی نہ کر سکا۔ غوی عمل کے ذریعے یہ بات بھی نقش کی گئی تھی کہ وہ کبھی ٹیلی بیسی کے ذریعے اپنی بیوی اور بچوں سے رابطہ نہیں کرے گا۔

وہ پریشان ہو کر بولا ”بولی! میں ٹیلی بیسی جانتا ہوں مگر اس کے ذریعے بیٹی سے بات نہیں کر سکتا۔ میرا دماغ مجھے خیال خوانی سے روک رہا ہے۔“

آدی دماغ کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ اس کا دماغ الپا کی مٹھی میں تھا۔ بولی نے کہا ”ہم ایسا کوئی کام نہیں کر سکتے جو میڈم کی مرضی کے خلاف ہو تا ہے۔ وہ ہماری مالک ہے ہمیں مالک کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا چاہیے۔“

”وہ دونوں ڈانکا کی تصویر دیکھتے رہے۔ باپ کے اور عاشق کے دلوں میں اس کی چاہت تھی۔ اس سے نکلنے کے لیے بے چینی تھی لیکن محکم دماغ کے سامنے دل ہار رہا تھا۔ جب بولی رات کو الپا کے خفیہ جگے میں جاتا تھا تو وہ بن

سنور کرتا رہتی تھی پھر اس کے ساتھ سیدو تفریح کے لیے جگے سے باہر نکلتی تھی۔ کبیں رات کا کھانا کھاتی تھی پھر اس کے ساتھ واپس آکر سو جاتی تھی۔ اس رات بولی نے جگے میں پہنچ کر غسل خانے میں جاتے ہوئے پوچھا ”تم نے آج کا اخبار دیکھا ہے؟“

”نہیں۔ کوئی خاص بات ہے؟“
”ڈانکا یہاں آئی ہے۔“
”کون ڈانکا؟“
”جیکلی ہنز کی بیٹی ڈانکا۔“

وہ چونک کر ہاتھ روم کی طرف دیکھتی ہوئی بولی ”کیا اس کی آمد کی خبر اخبار میں شائع ہوئی ہے؟ وہ ایسی تو کوئی معروف ہستی نہیں ہے۔“

”اس نے خورانی تصویر کے ساتھ اطلاعی خبر شائع کرائی ہے۔ مجھے اور جیکلی ہنز کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے کہ جب تک ہم دونوں سے ملاقات نہیں کرے گی“ اسی ملک میں رہے گی۔“

الپا فوراً اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ ڈانکا روم میں صبح کا اخبار تھا۔ وہاں تیری سے چلتی ہوئی گئی۔ ایک اخبار کو کھول کر دیکھا۔ پہلے ہی صفحے پر ڈانکا کی تصویر اور اطلاعی خبر کھائی دی۔ وہ خبر جتنی ہوئی بید روم میں آئی پھر بولی کو مخاطب کرتی ہوئی بولی ”کیا جیکلی ہنز نے اپنی بیٹی سے رابطہ کیا تھا؟“

”وہ خیال خوانی کے ذریعے اس سے باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن اس کا دماغ خیال خوانی کی طرف مائل نہیں ہوا۔ میں نے اسے سمجھایا، ہم اپنی میڈم کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتے اور کرنا بھی نہیں چاہیے۔ تب اس نے ممبر کر لیا۔“
”شبابش بولی! تم واقعی میرے وفادار ہو۔ دیے تم ڈانکا سے محبت کرتے ہو۔ کیا تم اسے ملنا نہیں چاہتے؟“

”تم محکم دوی تو طوں گا۔ ورنہ میرے لیے یہ فخری بات ہے کہ تمہاری جیسے ٹیلی بیسی کی دنیا کی ناقابل شکست ہستی میری محبوب بن چکی ہے۔“

”میں تم سے بہت خوش ہوں۔ ویسے میں ڈانکا کو نہ پ کر کے تمہاری تنہائی میں پہنچاؤں گی۔ تم میرے وفادار ہو۔ میں تمہارا دل خوش کروں گی۔“

”میڈم! پہلے ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ ڈانکا اچانک یہاں کیوں آئی ہے؟ کیا صرف باپ اور محبوب کو تلاش کرنے؟ یا وہ گیارہ ٹیلی بیسی جاننے والے اس کے ذریعے جیکلی ہنز کو یہاں ڈھونڈنا چاہتے ہیں۔ انہیں جیکلی ہنز کی یہاں موجودگی کا علم ہو گا تو یہ معلوم ہو جائے گا کہ ہم ایک

ڈانکا روم مشین تیار کر رہے ہیں۔“

”بولی! تم بے حد ذہین ہو۔ تمہاری ذہانت اور وفاداری کی وجہ سے میں الپا کی حیثیت سے تم پر ظاہر ہو چکی ہوں۔ اب آگے ذہانت سے سوچو اور بولو، ہمیں دشمنوں کو کس طرح منہ توڑ جواب دینا چاہیے؟ میں ابھی ڈانکا کے دماغ میں جا رہی ہوں۔“

وہ ڈانکا کی تصویر دیکھنے لگی پھر اس کی آنکھوں میں جمنا لگی ہوئی اس کے دماغ میں پہنچ گئی لیکن اسی لمحے ڈانکا نے سانس روک لی۔ بولی نے ہاتھ روم کے دروازے سے جھانک کر کہا ”میڈم! ابھی میرے دماغ میں بات آئی ہے کہ تمہیں ڈانکا کے دماغ میں جا کر نہیں بولنا چاہیے۔“

الپا نے بولی کی بات سنی مگر اسے نظر انداز کیا۔ دوسری بار خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچی۔ اس نے سانس نہیں روکی۔ کسی قدر خوش ہو کر بولی ”ڈیڈی! تم ہو؟ تم نے اخبار میں میری تصویر دیکھی ہے۔ میری باتیں پڑھی ہیں۔ اسی لیے آئے ہو۔“

الپا فوراً اس کے دماغ سے نکل کر جیکلی ہنز کے پاس آئی پھر بولی ”میں اجازت دے رہی ہوں۔ بیٹی سے باتیں کرو۔“
جیکلی خوش ہو کر اسی وقت ڈانکا کے دماغ میں پہنچ کر بولا ”میری بیٹی! میری جان! تم ہزاروں میل دور سے مجھے تلاش کرنے آئی ہو۔ تم کہاں ہو؟“

وہ بولی ”ڈیڈی! تمہاری آواز اپنے دماغ میں سن کر یقین نہیں آ رہا ہے کہ میں نے تمہیں ڈھونڈ لیا ہے پھر تو میں بولی کو بھی ڈھونڈ لوں گی۔“

جیکلی ہنز بولی کے بارے میں کچھ کتنا چاہتا تھا۔ الپا نے اس کی بات بدل دی۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بولا ”میری بات کا جواب دو، تم کہاں ہو؟“

”تم میرے دماغ میں آ کر دیکھ رہے ہو، میں اپنے بید روم میں لائٹ آف کر کے بستر پر لیٹی ہوئی ہوں۔ مل ایب میرے لیے انجانا شہر ہے۔ میں نہیں جانتی کہ یہاں کس علاقے کے کسی مکان میں ہوں۔“

”بیٹی لائٹ آن کرو۔ باہر نکلو۔ میں معلوم کروں گا۔“
”پہلے تم یہ بتاؤ کہ ہم سب کو چھوڑ کر اچانک یہاں کیوں آئے ہو؟“

”میں تمہارے پاس آ کر تمہارے تمام سوالات کے جواب دوں گا۔“

”نہیں ڈیڈی! میں تمہارے پاس آؤں گی۔ اپنا پتا بتاؤ۔“

”یہ شہر تمہارے لیے انجانا ہے۔ بتاؤں گا۔ تب بھی بھگتی رہو گی۔ بات مانو۔ لائٹ آن کرو۔ باہر نکلو۔“

”ڈیڈی! تم پر کیسے بھروسہ کروں؟ تم پر ایسا بن کر خون کے رشتوں کو چھوڑ آئے میری عقل کہتی ہے کہ الپا نے تمہیں نہ پ کیا ہے۔ تمہیں اغوا کر کے یہاں لے آئی ہے۔“

”فصل باتیں نہ کرو۔ تم کس الپا کی بات کر رہی ہو؟“
اسی وقت ڈانکا کے دماغ میں ایک اور آواز ابھری۔ کسی نے کہا ”اے بڈے! شرم کر۔ بیٹی تجھے تلاش کرنے پر اے ملک میں آئی ہے اور تو اپنا پتا ٹھکانا نہیں بتا رہا ہے۔ اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ جس طرح تجھے نہ پ کیا گیا ہے۔ اسی طرح تیری بیٹی کو امریکا سے نہ پ کر کے یہاں بھیجا گیا ہے۔“

امریکی ٹیلی بیسی جاننے والا فوج کا اعلیٰ افسر مارک فورڈ ڈانکا کے دماغ میں رہا کرتا تھا۔ وہ جرانی سے سوچنے لگا ”یہاں جیکلی ہنز کے علاوہ کون بول رہا ہے۔ ہماری بھی پول کھول رہا ہے کہ ہم نے ڈانکا کو نہ پ کر کے یہاں بھیجا ہے۔“

الپا نے جیکلی ہنز کے ذریعے پوچھا ”اے تم کون ہو؟ یہ کیسے جانتے ہو کہ ڈانکا کو امریکا کے ٹیلی بیسی جاننے والوں نے بھیجا ہے؟ اور یہ غلط ہے کہ مجھے نہ پ کیا گیا ہے۔ میں اپنی مرضی سے یہاں آیا ہوں۔“

اس اجنبی نے کہا ”مگر اپنی مرضی سے بیٹی کو اپنا پتا نہیں بتا سکو گے۔ الپا تمہیں اجازت نہیں دے گی اور بیٹی اپنا پتا نہیں بتا سکے گی۔ اسے امریکی ٹیلی بیسی جاننے والا اجازت نہیں دے رہا ہے۔“

ڈانکا نے پریشان ہو کر پوچھا ”یہ کیا ہو رہا ہے ڈیڈی؟ تمہارے علاوہ اور کون بول رہا ہے۔ مجھے اس کی باتیں سچ لگ رہی ہیں۔“

الپا نے جیکلی ہنز کو حکم دیا ”دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو جاؤ۔ میری اجازت کے بغیر خیال خوانی نہ کرو۔ دس منٹ کے اندر واپس یہاں آ جاؤ۔“

جیکلی بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر آنکھیں بند کرنے کے بعد سونے کے لیے دماغ کو ہدایات دیتے لگا۔ ڈانکا اسے مخاطب کر رہی تھی ”ڈیڈی! تم خاموش کیوں ہو؟ کیا میرے دماغ سے چلے گئے ہو؟“

اسے جواب نہیں مل رہا تھا۔ الپا جیکلی کو خیال خوانی نہ کرنے اور سوجانے کا حکم دے کر خود ڈانکا کے دماغ میں رہ گئی۔ یہ تجسس پیدا ہو گیا کہ وہ اجنبی کون ہے، جو ڈانکا کے دماغ میں آ کر صرف اس کے ہی نہیں ”امریکی ٹیلی بیسی جاننے والوں کے بھی خلاف بول رہا ہے؟

ڈانکا کے دماغ میں رہنے والا امریکی مارک فورڈ بھی یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ اجنبی کون ہے؟ یہ معلوم کرنے کے لیے الپا، مارک فورڈ اور وہ اجنبی تینوں ہی ڈانکا کے دماغ میں موجود تھے۔ اگر مارک فورڈ موجود نہ رہتا تو ڈانکا دوسروں کو محسوس کر لیتی اور سانس روک لیتی۔ وہ تینوں انتظار کر رہے تھے کہ کوئی بولے گا تو بات آگے بڑھے گی پھر اس اجنبی کے متعلق کچھ معلوم ہو سکے گا۔

کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ آخر اس اجنبی نے کہا ”ڈانکا! تم پر غریبی عمل کرنے والا تمہارے دماغ میں خاموشی سے موجود ہے۔ اس کی موجودگی کے باعث تم ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی ہو۔ اچھا ہے اسے موجود رہنا چاہیے۔ میں اسے یقین دلاتا ہوں کہ اس وقت الپا بھی موجود ہے۔“

الپا حیران ہو رہی تھی۔ پریشان ہو رہی تھی۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر پوچھ رہا تھا کیا دور کی کوڑی لائے والا، دونوں طرف کے خیال خوانی کرنے والوں کو پہچاننے والا وہی مکار ہے؟ وہی شیطان ہے جس سے میں ڈرتی ہوں اور جس پر مرتی بھی رہتی ہوں؟

آخر مارک فورڈ نے کہا ”مسٹر انون! تم جو بھی ہو۔ اس وقت چیخ کہہ رہے ہو۔ ہماری آری کے ایک اہم تکنیکی ماہر کو الپا اغوا کر کے یہاں لے آئی ہے لیکن اس الزام کو تسلیم نہیں کر رہی تھی۔ ہم نے ڈانکا کو باپ کی تلاش میں پہنچایا ہے۔ ابھی جبکہ ہنر نے بیٹی سے رابطہ کر کے ثابت کر دیا کہ وہ اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ اپنا پتا بھی کو نہیں بتا سکتا اور یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ہمارا اغوا کیا جانے والا ماہر جبکہ ہنر اس ملک میں ہے۔ الپا کا بھوت کل گیا ہے۔“

اجنبی نے کہا ”اب الپا خود کو میس چپائے گی۔ بھوت کھلنے کے بعد امریکی ٹیلی ویژن جاننے والوں کی دشمنی کو اہمیت نہیں دے گی۔ یہ معلوم کرنے کے لیے بے چین رہے گی کہ میں کون ہوں؟“

مارک فورڈ نے پوچھا ”تم کون ہو؟ تم ڈانکا کے دماغ میں کیسے پہنچ گئے؟“

”میں کون ہوں؟ یہ الپا پوچھے گی۔ تمہارے دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ مجھ کے اخبار میں ڈانکا کی تصویر دیکھی۔ یہ بڑھ کر بھڑدی ہوئی کہ ایک بیٹی باپ کو اور اپنے محبوب کو تلاش کر رہی ہے۔ میں تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت اس نے سانس نہیں روکی۔ کیونکہ تم اس کے دماغ میں رہ کر یہ انتظار

کر رہے ہو گے کہ اس کا باپ خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرے گا۔ کیا میں درست کہہ رہا ہوں؟“

”ہاں۔ میں صبح سے ڈانکا کے دماغ میں آتا جاتا رہا ہوں۔ یہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی ہے۔ میری موجودگی کے باعث تمہیں اس کے دماغ میں آنے کا موقع ملتا رہا۔“

”اس موقع سے فائدہ اٹھا کر میں نے ڈانکا کے چور خیالات پڑھے۔ جب یہ معلوم ہوا کہ اس کا باپ جبکہ ہنر امریکن آری میں ہنرین کمینک ہے تو یاد آ گیا کہ اسی نے ٹرانسفارمر مشین بنائی تھی۔“

مارک فورڈ نے پوچھا ”تم کون ہو؟ تم نے اتنی معلومات کیسے حاصل کی ہیں؟“

”میں کہہ چکا ہوں یہ نہ پوچھو کہ میں کون ہوں؟ یہ الپا مجبور ہو کر پوچھے گی۔ جہاں تک معلومات حاصل کرنے کا تعلق ہے تو میں کڑی سے کڑی ملاکر معلومات کی زنجیر بناتا ہوں۔ جب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ٹرانسفارمر مشین کا ماہر الپا کا قیدی بن گیا ہے تو کوئی نادان بھی سمجھ لے گا کہ الپا جیسی مکار عورت نے اس ماہر کو یونہی قیدی نہیں بنایا ہے۔ اسے اپنا معمول اور محکوم بنا کر ایک ٹرانسفارمر مشین تیار کر رہی ہے۔“

الپا کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی پھر وہ مگرمی سانس لے کر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے دماغ میں پہنچ کر بولی ”میں جانتی ہوں تم سانس نہیں روکو گے۔ تم دنیا کے تمام ٹیلی ویژن جاننے والوں کے لیے اپنے دماغ کے دروازے کھلے رکھتے ہو۔ مکار! شیطانوں کے شیطان! میں تمہیں گالیاں بھی نہیں دے سکتی۔ تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ او گاؤ! تم یہاں کیوں آئے ہو؟“

”میں کہاں آیا ہوں؟ کیا تم سمجھ رہی ہو میں اسرائیل میں ہوں؟“

اس نے بے یقینی سے پوچھا ”تم یہاں تل ابیب میں نہیں ہو؟“

”ابھی نہیں ہوں۔ بلاؤ گی تو آجاؤں گا۔“

وہ جلدی سے بولی ”نہیں۔ پلیز یہاں نہ آنا۔“

پھر وہ چونک کر بولی ”تم مجھے بھونٹے اور فراڈ ہو اگر یہاں نہیں ہو تو اخبار میں ڈانکا کی تصویر کیسے دیکھی؟“

”کیا آج کل گھاس کھا رہی ہو۔ کیا تمہارے ملک کے اخبار لندن اور پیرس نہیں پہنچتے ہیں۔ میں نے ایفل ٹاور کے فوٹین کے پاس بیٹھ کر وہ اخبار پڑھا اور ڈانکا کی تصویر

دیکھی۔“

اسے ذرا اطمینان ہوا مگر وہ پھر بے یقینی سے بولی ”بڑی مشکل ہے تمہارے دماغ میں رہ کر معلوم نہیں ہوتا تم کس ملک، کس شہر، کس مکان میں ہو یا مکان کے باہر ہو۔“

”کھڑکی میں بلائڈ گلاس (دھندلے شیشے) لگے ہوں تو دوسری طرف دکھائی نہیں دیتا۔“

”دیکھو، میرا تمہارا کوئی رشتہ نہیں رہا ہے۔ میں تم سے کسے کا حق نہیں رکھتی پھر بھی التجا کرتی ہوں۔ میرے موجودہ معاملات میں مداخلت نہ کرو۔“

”میرے مکان کے ہر کمرے میں.... ایک ٹرانسفارمر مشین رکھی رہتی ہے۔ میں تم سے مشین ادھا رکھتا ہوں۔ میں آؤں گا۔ ابھی بھول جاؤں گا کہ تمہارے موجودہ معاملات کیا ہیں؟“

”میں خوا خواہ التجا کر رہی ہوں۔ تم دیکھتے ہوئے انکاروں پر بھی بیٹھ کر مداخلت نہ کرنے کی قسم کھاؤ گے۔ تب بھی میں یقین نہیں کروں گی۔ فار گاڈ سیک! مجھ سے کوئی سمجھو نا۔“

”جب میری قسم پر یقین نہیں ہے تو کسی سمجھوتے پر کیسے یقین کرو گی؟“

”مجبوری ہے۔ کسی نہ کسی معاملے میں یقین کرنا ہی پڑے گا۔“

”مجبوری ہے تو بولو۔ کس طرح کا سمجھو نا ہو گی؟“

”میں تحفظ چاہتی ہوں اگر تم میرے موجودہ معاملات میں مداخلت نہیں کرو گے بلکہ امریکی ٹیلی ویژن جاننے والوں کے خلاف سیکورٹی دے دو گے تو میں تمہاری کنیز بن کر رہا کروں گی۔“

”تمہیں شریک حیات بنایا تھا پھر تم سے نجات حاصل کرنے کے بعد اپنے دونوں کان پکڑ لیے۔ جو اعلیٰ شریک حیات بن کر نہ رہ سکی وہ ادنیٰ کنیز بن کر کیا بھلا کرے گی۔“

”غلطیاں سب سے ہوتی ہیں۔ مجھ سے بھی ہو گئیں۔ تم فراخ دل ہو۔ مجھے معاف کر کے ایک موقع دو۔ میں ایک دوست بن کر تمہارے کام آتی رہوں گی اور اپنی وفاداری ثابت کرتی رہوں گی۔“

”میں نے تمہیں معاف کیا۔ میرے خدا نے تمہیں معاف کیا۔ میں تمہیں ایک بہترین دوست سمجھ کر اپنی وفاداری ثابت کرنے کا موقع دے رہا ہوں۔“

”شکریہ، تم بہت اچھے ہو۔ میں بہت نادان ہوں۔ خوا خواہ تم سے دشمنی کرتی رہی۔ تم پھر دوستی کا موقع دے رہے

ہو۔ اب میں سرے دم تک ہر حال میں دوستی بھاتی رہوں گی۔“

”یہ تو آنے والا وقت بتائے گا۔ ابھی کام کی باتیں کرو۔ مجھ سے کیا چاہتی ہو؟“

”یہ تم اچھی طرح سمجھ گئے ہو کہ میں بڑی رازداری سے ٹرانسفارمر مشین تیار کر رہی ہوں۔“

”اب رازداری کہاں رہی؟ جبکہ ہنر اور اس کی بیٹی ڈانکا کی آمد سے تمہاری ٹرانسفارمر مشین کا راز کھل چکا ہے۔“

”کی تو پریشانی ہے۔ وہ لوگ مشین کی تیاری کے دوران میں رکاوٹیں پیدا کریں گے۔ میں ان سے نمٹنے کا حوصلہ رکھتی ہوں پھر بھی تمہارا تعاون چاہتی ہوں۔“

”میں کس طرح تعاون کر سکتا ہوں؟“

”صرف یہ چاہتی ہوں کہ میری ٹرانسفارمر مشین کے خلاف کبھی کوئی کارروائی نہ کرو۔“

”تمہاری وہ مشین مینے دو مہینے میں تیار ہو جائے گی۔ مجھ سے تمہاری دوستی اور وفاداری کی مدت بھی دو ماہ کی ہوگی۔ مشین تیار ہوتے ہی تمہارے اندر کی یہودی عورت بیدار ہو جائے گی۔“

”پلیز ایسا نہ کرو۔“

”پہلے وفاداری ثابت کرو پھر ٹرانسفارمر مشین تیار کرو۔“

”اتنی جلدی کس طرح ثابت کروں؟ کس معاملے میں وفاداری کا مظاہرہ کروں؟“

”آئندہ ایک برس تک کئی معاملات درپیش ہوں گے۔ ان تمام معاملات میں میری دوست اور وفادار رہو گی۔ جب مجھے یقین ہو جائے گا تو پھر میں تمہاری ٹرانسفارمر مشین کے خلاف کبھی کوئی کارروائی نہیں کروں گا۔“

وہ بے اختیار چیخ کر بولی ”ایک برس؟ تم یہ چاہتے ہو کہ میں ایک برس تک تمہاری غلامی کرتی رہوں اس کے بعد ٹرانسفارمر مشین تیار کروں؟“

”اصلی بات ہے۔ پہلے دوستی اور وفاداری کا ثبوت پیش کرنا چاہیے۔“

”تم بڑے وہ ہو۔ پلیز مذاق نہ کرو۔“

”اگر یہ مذاق ہے تو ہٹاؤ۔ دوستی اور وفاداری کیسے ثابت کرو گی؟“

”جب دوستی رہے گی۔ رابطہ رہا کرے گا تو میں وفاداری ثابت کرتی رہوں گی؟“

”میں اس وفاداری کی بات کر رہا ہوں جسے مشین کی

تاری کے بعد قائم رہتا چاہیے۔ تمہارا آج تک کا ریکارڈ ہے کہ اپنا کام کالتے ہی نظریں پھیرتی ہو۔
 ”اب ایسا نہیں کروں گی۔ میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں؟“

”ایک برس تک یقین دلانے کے بہت سے مواقع ملے رہیں گے۔“
 ”تم چاہتے ہو؟ اس کے بعد میں مشین تیار کرانی رہوں۔ اس ایک برس میں مشین کا ہر جیکل ہنر سیکھا ہے یا دشمن اسے ہلاک کر سکتے ہیں۔ اس مشین کا نقشہ مجھ سے چھین لیا جاسکتا ہے۔“

”میں ایک برس تک جیکل ہنر اور نقشے کی حفاظت کروں گا۔ جیکل ہنر طبعی موت مرے گا تو میں تمہاری وہ ٹرانسفارمر مشین تیار کروں گا۔“
 ”تم مجھے ٹال رہے ہو۔ ٹرانسفارمر مشین تیار کرنا آسان نہیں ہے اگر تم کیسک ہو تب بھی ایک عام کینیک یہ مشین تیار نہیں کر سکتا۔“
 ”کیسکس معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے اور علی نے بابا صاحب کے ادارے میں یہ مشین تیار کی تھی اور علی کی مشین تیار کرنے میں پہنچ رہا ہے۔“
 ”پھر تو یہ زیادتی ہے کہ یہ مشین چھین کر فراہم کرو اور مجھے نہ کرو۔“

”ہمارے چینی بھائی طوطا چشم نہیں ہیں۔ آگے کا حال خدا جانتا ہے۔ تمہارا حال شیطان بھی جانتا ہے۔ اپنے حال پر خود رحم کرو۔ ایک برس میں اپنی عادتیں درست کرو۔ اس کے بعد مشین تیار کرو۔“

”یہ کیا تم نے ایک برس کی رٹ لگائی ہے؟ مجھے بھرے تمہاری خوشامدیں کربری ہوں۔ تم کو گے تو ساری زندگی خوشامدیں کرتی رہوں گی لیکن ایک ماہ کے اندر ٹرانسفارمر مشین تیار کرادیں گی۔“

”ابا! ہر چیز کے پیدا ہونے اور فنا ہونے کا وقت مقرر ہوتا ہے۔ تم کیا جانو کہ تمہاری ٹرانسفارمر مشین کب پیدا ہوگی؟ اور پیدا ہو بھی سکے گی یا نہیں؟“

”میں خوب سمجھ رہی ہوں، تم دھکے جیسے الفاظ میں چیلنج کر رہے ہو کہ مجھے مشین تیار کرنے میں دھتے؟“

”میں کسی کو خوش نصیب یا بد نصیب بنانے کا اعتقاد چیلنج نہیں کرتا۔ میں تمہیں پوری بنا کر تمہارے نصیب نہیں بدل سکتا۔ اب بھلا کیسے بدل سکا ہوں؟ جو پیش آتا ہے وہ تمہارے نصیب سے آئے گا۔“

وہ جھجھلا کر بولی ”صبری سمجھ میں نہیں آتا، میں زندگی کی سب سے اہم کامیابی حاصل کرنے والی ہوں اور ایسے وقت تم یہاں مرنے کیوں آئے ہو؟“

”میں پیرس میں جی رہا ہوں۔ تمہارے قتل ایب میں مرنے نہیں آیا ہوں۔“

”میں ابھی معلوم کرلوں گی کہ تم کہاں ہو؟ مجھے کمزور نہ سمجھنا اگر تم میرے ملک کے کسی بھی حصے میں پائے جاؤ گے تو میں تمہاری راتوں کی نیند اور دن کا سکون غارت کر دوں گی۔“

”اب وہ جوانی کہاں رہی کہ راتوں کی نیندیں اڑا سکو۔ ڈراؤنڈ دیکھو، ذمل پکلی ہو۔“

وہ اس کے دماغ سے نکل آئی۔ جیکب رابن کے پاس پہنچ کر بولی ”تم نے ایک بار اپنے کالے جادو سے معلوم کیا تھا کہ میرا دشمن نارنگ کہاں چھپا ہوا ہے۔“

جیکب رابن نے کہا ”میں میڈم! وہ نارنگ چالیس دنوں کی تپیا کر رہا تھا۔ بھجانے کالے جادو سے اس کے چاروں طرف ایک دائرہ کھینچا تھا۔ اس دائرے کے اندر میرے جادو نے اس پر اثر نہیں کیا تھا لیکن یہ معلوم ہو گیا تھا کہ وہ بھارت میں ہے۔“

”اب یہ معلوم کرو کہ پارس کہاں ہے؟“
 ”میڈم! یہ کالا عمل بہت مشکل ہے۔ ذرا وقت لگے گا۔ میں دو گھنٹے تک اس کا سراغ لگا سکوں گا۔“

”میں تمہارے پاس آ رہی ہوں۔ مسلسل عمل کرتے رہو۔ اس کا سراغ ملنے ہی اسے اپنے زیر اثر لادو اگر اس کے دماغ پر اثر انداز نہ ہو سکو تو اسے جسمانی طور پر نقصان پہنچاؤ۔ میں بھی کسی کو آلہ کار بنا کر اسے ختم کروں گی۔ زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ وہ زندہ رہے گا تو مجھے مشین تیار کرانے نہیں دے گا۔ اسے مرنے میں مدد دے۔“

”میڈم! آپ دیکھ رہی ہیں میں کالا عمل شروع کرنے کی تیاری کر رہا ہوں۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ وہ دو گھنٹے کے اندر آپ کے قدموں میں ہوگا۔“

ابا اس کے دماغ میں رد گردی رہی تھی۔ وہ پارس کے اطہیان خلاف کالا جادو شروع کر رہا تھا۔ اسے کسی حد تک اطمینان ہوا۔ وہ اتنا سمجھتی تھی کہ کالے جادو کے ذریعے پارس کو کبھی بھی نقصان پہنچے یا نہ پہنچے، اس کا سراغ ضرور ملے گا کہ وہ کسب نہیں آسکتا تھا۔ وہ پریشانی سے سوچتا رہتا تھا کہ نہ جانے ملک کس شہزادہ کس علاقے میں ہے۔

ابا کے لیے اتنا ہی بہت ہوا۔ اس کا پتہ ٹھکانا معلوم ہوتے ہی وہ کسی آلہ کار کے ذریعے اسے کوئی مار سکتی تھی اور

اگر اس کے مقدور میں زندگی ہوتی تو اسے کم از کم اپنا چ ضرور بنا سکتی تھی۔

زندہ رہنے کے لیے سانس لینے رہتا ضروری ہے لیکن موجودہ حالات میں ابا کے لیے ٹرانسفارمر مشین لازمی تھی۔ وہ مشین تیار نہ ہوتی تو اس کا دم نکل جاتا۔ وہ مشین اسے نئی توانائیاں، نئی صلاحیتیں، نئی حکمرانی اور رعب و دبدبہ دینے والی تھی۔ یہ سب کچھ اسی وقت حاصل ہوتا جب پارس زندگی بار بار نیا اپنا چ اور معذور ہو جاتا یا اس کے راستے سے ہٹ جاتا۔

وہ بچنے والا نہیں تھا اور وہ جان کی بازی لگا کر اسے ہٹانے والی تھی۔



قہری ہے کے تینوں دوست ایک دوسرے سے بے مثال دوستی کا ثبوت دیتے آ رہے تھے۔ ان تینوں میں سے کافو بڑی ذمے داریاں پوری کرتا رہتا تھا۔ وہ عاشق مزاج نہیں تھا۔ اپنے دونوں ساتھیوں سے سامو اور بے فلو کو سمجھا کر تا تھا کہ عشق و محبت کے جذبات کو دل میں جگہ نہ دیں۔ کوئی پسند آجائے تو اس سے عارضی دوستی کریں۔ اپنے گلے کا پھندا کبھی نہ بنائیں۔

لیکن ان دونوں نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر مونا اور بیلو رہنا سے شادیاں کیں۔ بے کافو نے ان شادیوں کے برے نتائج کا انتظار نہیں کیا۔ براہ وقت آنے سے پہلے ہی اس نے بیلو رہنا کو ایک کار کے حادثے سے دو چار کر دیا۔ وہ مر گئی۔ اس نے مونا کو بے سامو سے دور کر دیا۔ اس طرح دور کیا کہ مونا پر غریبی عمل کیا۔ اس کے دماغ کو لاک کیا۔ جس کے نتیجے میں بے سامو خیال خوانی کے باوجود مونا کو تلاش نہ کر سکا۔

بے کافو نے دوست ہو کر دونوں دوستوں کے دلوں کی دنیا اجاڑ دی۔ دونوں کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ بے کافو نے ان کی محبوباؤں سے دشمنی کی ہے۔ اس نے حقیقتاً دانائی کا ثبوت دیا تھا۔ ان دونوں دوستوں کے ساتھ بیشہ کامیابی سے روپوش رہنے اور دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لیے اپنے ہی دوستوں اور ان کی محبوباؤں سے دشمنی لازمی تھی۔

بے کافو نے بیلو رہنا سے فلو کو مبرا لیا تھا۔ اس کی محبوبہ بیلو رہنا تھی لیکن مونا زندہ تھی۔ کیس کم ہو گئی تھی بے سامو کو ملے گا کہ وہ کسب نہیں آسکتا تھا۔ وہ پریشانی سے سوچتا رہتا تھا کہ نہ جانے اس کی مونا کہاں ہوگی؟ کس حال میں ہوگی؟ بے کافو اور بے کافو کے لیے اتنا ہی بہت ہوا۔ اس کا پتہ ٹھکانا معلوم ہوتے ہی وہ کسی آلہ کار کے ذریعے اسے کوئی مار سکتی تھی اور

اہم معاملے میں خیال خوانی کے دوران میں کوئی غلطی کرے گا تو چالاک دشمن ان کا پتہ ٹھکانا معلوم کر لیں گے۔ ایک عاشق دیوانہ اپنے دونوں دوستوں کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔ ایسی صورت میں بے کافو نے پھر ایک چال چلی۔ بنی نام کی ایک حسین لڑکی پر غریبی عمل کیا۔ بے سامو کو اس کا انڈیل بنایا۔ اس حسینہ بنی نے خواب میں دیکھا کہ وہ اتوار کو چرچ جانے کی تو وہاں اس کے انڈیل سے ملاقات ہوگی۔

بے سامو ہر اتوار کو اس چرچ میں عبادت کے لیے جایا کرتا تھا۔ اسی لیے بے کافو نے بنی کو خواب میں اس چرچ کا منظر دکھایا تھا۔ جس طرح لوہا لوہے کا کتا ہے۔ اسی طرح وہ بنی کے ذریعے مونا کے محروک ختم کرنا چاہتا تھا۔ بے شک اس نے ایسی حکمت عملی اختیار کی تھی کہ بے سامو جیسے عاشق کا دل ایک کھلوتا کم ہونے کے بعد دوسرے کھلونے سے بھل جاتا۔

اس کے بعد بے فلو دوسرے اہم معاملے میں مصروف ہو گیا۔ ان تینوں نے یہ اہم فیصلہ کیا تھا کہ بے کافو ذہن اور باصلاحیت افراد کو تلاش کرے گا۔ غریبی عمل کے ذریعے انہیں اپنا معمول اور محکوم بنائے گا پھر انہیں ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے نیلی بیٹھی سکھائے گا۔ اس طرح وہ قہری بے بڑی رازداری سے نیلی بیٹھی جانے والوں کی فوج بناتے رہیں گے۔

بارہ افراد نے رازداری سے ٹرانسفارمر مشین تیار کی تھی۔ جیکل ہنر کے اغوا ہوتے ہی وہ اس مشین کو دوسرے خفیہ اڈے میں منتقل کر رہے تھے۔ یہ بات سمجھ میں آنے والی تھی کہ ابا، جیکل ہنر کو اغوا کرانے کے بعد اس کے چور خیالات پڑھ کر ان کے بارے میں اور مشین کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر رہی ہوگی۔ لہذا وہ مشین کے مختلف پارٹس کھول کر دوسرے خفیہ اڈے میں پہنچا کر وہاں دوبارہ اس مشین کو مکمل کر رہے تھے۔

اس مشین کی دوبارہ تکمیل تک بے کافو نے تین ایسے صحت مند جوانوں کا انتخاب کیا جو نہایت ذہین ہونے کے علاوہ بہترین فائزر بھی تھے۔ ان میں سے ایک کا تعلق اسپین سے تھا اور بقیہ دو جوانوں کی رہائش لندن میں تھی۔ وہ ایسے ہی صحت مند اور ذہین افراد کی تلاش میں یورپ کے مختلف ملکوں میں تنہا سفر کر رہا تھا۔ لندن کے ہائیڈ پارک میں ایک ہندوستانی حسینہ سے سامنا ہوا۔ وہ ایک جگہ گڑا خیال خوانی کے ذریعے بے فلو سے ایک اہم بات کر رہا تھا۔ جبکہ وہ عوامی مقامات پر مجبوری خیال خواہ نہیں کرتا تھا۔ صرف ایک منٹ ایسا

کرنے کے بعد وہ دماغی طور پر حاضر ہوا تو سامنے وہ حینہ کھڑی ہوئی تھی اور۔۔۔ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔
اس نے بھی حینہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر پوچھا
”ویل میں! میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟“
”میں کسی تم سے پوچھنا چاہتی ہوں۔ تم ایسے کم مسم کھڑے ہوئے ہو جیسے بھولا ہوا راستہ یاد کر رہے ہو۔ میں تمہیں گائیڈ کر سکتی ہوں۔“

بعض لوگ آدم بیزار ہوتے ہیں۔ بے کافو خواہیزار تھا۔ عورتوں سے بیشہ دور رہتا تھا۔ وہ موت اور بیلورنا کو اپنے ساتھیوں سے دور کرچکا تھا۔ اب اسے اس ہندوستانی حینہ سے بھی دور ہوجانا چاہیے تھا لیکن پہلی بار اس نے ایک نامعلوم سی کشش محسوس کی۔ پہلی بار علم ہوا کہ دنیا کی تمام حسین عورتوں کا میلہ لگ جائے تب بھی کسی حینہ پر دل نہیں آتا۔ دراصل دل آنے کی بات ہے۔ کسی خاص کے لیے خاص قدرتی کشش ہوتی ہے۔ ایسی خاص کشش کے سامنے بے کافو جیسے سخت اصول پسند بھی دل ہار جاتے ہیں۔
وہ بولا ”مجھے اپنے ہوٹل کا راستہ یاد ہے۔ ویسے میں پہلی بار لندن آیا ہوں۔ سوچتا ہوں تمہا شریں گھوسٹا رہوں گا تو بھلک جاؤں گا۔“

یہ کہتے ہوئے اس کی نظرس بے اختیار اس حینہ پر جمی ہوئی تھیں۔ دل کہہ رہا تھا کہ اس کے ساتھ کچھ دقت گزرا ہے۔ وہ بولی ”صاف کیوں نہیں کہتے کہ میرے ساتھ کچھ دقت گزرا رہا ہے۔“

وہ چونک گیا۔ جو بات وہ سوچ رہا تھا وہی بات وہ زبان سے کہہ رہی تھی۔ کیا وہ ٹیلی پتھی جانتی ہے؟
”نہیں۔ اگر وہ دماغ میں آتی تو بے کافو اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا۔ اس نے پوچھا ”تم کون ہو؟ تم نے میرے دل کی بات کیسے سمجھ لی؟“

”یہ تمہارے دل کی بات نہیں تھی۔ میں تمہارے ساتھ کچھ دقت گزارنا چاہتی ہوں۔ میں نے یہ ارادہ کرتے ہی تمہاری پیشانی کو دیکھا تو یہی ارادہ تمہارے دماغ میں پیدا ہو گیا۔ تم نے بھی یہی سوچا کہ میرے ساتھ دقت گزارنا چاہیے۔“

یہ بڑی عجیب سی بات تھی کہ وہ جو سوچتی تھی۔ ایسا ہی کچھ سوچنے کے لیے دوسروں کو مجبور کر دیتی تھی۔ جبکہ وہ ٹیلی پتھی نہیں جانتی تھی۔ بے کافو نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ وہ بوگا کا مارتا تھا۔ لیکن سے کہہ سکتا تھا کہ وہ خیال خوانی کرنا نہیں جانتی ہے۔

وہ اس کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے اس کے دلم میں پہنچنا چاہتا تھا لیکن دماغ میں یہ بات آئی کہ پہلے اس خبر سے متعارف ہونا چاہیے۔ اپنے بارے میں کچھ بتایا جائے تو وہ بھی اپنے بارے میں کچھ بتائے گی۔
پھر اس نے سوچا ”اس کے بارے میں کچھ پوچھنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ میں اس کے چور خیالات پڑھ کر کچھ معلوم کر لوں گا۔“

وہ بولی ”تم اپنے بارے میں کچھ بتانا کیوں نہیں چاہے کیا اس بات سے پریشان ہو کہ جو بات میں سوچتی ہوں؟ بات تمہیں کیسے سوچنے پر مجبور کر دیتی ہوں؟“
”میں یہی سمجھتا چاہتا ہوں کہ تم اپنا خیال اپنا ارادہ میرے اندر کیسے پیدا کرتی ہو۔ کیلی ٹیلی پتھی جیسا کوئی ظلم جا ہو؟“
”میں کسی طرح کا کوئی علم نہیں جانتی ہوں۔ میرے آنکھوں میں کوئی غیر معمولی قوت ہے۔ میں کسی کی پیشانی نظرسں جما کر جو بات سوچتی ہوں وہی بات وہ سوچنے لگتا ہے دیکھو! ابھی میں خاموش ہو کر تمہاری پیشانی کو کھینچ رہا ہوں ارادہ کرنے والی ہوں۔ اس کا نتیجہ ابھی سامنے آئے گا۔“
وہ اس کی پیشانی کو کھینچنے لگی۔ اس نے بے اختیار

”میرا نام بے کافو ہے۔“
اتانے ہی وہ ایک دم سے سنبھل گیا۔ اس نے غوراً غوراً اس کی آنکھوں میں گہری سی نظر ڈالی۔ اس کی اصلیت نام نہیں بتایا تھا۔ دقت بے اختیار اس کی زبان پر اپنا نام اٹھایا تھا۔

وہ بولی ”میں نے تمہارا نام معلوم کرنے کا ارادہ کر ہوا ہے تمہاری پیشانی کو دیکھا۔ تم نے فوراً ہی اپنا نام بتا دیا کیا اب تمہیں یقین آیا کہ میری آنکھوں میں کوئی غیر معمولی قوت ہے؟“

”یقین آ گیا۔ تم بہت خطرناک ہو۔ اپنی نگاہوں سے سکتا ہوا پتھرتا ہوا ارادہ کسی کے بھی دماغ میں پہنچا کر کے اندر کی باتیں معلوم کر لیتی ہو۔ تم کون ہو؟ کہاں رہا ہو؟“

”میرا نام شیوانی بھاسکر ہے۔ انڈیا سے آئی ہوں۔ کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ جہاں چاہتی ہوں وہ رہ جاتی ہوں۔“
”تمہارے لباس پسند آئے تو اسے خریدتی نہیں مگر یہ سن رہی ہوں۔“

”جب خریدتی نہیں ہو تو یہاں کیسے لیتی ہو؟“
”دکان دار کی پیشانی کو دیکھ کر بندیدہ لباس پسند کرنے لگتی ہوں۔ وہ فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر وہی لباس لاکر

دے دیتا ہے۔ میرے ارادوں کے مطابق بڑے بڑے ہوٹلوں کے مالکان مجھ سے کمروں کا کرایہ اور کھانے کا بل نہیں لیتے ہیں۔ تم ابھی میرے ساتھ لچ کو گئے۔“
وہ انکار کرتے کرتے رک گیا۔ شیوانی اس کی پیشانی کو تھک رہی تھی۔ وہ بے اختیار اس کے ارادے کے مطابق بولا
”ہاں تمہارے ساتھ لچ کیوں گا۔“

وہ راضی تو ہو گیا مگر پریشان بھی ہو گیا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ زندگی میں پہلی بار ایک حینہ کے زیر اثر آ رہا ہے۔ پریشانی یہ تھی کہ وہ ایک عاشق کی حیثیت سے نہیں بلکہ فرماں بردار کی حیثیت سے اس کی باتیں مان رہا تھا۔

اس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ وہ بہت دیر سے اس کے دماغ میں جا کر چور خیالات پڑھنے کا ارادہ کر رہا تھا لیکن شیوانی کے ارادوں میں الجھتا جا رہا تھا۔ اس کا دماغ چیخ کر کہہ رہا تھا وہ کوئی بلا ہے۔ صرف اس کی آنکھوں میں غیر معمولی قوت نہیں ہے۔ اس کے اندر اور بہت کچھ ہے۔

اس بار اس نے مستحکم ارادہ کیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

انسانی دماغ میں خلا نہیں ہوتا۔ یعنی دماغ کبھی خالی نہیں رہتا۔ وہاں مختلف خیالات کی بھرمار رہتی ہے۔ انسان ان میں سے صرف شعوری خیالات کو سمجھتا ہے۔ باقی تمام خیالات لاشعور اور تحت الشعور کے خانوں میں گردش کرتے رہتے ہیں۔ شیوانی کے دماغ میں شعوری، لاشعوری اور تحت الشعور میں تمام خیالات ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو رہے تھے۔ کوئی انفرادی خیال واضح نہیں تھا۔ ایک خیال دوسرے سے دوسرا خیال تیسرے سے اور چوتھے سے ٹکرا رہا تھا۔ یوں کئی خیالات ایک دوسرے میں جذب ہو رہے تھے۔

بے کافو ایک خیال پڑھنا چاہتا تو ایسے دقت دوسرا خیال اس میں شامل ہو کر کوئی تیسری بات پیدا کر رہا تھا۔ اس نے جو خیالات پڑھے وہ کچھ یوں تھے ”میرا نام شیوانی بھاسکر ہے۔ میں کچھ بھگلاؤں گی“ تیرے گھر سے۔ تو مرنے لگا۔ میرے باپ کے ڈر سے۔ میری عمر پورے بیس۔ میں ستر برس کے بعد مرنے لگی۔ لنگو پر سادہ مرنے لگی۔ مجھے مارنے کا ارادہ نہ کرتے تو وہ لوگ نہ مر سکتے۔ جینا میاں، مرنے میاں، اور ہمیں جانا کہاں۔“

بے کافو پریشان ہو گیا۔ کوئی خیال ایک جگہ نہیں ٹھہر رہا تھا۔ ایک کے بعد دوسرا خیال حاوی ہو رہا تھا۔ اس نے پوچھا ”تم خاموش کیوں ہو؟ کیا میرے بارے میں سوچ رہے ہو؟“

”کیا تم اپنے بارے میں کچھ جانتی ہو کہ کون ہو؟ کیا تمہارا ہوا رشتہ دار دوست احباب وغیرہ بھی ہیں؟ اگر نہیں ہیں تو تمہا کیوں رہتی ہو؟ کسی طرح کی زندگی گزار رہی ہو؟“
”میں اپنا نام بتا چکی ہوں۔ میرے رشتہ دار بھی ہوں گے دوست بھی ہوں گے۔ فی الحال وہ مجھے یاد نہیں ہیں اور نہ میں یاد کرنا چاہتی ہوں اور تم نے کیا پوچھا ہے؟“
”تم تمہاری زندگی کیوں گزار رہی ہو؟“

”یوں تمہاری زندگی گزارنے سے دنیا والوں کو تکلیف نہیں ہو رہی ہے۔ کیا تمہیں ہو رہی ہے؟“

”میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ بھلا مجھے کیوں تکلیف ہوگی؟“

”واسطہ رہے گا۔ تب بھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ البتہ تم خود کوئی مصیبت مول لو گے تو یہ تمہاری تاوانی ہوگی۔“

”میں ابھی اس ملاقات کو پہلی اور آخری ملاقات بنا رہا ہوں اور اب جا رہا ہوں۔“

”کیوں جا رہے ہو؟ کیا میں تمہارے لیے پراہم بن رہی ہوں؟“

”پراہم بن سکتی ہو۔ تم میرے کسی سوال کا معقول جواب نہیں دیا۔ صرف نام بتایا۔ ماں باپ اور رشتہ داروں کے بارے میں نہیں بتایا۔“

”کیا تم نے بتایا کہ تمہارے ماں باپ اور رشتہ دار کون ہیں؟ کیا میں نے تم سے پوچھا؟ نہیں۔ میں نے نہیں پوچھا۔ ہم ایک دوسرے کے بارے میں کچھ یا بہت کچھ معلوم کر کے کیا حاصل کر لیں گے؟“

”میں کسی اجنبی مریدا عورت سے ملنا پسند نہیں کرتا۔“
”تم نے میرے ساتھ لچ لکھنے کا وعدہ کیا ہے۔“

”میں لچ کے لیے دقت نہیں نکال سکوں گا۔“
”پھر تو یہ میری انسلٹ ہوگی۔ تم میرے لیے چیلنج بن جاؤ گے۔“

”اگر میں چیلنج بن جاؤں تو کیا کوئی؟“
”تمہیں سمجھاؤں گی کہ مصیبت کو دعوت نہ دو۔ کسی کے لیے چیلنج نہ بنو۔ اس طرح دوست نہیں دشمن پیدا ہوتے ہیں۔ میں درست کہہ رہی ہوں نا؟“

وہ اس کی پیشانی کو دیکھ کر یوں رہی تھی۔ اس نے پہلے بھی محسوس کیا تھا کہ جب وہ پتھرتی تھی تو پیشانی میں ہلکی سی جلن پیدا ہوتی تھی پھر پورے جسم میں حرارت سی محسوس ہونے لگتی تھی۔ اس وقت بھی اس نے حرارت محسوس کرتے ہوئے کہا ”درست کہہ رہی ہو۔ کسی کو چیلنج نہیں کرنا

چاہیے۔

اس نے اس کی گرمائی ہوئی نظروں کے زیر اثر وہ کر اس کی مرضی کے مطابق کہہ دیا کہ کسی کو چیلنج نہیں کرنا چاہیے لیکن یہ حقیقت پریشان کر رہی تھی کہ اس کی خوب صورت اور خطرناک آنکھیں اسے اپنا معمول بنائیں ہیں۔ اب تک یہی دیکھنے میں آیا تھا کہ ٹیلی ویژن کی دنیا میں جو معمول بنے ہیں، وہ پھر اپنے اعتبار میں نہیں رہتے لیکن شیوانی کے سامنے بات مختلف تھی۔ جب وہ نظروں سے گرما رہی تھی۔ تب وہ فرماں بردار بن رہا تھا۔ اس کے بعد آزادی سے اپنی مرضی سے شیوانی کے خلاف سوچ رہا تھا۔ وہ واقعی ٹیلی ویژن نہیں جانتی تھی اگر جانتی تو بے کافو کے دماغ میں آکر اسے اپنے خلاف سوچنے کی اجازت نہیں دیتی۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے بے قلو سے کہا "میرے دماغ میں آؤ۔ ایک عجیب و غریب انڈین لڑکی میرے لیے معصیت بن رہی ہے۔" بے قلو اسی وقت خیال خوانی کے ذریعے بے کافو کے دماغ میں آیا۔ اس کے خیالات پڑھتے ہوئے شیوانی کے بارے میں معلوم کرنے لگا اور اس حسد کی باتیں بھی سننے لگا۔

وہ پوچھ رہی تھی "تم میرے ساتھ لڑ کر نہیں چاہتے؟"

"میں دوسری جگہ مصروف ہوں پھر کبھی ملاقات ہوگی تو ہم کہیں ساتھ بیٹھ کر کھائیں گے۔"

اس نے پھر اپنی پیشانی پر گرمی محسوس کی۔ اس کے ساتھ ہی پورے جسم کے اندر حرارت ہونے لگی۔ وہ بولی "اگر مصروف نہیں ہو تو بچ کہہ دو۔ جموت نہ بولو۔"

اس نے بے اختیار کہا "میں کہیں مصروف نہیں ہوں۔"

پھر وہ سوچ کے ذریعے بولا "یار قلو! دیکھو، میں بچ نہیں بولنا چاہتا تھا مگر اس کی آنکھوں نے مجھے بچ بولنے پر مجبور کر دیا۔"

بے قلو نے کہا "نا تھا کہ حسین آنکھیں دلوں میں اتر جاتی ہیں لیکن یہ آنکھیں تو دماغی ارادے بدلنے کی طاقت رکھتی ہیں۔"

شیوانی نے کہا "تم بہت اچھے ہو، تم نے بچ کہہ دیا۔ آؤ، ہم کسی فائو اشار ہوٹل میں چلیں۔"

وہ شیوانی کے ساتھ جانے لگا۔ بے قلو نے کہا "اس کے ساتھ لڑ کر۔ وقت گزرا۔ ہم اس حسد کو کھینچنے کی

کوششیں کرتے رہیں گے۔ ہو سکتا ہے اس کی کوئی کمزوری ہمیں معلوم ہو جائے۔"

وہ اس کے ساتھ کار میں آکر بیٹھ گیا۔ شیوانی کا ڈرائیو کرنے لگی۔ بے کافو نے کہا "ہمیں ایک دوسرے سے متعارف ہونا چاہیے۔ پلیز مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"کیا بتاؤں؟"

"میری تمہاری آنکھوں میں کیا جاوے ہے؟ جب تم مجھے ایک خاص انداز سے دیکھتی ہو تو میں تمہاری مرضی کے مطابق تمہاری ہر بات مان لیتا ہوں۔"

وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے وڈ اسکرین کے پار دیکھتی ہوئی بولی "تمہارے اس سوال کا جواب مجھے خود بھی نہیں ملا۔ بچپن میں میرے ماں باپ پریشان ہو جاتے تھے۔ میں ماں کو دیکھتی تھی تو وہ میرے باپ سے جموت نہیں بول پاتی تھی۔ باپ کو دیکھتی تھی تو وہ میری ماں سے یہ بات چمپائیں

یا نا تھا کہ وہ گھر سے باہر کسی دوسری عورت کے ساتھ وقت گزارتا ہے۔" وہ ہنسی ہوئی بولی "ہم دیوی ماں کی پوجا کرتے ہیں۔ وہ بے چارے مجھے سمجھتے تھے کہ میرے اندر ماں جگہ ہے تا

ہی ہے اور وہ دیوی ماں میرے ذریعے ان کا جموت بچ ظاہر کرتی رہتی ہے۔"

"کیا صرف تمہارے ماں باپ تم سے پریشان تھے؟"

"مخلے پڑوس والے بھی مجھ سے ڈرتے تھے۔ مجھ سے کبھی کوئی ضروری بات کرتے تھے پھر وہ دور رہنے لگتے تھے۔"

میں لکھتی ہی تھوٹوں اور دغا بازوں کا پول کھولتی رہتی تھی۔ اب تک کیا جموت کہا ہے؟"

اسکول سے لے کر کالج تک تمام اسٹوڈنٹس پیچڑ اور پروڈنٹس وغیرہ مجھ سے ڈرتے بھی تھے، مجھے چاہتے بھی تھے فرسٹ از میرے دماغ پر حاوی ہو کر بچ اگوا لیتی ہو۔ میں تم سے

کے بعد مجھے کالج سے چھٹی دے دی گئی۔"

"کیا تم آگے پڑھنا نہیں چاہتی تھیں؟"

"انہوں نے آگے پڑھانے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ میں اسے یقین نہ دلا سکی۔ اب تمہیں بھی یقین نہیں دلا

احتمالات میں تمام سوالات کے جواب اپنی آنکھوں کی قوت سکون کی۔ مجھے کسی کا ڈر نہیں ہے۔ میں کسی خوف کے بغیر بچ

سے معلوم کرتی تھی۔"

"کیسے معلوم کرتی تھیں؟ امتحانات میں ایک ہی مضمون کلاس میں سیکھائی کرتا ہے۔ تمہارا کوئی پروفیسر تمہارے کمرے کے دوران میں بولنا جا رہا تھا۔ بے قلو نے کہا "یار

سامنے نہیں رہتا ہو گا پھر تم اپنے کسی پروفیسر کی پیشانی کو کیے؟ اہم نہیں جانتے یہ کتنی عجیب ہے۔ ہمارے لیے یہ بہت خطرناک ہے۔ ابھی یہ تم پر حاوی ہو چکی ہے۔ کسی طرح مجھ

"ظاہر ہے، وہ سامنے نہیں ہوتا تھا، میں اسے نہیں دیکھ سکتی تھی مگر تصور میں دیکھتی تھی۔ میری نگاہیں اس کی پیشانی پر

تک پہنچتی تھیں۔ وہ سوالات کے جوابات بولنے لگتا تھا۔"

لکھتی چلی جاتی تھی۔"

اس نے ہوٹل شیرین کے پارکنگ ایریا میں کار روک دی۔ بے کافو نے پریشان ہو کر پوچھا "اس کا مطلب یہ ہے کہ

میں تمہارے سامنے نہیں رہوں گا؟ تب بھی تمہاری نگاہیں میری پیشانی تک پہنچیں گی؟"

وہ دونوں کار سے باہر آئے۔ ہوٹل کے اندر جانے لگے۔ شیوانی کہہ رہی تھی "تم دنیا کے آخری سرے پر بھی

رہو گے تو تمہارا چہرہ یاد رہے گا۔ میری نگاہیں تمہاری پیشانی تک پہنچتی رہیں گی۔"

بے کافو زندگی میں پہلی بار ایک دوشیزہ سے خوف کھانے لگا۔ بے قلو نے کہا "یار! یہ ایک طرح سے ٹیلی ویژن جانتی

ہے۔ ہم بھی دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کسی کے بھی دماغ میں پہنچ جاتے ہیں۔"

"اس کی سوچ کی لہریں دماغ میں نہیں پہنچتی ہیں۔ میں نے اب تک اسے اپنے اندر محسوس نہیں کیا ہے۔ پھر یہ ہم

اس کے خلاف باتیں کر رہے ہیں اور وہ ہماری باتوں سے اور تمہاری موجودگی سے بے خبر ہے۔"

وہ شیوانی کے ساتھ ڈانٹنگ ہال میں آیا۔ وہ دونوں ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ بے کافو نے کہا "تم میری

پیشانی پر نظر ڈالتی ہو اور مجھ سے بچ اگوا لیتی ہو۔ میں تم سے کیسے بچ اگوا سکتا ہوں؟"

"میں جموت بولوں تو بچ اگوانے کی بات کر۔ میں نے اب تک کیا جموت کہا ہے؟"

"تم اپنی آنکھوں سے نہیں، ٹیلی ویژن کے ذریعے

"دوسرے پہلے ایک بوڑھے راہب سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس کا بھی یہی خیال تھا کہ میں ٹیلی ویژن جانتی ہوں۔"

"انہوں نے آگے پڑھانے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ میں اسے یقین نہ دلا سکی۔ اب تمہیں بھی یقین نہیں دلا

احتمالات میں تمام سوالات کے جواب اپنی آنکھوں کی قوت سکون کی۔ مجھے کسی کا ڈر نہیں ہے۔ میں کسی خوف کے بغیر بچ

سے معلوم کرتی تھی۔"

"کیسے معلوم کرتی تھیں؟ امتحانات میں ایک ہی مضمون کلاس میں سیکھائی کرتا ہے۔ تمہارا کوئی پروفیسر تمہارے کمرے کے دوران میں بولنا جا رہا تھا۔ بے قلو نے کہا "یار

سامنے نہیں رہتا ہو گا پھر تم اپنے کسی پروفیسر کی پیشانی کو کیسے؟ اہم نہیں جانتے یہ کتنی عجیب ہے۔ ہمارے لیے یہ بہت خطرناک ہے۔ ابھی یہ تم پر حاوی ہو چکی ہے۔ کسی طرح مجھ

"ظاہر ہے، وہ سامنے نہیں ہوتا تھا، میں اسے نہیں دیکھ سکتی تھی مگر تصور میں دیکھتی تھی۔ میری نگاہیں اس کی پیشانی پر

تک پہنچتی تھیں۔ وہ سوالات کے جوابات بولنے لگتا تھا۔"

لکھتی چلی جاتی تھی۔"

کمزوری میں مبتلا کیا جائے پھر اس پر غوی عمل کر کے اسے اپنی کینہ بنایا جائے۔"

"اس کے دماغ میں خیالات گڈمڈ رہتے ہیں۔ شعوری سوچ واضح رہے گی۔ تب اس سوچ کو گرفت میں لے کر غوی عمل کیا جاسکے گا۔"

"جب وہ اعصابی کمزوری میں مبتلا رہے گی۔ دماغ کمزور رہے گا تو دماغ کے اندر مختلف خیالات بھی کمزور رہیں گے۔

اُسے وقت شعوری سوچ کو گرفت میں لے کر ہم بت کچھ کر سکیں گے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ بے کافو کے دماغ سے اس وقت کے دماغ میں پہنچ گیا، جو آڈیو نوٹ کرنے کے دوران میں بول رہا تھا اور اپنی آواز

سنا رہا تھا۔ وہ اس کے ذریعے دوسرے ملازم کے اندر پہنچا پھر اسے ہوٹل کے باہر ایک کیسٹ کی دکان میں لے گیا۔ وہاں

سے اعصابی کمزوری کی دوا خریدی پھر اس دوا کو دیکٹر کے پاس پہنچا دیا۔

وہ اتوار کا دن تھا۔ بے سامو معمول کے مطابق عبادت کے لیے چرچ پہنچا ہوا تھا۔ بنی کے خواب میں اس چرچ کو

دیکھا تھا اور وہاں ایک ایسے جوان کو دیکھا تھا، جس کی صورت واضح نہیں تھی۔ وہ آنکھ کھلنے کے بعد بڑی دیر اس

جوان کے چہرے کو یاد کرنے اور تصور میں واضح طور پر دیکھنے کی کوششیں کرتی رہی لیکن بے سامو اس کے تصور میں واضح نہ ہو سکا۔

اس طرح اس کے اندر جتیس پیدا ہوا۔ اس جوان کو دیکھنے کے لیے بے چینی پیدا ہو گئی۔ اسے ڈھونڈنے اور دیکھنے

کی جگہ وہی چرچ ہو سکتی تھی۔ خواب کے ذریعے اشارہ ملا تھا کہ شاید وہ وہاں نظر آجائے۔

وہ چرچ جانے کے لیے گھر سے نکلے گلی تو فون کی کھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسور اٹھا کر بیلو کیا۔ دوسری طرف سے

ایک بھاری بھر کم آواز سنائی دی "ہیلو بنی دینزا! انہیں جاری ہو؟ بہت جلدی میں ہو؟"

وہ ناگوار سے بولی "کون ہو تم؟ اس سے پہلے تم تین بار فون کر چکے ہو۔"

"ہیشس۔ تم میری آواز اور لیے کو یاد رکھتی ہو۔"

"تم اپنا نام کیوں نہیں بتاتے؟ میرے سامنے کیوں نہیں آتے؟"

"تم یہ سوالات محبت سے کر سکتی ہو مگر ناگوار سے پوچھ رہی ہو۔ ایسا رویہ اختیار کرو گی تو میں سامنے کیسے آؤں گا۔"

کتابیات پہلی کیشن

”پلیز جو کتنا ہے سامنے آکر کو۔“

”آل رائٹ ابو میرا چرچ میں سامنا ہوگا۔“

بنی کے دل کی دھڑکنیں یک بارگی تیز ہو گئیں۔ اس نے چرچ میں ملنے کی بات کی تھی۔ گویا خواب کی تعبیر سنائی تھی۔ اس نے خوش ہو کر کہا ”ہیلو! امسٹر! ہیلو!“

اس نے بڑے جذبے سے مخاطب کیا تھا مگر دوسری طرف ریسپورر رکھ دیا گیا تھا۔ اسے ذرا مایوسی ہوئی مگر خوشی بھی ہوئی۔ اطمینان بھی ہوا کہ خواب حقیقت بن رہا تھا۔ وہ جیسے ہوا کے دوڑ پر پرواز کرتی ہوئی جانے لگی۔

کبھی خواب درست ہوتے ہیں لیکن تعبیر بھکا دیتی ہے۔ بے کافو نے بنی پر تنوی عمل کر کے اسے بے سامو کی طرف مائل کیا تھا۔ بنی نے بے سامو کو دیکھا نہیں تھا لیکن چرچ میں جس سے ملاقات ہوئی، خواب کے مطابق وہی اس کا مطلوب ہوتا۔

بے کافو نے خواب میں چرچ کے اندر وہ تین میٹیں بھی دکھائی تھیں، جہاں وہ قمری بے ہر اتوار کو عبادت کے دوران میں بیٹھا کرتے تھے۔ وہ جانتا تھا کہ اس اتوار کو صرف بے سامو ہوگا۔ وہاں بنی پہنچے کی توقیفیتا بے سامو سے ہی ملاقات ہوگی۔

بنی کو بے سامو کی طرف مائل کرنے سے پہلے اس کے چور خیالات انہی طرح پڑھ لیے گئے تھے۔ یہ یقین کر لیا گیا تھا کہ بنی کا کوئی بوائے فرینڈ نہیں ہے اور اس کے حلقہ احباب میں کوئی ایسا مشکوک فرد نہیں ہے، جس کا تعلق جرائم سے یا ٹیلی ویژن کی دنیا سے ہو۔ وہ شکوک و شبہات سے بالاتر تھی۔ کوئی بھی ٹیلی ویژن جاننے والا اس کے ذریعے بے سامو تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

انسان بد نصیبی سے بچنے کی تدابیر کرتا رہتا ہے۔ کبھی بچ جاتا ہے، کبھی ناکام بھی ہو جاتا ہے۔ اب جیسے قمری بے کی شامت آنے والی تھی۔ شاید ان کی روپوشی کا دور ختم ہونے والا تھا۔ جس رات بے کافو بنی پر تنوی عمل کرنے والا تھا۔ اس سے چھ گھنٹے پہلے ایک ٹیلی ویژن چیتھی جاننے والے سائن ہارورڈ نے بنی کو دیکھا اور اس پر عاشق ہو گیا۔

ٹیلی ویژن جاننے والے آندرے کا ذکر ہو چکا ہے۔ آندرے کے پانچ ٹیلی ویژن جاننے والے ماتحت تھے اور وہ پانچوں اپنے سیٹیگر آندرے کے ساتھ امریکا سے ملے گئے تھے۔ امریکی اکابرین کی اطاعت سے انکار کرنے کے بعد وہ چھ ٹیلی ویژن جاننے والے اپنی اپنی مرضی کے مطابق مختلف ملکوں میں رہائش اختیار کرنے چلے گئے تھے۔ ان کے درمیان

یہ ملے پایا تھا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ رکھیں گے اور ایک دوسرے کے چرچے وقت میں مدد کریں گے۔

سائن ہارورڈ ان چھ میں سے ایک ٹیلی ویژن جاننے والا تھا۔ قمری بے کی طرح آندرے اور اس کے پانچ ساتھی بھی بت محتاط رہا کرتے تھے۔ سائن نے بنی کو دیکھا تو دل ہارنے کے باوجود صبر کیا۔ عقل نے سمجھایا، فوراً اس کے دو برو جانا اور اس سے متعارف ہونا نا دانی ہوگی۔ پہلے دور ہی دوسرے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہیے۔

اس رات اس نے فون کے ذریعے بنی کی آواز سنی۔ بنی نے ریسپورر اٹھا کر پوچھا ”ہیلو کون ہے؟“

سائن ریسپورر رکھ کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ بستر پر جا کر لیٹ گئی تھی۔ اس کے سونے کا وقت ہو گیا تھا۔ وہ انہیں بند کر رہی تھی۔ ایسے وقت سائن کی سمجھ میں آیا کہ اس کے دماغ میں کوئی دوسرا بھی ہے اور وہ اسے کمری بند سلا رہا ہے۔

چونکہ سائن خاموش تھا۔ اس لیے بے کافو اس کی موجودگی کو سمجھ نہ سکا۔ بنی پر تنوی عمل کرتا رہا پھر اسے خواب میں چرچ کا اور ان مخصوص تین سیٹوں کا منظر دکھا کر یہ نقش کرتا رہا کہ وہ اگلے اتوار کو اپنے آئیڈیل سے ملے چرچ جانے کی پھر اس نے بے سامو کی آواز لہجہ اس کے ذہن میں نقش کیا اور حکم دیا کہ اس مخصوص آواز اور لہجے کو وہ محسوس نہیں کرے گی۔ باقی تمام سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سائن روک کر انہیں اپنے دماغ سے نکال دیا کرے گی۔

بے کافو نے تنوی عمل کے اختتام پر اسے تنوی بند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ اسے اطمینان تھا کہ اب کوئی اس کے اندر نہیں آئے گا۔ اس نے تمام پھلوں سے اطمینان حاصل کیا تھا۔ اس کے باوجود تقدیر اپنے تیر بدل چکی تھی۔ وہ بنی کے دماغ سے چلا گیا۔ سائن نے بے کافو کی آواز اور لہجے کو یاد رکھا۔ جب وہ دوسری صبح بیدار ہوئی، سائن مخصوص آواز اور لہجے کے ساتھ اس کے دماغ میں آیا۔ وہ اسے محسوس نہ کر سکی۔ سائن نے یہ سمجھ لیا کہ بنی کو کسی آئیڈیل کے عشق میں جھلا کیا گیا ہے لہذا وہ اس طرف مائل نہیں ہوگی۔

یوں بھی اب اسے اپنی طرف مائل کرنے سے زیادہ لازمی ہو گیا تھا کہ بنی پر تنوی عمل کرنے والے کا سراغ لگا جائے اور یہ اتوار کی صبح چرچ میں معلوم ہو سکتا تھا۔ اس

دیوتا

خیال خوانی کے ذریعے آندرے کو بنی اور تنوی عمل کرنے والے کے بارے میں بتایا۔ آندرے نے کہا ”سائن! تمہیں محتاط رہنا چاہیے۔ تم اٹلی میں ہو اور ان قمری بے کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اٹلی کے مختلف شہروں میں رہتے ہیں۔“

سائن نے کہا ”میں تم سے یہی کہنے والا تھا۔ بنی پر تنوی عمل کرنے والا قمری بے میں سے کوئی ایک ہوگا۔ ہو سکتا ہے وہ خود بنی سے محبت کر رہا ہو اور اسے اپنی طرف مائل کرنے کے لیے خواب والا ڈراما لے کر کے اسے چرچ میں بلا رہا ہو۔“

آندرے نے کہا ”ایسا ہی کچھ ہوگا۔ قمری بے میں سے کوئی ایک ہے اس چرچ میں بنی سے ضرور ملے گا۔ آج صبح جب ہر سون اتوار کی صبح قمری بے میں سے کسی ایک بے کو ضرور دیکھ سکوں گا۔“

”تم دوسرے دیکھو گے۔ انہیں اپنی موجودگی کا شبہ نہیں ہونے دو گے۔ چرچ میں کسی کو دیکھنے کے بعد بڑے مبرا اور اطمینان سے بات دو گے کا بھی تمہا کا معلوم کرو گے۔ میں بھی بنی کے دماغ میں جاتا ہوں گا۔“

آندرے خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ برسوں سے روپوش رہنے والے قمری بے تک پہنچنا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ اگر وہ قمری بے کو ٹرپ کر لیتے، انہیں اپنا تابع بنانے میں کامیاب ہو جاتے تو یہ ان کا بہت بڑا کارنامہ ہوتا۔ اس طرح وہ انصار مرشین تک پہنچ سکتے تھے۔

بہر حال اتوار کی وہ صبح اچھی تھی۔ بنی بہت پہلے ہی چرچ میں پہنچ کر آس پاس متلاشی نظروں سے دیکھ رہی تھی پھر وہ قمری بے کی مخصوص سیٹوں میں سے ایک سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ اس نے خواب میں ایسی ہی ایک سیٹ پر خود کو بیٹھے دیکھا تھا۔ بے سامو نے وہاں پہنچ کر ایک انجی حینہ کو دیکھا۔ وہ جانتا تھا کہ بے کافو پورے کسی ملک میں ہے۔ وہاں اس کی سیٹ خالی رہے گی وہاں بے کافو کے آنے کی توقع تھی۔ اس نے ایک سیٹ پر بیٹھ کر اسے پھر دیکھا۔ وہ بار بار دیکھنے کی چیز تھی۔ اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

بے سامو نے کہا ”یہ میٹیں سب سے چھپے ہیں۔ یہاں بعد میں آنے والے بیٹھے ہیں لیکن تم پہلے سے آکر بیٹھی ہوگی۔“

وہ بولی ”تم بھی آخر میں نہیں آئے ہو پھر بھی ان آخری سیٹوں پر بیٹھ گئے ہو۔ کیا مجھے دیکھ کر؟“

”آں؟“ وہ ہچکچاتے ہوئے بولا ”ایسی بات نہیں ہے۔“

دیوتا

میں ہر اتوار کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں بیٹھتا ہوں۔“

”پھر تو میرا یہاں بیٹھنا مناسب ہوگا۔ کیا میں دوسری جگہ چلی جاؤں؟“

”نہیں۔ یہاں بیٹھ سکتی ہو۔ آج میرا ایک ساتھی نہیں آئے گا۔“

وہ مسکرا کر بولی ”اسی لیے تم نے کہا تھا کہ ابھی یہاں ملاقات ہوگی۔ تم میرے رہو آؤ گے۔“

اس نے جیرائی سے پوچھا ”میں نے ایسا کب تھا؟ میں تو تمہیں پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔“

”یہ پہلی ملاقات ہے مگر تم نے فون پر کہا تھا۔“

”میں نے فون پر کہا تھا؟ تمہیں مغلطاً ہو رہا ہے۔ میں تو تمہارا نام تک نہیں جانتا ہوں۔“

”میرا نام بنی ہے۔ مس بنی دینغز۔ تمہارا نام کیا ہے؟“

”مجھے روکی کہتے ہیں۔“

وہ دونوں خاموش ہو گئے۔ عبادت شروع ہو گئی تھی۔ وہ سر جھکائے سوئے گا ”یہ کون ہے؟ نہ جانے، کس نے اسے فون پر یہاں ملاقات کرنے کی بات کی تھی۔ یہ کسی کے دھوکے میں میرے پاس چلی آئی ہے۔“

اس نے چور نظروں سے اسے دیکھا۔ اس میں کشش تھی۔ وہ دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے چور نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ سائن کو وہ مخصوص آواز اور لہجہ معلوم تھا جس کے ذریعے بنی کے اندر پہنچا جاسکتا تھا اور وہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتی تھی۔ اس وقت سائن کو اپنے اندر محسوس نہیں کر رہی تھی۔ وہ اس کے اندر رہ کر بے سامو کی باتیں سنتا رہا تھا۔

آندرے بھی بنی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ بے سامو نے اپنا نام روکی بتایا تھا۔ آندرے نے کہا ”سائن! اس نے ایک فرضی نام بتایا ہے۔ یہ ضرور قمری بے میں سے کوئی ایک ہے۔ ہمیں بڑے مبرا توکل سے اس کی اصلیت معلوم کرنی ہوگی۔“

عبادت کے بعد بنی نے بے سامو سے پوچھا ”آج تمہارے ساتھی نہیں آئے؟“

”ہاں۔ نہیں آئے۔ معلوم نہیں کہاں رہ گئے ہیں۔“

وہ خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر چکا تھا۔ بے کافو نے کہا تھا کہ وہ آج عبادت کے لیے نہیں آئے گا۔ بنی نے کہا ”تمہاری تنہائی دور ہو سکتی ہے۔ میرے گھر چلو۔ میں کافی اچھی باتیں ہوں۔“

کتابیات پبلی کیشنز

33

32

کتابیات پبلی کیشنز

وہ انکار نہ کر سکا۔ دل اس کی طرف بالکل تھا۔ بنی اپنے
جنگل میں ایک بوڑھی ماں کے ساتھ رہتی تھی۔ بے سامو اس
کے ہاتھ کی تیار کی ہوئی کافی پینے آیا تھا۔ کافی پینے کے بعد بھی
اس کے ساتھ بائیں کرتا رہا۔ دل کہتا رہا، 'بست دونوں کے بعد
ٹھنڈی چھاؤں ملی ہے۔ اپنے خالی گھر کی دھوپ میں نہیں جانا
چاہیے۔'
'نیکے لے' کہا 'میں تمہارے لیے لٹچ تیار کروں گی۔'
'میں کمرے میں تنہا جاؤں گا۔'
'تم کبھی بچن میں چلو۔ وہاں بائیں کرتے رہیں گے۔'
اتنی دیر میں دونوں بے تکلف ہو چکے تھے۔ آپس میں
چمچر چماڑ ہونے لگی تھی۔ بے سامو کو یہ چمچر چماڑ بچن میں
بست منگی پڑی۔ وہ بنی کو بازوؤں میں قید کرنا چاہتا تھا۔ بنی
نے شوخی سے دھکا دیا تو وہ ایک قدم پیچھے کیا۔ ایسے میں اس
کا ایک ہاتھ چلنے ہوئے چولے پر پہنچ گیا۔ اس کے طلق سے
چمچ نکل گئی۔ آگ تھوڑا بھی جلانے تو ہوش اڑا دیتی ہے۔
اس کے ہوش اڑتے ہی سائیں اور آندرے اس کے
دماغ میں پہنچ گئے۔ فوراً ہی اس کے چور خیالات معلوم کیے،
معلوم ہوا اس کا نام بے سامو ہے۔ اس کا ایک ساتھی ہے
فلوشر دم میں ہے اور دوسرا سامی ہے۔ بے سامو یورپ کے ملکوں
کا دورہ کر رہا ہے۔ ذہین اور صحت مند جو ان کا انتخاب کر رہا
ہے۔ انہیں ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی بیٹھی جانے
والوں کی فوج بنانے والا ہے۔

پھر تو معلومات کے دوازے کھلتے چلے گئے۔ آندرے
اور سائیں کو معلوم ہونے لگا کہ امریکا میں بارہ افراد نے بڑی
رازداری سے ٹرانسفارمر مشین تیار کی ہے۔ ان میں سے ایک
جسکی ہنر کو الپا نے اغوا کیا ہے اور وہ بھی ایک ٹرانسفارمر
مشین تیار کرانے والی ہے۔
ٹھری کے پی یہ چال بازی بھی معلوم ہوئی کہ انہوں نے
ٹرانسفارمر مشین کے بانی آٹھ رازداروں کو اپنا معمول اور
حکوم بنا رکھا ہے۔ ان آٹھ ٹیلی بیٹھی جانے والے فرماں
بردار ملٹی پلٹ امریکی اکابر ہیں، ایک مشین کا مینیکسکی ماہر
واٹرین اور دو ٹیلی بیٹھی جانے والے لیزی گارڈ اور کینی
بال ہیں۔

بنی فرسٹ ایڈ کے طور پر بے سامو کے ساتھ ہاتھ کی
مرہم بنی کر رہی تھی۔ اس نے گراہے ہوئے خیال خوانی کی
کو شش کی مگر ناکام رہا۔ ہاتھ چلنے کی تکلیف کے باعث دماغ
عارضی طور پر خیال خوانی کے قابل نہیں رہا تھا۔ وہ اپنے
دونوں ساتھیوں کو اپنی موجودہ حالت کے بارے میں کچھ بتا

نہیں سکتا تھا اور ان دونوں ساتھیوں نے کئی گھنٹوں سے اس
کی خبر نہیں لی تھی کیونکہ وہ دونوں اس عجیب و غریب حیز
شیوانی بھاسکر کے معاملے میں الجھے ہوئے تھے۔
اوپر بے سامو کی شامت آچکی تھی۔ اوپر بے سامو کی
شامت آ رہی تھی۔ وہ غیر معمولی آکسیجن رکھنے والی شیوانی
سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا لیکن اس سے پیچھا چھڑا کر دنیا کے
آخری حصے میں بھی جا کر چھپتا تو اس کی غیر معمولی آنکھوں کی
حرارت وہاں بھی اس کی پیشانی تک پہنچ جاتی۔

بے کافو اور بے فلو اسے اعصابی کمزوری کی دوا کے
ذریعے اسے اپنی تابع بنانا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں بے فلو
وٹر کو آگہ کارنا کر سوپ کے دو باؤل میں سے ایک باؤل میں
وہ مضر رساں دوا ملا چکا تھا۔ اس باؤل کو شیوانی کے سامنے
رکھ چکا تھا۔

پھر اس نے بے کافو سے کہا "شیوانی کے سامنے جو باؤل
رکھا ہے اس میں اعصابی کمزوری کی دوا ملی ہوئی ہے۔ تم
تھوڑی دیر بعد اس بلا سے نجات حاصل کر لو گے۔ ہم اسے
اپنی معمول بنا سکیں گے۔"

بے کافو ٹینکس گاڑ کر سوپ پینے لگا۔ اس کی
طرف چور نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ اپنے باؤل سے ایک
پالے میں سوپ نکال کر پی رہی تھی۔ اس نے دو چمچ پینے کے
بعد ایک ڈرامہ بنایا پھر کہا "اس کا مزہ کچھ عجیب سا ہے۔"
بے کافو نے کہا "اس کا مزہ تو دبی ہوگا جو ہونا چاہیے۔"

ابھی تم نے دو ہی چمچ پیے ہیں اور جی رہو! اچھا لگے گا۔"
وہ تعجب سے بولی "تم کچھ کمن رہے ہو کہ میں کتنا سوپ
پی چکی ہوں؟"

اس نے بات بنائی "نہیں" میں نے عمار بنایا کیا ہے۔
جیسے کہا جاتا ہے، "فرشیں دو جوڑے کپڑے رکھ لو۔ دو بائیں
کرلو۔ دو لٹھے کھاؤ۔ اسی طرح میں نے دو چمچ سوپ پینے کی
بات کی ہے۔"

وہ مزید ایک چمچ پینے کے بعد بولی "اس کا مزہ بدل گیا ہے
مگر اچھا لگ رہا ہے۔"
وہ مطمئن ہو کر بولا "پھر تو اچھی بات ہے۔ مزے لے
لے کر جیتی رہو۔"

اس نے پھر ایک چمچ پینے کے بعد باؤل سے سوپ نکال
کر دوسرے پالے میں ڈالا۔ اسے آگے بڑھا کر بے کافو کے
سامنے رکھتے ہوئے کہا "تم بھی پی کر دیکھو۔ مزہ عجیب سا ہے
مگر مزے دار ہے۔"

وہ جلدی سے بولا "نہیں۔ میں تو اپنی پسند کا سوپ پی رہا

ہوں۔ یہی کافی ہے۔"

"میں چاہتی ہوں، میری پسند کا سوپ بھی پیو۔"

وہ انکار نہ کر سکا۔ پہلے اسے اپنی پیشانی پر پھر پورے
جسم میں حرارت محسوس ہوئی۔ شیوانی نے اس کی پیشانی کو
تھکے ہوئے اپنی پسند کا سوپ پلانے کا ارادہ کیا تھا۔ ایسے
وقت اس کا ارادہ اس قدر مستحکم ہوتا تھا کہ فلوادی دماغ
والے بھی اس کے ارادے کے مطابق عمل کرنے پر مجبور
ہو جاتے تھے۔

بے کافو اس کے دے ہوئے پالے سے وہ سوپ پینے
لگا۔ بے فلو نے اس کے دماغ میں آکر کہا "یار! میں ذرا بے
سامو کی خیریت معلوم کرنے گیا تھا۔ تمہارا نسخہ کامیاب رہا
ہے۔ وہ موتا کو بھول کر بنی میں دلچسپی لے رہا ہے مگر اس
احسن نے محبت کے جوش میں اپنا ہاتھ جلا لیا ہے۔"

شیوانی اس کی پیشانی کو تک رہی تھی۔ وہ سوپ پیتا
جا رہا تھا۔ وہ بولی "تم پیتے جا رہے ہو۔ یہ تو بتاؤ۔ اس کا مزہ
کیسا ہے؟"

وہ بولا "تمہیں اچھا لگ رہا ہے تو مجھے بھی اچھا لگ رہا
ہے۔"

"تو پھر شرط لگاؤ۔ ہم میں سے جو اپنا پالہ پہلے خالی کرے
گا۔ وہ جیت جائے گا۔ ہارنے والا اٹھ کر جیتنے والے کو
سیلوٹ کرے گا۔ ٹھیک ہے؟"

"ٹھیک ہے۔ تم جلدی پیو۔"

وہ اسے دیکھتی ہوئی، حرارت پہنچاتی ہوئی بولی "تم بھی
جلدی جلدی پیو۔"

وہ سمجھ رہا تھا، نہیں پینا چاہیے مگر بے اعتباری رہا تھا۔
بے فلو نے کہا "شیوانی سے بائیں کو مگر اس اہم مسئلے پر بھی
غور کرو۔ ہاتھ چلنے کے باعث بے سامو کا دماغ وقتی طور پر
کمزور ہو گیا ہے۔ کوئی بھی دشمن اس کے دماغ میں آسانی
سے پہنچ سکتا ہے۔"

پھر وہ چونک کر بولا "یہ کیا؟ میں محسوس کر رہا ہوں کہ
تمہارا دماغ کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ تم جسمانی کمزوری محسوس
کر رہے ہو۔"

وہ بڑی قہامت سے بولا "ڈاکٹر! پلیز مجھے فوراً ڈاکٹر کے
پاس لے چلو۔"

وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آئی۔ اسے
سہارا دے کر کرسی پر سیدھا بٹھایا پھر بولی "ہے بھوان! تمہارا
چہرہ درد پر گیا ہے۔ تم برسوں کے بیمار نظر آ رہے ہو۔"
بے فلو نے ایک لمحہ بھی خالص نہیں کیا تھا۔ دیش کے
دماغ میں پہنچ کر بولنے کے فیصلے کے دماغ پر قبضہ جما کر کئی
ملازموں کو وہاں لے آیا تھا۔ وہ اسے اٹھا کر باہر شیوانی کی کار
میں لے آئے پھر وہ فیصلہ شیوانی کے ساتھ کار میں بیٹھ کر ایک
ہسپتال کی طرف جانے لگا۔

تین ساتھیوں میں سے وہ ساتھی دماغی طور پر کمزور
ہو گئے تھے۔ بے فلو پریشان ہو کر سوچ رہا تھا، ایسے میں ٹیلی
بیٹھی جانے والے اس کے دونوں ساتھیوں کے دماغوں میں
آسکتے تھے۔ وہ ایک وقت دونوں کے دماغوں میں آئے والے
دشمنوں کو نہیں روک سکے گا۔

اس نے سوچا، فوری طور پر کیا کرنا چاہیے؟ کیا پہلے بے
کافو کی حفاظت لازمی ہے؟

بے کافو ان تینوں میں زیادہ ذہین اور فعال تھا۔ پہلے
اس کی حفاظت لازمی تھی پھر خیال آیا۔ شیوانی نے دانستہ
بے کافو سے دشمنی نہیں کی ہے پھر یہ کہ وہ ٹیلی بیٹھی نہیں
جانتی ہے۔ اس کے دماغ میں جا کر اہم معلومات حاصل نہیں
کر سکے گی اگر اس کے قریب رہ کر تو یہی عمل کرنا چاہیے کی تو
بے فلو ایسا نہیں کرنے دے گا۔

پھر بے فلو نے سوچا، بے سامو سے بھی کسی نے دشمنی
نہیں کی ہے۔ بنی سے روٹاؤں کے دوران میں اس کا ہاتھ
جل گیا ہے۔ وہ دوبارے سامو کے دماغ میں جا چکا تھا، وہاں
اس نے کسی دشمن کی موجودگی محسوس نہیں کی تھی۔ کوئی
بے سامو کو ٹریپ نہیں کر رہا تھا۔

آخر اس نے فیصلہ کیا کہ وقفے وقفے سے دونوں
ساتھیوں کے دماغوں میں جانا رہے گا۔ انہیں کسی دشمن کے
ٹھکانے میں نہیں آئے دے گا۔ فی الحال دانش مندی یہ ہے کہ
ٹرانسفارمر مشین کے جو آٹھ رازداران کے معمول ہیں۔
ان کے اندر فردا فردا جا کر ان کے دماغوں کو لاک کر دیا جائے
تاکہ کسی دشمن کو امریکا میں ٹرانسفارمر مشین کی موجودگی کا
علم نہ ہو۔

بے فلو کے اس فیصلے سے پہلے ہی آندرے سائیں اور
ان کے دوسرے چار ٹیلی بیٹھی جانے والوں نے بے سامو
کے چور خیالات سے اس آواز اور لب ولہجہ کو معلوم کیا

جن کے ذریعے وہ قہری ہے باقی آٹھ رازداروں کو اپنا معمول اور تابع بنائے رکھتے تھے۔ آندرے اور اس کے ساتھیوں نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ وہ بیک وقت چھ رازداروں کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ انہیں بے وقت سونے پر مجبور کیا۔ جب وہ سو گئے تو ان پر ترقیبی عمل کر کے ان کے دماغوں میں دوسری آواز اور سچے کو منتقل کیا۔ ان چھ رازداروں کو اپنا معمول اور تابع بنایا پھر باقی دو رازداروں کے دماغوں میں پہنچے۔ ایسے وقت بے فلو ایک رازدار کے دماغ کو لاک کر رہا تھا۔ انہوں نے بڑی خاموشی سے بے فلو کے عمل کو ناکام بنا دیا۔ بے فلو نے اس کے بعد دوسرے رازدار کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لیا۔ اسے اپنے دماغ سے بھگا دیا۔

وہ سمجھ گیا کہ کوئی دشمن اپنا کام کر چکا ہے۔ اس نے دوسرے رازدار کے دماغ میں پہنچنا چاہا پھر تیرے اور پھر چوتھے رازدار کے دماغوں میں پہنچنے کی ناکام کوششیں کیں۔ آخر تھک ہار کر تسلیم کرنا پڑا کہ وہ قہری ہے رازدار مر مشین کی بہت بڑی بازی ہار چکے ہیں۔

اب یہ بے فلو کی ذمہ داری تھی کہ اپنے دونوں دوستوں بے کافور بے سامو کے دماغوں کو دشمنوں کے شکنجے میں نہ پھنسنے دے۔ ایسے وقت ایک پریشان کن سوال پیدا ہو رہا تھا کہ شیوانی نے بھی اسی ہتھڑ سا سوپ کا پورا پیالہ پلٹا تھا لیکن وہ بے کافو کی طرح کمرور نہیں ہوئی تھی۔ کیوں نہیں ہوئی تھی؟

☆○

ایک طویل عرصے سے یہ دیکھا جا رہا تھا کہ رازدار مر مشین کسی کو خاطر خواہ فائدہ نہیں پہنچا رہی تھی۔ پہلی رازدار مر مشین سے موجودہ مشین تک جتنے امریکی افراد نے ٹیلی بیٹھی سیکھی تھی۔ وہ سب اپنے کسی نہ کسی مخالف کے زیر اثر آتے رہے تھے۔ دوسروں کے بننے رہے تھے یا پھر امریکی اکابرین سے بغاوت کر کے انہوں نے اپنی ایک علیحدہ تنظیم بنائی تھی۔

موجودہ مشین تیار کرنے والے آٹھ افراد پہلے قہری بے معمول اور تابع تھے۔ اب آندرے اور سائن نے انہیں غلام بنایا تھا۔ وقت نے انہیں مقدر کا سکندر بنا دیا تھا۔ وہ بیٹھے بٹھائے ایک رازدار مر مشین کے مالک بن گئے تھے۔ اس مشین کے رازدار پانچ امریکی اکابرین، ایک کلیک وائزمن، لیزی گاؤڈ اور کینی پال اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ پہلے قہری بے نے انہیں غلام بنایا تھا۔ اب وہ

آندرے اور سائن کے غلام بنے ہوئے ہیں۔ ان آٹھ غلام بننے والوں میں ایک ٹیلی بیٹھی جاننے والا فوج کا اعلیٰ افسر ڈینی تھا۔ وہ اپنے دوسرے ٹیلی بیٹھی جاننے والے ساتھیوں کے ساتھ برف پوش پہاڑوں میں علی، ملی اور دلیر آفریدی کو ہلاک کر ڈالنے اور ان سے مائیکرو فلم چھین لینے میں مصروف رہا تھا۔

اس مہم میں فوج کے کئی آلہ کار جو ان مارے گئے تھے۔ پہلی کا پڑز تباہ ہو گئے تھے۔ ڈینی مائیکرو فلم حاصل کرنے میں ناکام رہا تھا۔ جب وہ دماغی طور پر ناکام و نامراد اپنی جگہ حاضر ہوا تو ایسے وقت پھر اس کی کم بخشی آگئی۔ آندرے نے مخصوص آواز اور سچے کے ذریعے اس کے اندر پہنچ کر اسے سونے پر مجبور کیا۔ اسے معلوم نہ ہوسکا کہ قہری بے کا معمول رہنے کے بعد اب آندرے کا غلام بن رہا ہے۔

امریکی اکابرین اپنے ٹیلی بیٹھی جاننے والوں سے ناراض تھے۔ ایک حاکم نے کہا ”یہ ہمارے لیے شرم کی بات ہے۔ ہماری آلہ کار ماڈل ملی ان بابا صاحب کے ادارے کے دو جوانوں سے مل گئی۔ وہ تعداد میں صرف تین تھے۔ ہمارے ورہنوں فوجی جوان جسمانی طور پر وہاں موجود تھے۔ ہمارے ٹیلی بیٹھی جاننے والے ہمیں یقین دلا رہے تھے کہ ان سے مائیکرو فلم چھین کر لے آئیں گے لیکن خالی ہاتھ واپس آ گئے۔“

دوسرے حاکم نے کہا ”ہمارے ٹیلی بیٹھی جاننے والے بیش ناکامیوں کا ریکارڈ قائم کرتے رہتے ہیں۔ یہ غنیمت ہے کہ چھوٹی چھوٹی کامیابیاں حاصل کر لیتے ہیں اور ہمیں تسلیاں دیتے رہتے ہیں کہ آئندہ بڑی کامیابی حاصل ہوگی۔“

لیزی گاؤڈ نے کہا ”پلیر ہمیں طعنے نہ دیں۔ ہم نے اپنے فرائض میں کوئی کمی نہیں کی ہے، ہم دشمنوں سے لڑ سکتے ہیں۔ مقدر سے نہیں لڑ سکتے۔ مقدر نے ان کا ساتھ دیا۔ اس لیے ہم مائیکرو فلم حاصل نہ کر سکے۔“

”ایسا کیوں ہوتا ہے کہ مقدر بیش ان کا ساتھ دیتا ہے؟ مقدر ہمارا ساتھ کیوں نہیں دیتا۔“

ایک فوجی افسر نے کہا ”تم ٹیلی بیٹھی جاننے والے ہم سے بہت سی اہم باتیں چھپاتے رہتے ہو۔ تم لوگوں نے یہ اہم بات چھپائی کہ الپا میاں سے رازدار مر مشین کا نقشہ چرا کر لے گئی ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں اس مشین کے ماہر میکینک جکی ہنر کو بھی اغوا کر کے لے گئی ہے۔ اتنی بڑی بات بیش چھپہ نہیں سکتی تھی لیکن تم چھپانے کی غلطی کرتے رہے۔“

کینی پال نے کہا ”ہم الپا سے اس نقشے کو اور جکی ہنر

کو واپس حاصل کرنے کی ہرچیز کر رہے ہیں اگر ایسا نہ کر سکتے تو ہم الپا کو بھی رازدار مر مشین تیار کرانے کا موقع نہیں دیں گے۔ وہ رازدار مر مشین تیار کرانے کے خواب بھینکتی رہے گی۔“

ایک لیزی سیکرٹری نے کہا ”میں الپا بول رہی ہوں۔ تمہارے ٹیلی بیٹھی جاننے والے کو کھلے دعوے کرتے رہتے ہیں۔ ان کے باپ بھی ٹیلی بیٹھی سیکرٹری تھے۔ انہیں تو مجھے رازدار مر مشین تیار کرانے سے نہیں روک سکیں گے۔“

لیزی گاؤڈ نے غصے سے کہا ”الپا اذیان سنبھال کے بولو۔ ہمارے باپ تک نہ پہنچو۔ تمہارے لیے ہم کافی ہیں۔“

”میں امریکی اکابرین سے پوچھتی ہوں کیا وہ جانتے ہیں کہ جو مائیکرو فلم چین پہنچائی گئی ہے اس میں رازدار مر مشین کا نقشہ ہے۔ آئندہ چین میں بھی ٹیلی بیٹھی جاننے والے پیدا ہوں گے۔ تمہارے شیخی بگھارنے والے اس سیکرٹری کو ہم اس نقشے کو چین جانے سے نہ روک سکے اور نقشہ میرے پاس پہنچ گیا ہے۔ اس کے لیے کو کھلے دعوے کر رہے ہیں کہ مجھے مشین تیار نہیں کرنے دیں گے۔“

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر ایک اعلیٰ حاکم نے کہا ”ذہنا کاسب سے خطرناک ہتھیار ٹیلی بیٹھی ہے۔ یہ ہتھیار تیار کرنے والی مشین کا نقشہ ہمارے سب سے بڑے دشمن چین کے پاس پہنچ گیا ہے۔ ہمارے ٹیلی بیٹھی جاننے والے اپنے ملک کو اس سے بڑا نقصان اور کیا پہنچائیں گے؟“

لیزی گاؤڈ نے کہا ”ہم نے قسم کھائی ہے، چین میں اور سرائیکل میں یہ مشین تیار نہیں ہونے دیں گے۔“

الپا نے کہا ”ضمیمہ کھانے سے مشینوں کو شرم نہیں آئے گی۔ وہ تیار ہونے سے باز نہیں آئیں گی۔ شرم تم لوگوں کو آتی جاوے۔ تم ٹیلی بیٹھی جاننے والے اپنے اکابرین کو ہم معاملات میں دھوکا دیتے رہتے ہو۔“

”ہمارے اکابرین کو ہمارے خلاف نہ بھڑکاؤ۔ ہم نے ان کے اعتماد کو بھی دھوکا نہیں دیا ہے۔“

”کیا اپنے اکابرین کو بتایا ہے کہ تم لوگوں نے بڑی ازداری سے ایک رازدار مر مشین تیار کی ہے۔“

اس بات پر تمام اکابرین چونک گئے۔ فوج کے ایک اعلیٰ سر نے ڈینی سے پوچھا ”کیا یہ سچ ہے؟ آپ آری اٹلی جنس لے چیف ہیں۔ آپ کو ہمارے ملک میں ہونے والی خفیہ مہمیاں کا علم ہونا چاہیے۔“

الپا نے کہا ”آپ چور سے پوچھ رہے ہیں کہ یہاں

چوری کیوں ہو رہی ہے۔“ آری کے یہ افسران ڈینی جانسن، مارک فورڈ اور مارٹن گرہس اس موجودہ بی مشین سے ٹیلی بیٹھی کا علم حاصل کر چکے ہیں۔ رازدار مر مشین کے ماہرین جکی ہنر اور وائزمن کو بھی اسی مشین کے ذریعے ٹیلی بیٹھی نکھائی گئی ہے۔ میں جکی ہنر کے چور خیالات پڑھ کر یہ خفیہ معلومات حاصل کر چکی ہوں۔“

فوج کے اعلیٰ افسر نے پوچھا ”مسٹر ڈینی! یہ ہم کیاسن رہے ہیں؟“

ڈینی نے کہا ”درست سن رہے ہیں۔ میں انکار نہیں کروں گا۔ ہم نے مسلح آپ تمام اکابرین سے یہ بات چھپائی تھی اگر آپ لوگوں کو مشین کے بارے میں معلوم ہوتا تو ہمارے دشمن ٹیلی بیٹھی جاننے والے آپ کے دماغوں میں آکر ہماری مشین کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرتے۔ رجبہ انہوں نے دوبار ہماری مشینوں کو تباہ کیا۔ اس بار بھی یہی کر سکتے ہیں۔ لہذا ہم نے مشین کو غیروں سے ہی نہیں اپنوں سے بھی چھپایا ہے۔“

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا ”تم نے اعلیٰ تہذیبی اعتبار کی۔ بے شک تمہیں ایسا کرنا چاہیے تھا۔ یہ ہمارے لیے خوشی کی بات ہے کہ ہمارے پاس ایک رازدار مر مشین ہے لیکن خوشی کے ساتھ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مشین کا فائدہ کیا ہے؟ ہماری مشین سے ناکام ہوتے رہنے والے افراد کب تک ٹیلی بیٹھی سیکھتے رہیں گے۔ مسٹر ڈینی! تم اور دوسرے افراد نے موجودہ مشین سے ٹیلی بیٹھی سیکھی۔ تمہارے پاس فوجی قوت بھی تھی لہذا وہ ذرا عرصے پہلے اس کے باوجود صرف تین افراد تمہاری گرفت میں نہ آ سکے۔ تم ان سے مائیکرو فلم چھین نہ سکے۔ جواب دو کہ ایسی رازدار مر مشین کا اور ناکام ٹیلی بیٹھی جاننے والوں کی تعداد بڑھانے کا فائدہ کیا ہے؟“

ڈینی نے کہا ”میں پچھلی تمام ناکامیوں کے سلسلے میں جواب دہ نہیں ہوں۔ مجھے ٹیلی بیٹھی سیکھنے کے بعد پہلی بار ناکامی ہوئی ہے۔ اس ناکامی سے میں نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ آئندہ آپ تمام اکابرین دیکھیں گے کہ اسرائیل اور چین میں یہ مشین تیار نہیں ہو سکے گی۔ میں ایسی حکمت عملی اختیار کر رہا ہوں جسے الپا خوب سمجھ رہی ہے۔“

دوسرے ٹیلی بیٹھی جاننے والے فوجی افسر مارک فورڈ نے کہا ”ہم نے جکی ہنر کی بیٹی ڈانکا کو اسرائیل پہنچایا ہے۔ ہم اس کے ذریعے اس کے باپ کو اور اس کے محبوب بولی ا سمیت کو روپ کرنے والے ہیں۔ یہ ہماری خوش نصیبی ہے

کہ ڈانکا کے سلسلے میں ایک اخباری خبر پڑھ کر پارس وہاں پہنچ گیا ہے۔ وہ بھی اسرائیل میں مشین تیار نہیں ہونے دے گا کیوں الیا خاموش کیوں ہو؟ اب ہمارے اکابرین کے سامنے اعتراف کیوں نہیں کر دیتے کہ ہم ڈانکا کو وہاں پہنچا کر تمہاری مشین کی تیار ی میں کسی رکاوٹیں پیدا کر رہے ہیں؟

الیا نے جواب نہیں دیا۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچ رہی تھی۔ یہ حلیم کر رہی تھی کہ ڈانکا کے ذریعے پارس کو اس کی تیار ہونے والی مشین کا علم ہو گیا ہے۔ ڈانکا اور پارس دونوں ہی اس کے لیے مسئلہ بن گئے ہیں اور آئندہ بھی مسائل پیدا کرنے والے ہیں۔

وہ چاہتی تھی کہ پارس اسرائیل میں نہ رہے۔ وہاں رہے گا تو مشین کی بوسٹوٹھ کر اس خفیہ اڈے میں پہنچ جائے گا۔ امریکی ٹیلی ویژن جاننے والے ڈینی اور ملاک فورڈ وغیرہ ڈانکا کے ذریعے جکی ہنز کو ٹپ کر سکتے تھے اور الپا کے لیے جکی ہنز دنیا کا سب سے اہم شخص تھا۔ وہ اپنی جان پارس کے اور امریکا کے حوالے کر سکتی تھی مگر جکی ہنز کو کسی کے حوالے نہیں کر سکتی تھی۔

وہ فیصلہ کر چکی تھی کہ ڈانکا کو اسرائیل چھوڑ کر جانے پر مجبور کر دے گی اگر وہ نہیں جانے گی تو اسے ختم کر دے گی۔ اسے اسرائیل سے تو کیا دنیا سے باوجود کر دے گی۔ پارس کے متعلق یہ جاننا ضروری تھا کہ وہ اسرائیل میں ہے یا یورپ کے کسی شہر میں؟

اس کے بیان کے مطابق وہ پیرس میں تھا اور الپا اس کی کسی بات کا یقین نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے جیکب راہن سے کہا تھا کہ وہ کالے عمل کے ذریعے پارس کا سراغ لگائے۔ اس نے کہا تھا کہ وہ دو گھنٹے کے اندر پورے یقین کے ساتھ بتا دے گا کہ پارس اسرائیل میں موجود ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو کس ملک کے کس شہر اور علاقے میں ہے؟

وہ اپنے بندہ دوم میں بولی کے ساتھ تھی۔ بے چینی سے منہل رہی تھی۔ بولی نے کہا ”تم خوا خواہ اپنے ذہن کو الجھا رہی ہو۔ میں تمہیں سمجھا چکا ہوں کہ دو ہی باتوں کو پیش نظر رکھو۔ ایک بات یہ کہ پارس اسرائیل میں نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ وہ اسرائیل میں ہے۔ ایسی صورت میں اس کے خلاف کیسے اقدامات کیے جاسکتے ہیں؟“

”میں یہی سوچ رہی ہوں وہ دشمن یہاں ہو گا تو میں اس پر کیسے قابو پا سکتی ہوں؟“

”یوں بے چینی سے شعلی رہو گی تو مسئلے کا حل سمجھ میں نہیں آئے گا۔“

وہ اس کے پاس آکر بولی ”یہ لو آرام سے بیٹھ گئی ہوں“ میں آئے گی تو اسے زخمی کر کے یا اعصابی کمزوری میں مبتلا مجھے نہیں لگتا کہ اس شیطان پر قابو پا سکتی ہوں۔“

وہ اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر بولا ”آرام سے بنے نہیں دیں گے۔“

”پارس لیٹ جاؤ۔ دماغ سے یہ بات نکال دو کہ پارس ناقابل شکست ہے۔ دنیا میں سب کو زوال آتا ہے۔ ہم زوال کی طرف لائیں گے۔“

وہ بولی ”میں نے تم سے زیادہ تجربات حاصل کیے ہیں۔ مجھ سے زیادہ اس شیطان کو کوئی نہیں سمجھتا ہے پھر درست کہہ رہے ہو۔ زوال سب کو آتا ہے۔ پارس زوال آ سکتا ہے۔“

”میری جان! آج تک پارس کو شکست دینا تمہارے لیے ناممکن ہی بات رہی۔ یہ یاد رکھو کہ کوئی بات بیشہ بہشہ نہیں رہتی۔ مسلسل کوششوں سے ناممکن کو ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ امریکی فیلڈ میں ایک جوان لڑکی کا اضافہ ہوا ہو گا، وہی لڑکی ڈانکا ہو گی۔“

”بولی! مجھے تمہاری باتوں سے حوصلہ مل رہا ہے! وہ کمزور دیکھ کر بولی ”دو گھنٹے گزرنے والے ہیں۔ جیکب نے کالہ عمل مکمل کر لیا ہو گا۔ آؤ چلیں۔“

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔ تائیں ٹو ایچ! بندہ دوم کی دیواروں پر اس طرح آئینے لگے ہوئے تھے ہوتے رہے پھر الپا نے کہا ”میں ڈانکا پہنچی ہوئی ہے۔ تم کہہ سکتے ہو کہ کبھی کبھار اس کا پلٹا عکس چاروں طرف سے دیکھا جاسکتا تھا۔ انہوں نے اٹھ کر اپنا لباس اور اپنا ہتھیار درست کیا پھر وہاں سے نکل کر محل نما جنگل کے مختلف حصوں سے ڈانکا میری خواہش ہے لیکن وہ میری ضرورت نہیں بن کالے عمل میں مصروف تھا۔“

وہ کمرے کے وسط میں فرش پر ہاتھی مارے بیٹھا ہوا تھا۔ ”یہ تمہاری ذہانت ہے کہ تم کسی کو اپنی ضرورت سامنے ایک بڑی سی انگیٹھی سے آگ کے شعلے بھڑک رہے بتاتے ہو۔ میں تمہاری خواہش پوری کر دوں گی۔ جب کوئی اس کا ایک ہاتھ فضا میں بلند تھا۔ اس نے ایک خنجر کے ڈانکا کو کسی خفیہ اڈے میں تمہارے پاس جانے پر آمیز دھار پھیل گئی تھی جس کے باعث بھلی کر دوں گی۔“

”اس طرح ڈانکا کے اندر رہنے والا پارس اور اپنا رہا تھا۔ ٹیلی بیٹھی جاننے والے میری شہ رگ تک پہنچ جائیں۔ وہ ماش کے آنے کا پتلا پارس کے نام پر بنایا گیا تھا۔ وہ میں ایسی احمقانہ خواہش نہیں کر دوں گا۔“

”تم ہی بات میں بھی سمجھتی ہو۔ تم ڈانکا کے انگیٹھی کی طرف پھینکا جا رہا تھا۔ جس کے باعث شعلے بھڑکتے جاؤ گے تو دشمن تمہیں ٹپ کرے گی لیکن میں سوچ جا رہے تھے جیکب راہن اس کالے عمل کو جیسے نچوڑ کر اپنا ہوں کہ کسی نے کسی طرح ڈانکا کے دماغ میں پہنچیں۔ اگر وہ پارس کے پلے پر گر رہا تھا۔“

دماغ کو لاک کیا گیا ہے۔ کسی طرح وہ لاک توڑ کر اس میں اس میں شہ نہیں کہ وہ ہم ہی خطرناک وچ ڈاکٹر تھا۔ ہو کر اسے اپنی معمول بناؤں کی پھر اس کے دماغ کو لاک کی اس کی بد بختی تھی کہ الپا نے اسے غلام بنایا تھا۔ اس نے گی تو کوئی دشمن اس کے ذریعے تمہارے سامنے تک بھی نہیں کے دوران میں آنکھیں کھول کر دیکھا۔ سامنے کچھ فاصلے پر الپا بولی کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے پوچھا ”ہمارے جاسوس اسے تلاش کر رہے ہیں۔ وہ لکھ گیا ہو؟“

”میں تیرے کالے عمل کی کامیابی چاہتی ہوں۔ ناکامی

نہیں سنوں گی۔“

”میں تمہارا غلام ہوں۔ اپنا خون بہا کر یہ جان لیوا عمل کرتا رہا ہوں اور میں نے تمہارے دشمن کا سراغ لگالیا ہے۔“

وہ بے چینی سے بولی ”وہ کہاں ہے؟ جلدی بتاؤ؟“

اس نے کوئی چیز انگیٹھی کی طرف پھینکی۔ شعلے بھڑکنے لگے۔ وہ بولنے لگا ”میں دیکھ رہا ہوں۔ وہ آگ کے شعلوں میں صاف نظر آ رہا ہے۔ پہلے عمل میں وہ بن گورن (BEN GORIO) رپورٹ میں نظر آیا۔ دوسرے عمل کے شعلوں نے دکھایا کہ وہ محل ابیب کے صدر علاقے میں ہے۔ ایک بوڑھی عورت کے مکان میں ایک پیراگ گیسٹ کی حیثیت سے رہتا ہے۔“

”اس بوڑھی کا مکان کہاں ہے؟“

”مکان نمبر۔ فور تھری۔ آدم اسٹریٹ!“

”کیا وہ ابھی وہاں موجود ہے؟“

اس نے اپنی مٹھی کھولی۔ خنجر اس کی مٹھی سے نکل کر نیچے آیا اور پارس کے پتلے میں پست ہو گیا پھر اس نے کہا ”وہ موجود ہے۔ میں نے کالے عمل کی تادیبہ زنجیوں میں اسے جکڑ دیا ہے۔ وہ اس مکان سے باہر نہیں جاسکے گا۔“

پھر وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا ”لیکن اسے زخمی نہ کرنا۔ اس کے دماغ پر میرا عمل مسلط ہے۔ اسے زخمی کر دی گا تو کمزور



دست شاهی کے نسخے

فرمودہ اور نوائی کتبوں سے باطل منتف

ہمیں حال اور مستقبل کی امرا کرش

دنیا کے عظیم پاستوں کی تازہ ریسرچ کا چمچڑ

اور ساتھ صیت

دست شاهی کی لغت

جس کے ذریعے کوئی بھی اپنے ہاتھ کو فوراً پڑھ سکتا ہے

قیمت: 30/- روپے ڈاک خرچ: 16/- روپے

کتابیات پبلی کیشنز

23 سیکٹر 23

7429633

محسوس کرتے ہی تمہیں پہچان لیا کرتا تھا۔ ابھی تمہیں پہچان سکا۔ تم بلیک بلیک کے ذریعہ مجھ پر مسلط ہونا چاہتے ہو۔“

”جو کچھ ہو رہا ہے، تم اسے سمجھ رہے ہو۔ تم تو ناممکن ممکن بنا دیتے ہو۔ اب ایسا نہیں کیا رہے ہو تو اپنے باپ اور رشتے داروں کو مدد کے لیے پکارو۔“

”میں یہی کوشش کر رہا ہوں لیکن خیال خوانی کی پروا نہیں کیا رہا ہوں۔ مگر تم یہ نہ سمجھنا کہ مجھ پر قابو پالو میرے باپ، میری ماما اور دوسرے تمام ٹیلی پیٹھی جاننے والوں میں سے کوئی نہ کوئی میری خیریت معلوم کرنے آئے گا پھر مجھ پر یہ حالت دیکھتے ہی مجھے تمہارے ویج ڈاکٹر کے کمرے سے نکل دلا دے گا۔“

”جیکب کا کالا عمل زبردست ہوتا ہے۔ آج تک میرے دماغ میں نہ آسکا۔ اب تمہارے دماغ میں بھی اے پرائے نہیں آسکیں گے۔“

وہ جیکب کے پاس آکر بولی ”میں پارس کے دماغ میں جاتی ہوں۔ اسی طرح اس کا باپ اور اس کے دوسرے پیٹھی جاننے والے اس کے اندر پہنچ کر اسے میرے کمرے سے نکال لے جائیں گے۔“

”تومینڈم! اس کے دماغ میں پہنچا جاسکتا ہے لیکن مرضی اس کے دماغ پر مسلط نہیں کی جاسکتی گی۔ تم اس دماغ میں جاری ہو لیکن اس کے دماغ کو متاثر نہیں کر سکو اسی طرح اس کے اپنے اس کے اندر آکر اس کی کوئی نہیں کر سکیں گے۔“

اتفاق سے ثانی اپنے پارس سے باتیں کرنے کے اس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ اس کی موجودہ حالت کو دیکھ کر پریشان ہو رہی تھی۔ البانے واپس آکر پارس کے اندر ٹا باتیں سنیں پھر کیا ”یہ تمہارا مجازی خدا ہے۔ اب میرا بننے والا ہے۔ اس کی کم سختی اسے میرے ملک میں آگئی۔“

پارس نے کہا ”ثانی! تم ماما اور تیری صاحبہ وہ کالے جادو کا تو ذکر کریں گے۔“

”ماما! مراقبے میں ہیں اور تیری صاحبہ نے کہا۔ الحال قدرتی طور پر جو ہو رہا ہے، وہی ہوتا رہے گا۔ وہ وقت ان حالات اور معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا۔“

اس بات نے الپا کی ایک بہت بڑی کامیابی پر قہقہہ لگادی۔ وہ فاتحانہ انداز میں قہقہے لگانے لگی۔

بناؤ گی تو اس کا دماغ میرے عمل سے آزاد ہو جائے گا پھر اس پر قابو نہیں پاسکو گی۔“

”میں اتنی درد سہی مول لیتا پسند نہیں کروں گی۔ ابھی میرے سراغ رساں وہاں پہنچیں گے اور ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے گولی مار دیں گے۔“

”گولی مارنے والوں کو حکم دو کہ وہ پہنچنے نہ پائے اگر نشانہ چو کے گا اور وہ زخمی ہو گا تو میری یہ جان لیوا محنت مٹی میں مل جائے گی۔“

بولی نے کہا ”خیال خوانی کرنے اور اپنے ماتحتوں کو حکم دینے سے پہلے میرا مشورہ سن لو۔ اسے گولی مارنے کا حکم نہ دو۔ وہ قسمت کا حصہ ہے اگر پہلی گولی سے ہلاک نہیں ہوا۔ صرف زخمی ہو سکا تو پھر ہمارے لیے پرائیم بن جائے گا۔“

”اگر اسے گولی نہ ماری گئی تو وہ بچ نکلے گا۔“

”کیسے بچ نکلے گا؟ تم نے سنا نہیں، جیکب نے اسے کالے عمل کی نادیہ زنجیروں میں جکڑ دیا ہے۔ وہ اس مکان سے باہر نہیں نکل سکے گا۔ اسے گھیر کر ہتھکڑیاں پٹانے کا حکم دو۔ تم اسے قیدی بنا کر خوبی عمل کے ذریعے اپنا معمول بنا سکو گی۔“

جیکب رابن نے کہا ”اسے قیدی بنا کر یہاں لاؤ۔ میں تمہارا غلام بنانے کے لیے اس کے سر میں کل پوسٹ کروں گا پھر اس کا باپ بھی اسے تمہاری غلامی سے نجات نہیں دلا سکے گا۔“

وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے ماتحت سراغ رساںوں کو پارس کا پتہ لگانا بتانے لگی۔ انہیں سختی سے کہنے لگی کہ پارس کو گھیرنے اور قیدی بنانے میں ذرا بھی کوتاہی نہ لگائی تو وہ کسی کو زندہ نہیں چھوڑے گی اور یہ کہ اس وقت وہ ان کے دماغ غلامی موجود رہے گی۔

وہ خیال خوانی کرتی ہوئی اپنے بیڈ روم میں آکر بیٹھ گئی پھر بولی ”میں پارس کے دماغ میں جاری ہوں۔ مجھے ان تمام سراغ رساںوں سے زیادہ تم پر بھروسہ ہے۔ تم فوراً جاؤ۔ اس مکان سے کچھ فاصلے پر رہو اگر وہ مکار فرار ہونے میں کامیاب ہونے لگے تو تم اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کرو۔“

بولی اس کے حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے پارس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ چونک کر بولا ”کون؟ کون ہے؟ جاؤ۔ میرے دماغ سے جاؤ۔“

وہ ہنستی ہوئی بولی ”تمہیں کیا ہو رہا ہے، میرے سابقہ لائف پارٹنر؟“

”اوہ تم؟ تم جنس رہی ہو۔ میں سمجھ گیا کہ میرا دماغ میرے اختیار میں کیوں نہیں ہے۔ میں سوچ کی لمبوں کو

الپا کی پہلی اور آخری خواہش تھی کہ پارس کو کالے جادو کی تادیبہ زنجیوں میں جکڑا لیا جائے کیونکہ نہ وہ تقدیر سے قابو میں آ رہا تھا اور نہ تدبیر سے۔ اب جیکب رابن ہی اس کی مشکل آسان کر سکتا تھا۔

جیکب رابن نے ایک خطرناک اور جان لیوا کالا عمل شروع کیا تھا۔ وہ عمل ایسا جان لیوا تھا کہ بعض جادوگر ایک ذرا سی غلطی کے باعث جان سے گزر جاتے ہیں۔ جیکب رابن نے عمل کے دوران میں چاقو کے تیز پھل کو اپنی ایک مٹھی میں بکڑ رکھا تھا۔ وہ منتظر رہتا جاتا تھا۔ اس کی پھیلی اور انگلیاں منتی جاری تھیں۔ لوہا جاتا رہا تھا۔ اگر مقررہ مدت تک جادوئی عمل مکمل نہ ہوتا تو اس کے جسم سے خون کا آخری قطرہ بھی برہ جاتا۔ وہ جان سے جاتا اور کامیابی بھی حاصل نہ ہوتی۔

اس کی جان رہے گی یا جائے گی؟ یہ ابھی یقین سے نہیں کہا جاسکتا تھا لیکن وہ کامیابی حاصل کر چکا تھا۔ اس نے پارس کا سراغ لگایا تھا۔ اب الپا کے بے شمار ماتحت اسے گھیر غلوہ زنجیروں لٹانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ الپا کو چاہیے تھا کہ وہ جیکب رابن پر توجہ دیتی۔ پارس کو گھیرنے اور پکڑنے والے بہت تھے۔ جیکب رابن کو لمبی امداد پہنچانے والا کوئی نہیں تھا۔

اس کے جسم سے اتنا لوہہ چکا تھا کہ اب وہ جاں کنی کے عالم میں تھا۔ اس نے کالے عمل سے صرف پارس کا سراغ لگانے کی حد تک کامیابی حاصل کی تھی۔ اس کے بعد بھی پارس کے دماغ پر حاوی رہنے اور اسے اپنے قابو میں رکھنے کے لیے وقت و نقد سے منتظر رہنے پڑتا لازمی تھا۔

الپا نے اتنی ہی کامیابی کو آخری اہم کامیابی سمجھا کہ خون خوار شیر زن سے میں آیا ہے۔ اب کسی دشمن کی طرف سے اندیشہ نہیں ہے۔ ٹیلی پتھی کی دنیا کا سب سے بڑا دشمن قابو میں آ رہا ہے۔ آئندہ وہ کسی رکاوٹ کے بغیر رازناں دمر مشین تیار کر سکتی تھی۔ وہ اس کامیابی کے نشے میں عارضی طور پر جیکب رابن کو بھول گئی تھی۔

اس کی حالت اسی وقت معلوم ہوئی جب اس کی ضرورت پڑی اور ابھی صرف پارس کی ضرورت تھی۔ جیکب رابن کی نشان دہی کے مطابق پارس ایک بوڑھی عورت کے مکان میں بے انگ گیسٹ کی حیثیت سے تھا۔ اس نے محسوس کیا تھا کہ اسے تادیبہ زنجیوں میں جکڑا لیا جا رہا ہے۔ بظاہر اس کے ہاتھ پاؤں آزاد تھے لیکن وہ ایک جگہ بیٹھا رہ گیا تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ کوشش کے باوجود وہ باہر جانے کے ارادے پر عمل نہیں کر رہا ہے۔

الپا پارس کے دماغ میں جا کر اس کی بے بسی کو سمجھ رہی

تھی اور اپنے مسلح ماتحتوں سے کہہ رہی تھی "پارس مجبور اور بے بس ہو گیا ہے۔ اس کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس مکان میں گھس کر اسے گرفتار کرو۔"

وہ پھر پارس کے دماغ میں خیالات ڈھنسنے لگی۔ اس وقت تک جیکب رابن تمام جسمانی قوتیں ہار کر بیٹھے بیٹھے فرش پر گر پڑا تھا۔ کرتے وقت اس کا ہاتھ اس خنجر پر گیا جو پارس کے نام سے بنائے ہوئے پتلے میں پیوست تھا۔ ہاتھ لگتے ہی وہ خنجر پتلے کے اندر سے نکل کر فرش پر گر پڑا۔

دوسری طرف پارس اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پہلے الپا کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ بے بسی اور کمزوری کے باوجود کیسے شہ زور ہو گیا ہے۔ وہ وہاں سے چلا نکلیں لگتا ہوا فرار ہو رہا تھا۔ مسلح ماتحت دروازہ توڑ کر اندر آئے۔ انہیں ایک بوڑھی عورت نظر آئی۔ وہ ایک گوشے میں سہمی ہوئی بیٹھی تھی۔

تب الپا کی عقل میں یہ بات آئی کہ جیکب رابن کے جادو میں کوئی خامی پیدا ہو گئی ہے۔ اس نے ماتحتوں کو سختی سے حکم دیا کہ پارس کا تعاقب کریں پھر جیکب رابن کے دماغ میں پہنچنے ہی بولی "اے کتے! کیا یہاں ہے پارس تیری گرفت سے کیسے نکل رہا ہے؟"

جیکب رابن میں اتنی سکت نہیں رہی تھی کہ وہ زبان سے کچھ کہہ سکتا۔ الپا نے اس کے خیالات پڑھے تب معلوم ہوا کہ وہ زندگی ہار رہا ہے۔ وہ بولی "میں ابھی تمہارے کچھ جسم میں خون پہنچاؤں گی۔ پہلے اس خنجر کو پتلے میں پیوست کرو۔"

جیکب میں اپنے ہاتھ کو حرکت دینے کی توانائی نہیں تھی۔ الپا اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جتا کر اس کے اندر توانائی پیدا کرنے لگی۔ اس نے لرزے ہوئے ہاتھ سے بشکل خنجر کو پکڑا۔ الپا اپنے برسوں کے تجربات سے کام لے رہی تھی۔ خنجر کو پتلے تک پہنچا رہی تھی جیکب کو تلیاں دے رہی تھی "خوصلہ کرو۔ میں ابھی تمہیں اپنیل پہنچاؤں گی۔ تم میرے لیے بہت اہم ہو۔ میں تمہیں مرنے نہیں دوں گی۔"

وہ جھوٹی تلیاں دے رہی تھی۔ اس کے اندر وہ کہہ سمجھ رہی تھی کہ وہ کسی دم کا سمان ہے۔ اس نے اس کے اندر عارضی توانائی پہنچاتے ہوئے آخر خنجر کو اس کے پتلے میں پیوست کر دی۔

وہ سمجھ چکی تھی کہ وہ آگے کام نہیں آئے گا۔ وہ خنجر بھی پیوست نہیں رہے گا کیونکہ اس کا ہاتھ بے دم ہو کر پھر فرش پر گرے والا تھا۔ عارضی طور پر ہی سہی اس خنجر کے پیوست ہونے ہی دو سری طرف پارس ایک جگہ دوڑنے دوڑنے۔۔۔ لوکڑا کر گر پڑا۔ دوسرے ہی لمحے الپا نے اس کے اندر پہنچنے

ہی زلزلے کا جھکا پہنچایا۔ پارس زمین پر تر پڑنے لگا۔ وہ کراچے ہوئے بولا "ویل! ایتنا! مجھ سے یہ دشمنی تجھے بہت مٹگنی پڑے گی۔"

وہ جپٹے ہوئی بولی "جب مٹگنی پڑے گی تب پڑے گی۔ ابھی تو تم سہل سے مل رہے ہو۔"

پارس میں ہلاکت قوت برداشت تھی۔ وہ شدید تکلیف برداشت کرتا ہوا وہاں سے اٹھ کر جانا چاہتا تھا۔ الپا نے دوسری بار زلزلے کا جھکا پہنچایا۔ وہ دوبارہ زمین پر گر کر تر پڑنے لگا۔ مسلح ماتحت دوڑتے ہوئے قریب آگئے۔ دو ماتحتوں نے اسے جکڑ لیا۔ تیسرا اسے پھکڑی پہنانے لگا۔ وہ ناقابل برداشت تکلیف کے باوجود ان کے قابو میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ اسے پھکڑی پہنانے میں ناکام ہو رہے تھے۔

الپا نے کہا "بہت جان ہے تم میں۔ میں دیکھتی ہوں کتنا دماغی عذاب برداشت کرو گے؟"

اس نے پھر زلزلے کا ایک زبردست جھکا پہنچایا۔ یہ انسانی قوت برداشت سے زیادہ تھا۔ وہ نڈھال سا ہو کر ایک دم سے ساکت ہو گیا پھر آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

الپا نے چار خاص ماتحتوں کو حکم دیا کہ وہ پارس کو بڑی رازداری سے لے جائیں اور ایک خفیہ اڈے میں پہنچا دیں پھر وہ بولی سے خیال خوانی کے ذریعے بولی "فورا میرے بیٹلے میں آؤ۔"

اس نے پوچھا "میڈم! پارس کا کیا بنا؟"

"بہت بڑی خوش خبری ہے۔ میں نے اسے بے ہوش کر کے قیدی بنالیا ہے۔"

"او۔ میڈم! پورے گریٹ۔ آپ نے شیر کو پکچھا دیا ہے۔ ایک بہت بڑے ہمارے قوت مندوں میں جھکا لیا ہے۔"

"یہاں اگر بھی تعزیریں کر سکتے ہو۔ فورا آؤ۔"

وہ اپنے بندہ دوم میں دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ وہاں سے اٹھ کر اطمینان سے چلتی ہوئی اس کمرے کے دروازے پر پہنچی جہاں جیکب رابن کالا عمل کرتا رہا تھا۔ اس نے دروازہ کھل کر دیکھا۔ وہ فرش پر چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ اس کے دیدے پھیل کر سسکتے ہوئے تھے۔ اس پر ایک نظر ڈالتے ہی معلوم ہو گیا کہ وہ مر چکا ہے۔

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے قریب آئی۔ اس پر جبکہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر محسوس کرنے لگی۔ دھڑکنیں بند ہو چکی تھیں پھر بھی اس نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو پوری طرح تصدیق ہو گئی۔ خیال خوانی کی لہروں کو مردہ دماغ میں جگہ نہ مل سکی۔ وہ افسوس کرتے ہوئے بولی "POOR"

دلیل ۱۱۱

WITCH DOCTOR! تم نے ساتھ چھوڑ دیا۔ ابھی تم سے بہت کام لینے تھے۔ "SO SAD"

بولی وہاں آگیا۔ الپا نے کہا "یہ ختم ہو چکا ہے۔ اس نے پارس جیسے دشمن کو گرفتار کر لیا اور خود موت کی گرفت میں آ گیا۔"

بولی نے کہا "یہ اچھا نہیں ہوا۔ ہم نے سوچا تھا جب ہم ٹرانسفا رمر مشین کے ذریعے اپنے ٹیلی پتھی جاننے والوں کی فوج بنائیں گے تو ان سب کے دماغوں میں جیکب رابن کیلیں پیوست کرے گا اور ٹیلی پتھی جاننے والی پوری فوج کو آپ کا غلام بنانے رکھے گا۔"

"ابھی وہ مشین تیار نہیں ہوئی ہے۔ ابھی تو پارس میرے ہاتھ میں ہے۔ اگر یہ زندہ ہوتا تو میں اسی لمحے پارس کے سر میں کیل پیوست کر کے زندگی بھر کے لیے اسے اپنا غلام بنا لیتی۔ اس کی موت سے یہ بڑا نقصان پہنچ چکا ہے۔"

"آپ آپ کیا کریں گی؟"

"ایک ہی راستہ ہے۔ تو یہی عمل کے ذریعے اسے اپنا غلام بنا کر رکھوں گی۔"

"آپ اس سے عاقل نہ رہیں۔ اس کے دماغ میں جاتی رہیں۔ جیسے ہی وہ ہوش میں آئے۔ اس پر تو یہی عمل شروع کر دیں۔"

"میں یہی عمل کروں گی۔ یہاں فرش پر لوہو پھیلا ہوا ہے اسے صاف کرو۔ لاش کو کسی پلاسٹک کے پھیلے میں لپیٹ کر یہاں سے لے جاؤ۔ کارڈ کی ڈی میں چھپا کر شہر سے دور کسی ویرانے میں جاؤ اور اسے پھینک کر پلے آؤ۔"

وہ بولی کو ہدایات بلکہ حکموں کو ہدایاں سے اپنے بندہ دوم میں آگئی۔ بولی اگرچہ ختانی میں اس کا یار رہن جاتا تھا لیکن عام حالات میں اس کا غلام بنا رہتا تھا کیونکہ اس کے سر میں بھی غلامی کی کیل پیوست کر دی گئی تھی۔

الپا کے چار خاص ماتحتوں نے پارس کو ایک خفیہ اڈے میں لا کر اسے آہنی سلاخوں کے پیچھے قید کر دیا تھا۔ الپا نے ان چاروں کو سختی سے تاکید کی تھی کہ جب وہ ہوش میں آئے گے تو کوئی اس کے قریب نہ بولے۔ کوئی اپنی آواز نہ سنائے۔ ورنہ وہ شیطان ان کی کھوپڑیوں میں پہنچ کر وہاں سے رہائی حاصل کر لے گا۔

ان چاروں نے اسے آہنی سلاخوں کے پیچھے قید کرتے وقت آپس میں گفتگو کی تھی۔ یہ اچھی طرح یقین کر لیا تھا کہ وہ بے ہوش ہے۔ وہ یہ طے کر رہے تھے کہ دو دو کی تعداد میں وہاں ڈیوٹی دیں گے دو دن کے وقت وہاں کو گنگے بن کر رہیں گے اور دو رات کو آکر جاگتے رہیں گے۔

الپا پہلے پارس کے دماغ میں گئی۔ اسے بے ہوش پاکر

اپنے چاروں ماتحتوں کے خیالات پڑھے پھر ان سے کہا ”میں یہاں آتی رہوں گی۔ تم میں سے کسی کو اپنے فرض سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔“

بولی دو گھنٹے بعد لاش کو ٹھکانے لگا کر واپس آگیا۔ الپا نے کہا ”میں کئی بار پارس کے دماغ میں جا چکی ہوں۔ وہ بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ اتنی طویل بے ہوشی سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔“

”آپ نے اس کے دماغ کو زلزلے کے شدید جھٹکے پہنچائے ہیں۔ وہ دماغی طور پر آدھا مر چکا ہے۔ ایسا نہ ہو وہ آدھا باگل ہو جائے۔“

”میں نے تین بار اتنی بے رحمی سے جھٹکے پہنچائے ہیں کہ دوسرا کوئی ہوتا تو سری جاتا۔“

”اس کی طویل بے ہوشی کی وجہ آپ کی بے رحمی ہے۔“

وہ فاتحانہ انداز میں مسکرائی اور خیال خوانی کرتی ہوئی پارس کے اندر پہنچی۔ اس کے دماغ میں کمزور سی سوچ کی لہرں ابھر رہی تھیں۔ الپا نے واپس آکر کہا ”بھئی! وہ ہوش میں آ رہا ہے۔ تم مجھے مخاطب نہ کرنا۔ میں اس کے اندر مصروف رہوں گی۔“

وہ پھر پارس کے پاس آگئی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ ذرا دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں خود کو ایک قید خانے کے فرش پر پڑا پایا۔ اس نے سر جھکا کر دیکھا ”آہنی سلاخوں کے اس پار کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کی سوچ نے کہا ”مجھے قید کیا گیا ہے۔“

الپا نے کہا ”بڑے خوش نصیب ہو۔ ساری عمر میرے قیدی بن کر رہو گے۔“

وہ اٹھنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا ”لیٹے رہو۔ ورنہ پھر زلزلے کے جھٹکے پہنچاؤں گی۔“

وہ لیٹتے ہوئے بولا ”سمجھ گیا۔ مجھ پر توحی عمل کر دی۔“

”تمہیں غلام بنائے رکھنے کی خواہش برسوں سے تھی۔ وہ خواہش آج پوری کر دی گئی۔“

”میرے پیپا کو، میری سونیا ماما کو معلوم ہو گا تو تم اپنی خواہشوں کے ساتھ فنا ہو جاؤ گی۔“

”میں تمہارے دماغ کو لاک کروں گی، کوئی تمہارے اندر پہنچ سکے گا نہ یہ معلوم کر سکے گا کہ میں نے تمہیں قیدی بنایا ہے۔ یہ بھی جانتی ہوں کہ روحانی ٹیلی پیٹھی جاننے والے ہمیشہ تم لوگوں کے کام نہیں آتے ہیں پھر جبکہ رابن نے میرے دماغ پر ایسا عمل کیا ہے کہ روحانی ٹیلی پیٹھی جاننے والے بھی میرے اندر نہیں پہنچ سکیں گے۔“

پارس نے جواب نہیں دیا۔ خاموش رہا۔ الپا نے کہا

”تمہارا دماغ بہت کمزور ہو چکا ہے۔ تمہیں سو جانا چاہیے۔ تم سو رہے ہو۔ تمہیں نیند آ رہی ہے۔“

وہ خیال خوانی کے ذریعے اسے تھک تھک کر سلاتے گئی۔ اس کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ گہری نیند میں ڈوب گیا۔

وہ بڑے اطمینان اور بڑے اعتماد سے اس پر عمل کرنے لگی۔

میں بیجنگ کے فوجی ہوائی اڈے پر تھا۔ میرے ساتھ آرمی کے اعلیٰ افسران تھے۔ اس ہیلی کاپٹر کو وہاں اتارا جا رہا تھا، جس میں ملٹی وائر آفریدی اور علی فاتحانہ شان سے آئے تھے۔ ان تینوں کی آمد کو راز میں رکھا گیا تھا۔ ہم سب یہ جانتے تھے کہ دشمن کے جاسوس پورے شہر میں اور حکومت کے اہم شعبوں میں چھپے رہتے ہیں۔ ان دونوں تمام دشمن سراغ رساؤں کی صرف یہی کوشش تھی کہ کسی طرح بھی وہ مائیکرو فلم حاصل کر لی جائے۔

وہ ہیلی کاپٹر ایک ہیلی پیڈر اتر گیا۔ اس کا سلائیڈنگ دو واڑہ نکلا۔ سب سے پہلے ملٹی وائر آفریدی سے وی (۷) یعنی فوج مندی کا نشان بنائی ہوئی باہر آئی۔ اس کے پیچھے وائر آفریدی اور علی باہر آئے۔ میں نے آگے بڑھ کر علی کو گلے لگایا۔ ہم دونوں کے سینے ملے ہوئے تھے۔ علی نے جو تعویذ گلے میں پہنا ہوا تھا، وہ ہم دونوں کے دلوں کی دھڑکنوں کے درمیان محسوس ہو رہا تھا۔

جناب تیرہویں نے بہت پہلے ہی ہدایت کی تھی کہ مائیکرو فلم ایک تعویذ کے خول میں رہے گی اور وہ تعویذ علی کے گلے میں رہا کرے گا۔ ان کی ہدایت کے مطابق وہ تعویذ علی نے پہن رکھا تھا۔ یعنی وہ مائیکرو فلم ابتدا سے علی ہی کے پاس تھی۔

آرمی کے اعلیٰ افسران ان تینوں سے مصافحہ کر رہے تھے اور دل کھول کر ان کی تعریفیں کر رہے تھے۔ بے شک دشمن انہوں نے ایک نہایت ہی حیرت انگیز، غیر معمولی کارنامہ انجام دیا تھا۔ برف پوش پہاڑوں کی انتہائی بلندی پر جہاں زندہ رہنے کی سورتیں میسر نہیں تھیں۔ ان کے لیے راشن نہیں پہنچایا گیا تھا۔ ہیلی کاپٹر اور مساح فوج نہیں پہنچائی گئی تھی۔ وہاں انہوں نے دشمنوں سے جم کر مقابلہ کیا تھا پھر انہیں نیست و نابود کرنے کے بعد فاتح کی شان سے آئے تھے۔

وہ تمام افسران اس بات پر بھی فخر کر رہے تھے کہ علی اور وائر آفریدی کے ساتھ ان کے گلے سے تعلق رکھنے والی ایک لڑکی مائٹھی نے بھی بلند حوصلے اور بے مثال جرات کا ثبوت دیا ہے۔ ہم سب فوجی گاڑیوں میں بیٹھ کر اہیڈ کوارٹری طرف روانہ ہو گئے۔

میں بیان کر چکا ہوں کہ میرے ساتھ جناب عبداللہ واسطی اور ایک ٹیلی پیٹھی جاننے والا ذہین سراغ رساں احمد زہیری آئے ہوئے تھے۔ وہ مجھ سے الگ مختلف رہائش گاہوں میں تھے اور اپنے اپنے طور پر اہم معاملات میں مصروف رہا کرتے تھے۔

ہم کسی تحریری معاہدے کے بغیر حکومت چین سے اور چینی عوام سے ایسی دوستی کا ثبوت دے رہے تھے، جو ان کی بہترین توقعات سے بڑھ چڑھ کر تھی۔ اس کے عوض ہم نے صرف ایک مطالبہ کیا تھا اور وہ یہ کہ ہم جمہوریہ چین میں با صاحب کے ادارے کی ایک شاخ قائم کرنا چاہتے ہیں۔

بھلا انہیں کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ انہوں نے بڑی خوشی سے اجازت دی۔ اعلیٰ حکام نے متفقہ طور پر کہا ”چنانچہ شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک پھیلا ہوا ہے۔ آپ جہاں چاہیں وہاں سیکڑوں کلومیٹر کے رقبے پر بابا صاحب کا ادارہ تعمیر کر سکتے ہیں۔“

جناب عبداللہ واسطی نے بیجنگ شہر سے پینیس کلومیٹر دور بابا صاحب کے ادارے کے لیے تین کلومیٹر زمین پسند کی۔ جو حکومت کی طرف سے فوراً ہی ادارے کے لیے وقف کر دی گئی۔ اب جناب عبداللہ واسطی اس وقف کردہ زمین پر احاطے کی چار دیواری تعمیر کر رہے تھے۔

وہاں ہم تین ٹیلی پیٹھی جاننے والے تھے۔ اب علی بھی پہنچ گیا تھا۔ ہم چاروں کے علاوہ ہمارے کئی خیال خوانی کرنے والے سراغ رساں وہاں ہماری ہدایات پر عمل کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ میں نے انہیں ہدایات دی تھیں کہ وہ وہاں کے مختلف شعبوں کے اہم عہدے داروں کے دماغوں میں جا رہے ہیں۔ بیرونی ممالک کے کئی ڈاکٹر، انجینئر اور بین الاقوامی پریس سے تعلق رکھنے والے وہاں کے مختلف شعبوں میں اپنی خدمات انجام دینے کے لیے موجود رہتے تھے۔ ان میں جاسوس بھی تھے، جن کی شناخت مشکل تھی ہمارے ٹیلی پیٹھی جاننے والے ایک ایک کے دماغ میں جاتے جاتے اصلیت چھپانے والے جاسوسوں کے دماغوں تک بھی پہنچ سکتے تھے۔

ہمارے سراغ رساؤں کی فرض شناسی کے باعث کئی شعبوں میں کتنے ہی جاسوس نظروں میں آنے لگے۔ میں انہیں چینی حکام کے سامنے بے نقاب کرنے لگا۔ جن ملکوں سے وہ تعلق رکھتے تھے، ان ملکوں سے سفارتی تعلق بحال رکھنے کے لیے ان جاسوسوں کو ملک بدر کیا گیا اور آئندہ جمہوریہ چین میں ان کا داخلہ منع قرار دیا گیا۔ ایسے جاسوس بھی تھے جو بے نقاب ہونے کے بعد فرار ہو کر روپوش رہنے کی کوششیں کرتے رہے۔ یہ سمجھتے رہے کہ

ان کے اپنے ٹیلی پیٹھی جاننے والے ان کی مدد کریں گے لیکن ہمارے ٹیلی پیٹھی جاننے والے بے شمار تھے ان کے دو چار تھے۔ وہ بیک وقت سب ہی کی مدد نہیں کر سکتے تھے۔ لہذا وہ ہمارے لوگوں کا ہاتھ مارے جاتے رہے۔

دراصل دشمن ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کی خاص توجہ مائیکرو فلم پر تھی۔ تین ٹیلی پیٹھی جاننے والے آرمی ہیڈ کوارٹر کے تین اعلیٰ افسروں کو روپ کر چکے تھے۔ انہیں اپنا معمول اور تابع بھی بنا چکے تھے۔ یہ بات میں جانتا تھا لیکن نجان بن کر آئندہ ہونے والے تماشے کا انتظار کرتے لگا۔

وہ دشمن خیال خوانی کرنے والے برف پوش پہاڑوں میں بری طرح کام رہے تھے۔ اس کے باوجود مایوس نہیں تھے۔ وہ تین اعلیٰ افسروں کے دماغوں میں رہ کر معلوم کر چکے تھے کہ ایک مائیکرو فلم طیارے کا پائلٹ کے ذریعے آرمی ہیڈ کوارٹر پہنچا دی گئی ہے۔ یہ طیارے کا پائلٹ بھی نہیں جانتا تھا کہ اس فلم کو اس کی رسد و اچ میں چھپایا گیا تھا۔ میں نے وہ فلم رسد و اچ سے نکال کر آرمی کے سب سے اعلیٰ افسر کے حوالے کی تھی۔

ایک ماتحت افسر اس اعلیٰ افسر کا معتد خاص تھا۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ ایک دشمن خیال خوانی کرنے والا اسے اپنا معمول اور محکم بنا چکا ہے۔ آرمی ہیڈ کوارٹر کے ایک حصے میں ایک ریکارڈ روم تھا، جہاں فوج کے صرف چند افسران ہی اپنی مکمل شناخت پیش کرنے کے بعد جا سکتے تھے۔ اس مائیکرو فلم کو وہاں کے ایک آہنی سیف میں رکھا گیا تھا۔

دشمنوں کو اس بات کا علم تھا اور انہوں نے وائر آفریدی کے خیالات بڑھ کر یہ معلوم کیا تھا کہ ایک مائیکرو فلم اس کے پاس بھی ہے۔ انہوں نے یہ رائے قائم کی کہ دو مائیکرو فلموں میں سے ایک اصلی ہے اور دوسری ملٹی یا دونوں ہی اصلی ہیں، ایک میں ژانفامر مشین کا حصہ اول اور دوسری میں حصہ دوم ہے۔ انہوں نے یہ سمجھتے ہوئے برف پوش پہاڑوں کے جان یوا علاقوں میں ملٹی آفریدی اور علی کو گھیر کر اس فلم کو چھین لیتا چاہا تھا۔ اس کوشش میں ان کے اپنے ہی آدمی جان سے گئے تھے۔

دشمن ٹیلی پیٹھی جاننے والے اعلیٰ افسروں کے دماغوں میں رہ کر یہ معلوم کر چکے تھے کہ اس مائیکرو فلم میں ژانفامر مشین کا نقشہ ہے پھر الپا نے بھی امریکی اکابرین کو یہ بتایا تھا کہ ژانفامر مشین کا نقشہ چین پہنچایا جا رہا ہے۔ ان معلومات کے حوالے سے سب نے یہ طے کیا تھا کہ چین میں ژانفامر مشین بننے نہیں دیں گے۔

میرے ساتھ آنے والا سراغ رساں احمد زہیری ایک الگ رہائش گاہ میں تھا۔ اس نے عارضی طور پر وہ رہائش گاہ

چھوڑ دی تھی۔ وہاں کے ایک معروف ہوٹل کا ایک کمرہ اپنے لیے رہزور کر لیا تھا اور اس ہوٹل میں رہنے لگا تھا۔ وہاں غیر ملکی سیاح اور سیاست داں آتے رہتے تھے۔ احمد زہیری اس ہوٹل میں رہ کر ان کے خیالات پڑھتا رہتا تھا۔ یہ معلوم کرتا رہتا تھا کہ ان میں سے کتنے واقعی سیاح اور سیاست داں ہیں اور کتنے بھوپے جاسوس ہیں؟ جاسوس اتاری نہیں ہوتے۔ ٹیلی فنی نہ جاننے کے باوجود دوسروں کے چوں کے تاثرات سے اور حرکات و سکنات سے بہت کچھ معلوم کر لیتے ہیں۔ باہر سے آنے والے دو سراغ رساںوں نے احمد زہیری کو آواز لیا تھا۔

احمد زہیری کسی سے دوستی کرتا تھا نہ کسی سے مخاطب ہوتا تھا۔ الگ تھلک رہ کر دوسروں کو ٹوٹتی ہوئی نظروں سے دیکھتا تھا یا کسی کے قریب سے گزرتے ہوئے اس کی آواز اور لہجہ سن کر اس کے دماغ میں چیخے چلا کر آتا تھا۔ اس کے الگ تھلک رہنے اور دور سے ٹوٹتی ہوئی نظروں سے دیکھنے کے انداز نے دو سراغ رساںوں کو اس کی طرف متوجہ کیا تھا۔ ایک سراغ رساں نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا ”میں نے کاؤنٹر سے معلوم کیا ہے اس کا نام احمد زہیری ہے۔ یہ اپنے چہرے اور قد و قامت سے چینی نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں میں سے ہوگا جو بابا صاحب کے ادارے سے میاں آئے ہیں۔“

ساتھی نے کہا ”پھر تو یہ ٹیلی فنی بھی جانتا ہوگا۔“ ”یقیناً جانتا ہے۔ اسے میاں سے دیکھو وہ لاؤنج میں بیٹھا ہے۔ خلا میں اس طرح سے تنک رہا ہے جیسے خیال خوانی کے ذریعے کہیں پہنچا ہوا ہو۔“ ”اگر ایسا ہے تو وہ ہمارے دماغوں میں بھی پہنچا ہوا ہوگا۔“

”کیا تم نے اس کا سامنا کیا تھا؟ اس سے گفتگو کی تھی؟“ ”نہیں، میں اس سے دور ہی دور رہتا آیا ہوں۔ تم بتاؤ؟ کیا تمہارا اور اس کا سامنا ہوا ہے؟“

”ہاں۔ میں اس سے مل چکا ہوں۔ مجھے ایسا نہیں لگتا کہ وہ میرے دماغ میں آتا ہوگا۔ میں نے دل ہی دل میں اسے گالیاں دی ہیں۔ اس کے خلاف سوچتا رہا ہوں۔ وہ گالیاں سن کر ضرور ٹیلی فنی سے ذریعے مصیبت بن جاتا لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“

”یار! غلامیں کتنے رہنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ خیال خوانی کی جاری ہے۔ شاعر، ادیب، فلاسفہ وغیرہ کہیں ایک طرف خاموشی سے دیکھتے ہوئے خیالات میں ڈھبے رہتے ہیں۔“

”وہ دونوں بار کے ایک گدھے میں بیٹھے ہوئے تھے وہاں

سے لاؤنج کا وہ حصہ نظر آ رہا تھا جہاں احمد زہیری ایک صوفے پر آرام سے بیٹھا خلا میں تنکا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ ایک نے کہا ”وہ جاسوس ہونے کے علاوہ شاعر اور فلاسفی بھی ہوگا ہے لیکن اس کے انداز سے یہی شبہ ہوتا ہے کہ خیال خوانی میں معروف ہے۔“

”ہمیں بتایا گیا ہے کہ کسی ٹیلی فنی جتنی جاننے والے کو زخمی کیا جائے تو وہ خیال خوانی کی پروا دہ کرنے کے قابل نہیں رہتا۔“

”ارادہ کیا ہے؟ کیا اسے زخمی کرنا چاہتے ہو؟“

”ایسے بھرے پرے ہوٹل میں اس پر حملہ نہیں کر جاسکتا۔ ہمارا مقصد ہے اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کرنا۔ جب وہ کمزور ہوگا، اپنے کمرے میں تنہا رہے گا تو ہم وہاں جا کر اس سے حقیقت اگوا سکیں گے۔“

اس نے اپنی جیب سے ایک شیشی نکالی۔ اسے دکھاتا ہوئے کہا ”اس میں خواب آور گولیاں ہیں۔“

ساتھی نے اس شیشی کو دیکھتے ہوئے کہا ”ہوں! لیکن گولیاں اس کے حلق سے کیسے اتاری جائیں گی؟“

”جب وہ اپنے کمرے میں جائے گا۔ چائے یا کافی؟ آرڈر دے گا۔ تب ہم اس میں یہ گولیاں حل کر دیں گے۔“

اس وقت ایک انگریز حینہ احمد زہیری کے پاس آکر بزمی تھی اور اس سے باتیں کرنے لگی تھی۔ زہیری نے ایک ویٹر کو بلا کر کافی کا آرڈر دیا۔ ویٹر حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔

ایک جاسوس نے کہا ”وہ دیکھو اس نے چائے، کافی یا صوفے ڈرنک کا آرڈر دیا ہے۔ ہماری بات بن سکے گی۔“

دوسرے ساتھی نے اسی ویٹر کو بلا کر ایک گلاس پانی اور دو کپ کافی کا آرڈر دیا۔ احمد زہیری کے بارے میں وہ کمزور شبہ کر رہے تھے۔ جبکہ شبہ درست تھا۔ احمد زہیری نے ان کے خیالات پڑھنے کے بعد اپنے دو ٹیلی فنی جتنی جاننے والے سراغ رساںوں کو ان دونوں کے اندر پہنچا دیا تھا۔

ویٹران کے سامنے دو گلاس پانی اور دو کپ کافی رکھا چلا گیا۔ ایک نے شیشی کھول کر کچھ گولیاں نکالیں۔ انہیں اپنے ساتھی کو دیتے ہوئے کہا ”پہلے ہمیں آزمائنا چاہیے کہ گولیاں اثر رکھتی ہیں یا نہیں؟ یہ دیکھو، میں کچھ گولیاں نگل رہا ہوں۔ تم بھی ایسا ہی کرو۔“

وہ دونوں ایک ایک گلاس اٹھا کر پانی کے ساتھ ایک ایک گولی نگلے۔ اس طرح انہوں نے چھ کپ گولیاں حلق سے نیچے اتار لیں پھر کافی پینے لگے۔ ایک نے ”گولیاں نے اثر نہیں کیا ہے۔ کچھ گولیاں میں آدی مر ہے۔ ہمیں توینہ بھی نہیں آ رہی ہے۔“

”خواب آور گولیاں کھٹے یا ادھ کھٹے بعد اثر دے گا۔“

”جیہاں گولیاں کا اثر جلدی ہوتا ہے۔ ہمارے ملک کی طرح یہاں بھی گولی دوائیں ملتی ہیں۔“

”یہ جین ہے۔ یہاں کوئی بھی گولی دوائیں نہیں ملتا ہے۔ چلو یہ جین ہے۔ یہاں کوئی بھی گولی دوائیں نہیں ملتا ہے۔“

اور ایک ایک گولی کھا کر آزمائے ہیں۔ انہوں نے کافی کے ساتھ گولیاں نگل لیں۔ ادھر وہ انگریز عورت اور احمد زہیری ایک دوسرے سے متعارف ہو چکے تھے۔ اس نے بتایا کہ اس کا نام جو زمین ہے اور وہ برطانیہ سے آئی ہے۔

زہیری نے پوچھا ”کیا تمہاری؟“ ”ہاں۔ تمہاری ہو اور تمہارا زندگی گزار رہی ہوں۔ میں اپنی زندگی نیتالیس برس گزار چکی ہوں مگر اب تک شادی نہیں کی ہے۔“

”کیا مرد ذات سے نفرت ہے؟“ ”میں کسی سے نفرت نہیں کرتی۔ دوستی کرتی ہوں۔ صرف دوستی۔ کسی کو اپنا ہاتھ پکڑنے کا موقع نہیں دیتی۔“

”جھوٹ بول رہی ہو۔“

اس نے جیت سے دیکھا پھر مسرت سے کہا ”تم بہت شہر ہو۔ تمہاری ایک بات کے دو معنی ہوتے ہیں اور میں ایک ہی معنی میں الجھ کر رہ جاتی ہوں۔ تمہاری حرکتیں بھی الجھا دیتی ہیں۔“

”میری کس حرکت نے تمہیں الجھایا ہے؟“ ”تم تنہا بیٹھ کر ایک ہی طرف کھتے رہتے ہو۔ کیا خیال خوانی کرتے ہو؟ ٹیلی فنی جتنی جانتے ہو؟“

”آہ ٹیلی فنی۔ یہ علم کھینے کے لیے میں نے بہت بڑی قربانی دی مگر انفس پھر بھی نہ سیکھ سکا۔“

”تم نے کون سی بڑی قربانی دی ہے؟“ ”اپنی ان دو آنکھوں کو قربان کیا ہے۔ ٹیلی فنی جتنی کھینے کے لیے شمع کی لو کو دن رات تنکا رہا۔ میرے بزرگ مجھے منع کرتے رہے لیکن میں دو برس تک شمع کی لو کو دیکھتے دیکھتے اندھا ہو گیا۔ آہ!“

”تم اندھے ہو گئے؟ مگر تم تو دیکھ رہے ہو۔“ ”یہ میری اپنی آنکھیں نہیں ہیں۔ کسی مرنے والے نے عطیے کے طور پر دی تھیں۔ خدا اسے عارت کرے۔ آمین بولو۔“

”ارے! جس نے تم پر اتنا بڑا احسان کیا۔ تمہیں اپنی آنکھوں کی روشنی دے۔ اسے تم بہت دعا دے رہے ہو؟“ ”وہ اسی قاتل ہے۔ تم نہیں جانتیں وہ پکا بد معاش تھا۔ مجھے گندے گندے خواب آتے ہیں۔ میں بہت پریشان رہتا ہوں۔“

”خواب آنکھوں سے نہیں دیکھے جاتے۔ خواب دیکھتے وقت آنکھیں بند رہتی ہیں۔“

”مگر میری آنکھیں بند نہیں رہتیں۔ میں اس عطیہ دینے والے کی ان کھلی آنکھوں سے دیکھتا رہتا ہوں۔ اب بھی دیکھ رہا ہوں۔“

”تم کیا دیکھتے رہتے ہو؟“ ”میری کہ مریضوں کے لباس میں نظر آتے ہیں۔ عورتوں کا لباس نظر نہیں آتا۔“

”کیا؟ اس کا مطلب کیا ہوا؟“ ”میری کہ تمہارا لباس نظر نہیں آ رہا ہے۔“

وہ فوراً ہی سٹ مکی۔ اپنے سینے پر ہاتھوں کی قبضی بنا کر بولی ”نہیں۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ ساری دنیا دیکھ رہی ہے میرے بدن پر لباس ہے۔“

”ساری دنیا دیکھ رہی ہے مگر اس مرنے والے بد معاش کی آنکھیں لباس نہیں دیکھ رہی ہیں۔ مجھ جیسے شریف آدمی کو بد معاش بتا رہی ہیں۔“

”دیکھو۔ تم پہلے بھی مذاق کر رہے تھے۔ اب بھی کر رہے“

دیو قاتل

دیو قاتل

دیو قاتل

دیو قاتل

دیو قاتل

دیو قاتل

دیو قاتل

دیو قاتل

47

411

53

100

آری ہے۔

کرشمہ نے غصے سے کہا ”تم بار بار میری ماں کو بوڑھی کیوں کہہ رہے ہو؟“

پورس نے کہا ”مجھے غصہ دکھائی ہو اور خود ماں کہہ کر بیسوا ظاہر کر رہی ہو۔ تمہارا فرض ہے کہ ماں کو صرف سسر نہ کو چھوٹی سسر کو اور ماں تمہیں دیدی یعنی بڑی بہن کے گی تو تم سے بھی کم عمر ہو جائے گی۔“

کرشمہ نے گھور کر اسے دیکھا پھر کہا ”تم اپنی بکواس بند نہیں کر سکتے؟ خاموش نہیں رہ سکتے؟“ پھر اس نے ماں سے کہا ”تمہیں عشق کرنے کے لیے کوئی اور نہیں ملا؟ جوان ہوتے ہی ایک گدھے سے دل لگا رہی ہو۔“

پورس نے کہا ”عشق کا میاب ہو گا تو گدھے کو تمہارا باپ بنا دیں گی۔“

”یوٹ اپ اب اگر تم نے کچھ کہا تو کار روک کر تمہاری پٹائی کروں گی۔“

پورس خاموش ہو گیا۔ کار تیز رفتاری سے چلتی رہی وہ خاموش ہی رہا۔ دیسے وہ شرارت سے باز نہیں آ سکتا تھا۔ عقب نما آئینے میں پیچھے بیٹھی ہوئی جتنا کو پار بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔ کبھی کبھی آئیں بھرنے لگا۔ جتنا کبھی شرابی تھی۔ کبھی مسکرا رہی تھی۔ پورس نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اشارے سے سمجھایا کہ اس سے کچھ بولنا چاہتا ہے۔

جتنا نے انگلی سیٹ کی طرف جھک کر کہا ”میں سمجھ رہی ہوں، تم دل کی بات کہنا چاہتے ہو پھر شرابیوں رہے ہو؟ خاموش کیوں ہو؟ منہ سے بولو۔“

”میں منہ سے ہی بولتا ہوں مگر تمہاری دیدی نے خاموش رہنے کا حکم دیا ہے۔“

”کرشمہ! یہ تمہارے جوڑ کرانے سے ڈر گیا ہے۔ اس سے کو بچھ سے باتیں کرے۔“

وہ بولی ”یہ تم سے باتیں کر سکتا ہے مجھ سے بولے گا تو منہ توڑ دوں گی۔“

جتنا نے پورس سے کہا ”شہباز! تم میری طرف منہ کر کے بولو۔“

”تمام راستے تمہاری طرف منہ کروں گا تو کھوا پیچنے تک گردن کھوم چکی ہوگی۔ منہ پینے کی طرف اور گردن پیٹ کی طرف ہو جائے گی۔ میں تمہا شین جاؤں گا۔ پورے ہندوستان سے لوگ مجھے دیکھنے آئیں گے۔“

جتنا نے کہا ”تم بہت زندہ دل ہو۔“ وہ کرشمہ کو دیکھ کر بولا ”ساٹنے حسن ہو۔ روٹنے والی

حسین ادا نہیں ہوں تو زندہ رہی آئی جاتی ہے۔“

کرشمہ نے اسے کن انکھیں سے دیکھا پھر بے رخی سے ڈرائیو کرتی رہی۔ جتنا نے پوچھا ”تمہیں روٹنے والی ادا نہیں پسند ہیں؟ کیا میں تم سے روٹھ جاؤں؟“

وہ بولا ”ایک ہی روٹنے والی کافی ہے تم روٹھنا چاہو گی تو چہرے پر جھریاں پڑ جائیں گی۔ عمر ظاہر ہو جائے گی۔“

وہ جینپ کر بولی ”تم بار بار میرے بیسوا کے والی بات کیوں کرتے ہو؟“

”تمہیں احساس دلاتا ہوں۔ تاکہ تم جلد سے جلد عمل طور پر جوان ہونے کی تدبیر کرو۔“

”تدبیر ہے۔ میں چالیس دنوں کے بعد پوری طرح جوان ہو کر دکھاؤں گی۔“

”چالیس برسوں کے بعد میں بوڑھا ہو جاؤں گا۔ تم چالیس برسوں کے ہو کر کیا کرو گی؟“

”میں چالیس دن کہہ رہی ہوں۔“

”انتظار کی گھڑیوں میں ایک دن ایک برس کے برابر ہوتا ہے۔ کوئی بات نہیں، اگر چالیس دنوں تک اسی طرح سمجھ رہی ہے۔“

میرے پردوں میں گلاب کھتا رہے گا تو میری جوانی کو آرام آتا رہے گا۔“

کرشمہ اس کے بازو میں بیٹھی ہوئی تھی۔ یعنی اس کے پردوں میں تھی۔ اس اشارے کو سمجھ رہی تھی۔ وہ سرک کے کنارے گا روک کر بولی ”کیا تم مجھے تو سمجھتے ہو؟“

”تم بولو گی تب بھی نہیں سمجھوں گا۔“

جتنا نے پوچھا ”تم نے گاڑی کیوں روک دی؟“

وہ بولی ”سسر! تم سمجھ نہیں پاری ہو۔ یہ بات تم سے کہہ رہا ہے۔“

کرشمہ نے ایک بارگی کار روک کر کہا ”یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟“

وہ بولی ”کرشمہ! تم نے پوچھا! ماں! تمہارا دماغ تو جتنا نے کہا ”کیسی فضول باتیں کر رہی ہو؟ یہ تم سے“

قرٹ کیسے کرے گا؟ میں تو اسے تمہارا باپ بنانے والی ہوں۔“

پورس نے کہا ”ابھی میری باپ بننے کی عمر نہیں ہوئی ہے۔ بوڑھی سے جوان بننے کا یہی نقصان ہے۔ عقل جوان نہیں ہوتی۔ تم بیٹی سے عقل کی بات نہیں کر رہی ہو۔“

”بے عقلی کی کیا بات کر رہی ہو؟“

”تم مجھے عاشق بننے کی زندگی نہیں دے رہی ہو۔ عقل مند ی یہ ہے کہ پہلے میں جوان پردوں سے عشق کروں۔“

”دیکھو۔ یہ مجھے پردوں کہہ رہا ہے۔“

جتنا نے کہا ”تم پردوں کیسے ہو گئیں؟ کیا اس کے پردوں

میں رہتی ہو؟ خواہ بے چارے سے جھگڑا کر رہی ہو۔ گوا

چنے میں دیر ہو رہی ہے۔ گاڑی چلاؤ۔“

اس نے پورس کو غصے سے دیکھا پھر کار اشارت کر کے ڈرائیو کرنے لگی۔ اس وقت موبائل فون سے بڑی آواز ابھری۔ کرشمہ نے اسے آن کر کے کان سے لگایا پھر دوسری طرف کی بات سن کر کہا ”ہاں بھیا! ہم آ رہے ہیں۔“

اس نے پھر دوسری طرف سے اپنے بھائی جسونت پال کی باتیں سنیں پھر کہا ”ہاں! ہمیں پیچھے میں اس لیے دیر ہو رہی ہے کہ ایک مصیبت ہمارے ساتھ چھپی ہوئی ہے۔“

جسونت پال نے کہا ”تم لوگوں کے ساتھ مصیبت ہے تو فون پر مجھے بتانا چاہیے۔ قلم جلدی بتاؤ کیسی مصیبت ہے؟“

”تمہیں اسے پوچھو۔ میں اس مصیبت کا نام لینا بھی پسند نہیں کرتی۔“

کرشمہ نے جتنا کی طرف فون بڑھایا۔ وہ فون لے کر کان سے لگا کر بولی ”بیٹے! کوئی مصیبت نہیں ہے۔ کرشمہ ابھی بیٹی ہے۔ میں شہباز سے پریم کر رہی ہوں اور یہ شہباز کو مصیبت

”نیک سمجھ رہی ہے۔ تمہاری عقل کو کیا ہو گیا ہے اس؟ ایک مسلمان کو ہمارا باپ بنانا چاہتی ہو۔“

”تم نہیں جانتے؟“ یہ بڑا گھو جواں ہے۔ اسے دیکھو گے

پورس نے جتنا کے دماغ میں گھس کر بات بدل دی۔ جتنا نے کہا ”باپ نہیں! میں اسے اپنا داماد اور تمہارا بہنوئی بنانے والی ہوں۔“

کرشمہ نے ایک بارگی کار روک کر کہا ”یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟“

وہ بولی ”کرشمہ! تم نے پوچھا! ماں! تمہارا دماغ تو جتنا نے کہا ”کیسی فضول باتیں کر رہی ہو؟ یہ تم سے“

قرٹ کیسے کرے گا؟ میں تو اسے تمہارا باپ بنانے والی ہوں۔“

پورس نے کہا ”ابھی میری باپ بننے کی عمر نہیں ہوئی ہے۔ بوڑھی سے جوان بننے کا یہی نقصان ہے۔ عقل جوان نہیں ہوتی۔ تم بیٹی سے عقل کی بات نہیں کر رہی ہو۔“

”بے عقلی کی کیا بات کر رہی ہو؟“

”تم مجھے عاشق بننے کی زندگی نہیں دے رہی ہو۔ عقل مند ی یہ ہے کہ پہلے میں جوان پردوں سے عشق کروں۔“

”دیکھو۔ یہ مجھے پردوں کہہ رہا ہے۔“

جتنا نے کہا ”تم پردوں کیسے ہو گئیں؟ کیا اس کے پردوں

میں رہتی ہو؟ خواہ بے چارے سے جھگڑا کر رہی ہو۔ گوا

چنے میں دیر ہو رہی ہے۔ گاڑی چلاؤ۔“

اس نے پورس کو غصے سے دیکھا پھر کار اشارت کر کے ڈرائیو کرنے لگی۔ اس وقت موبائل فون سے بڑی آواز ابھری۔ کرشمہ نے اسے آن کر کے کان سے لگایا پھر دوسری طرف کی بات سن کر کہا ”ہاں بھیا! ہم آ رہے ہیں۔“

اس نے پھر دوسری طرف سے اپنے بھائی جسونت پال کی باتیں سنیں پھر کہا ”ہاں! ہمیں پیچھے میں اس لیے دیر ہو رہی ہے کہ ایک مصیبت ہمارے ساتھ چھپی ہوئی ہے۔“

جسونت پال نے کہا ”تم لوگوں کے ساتھ مصیبت ہے تو فون پر مجھے بتانا چاہیے۔ قلم جلدی بتاؤ کیسی مصیبت ہے؟“

”تمہیں اسے پوچھو۔ میں اس مصیبت کا نام لینا بھی پسند نہیں کرتی۔“

کرشمہ نے جتنا کی طرف فون بڑھایا۔ وہ فون لے کر کان سے لگا کر بولی ”بیٹے! کوئی مصیبت نہیں ہے۔ کرشمہ ابھی بیٹی ہے۔ میں شہباز سے پریم کر رہی ہوں اور یہ شہباز کو مصیبت

”نیک سمجھ رہی ہے۔ تمہاری عقل کو کیا ہو گیا ہے اس؟ ایک مسلمان کو ہمارا باپ بنانا چاہتی ہو۔“

”تم نہیں جانتے؟“ یہ بڑا گھو جواں ہے۔ اسے دیکھو گے

پورس نے جتنا کے دماغ میں گھس کر بات بدل دی۔ جتنا نے کہا ”باپ نہیں! میں اسے اپنا داماد اور تمہارا بہنوئی بنانے والی ہوں۔“

کرشمہ نے ایک بارگی کار روک کر کہا ”یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟“

وہ بولی ”کرشمہ! تم نے پوچھا! ماں! تمہارا دماغ تو جتنا نے کہا ”کیسی فضول باتیں کر رہی ہو؟ یہ تم سے“

قرٹ کیسے کرے گا؟ میں تو اسے تمہارا باپ بنانے والی ہوں۔“

پورس نے کہا ”ابھی میری باپ بننے کی عمر نہیں ہوئی ہے۔ بوڑھی سے جوان بننے کا یہی نقصان ہے۔ عقل جوان نہیں ہوتی۔ تم بیٹی سے عقل کی بات نہیں کر رہی ہو۔“

”بے عقلی کی کیا بات کر رہی ہو؟“

”تم مجھے عاشق بننے کی زندگی نہیں دے رہی ہو۔ عقل مند ی یہ ہے کہ پہلے میں جوان پردوں سے عشق کروں۔“

”دیکھو۔ یہ مجھے پردوں کہہ رہا ہے۔“

جتنا نے کہا ”تم پردوں کیسے ہو گئیں؟ کیا اس کے پردوں

میں اسی کے لیے انتظار کر رہا ہوں۔ پتا نہیں کھپنا کے

اندر کیسی آتما سانی ہوئی ہے۔ وہ آتما خود کو مرکب ہے۔ وہ جو بھی ہے، خطرناک جادو کر ہے۔ تم ہی اس کے جادو کا توڑ کر سکتی ہو۔“

جسونت پال نے فون بند کر کے کھڑکی کی طرف دیکھا۔ کھڑکی کے اس پار کھپنا ایک ایڑی چہرہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے اس کمرے میں قید کیا گیا تھا۔ جسونت نے اس سے پوچھا ”تم نے سنا؟ میری ماں آ رہی ہے۔ وہ تمہارے اندر کا تمام کالا جادو نچوڑ کر رکھ دے گی۔“

کھپنا کرسی سے اٹھ کر بولی ”تو خود کو بڑا بھتی ماں کہتا تھا اور اب مجھ سے ڈرتا ہے۔ مجھے اس کمرے میں بند رکھتا ہے۔ مرکب کچھ ہے تو دور اندازہ کھول۔“

”میں تجھ سے نہیں ڈرتا۔ پتا نہیں تیرے اندر کون کھس آیا ہے۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ ایک لڑکی کے اندر کسی مرکب کی آتما ساکتی ہے۔ میری ماں آ کر اسے پہچان لے گی، اور ہمیشہ کے لیے اس کی پہچان مٹا دے گی۔“

جسونت پال نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ جسونت پال نے کہا ”میں تیری بہن کرشمہ کو دیکھا ہے۔ وہ حسین اور جوان ہے۔ حسن اور جوانی کو دیکھ کر تیرے منہ سے رال نکلتی ہے۔ بہن کو دیکھ کر نہیں نکلتی؟“

”بھئی بکواس کرنے سے تجھے کیا حاصل ہو گا؟“

”مجھے نہیں، تجھے تیری بہن حاصل ہوگی۔ جانتا ہے کیسے؟“

جسونت پال نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ جسونت پال نے کہا ”میں تیری بہن کو ہلاک کروں گا پھر اس کے جسم میں داخل ہو کر اسے نئی زندگی دوں گا۔ دوں گی۔ اس کے اندر رہ کر اسے تیرے بندہ روم میں لاؤں گا۔ لاؤں گی۔ میں ٹیلی ویشن کے ذریعے بھائی کا رشتہ بھلا دوں گا۔ دوں گا۔ دوں گی۔ یہ میں مرکب طرح کیوں بولنے لگتی ہوں؟“

”تمہارے اندر میرا دشمن ہے۔ تم سے بھی دشمنی کر رہا ہے اور میری بہن کو مار ڈالنے کی دھمکی دے رہا ہے۔“

”یہ دھمکی نہیں ہے۔ میں تیری بہن کو تیرے لیے اور تیری ماں کے لیے مصیبت بنا دوں گا۔ گا۔ گی۔ گی۔“

”جتنا بولنا چاہے، بولتی رہ۔ ایک کھٹے بعد تیری زبان بند ہو جائے گی۔“

”زبان بند ہونے سے پہلے ایک اور خاص بات بولوں گی۔ میں بولوں گا۔ ہاں بولوں گا میں خیال خانی کے ذریعے تیری بہن کے دماغ میں کیا تھا۔ وہاں ایک انجینی ٹیلی ویشن جانتے والا کہہ رہا تھا کہ تمہاری بہن پر عمل کرے گا۔“

کتابیات پہلی کیشنز

57

دیوتا

56

کتابیات پہلی کیشنز

57

دیوتا

اسے اپنی معمول اور کینہ بنالے گا۔ میں یہ بتا دوں کہ تمہاری ماں کا کالا جادو ٹیلی جیتھی جاننے والے کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ البتہ یہ دوسرا ٹیلی جیتھی جاننے والا کرشمہ کو بچا سکتا ہے۔“

جسوت نے کہا ”کلپنا! میں ایک ہی بات جانتا ہوں اور وہ یہ کہ تجھے ہر حال میں حاصل کروں گا۔ میرے راستے میں چاہے تیری ٹیلی جیتھی آنے یا کسی اجنبی کی۔“

”یعنی دو ٹیلی جیتھی جاننے والوں کے درمیان رہے گا؟“

ایک طرف تلوں اور ایک طرف کھائی ”سوچ لے میرے بھائی۔“

قید کیا گیا تھا۔ وہ کھڑکی سے نظر نہیں آ رہی تھی۔ جو نہ بھلا تو وہ فرش پر گر پڑتی۔
 آواز دی ”تم کہاں ہو؟ کھڑکی کے پاس آؤ۔“
 کھڑکی کے اندر خاموشی رہی۔ اس نے کہا ”کھڑکیا ہٹ گئی۔ اس کا داغ واقعی طور پر گہر ہو گیا۔“
 مہاشکتی ماں ماما ہی آئی ہیں۔ سامنے آؤ۔“
 ”وہ نہیں آئی۔“ جنم نے کہا ”میں وہ بھاک تو بچا چلا، بہت خطرناک ہے اگر اسے ملیں پتہ نہیں کے ذریعے
 مٹی؟“
 پورس نے کہا ”نہیں۔ وہ اندر ہے۔“
 کرشمہ نے گہور کر پوچھا ”تم کیسے جانتے ہو؟“
 ”محفل سے سمجھو وہ کمرے میں نہیں ہے۔“ جنم نے پوچھا ”ماں تمہیں کیا ہو گیا ہے؟“
 ”مطلب ہے، اس کے ٹائٹل جانے کا وقت ہے۔“ جنم نے کہا ”مجھے نہیں، اس لڑکی کے اندر جیسی ہوئی
 ”میں تو تم سے بول کر پتہ چنتا ہی ہوں۔“
 جنم نے پوچھا ”ماں! تم اسے کہاں سے پکڑا کیا عمل کروں گی۔ اس آتما کو بیشہ کے لیے ٹھنڈا کروں
 ہو؟“

نہیں دو گے۔“
 ”میں تمہیں ملے دوں گا۔“
 ”جسٹ بولتے ہو۔ تم کہہ چکے ہو کہ تم ایک مرد ہو۔
 میں اپنے منہ پر کے ساتھ ساک رات مناؤں گی تو تمہاری
 مردانگی تو محسوس ہونے لگی۔ تم اپنی آہو لٹے نہیں دو گے۔“
 ”ہاں یہ تو ہے۔ میں تمہیں منہ پر تو کیا، کبھی بھی مرد کے
 سامنے آنے نہیں دوں گا۔“
 ”اور تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے کام آؤں۔ دیے بھی
 تمہیں ملتی تھی کہ ذرا لمبے داغ پر حاوی ہو جائے۔“
 ”بات سامنے کی ہو گی تو ضرور مانوں گی۔ میرے مزاج کے
 خلاف کچھ منازدے تو جان دے دوں گی۔“
 ”معمولی سی بات ہے۔ تم جسوت کو خوش فہمی میں مبتلا
 کرو۔ اس کے بیڑ موم میں جاؤ۔“
 ”ہرگز نہیں۔“

ہیں۔ آپ کہا نہیں کہ بڑے گا تو اور لے آؤں گی۔
”جیسے یہ پسند نہیں ہے کہ میں بیٹھ کر کھانا رہوں اور تم
کھڑی رہو۔ میں صدمہ دے رہا ہوں بیٹھ جاؤ۔“
وہ ایک کرسی پر بیٹھ کر بولی ”آپ بہت اچھے ہیں۔ ممبئی
سے آتے وقت بڑا محزون آیا۔ آپ بڑی مائیکن کو بڑھائے کا
طعنہ دے رہے تھے مگر مائیکن کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ آپ
کی باتیں ان کے سر سے گزر رہی تھیں۔“
”تم سمجھ رہی تھیں۔ مجھے تم تو ان مائیں سے زیادہ
سمجھ دار ہو۔“

”مائیں جی سمجھ نہیں ہیں۔ وہ تو مائیکن کے سر پر جوانی کا
بھوت سوار ہے۔ آپ کے حلق میں آپ کے طعنوں کی پروا
نہیں کر رہی ہیں۔“
”اور کرشمہ؟“

”میں کرشمہ کی رازدار ہوں۔ وہ مجھ سے تنہائی میں کہہ
رہی تھی کہ آپ بہت چالاک ہیں۔ بیٹی کے قریب رہنے کے
لئے ماں کو قریب عشق دے رہے ہیں۔“
”رازدار ہو تو جتنا دانا۔ میرے بارے میں کرشمہ کی کیا
راے ہے؟“

”تم اتنے لمبے ترنگے سندر سندر بیہو ہو۔ پتا نہیں
تھیں دیکھ کر کتنی لڑکیاں آئیں بھرتی ہوں گی۔“
”میں کرشمہ کی آہیں سنا چاہتا ہوں۔“
”نہیں سن پاؤ گے وہ دل کی بات دل میں چپا کر رکھتی
ہے۔ ہمیں بس پونی غصہ دکھانی ہے۔“

”پدمنی! تم نے دل خوش کر دیا۔ اب تو میں پیر پھیلا کر
گھنٹوں سوتا رہوں گا۔“
وہ کھانا چھوڑ کر اٹھ گیا۔ پدمنی تھاں اٹھا کر بولی ”آپ
سے بھنی (تجا) ہے۔ آپ میری باتیں کرشمہ سے نہیں کریں
گے۔“

پورس نے وعدہ کیا۔ وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ پورس
واش روم میں آیا پھر وہیں کمرے میں آکر اس نے دوواڑے
کو اندر سے بند کیا پھر بستر پر لیٹ کر تھوڑی ہی دیر میں گہری
نید سو گیا۔

چار گھنٹے بعد آنکھ کھلی۔ رات ہو گئی تھی۔ وہ غسل وغیرہ
سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کرنے کے بعد انیکسی سے باہر
آیا۔ انیکسی اور کوٹھی کے درمیان باغیچے میں آرام وہ
کرسیاں اور میز رکھی ہوئی تھیں۔ جتنا اور جسونت
کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کرشمہ ایک جموے پر بڑے
کافرانہ انداز میں لیٹی ہوئی تھی۔ جموہ بہت آہستہ آہستہ اس

کی جوانی کو جھلار رہا تھا۔ پورس کو آتے دیکھ کر وہ اٹھ
گئی۔ اسے بڑی جاہت سے زیر لب مسکرا کر دیکھنے
پورس کے خوشی عمل کا رد عمل تھا۔ جتنا نے اپنی کمر
اٹھ کر کہا ”آؤ شہباز! ابھی میں تمہاری ہی باتیں کر رہی
تم تو کھوڑے بیچ کر سوتے رہے ہو۔“
وہ چور نظروں سے کرشمہ کو دیکھ کر بولا ”میں اتنی
نہیں چاہتا تھا مگر کوئی خواب میں آگئی تھی۔ میں اسے
میں بندے دیکھا رہا پھر اس نے کہا۔ آنکھیں کھولیں۔
میں بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔“

جتنا نے خوش ہو کر کہا ”ہاں۔ میں بڑی دیر سے
انتظار کر رہی ہوں۔ کرشمہ سے پوچھ لو۔“
پورس نے کہا ”پوچھنا کیا ہے۔ میرا دل کتا ہے
بھی اتنی ہی دیر سے انتظار کر رہی ہے۔“

جسونت نے کہا ”مشتر شہباز! میری بہن کبھی
انتظار نہیں کرتی۔ کبھی کسی کو فٹ نہیں دیتی۔“
”جسونت! گوئی بہن اپنے بھائی سے پوچھ کر کہی
نہیں دیتی۔ مشکل یہ ہے کہ لڑکی چھپ کر محبت کر
بزرگ برا بھلا کہتے ہیں۔ بلکہ صرف برا ہی کہتے ہیں
پوچھ کر کسی سے محبت کرے تو باپ اور بھائی کی
اجازت نہیں دیتی۔ ہائے یہ چار لڑکی کیا کرے؟“
جتنا نے کہا ”شہباز! تم بڑی جی اور کھری باتیں کر
مگر ہم ایسے نہیں ہیں۔ ہم نے کرشمہ کو آزادی دی۔
ہم نے چاہے اپنا جیون سنا سنا ہی بنا لے۔“

جسونت نے کہا ”ہم نے بچپن سے آج تک
کبھی کسی سن مانی نہ نہ روکا ہے نہ نہ توکا ہے۔“
پورس نے کہا ”تم ماں بیٹے کہتے فراخ دل ہو
چل جاتا ہے۔ کم آن کرشمہ! اپنے دل کی بات زبان
اپنی پسند بتاؤ۔“

کرشمہ نے پریشان ہو کر ماں کو اور بھائی کو دیکھ
کتے ہوئے پچھانے لگی۔ پورس اس کے اندر کچھ
سوچ رہی تھی کوئی دوسری بات شروع کر کے اس پر
دے گی لیکن پورس نے اس کے اندر تحریک پیدا کی
اختیار بول پڑی ”میں شہباز کو چاہتی ہوں۔“
HIM -

جتنا اور جسونت دونوں ہی کرسی سے اٹھ
ہو گئے۔ جتنا غصے سے بولی ”یہ کہتے ہوئے تھے
آری ہے۔ جسے میں تیرا باپ بنانا چاہتی ہوں۔“
بنانے کی بات کر رہی ہے۔ مجھے چلو بھائی میں

”چاہیے۔“
وہ پورس کی مرضی کے مطابق بولی ”ختم جسونت آتی
چاہیے۔ تمہاری عمر پچاس برس سے اوپر ہے اور پچیس برس
کے جوان کو پچاس رہی ہو۔“
”کیا اس مت کر۔ میں پچاس برس کی نہیں ہوں۔ میں
بوڑھی نہیں ہوں۔ کیا اندھی ہو گئی ہے؟ میں جوان نظر نہیں
آ رہی ہوں۔“
جسونت نے کہا ”ماں! یہ نادان ہے۔ مگر تو یہ ہے۔ یہ
ہماری کرشمہ کو مکاری سے چھانٹ رہا ہے۔“

جتنا نے کہا ”شہباز! تم اس نادان لڑکی سے کہہ دو کہ مجھ
سے عشق کرتے ہو اور میرے لئے یہاں آئے ہو۔“
”سوری“ ہر نوجوان شیش محل کے خواب دیکھتا ہے
کوئی کھنڈر میں رہتا نہیں چاہتا۔ تم نے بڑھاپے کے کھنڈر پر
فریب جوانی کا شیش محل بنا رکھا ہے۔ کوئی اندھا دھوکا کھا
سکتا ہے۔ میں آنکھ دلا ہوں۔“

وہ غصے سے بولی ”تم۔ تم دھوکے باز! اب سمجھ میں آ رہا
ہے۔ میری بیٹی کو بھانسنے کے لئے مجھے دھوکا دیتے رہے ہو۔“
پورس نے کہا ”دھوکا تم دے رہی ہو۔ اپنے آپ کو
دے رہی ہو۔ دنیا کی ہر ماں مقدس اور قابل احترام ہوتی
ہے۔ ایک ماں کے دل سے سوچو۔ اپنی عظمت کو بچاؤ۔
باتیں بچوں کے لئے قریاں دیتی ہیں۔ تم ممتا کے خزانے سے
بہن کو کیا دلو گی؟“

”میں اپنی بیٹی کو اپنا سب کچھ دوں گی مگر تمہارے جیسا
بد معاش جیون سنا سنا نہیں دوں گی۔ تم نے مجھے دھوکا دیا
ہے۔ میں تمہیں بھیاک سزا دوں گی۔“
جسونت نے کہا ”ماں! تم اسے اپنا بچہ بنانے یا مار ڈالنے
کے لئے پتا نہیں کب تک متزددی رہو گی۔ میں ابھی ایک
منٹ میں اس کا سرو ڈالوں گا۔“

اس نے یہ کہتے ہوئے پورس پر چھلانگ لگائی۔ پورس
غافل نہیں تھا۔ اچھل کر ایک طرف ہو گیا۔ وہ چھلانگ لگا کر
ایک خالی جگہ گھاس پر گر پڑا پھر فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔
کرشمہ نے آگے بڑھ کر کہا ”بھیا! تم میرے ذاتی معاملے میں
آغصہ کیوں دکھا رہے ہو؟ اگر میری محبت بے غیرت ہے تو
اس عمر میں ماں کا عشق کیا ہے؟“

”کیا اس مت کر۔“ جسونت نے اسے مارنے کے لئے
ہاتھ اٹھایا۔ اس سے پہلے ہی پورس نے محسوس کر کے اسے لگ
ماری۔ وہ لڑکھڑاہوا پچھ چلا گیا۔ جتنا نے بڑے بڑے پہلوؤں
مجھے نوکوں سے کہا ”یہ سمان نہیں، شیطان ہے۔ اسے

ماہو۔ اس کی ہڈیاں پھیلان تو ذکر یہاں سے دور پھینک دو۔“
چار ملازم دوڑتے ہوئے آئے کرشمہ نے کہا ”رک
جاؤ۔ اسے کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا۔“
ایک ملازم نے کہا ”مگر چھوٹی ماکن! ہم تو بڑی ماکن کا
ٹمک کھاتے ہیں۔ ہمیں ان کا حکم ماننا پڑے گا۔“
کرشمہ نے پوچھا ”کھانا ہے تمہاری بڑی ماکن؟ یہ تو
ایک جوان عورت ہے۔ تمہاری بڑی ماکن جوان ہے یا
بوڑھی؟“

ان ملازموں نے کہا ”ہماری ماکن بوڑھی ہیں۔ مگر وہ
پدمنی کہہ رہی تھی کہ یہ باہر ملک سے جوان بن کر آئی ہیں۔
آپ نے بھی انہیں رہنے کے لئے بڑی ماکن کا کمر دیا
ہے۔“

جتنا نے کہا ”اے گدھو! اس لڑکی کی باتوں میں نہ آؤ۔
اپنے مالک کو بچاؤ۔“
ان کی باتوں کے دوران میں پورس، جسونت کی پٹائی
کر رہا تھا۔ ایک ملازم نے کہا ”ہمیں اپنے مالک کو بچانا
چاہیے۔“

وہ پورس پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ کرشمہ نے حرکت لگا کر
اسے کرائے کا ایک ہاتھ مارا۔ وہ ذرا پیچھے گیا۔ کرشمہ نے
پینتزدلہ تے ہوئے پوچھا ”اپنی چھوٹی ماکن پر حملہ کرنے اور
کون آئے گا؟“

جس ملازم نے مار کھائی تھی۔ وہ بھی آگے نہیں آیا۔
ماکن بڑی ہو یا چھوٹی وہ حملہ نہیں کر سکتے تھے۔ وہ دور کھڑے
رہے۔ جتنا نے غصے سے کہا ”تو نہیں نہیں دشمن ہے بھائی
کے مار کھانے کا تمہارا دیکھ رہی ہے۔“

”بھائی! اپنی مرضی سے مار کھانے گیا ہے۔ شہباز نے
اسے چھیچھ نہیں لیا تھا۔ تم بیٹے سے کھولائی غصہ کرے۔“
جتنا نے بیٹے کو آواز دی ”جسونت! اچھڑا کھٹم کرو۔ یہاں
آجاؤ۔ میں اس مکار دھوکے باز کو ختم کر دوں گی۔“

ایسے وقت جسونت نے دونوں ہاتھوں سے ایک بڑا پتھر
اٹھالیا تھا۔ آگے بڑھ کر وہ پتھر پورس کے سر پر مارنا چاہتا تھا۔
زخمی ہونے کے باعث وہ پورس کو اپنے دماغ کے اندر
محسوس نہ کر سکا۔ پورس نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس
کے ہاتھوں کی گرفت کو ڈھیلایا۔ وہ بڑا بھاری بھر کم پتھر ہاتھوں
سے چھوٹ کر اس کے سر پر گرا۔ اس کے حلق سے ایک جھج
ٹپکی پھر وہ گھاس پر گر کر ترپنے لگا۔ جتنا دوڑتی ہوئی بیٹے کے
پاس آئی۔ زمین پر بیٹھ کر اس کے ہاتھوں کو تمام کر بولی
”اے دوڑو! اڑو! کھلاؤ۔ فرسٹ ایڈ باکس لاؤ۔“

دو ملازم دوڑتے ہوئے۔ کوٹھی کے اندر گئے کرشمہ نے بھائی کے پاس آکر زمین پر بیٹھ کر کہا "بھیا! یہ تم نے کیا کیا۔ اتنا بڑا چتر اٹھا نہیں سکتے تھے پھر کیوں اٹھایا؟"

جسوت میں اب ترسے کی سکت نہیں رہی تھی۔ اس کا جسم ہولے ہولے یوں جھٹکے گھا رہا تھا جیسے آخری پتلیاں لے رہا ہو پھر ایک دم سے وہ ساکت ہو گیا۔ جتنا بے چہتے ہوئے اس کے سینے پر کان لگا کر سنا۔ کرشمہ اس کی بغض ٹوٹنے لگی۔ اس کے دیدے پھیل گئے تھے۔ بغض ڈوب گئی تھی۔ دھڑکنیں خاموش ہو گئی تھیں۔

جتنا اس سے لپٹ کر رونے لگی۔ پورس دور کھڑا ہوا تھا۔ وہ خیال خوالی کے ذریعے جسوت کی موت کا یقین کر چکا تھا۔ بننا دھاڑیں مارا کر رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ شباز نے اس کے بیٹے کو ہلاک کیا ہے۔ وہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گی۔ کرشمہ نے کہا "تمہیں بیٹے کی موت کا صدمہ ہے مگر شباز کو الزام نہ دو۔"

"جب رہے شرم! بھائی کی لاش کے پاس بیٹھ کر قاتل کی حمایت کر رہی ہے۔ دو روز جا میری نظروں سے" وہ پھر بیٹے سے لپٹ کر اس کے سینے پر سر رکھ کر رونے لگی پھر اچانک یہ وہ روٹا بھول گئی۔ بیٹے کے سینے پر سر تھا اور دھڑکنیں سنائی دے رہی تھیں۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو جسوت پکلیں جھجکا تا ہوا خلا میں تک رہا تھا جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔ وہ خوشی سے چٹخیں مار کر کہنے کے چہرے پر جھک کر اسے چومنے لگی۔

کرشمہ کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو بہنے لگے ایک ملازم فرسٹ ایئر باکس لے آیا تھا۔ وہ باکس کھول کر بھائی کے سر کے زخم صاف کرنے اور مرہم لپی کرنے لگی۔ جسوت اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

اسی وقت پی سی دوڑتی ہوئی کوٹھی کے باہر آئی پھر بولی "وہ! وہ کھٹا کھڑی ہے کہہ رہی تھی کہ وہ اپنی جان دے رہی ہے اس کی لاش کو کمرے سے نکالا جائے یہ کہتے ہی وہ زمین پر گر کر مر گئی۔ میں نے بار بار آوازیں دیں۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ مر چکی ہے۔" پورس نے فوراً ہی کھٹا کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس کی سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ بھیا وہاں سے یہاں ٹرانسفر ہو گیا تھا۔



چھن ساسی مسائل میں گھرا ہوا تھا۔ دنیا جہاں کے جاسوس اور میکٹ انجنس جہاں کے چھوٹے بڑے شہوں

میں پھیلے ہوئے تھے۔ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پھیلے ہوئے تھے۔ ان کا ایک دوسرے سے خفیہ رابطہ رہتا تھا۔ وہ اس قدر منظم تھے کہ انہیں بے نقاب کرنا مشکل ہوتا تھا۔

کبھی کبھی کوئی جاسوس پکڑا جاتا تھا لیکن چین کی پولیس اور اٹلی جنس والوں سے محفوظ رہنے والے دشمن سراغ رساؤں کی تعداد زیادہ تھی۔

احمد زہیری کے چکر میں چھنے والی مارا کا تعلق پورے سے تھا۔ وہ لندن سے تائیوان گئی تھی پھر وہاں سے بیجنگ آئی ہوئی تھی۔ پورا ہانگ کانگ اور مکاؤ کا علاقہ چین کا حصہ تھا لیکن پچھلی صدی سے برطانیہ اور دوسری بیرونی طاقتوں کے زیر اثر تھا۔ ایک صدی بعد ان علاقوں کو آزادی حاصل ہوئی تھی۔ کسی جنگ و جدل اور خون خرابے کے بغیر ہانگ کانگ اور مکاؤ چین کو واپس مل گئے تھے۔

اسی طرح تائیوان بھی چین کا ایک حصہ تھا لیکن یہ ابھی تک پوری طرح چین میں شامل نہیں ہوا تھا۔ امریکا جس طرح لاؤس، کمبوڈیا اور ویتنام کو براہ مسلط رہنا چاہتا تھا اسی طرح وہ تائیوان پر بھی مسلط رہنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ ان کو ششوں کے نیچے میں وہاں کئی گروہ پیدا ہو گئے۔ وہ اپنے حمایتی گروہ کو مالی امداد اور جدید اسلحہ پہنچانے لگا تھا۔

اس سلسلے میں چین کی پالیسی کیا ہے؟ وہ تائیوان کو اپنے ملک کا ایک حصہ بنا کر رکھنے کے لیے کیسی کیسی خفیہ پالیسیاں بنا رہا ہے، یہ معلوم کرنے کے لیے امریکا اور یورپ کے جاسوس تائیوان کے راستے چین میں داخل ہوتے رہتے تھے۔

دشمن ٹیلی جیتھی جانے والوں کو احمد زہیری پر شبہ تھا۔ اپنے شبہات کی تصدیق کے لیے انہوں نے زہیری کے خیالات پڑھے تھے پھر وہ مطمئن ہو گئے تھے کہ زہیری ٹیلی جیتھی نہیں جانتا ہے۔ اور نہ ہی سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے بیجنگ آسا ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ بابا صاحب کے بارے میں وہ دوسری تھی انہیں کسی دشمنوں کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ ادارے کے جتنے ٹیلی جیتھی جاننے والے تھے ان کے رابطہ دہی چال بازی سے مانیکو فلم کو چھپا سکتی تھی۔ لیکن ٹیلی جیتھی کو رو حالی ٹیلی جیتھی کے ذریعے غیر معمولی بنا دیا گیا تھا۔ دیکھانے والے دشمن سے نہیں چھپا سکتی تھی۔ ٹیلی جیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں آسانی سے تھے لیکن ان کے چور خیالات پڑھ کر ان کی اصلیت معلوم ہوتی تھی۔ جیٹی محسوس کی اور چند سیکنڈ کے لیے سانس روک نہیں سکتے تھے۔ احمد زہیری اپنے پاسپورٹ کے مطابق اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ پھر ازبکستان کا باشندہ تھا۔ ایک امیر کیریاپ کا بیٹا تھا اور پہلی فون کی کھنٹی نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ اس نے فون تفریق کی غرض سے چین آیا ہوا تھا۔ دشمن خیال خوالی کے لیے اس کے پاس اگر ریسورڈ اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے پوچھا "ہیلو۔" لوں کو اس کے چور خیالات سے یہی معلومات حاصل ہو گئیں؟

اور وہ مطمئن ہو گئے۔ مارا شام کو نیند سے بیدار ہوئی۔ اسے یہ معلوم نہیں ہوا کہ اس پر غوی عمل کیا گیا ہے اور اس کے دماغ کو مقفل کر دیا گیا ہے اس نے ہوش کے ایک ملازم کو پچھلے ایک بجنے کے اخبارات لانے کو کہا۔ وہ چلا گیا۔ مارا اب زہیری کے سامنے نہیں جانا چاہتی تھی۔ یہ سوچ کر شرانے لگتی تھی کہ زہیری کو بے لباس نظر آتی ہے۔

وہ بھی یقین نہ کرتی کہ زہیری کی آنکھیں ایکسرے کی طرح دیکھ لیتی ہیں لیکن اس نے لباس کے اندر کی ایسی باتیں بتائی تھیں، جنہیں کوئی دوسرا نہیں جانتا تھا۔ مارا کو یقین آ گیا۔ اس یقین کے بعد وہ اس کی طرف مائل ہو گئی۔ دل نے کہا "زندگی میں آنے والا کوئی ایک ایسا ہوتا ہے جو اپنی عورت کو سر سے پاؤں تک دیکھتا ہے۔ زہیری نے مجھے دیکھ لیا ہے۔ اب میں کسی دوسرے کو اپنی زندگی میں نہیں آنے دوں گی۔"

ملازم دھیر سارے اخبارات اور سوئی دھاگالے آیا۔ وہ ان اخباروں کا لباس تیار کرتے بیٹھ گئی۔ زہیری نے کہا تھا کہ اسے لباس کے آر پار نظر آتا ہے۔ کانڈ کے آر پار نظر نہیں آتا اگر وہ کپڑے کے لباس کے اوپر کانڈ کا لباس پہن لے گی تو وہ کچھ نہیں دیکھ سکے گا۔

اس رات ڈنر کے لیے کمرے سے نکلتا ضروری تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کمرے سے باہر جانے کی تو کانڈ کے لباس میں تماشاً بن جائے گی اور باہر نکلتا اس لیے ضروری تھا کہ اس نے وزارت خارجہ کے ایک ریکارڈ ڈیکپر کو بھاس کر رکھا تھا۔ وہ ریکارڈ ڈیکپر تائیوان کے سلسلے میں مانیکو فلم کے ذریعے اہم معلومات فراہم کرنے والا تھا۔

اس کے لیے یہ بات پریشان کن تھی کہ انجینی ٹیلی جیتھی جانے والا پھر اس کے دماغ میں آگے گا۔ اور اس مانیکو فلم کی اہمیت کو سمجھتی ہی اس سے چھین لینے کی کوشش کرے گا۔ دیکھو وہ دوسری تھی انہیں کسی دشمنوں کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ ادارے کے جتنے ٹیلی جیتھی جاننے والے تھے ان کے رابطہ دہی چال بازی سے مانیکو فلم کو چھپا سکتی تھی۔ لیکن ٹیلی جیتھی کو رو حالی ٹیلی جیتھی کے ذریعے غیر معمولی بنا دیا گیا تھا۔ دیکھانے والے دشمن سے نہیں چھپا سکتی تھی۔

کانڈ کا لباس تیار کرنے کے دوران میں اس نے دوبار تھے لیکن ان کے چور خیالات پڑھ کر ان کی اصلیت معلوم ہوتی تھی۔ جیٹی محسوس کی اور چند سیکنڈ کے لیے سانس روک نہیں سکتے تھے۔ احمد زہیری اپنے پاسپورٹ کے مطابق اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ پھر ازبکستان کا باشندہ تھا۔ ایک امیر کیریاپ کا بیٹا تھا اور پہلی فون کی کھنٹی نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ اس نے فون تفریق کی غرض سے چین آیا ہوا تھا۔ دشمن خیال خوالی کے لیے اس کے پاس اگر ریسورڈ اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے پوچھا "ہیلو۔" لوں کو اس کے چور خیالات سے یہی معلومات حاصل ہو گئیں؟

دوسری طرف سے انجینی کی آواز سنائی دی "مہبت چلاک بن رہی ہو۔ تم نے اپنے دماغ کو لاکھڑا کر لیا ہے۔" مارا نے کہا "میں تمہاری آواز پہچان رہی ہوں۔ تم وہی ہو جو میرے دماغ میں آکر بول رہے تھے۔ بانی داوے کیا میرا دماغ لاکھڑا ہے؟ کیا تم میرے اندر نہیں آسکے؟"

"کیوں خوا خواہ انجان بن رہی ہو؟ ویسے اب میں تمہارے دماغ میں آنا ضروری نہیں سمجھتا۔ میں تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم کر چکا ہوں۔ ابھی ڈنر کے وقت تم ایک اہم مانیکو فلم حاصل کرنے والی ہو۔ وہ فلم میں حاصل کروں گا۔ جانتی ہو کیسے؟"

"تانا چاہو تو بتا دو۔ کیسے حاصل کرو گے؟" "تمہارا دماغ مقفل ہو چکا ہے۔ میں تمہارے اندر نہیں آسکوں گا لیکن اس ریکارڈ ڈیکپر کے دماغ میں کھس کر تم سے پہلے وہ فلم حاصل کر لوں گا۔"

"ریکارڈ ڈیکپر کے دماغ میں جیتنے کے لیے تم اس کی آواز اور لہجے کو سونگے اور سننے کے لیے تمہارا کوئی آلہ کار اس کے قریب آئے گا۔ میں درست کہہ رہی ہوں نا؟" "تم کہنا کیا چاہتی ہو؟ کیا میرے آلہ کار کو کبھی آپس کے قریب آنے نہیں دو گی؟"

"آنے دوں گی مگر زندہ نہیں جانے دوں گی۔ میرے خیالات نے تمہیں بتایا ہو گا کہ میں کتنی خدی، خطرناک اور چال باز ہوں۔"

"تم ایک بڑبڑھ گھٹنے بعد ڈانٹنگ ہال میں آؤ گی۔ میں دیکھوں گا کہ جتنے پانی میں ہو۔"

دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔ وہ ریسورڈ رکھ کر سوچ میں پڑ گئی۔ سوچنا اور سمجھنا تھا کہ وہ مانیکو فلم دشمن ٹیلی جیتھی جاننے والے سے پہلے کس طرح حاصل کرے گی اور کس طرح دشمن سے اسے چھپا کر رکھے گی۔

ایک گھنٹے بعد اس نے برقی علاقے کی مناسبت سے بہترین لباس پہنا اور اس لباس کے اوپر اخبار سے تیار کیا ہوا ایک لباس پہن لیا۔ فون پر اطلاع ملی تھی کہ وہ ریکارڈ ڈیکپر آچکا ہے اور وزیراعزالی میں انتظار کر رہا ہے۔ وہ لفٹ کے ذریعے گراؤنڈ فلور پر آئی تو سب ہی کی نگاہوں کا مرکز بننے لگی۔

یوں تو دنیا میں نئے نئے فیشن آتے رہتے ہیں لیکن یہ کانڈی لباس کا فیشن بالکل انوکھا تھا۔ وزیراعزالی میں بھی عورتیں اور مرد بیٹھے ہوئے تھے، وہ سب اسے دیکھ کر تالیاں بجانے لگے۔ مسکرا کر کہنے لگے "ATTRACTIVE"

وہ مگر انے لگی۔ یہ دیکھ کر خوش ہونے لگی کہ کوئی اس کا مذاق نہیں اڑا رہا ہے۔ تعلیم یافتہ اور مذہب افراہ کی سوسائٹی میں ہر سنے خیال کی ہر نئی تخلیق کی پذیرائی ہوتی ہے۔ ریکارڈ کپرنے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کیا۔ پھر کانفہ کی ایک پرچی اس کی طرف بڑھائی۔ اس نے پرچی لے کر پڑھا۔ اس میں لکھا تھا "میزم" اپنا نہیں مجھے کیا ہوا ہے ابھی بندہ منٹ پہلے میری آواز بند ہوئی ہے۔ میں بولنے کی بہت کوشش کر رہا ہوں مگر بول نہیں پا رہا ہوں۔ حلق سے آواز ہی نہیں نکل رہی ہے۔ آپ مجھ سے مل کر مایوس ہوں گی اور خوش بھی ہوں گی کیونکہ آپ کی مطلوبہ چیز لے آیا ہوں۔" ماریا نے اسے پڑھا پھر خوش ہو کر کہا "یہ تو کامل ہو گیا۔ میں چاہتی تھی، دشمن ٹیلی بیٹھی جانے والا آپ کی آواز نہ سنے۔ اب اس کا باب بھی نہیں سن سکے گا۔" ہوش کے ایک ملازم نے اگر ریکارڈ کپرنے پوچھا "سرا! آپ کچھ بیانیہ فرمائیں گے۔" وہ بول نہیں سکتا تھا۔ اس نے انکار میں سر ہلایا۔ ملازم نے پوچھا "سٹیکس؟" اس نے پھر انکار میں سر ہلایا۔ ملازم نے پھر پوچھا "میرے لائق کوئی خدمت؟" ماریا نے پوچھا "کیا تم ان کے منہ سے آواز سننا چاہتے ہو؟"

ملازم نے کہا "میزم! میں اتنا کچھ پوچھ رہا ہوں۔ انہیں جواب تو نہ چاہیے۔" ماریا نے کہا "جو تمہارے اندر چھپا ہوا ہے، اس سے کہہ رہی ہوں کہ گوشتے نہیں بولتے آواز سننے کی حسرت دل ہی میں رہ جائے گی۔"

ملازم خاموشی سے سر جھکا کر جانے لگا پھر اچانک ہی اس نے پلٹ کر ماریا کے ہاتھ پر ماتھ مارا۔ وہ اس کے ہاتھ سے اس پرچی کو جھٹ لیتا چاہتا تھا۔ ماریا نے ایک الٹا ہاتھ اسے رسید کیا۔ وہ ٹوٹ کر آتا ہوا پیچھے جا کر ایک صوفے سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑا۔ عورتیں اور مرد انہیں سولہ نظروں سے دیکھتے تھے۔ ہوش کا خیبر اور چند ملازمین آگئے۔ ماریا نے کہا "آپ کا یہ ملازم بد نظری کر رہا تھا۔"

بے چارہ ملازم بیٹھا تھا۔ وہ فرش سے اٹھتے ہوئے بولا "سرا! میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں نے ایسی حرکت کیوں کی؟ آپ جانتے ہیں، ہوش میں میرا سوس ریکارڈ بہت اچھا ہے۔ میں میزم سے معافی چاہتا ہوں۔"

ماریا نے فحیر سے کہا "اسے معاف کر دیں مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں ہے۔" وہ ریکارڈ کپرنے کے ساتھ ڈانٹنگ ہال میں آگئی۔ دونوں ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ ماریا نے اس سے کہا "آپ تصدیق کر چکے ہوں گے کہ آپ کے لندن کے بینک اکاؤنٹ میں ایک لاکھ پونڈ جمع کیے جا چکے ہیں۔" ریکارڈ کپرنے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ ماریا نے کہ "آپ کو رقم مل گئی۔ مجھے میری چیز ملنی چاہیے۔ ویسے میرا قسمت اچھی ہے کہ آپ کو گتے بن گئے ہیں۔" ریکارڈ کپرنے اور کورٹ کی اندرونی جیب سے ایک مائیکرو فلم نکالی۔ ٹھیک اسی وقت اس پاس کی میز سے افراد اٹھ کر آئے۔ انہوں نے ان دونوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ماریا ایک دم سے ہل گیا۔ دشمن دو چار ہونے تو وہ ان سے منٹ لیتی۔ وہ کئی تھے پھر دشمن نہیں تھے۔ ایک شخص نے اپنا بیچ دکھایا تو پتا چلا وہ انٹیلی جنس والے ہیں۔ ریکارڈ کپرنے سمجھ کر کھڑا ہو گیا۔ انٹیلی جنس کے افسر نے اس سے مائیکرو فلم چھین کر کہا "یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ اپنے ملک کا راز فروخت کرنے والا غدار رہ گئے ہاتھوں پکڑ جانے تو اس پر مقدمہ نہیں چلایا جاتا۔ فوراً اسے گولی مارا جاتی ہے۔"

وہ ان دونوں کو پکڑ کر وہاں سے لے جانے لگے۔ ماریا نے کہا "میں اپنے ملک کے سفیر سے ملنا چاہتی ہوں۔ تم جرم ثابت کیے بغیر مجھے کوئی سزا نہیں دے سکتے۔ میں جیل نہیں 'برطانیہ کی شہری ہوں۔"

انٹیلی جنس والے اس کی بات جیسے نہیں سن رہے تھے۔ اسے پکڑ کر بھیجے ہوئے اس ریکارڈ کپرنے کے ساتھ ہال کے باہر لے آئے۔ وہاں ایک کھلے باغیچے میں دونوں کو دوسرے سے کچھ فاصلے پر کھڑا کر دیا گیا۔ انہیں گولی مارنے والے فائزنگ اسکوڈ کے مسلح افراد ان سے کچھ دور ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ ریکارڈ کپرنے ہر طرف نگاہیں پھرائیں۔ وہ ایک رنگ رہا تھا۔ لیکن جین میں غدار کی کی سزا موت ہوتی۔ فائزنگ اسکوڈ کے چار مسلح افراد نے اسے نشانے بنایا۔ سب نے ایک ساتھ فائزنگ کی۔ وہ وہیں گھاس پر گر کر ہل گیا۔

ماریا تن کر کھڑی ہوئی تھی۔ اس سے کچھ فاصلے پر گاڑی آکر کھڑی ہو گئی۔ اس کا پچھلا حصہ بند تھا۔ اس کے پچھلے دروازے کو کھولا گیا۔ دو مسلح شخص ماریا کو پکڑ کر لائے پھر اسے پچھلے حصے میں پھانک کر دروازے کو بند کر دیا۔

گاڑی چل پڑی۔ پچھلے حصے میں احمد زہری بیٹھا ہوا تھا۔ وہ حیرانی سے بولی "تم؟"

زہری نے کہا "میں تمام ممالک کے سفارت خانوں میں پہلے سے کہہ دیا جاتا ہے کہ ان کے ملک کا کوئی باشندہ جہاز نہ سرگرمیوں میں رہے ہاتھوں پکڑا جائے گا تو اسے کوئی مادی جائے کی کیونکہ وہ چین کی سرزمین پر جرم کا مرتکب ہوا ہوگا۔ اسے عیس کے قانون کے مطابق سزا دی جائے گی۔" "کیا تمہارا چین کی حکومت سے کوئی تعلق ہے؟"

"میں یہاں کی انٹیلی جنس میں اعزازی طور پر سینئر افسر ہوں۔ میری سفارش پر تمہاری سزائے موت معاف کی گئی ہے۔ پانچ گھنٹے بعد یہاں سے ایک فلائٹ میں تمہیں لندن بھیجا دیا جائے گا آئندہ تم بھی اس ملک میں قدم نہیں رکھ سکو گی۔"

"تم نے میری جان کیوں بچائی؟" اس نے ماریا کو دیکھا پھر جواب دیا "اپنے دل سے پوچھو۔"

ماریا نے نظریں جھکا لیں۔ زہری نے کہا "میں نے ہی تمہارے دماغ کو لاک کر لیا ہے۔"

ماریا نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ بولا "میں نے ہی ریکارڈ کپرنے کو گتہ بنا دیا تھا۔"

"تم نے سزائے موت سے بھی بچایا۔ دشمن ٹیلی بیٹھی جانے والے سے بھی محفوظ رکھا ہے۔ آئی لیو۔"

وہ اس کے قریب آکر گلے کا بار بن گئی۔ وہ اس سے الگ ہو کر بولا "اس طرح گلے لگو گی تو کانفہ کا یہ لباس پھٹ جائے گا۔ تم نے پرنے کا جو لباس پہنا ہے، وہ مجھے نظر نہیں آئے گا۔ پھر تم شواہد اس بند گاڑی سے باہر نہیں جاسکو گی۔"

"زہری! کسی نے مجھے لباس کے اندر آج تک نہیں دیکھا۔ صرف تم نے دیکھا ہے۔ اب میری زندگی میں تمہارے سوا کوئی نہیں آئے گا۔"

"میں یہاں رہوں گا اور تم یہاں کبھی نہیں آسکو گی۔" "تم تو آسکو گے؟"

"میں نہیں جانتا۔ مجھے تقدیر کہاں کہاں لے جائے گی۔ کبھی لندن آتا ہوا تو تم سے ضرور ملوں گا۔"

"صرف ملو گے؟ مجھے اپنی زندگی کا ساتھی نہیں بننا دے گی؟"

"آئندہ کیا حالات ہوں گے، یہ ہم نہیں جانتے۔"

"میں جانتی ہوں، میں تمہارے انتظار میں ہوں گی۔" "ہو جاؤ گی لیکن کسی سے شادی نہیں کروں گی۔" "تم مجھے اس قدر چاہتی ہو تو ایک شرط پر تمہارے پاس آؤں گا۔"

"میں تمہاری خاطر ہر شرط ماننے کو تیار ہوں۔" "تم مسلمانوں سے اور چین سے کبھی عداوت نہیں رکھو گی۔ اسکاٹ لینڈ یا روڈ کی ملازمت چھوڑ کر سراخ رسائی کا شوق میرے ساتھ پورا کرو گی۔"

وہ مسکرا کر بولی "تم نے ایک شرط مانے کو کہا۔ اب دو شرطیں منوار ہے۔ مجھے تمہاری دو ہزار شرط منظور ہیں۔"

زہری نے اسے آغوش میں لے کر کہا "کانفہ کا لباس پہننے والا ہے۔"

وہ دو طرفہ سانسوں کے عظیم پر اکر بولی "TORN LET IT BE۔" اب کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

اس گاڑی نے انہیں ایئر پورٹ پہنچا دیا۔ زہری نے وہاں اس کے ساتھ پانچ گھنٹے گزارے۔ جب وہ طیارے میں روانہ ہوئی تو وہ وہاں سے چلا آیا۔

میں نے چینی اکابرین سے کہا "آپ حضرات اپنے اہم اور حساس شعبوں کے بڑے عہدے داروں کو عارضی طور پر تبدیل کر دیں۔ ان کی جگہ ایسے عہدے دار لائیں جو یوگا کے ماہر ہوں۔ ایسا نہ کیا گیا تو دشمن ٹیلی بیٹھی جانے والے موجودہ عہدے داروں کے دماغوں میں وہ کرائم رازوں تک پہنچے رہیں گے۔"

وہ اکابرین میرے مشورے کے مطابق تمام اہم شعبوں کے عہدے داروں کو تبدیل کرنے لگے۔ اس طرح میں نے دشمن ٹیلی بیٹھی جانے والوں کی کامیابیوں کو ناکامیوں میں بدل دیا۔

ایسے ہی وقت علی تیور، لی اور دلیر آفریدی میرے پاس پہنچ گئے۔ چینی افواج کے اعلیٰ افسران نے مجھ سے کہا "آپ نے وعدہ کیا تھا کہ علی تیور کے آتے ہی نرانڈا امر مشین کی تیاری کا کام شروع ہو جائے گا۔ ہم اس مشین کے لیے فحیہ اڈے کا تعین کر چکے ہیں۔"

میں ان سے کہہ چکا تھا کہ علی نرانڈا امر مشین کا ایک ماہر کمینک ہے۔ اس کے آتے ہی کام شروع کر دیا جائے گا۔ میں نے ان افسران سے کہا "بے شک، آپ مائیکرو فلم کو اپنے فحیہ ریکارڈ روم سے نکالیں۔ اس مائیکرو فلم میں نرانڈا امر مشین کا مکمل نقشہ ہے۔ اس نقشے کو بڑے سائز

میں پرنٹ کر انہیں پھر کام شروع ہو جائے گا۔
انہوں نے کہا "آپ ہمارے ساتھ چلیں۔ ہم ابھی اس
مائیکرو فلم کو ریکارڈ دوم سے لائیں گے۔"
ہم سب آری ہیڈ کوارٹر میں تھے وہاں کے کانفرنس
روم سے نکل کر اس عمارت میں آئے جہاں خفیہ ریکارڈ
روم تھا۔ وہاں صرف چند اعلیٰ افسران کو جانے کی اجازت دی
جاتی تھی۔ اس وقت تینوں افواج کے تین اعلیٰ افسران اپنی
عمل شناخت کرانے کے بعد اندر گئے۔ میں باقی افسران کے
ساتھ ایک کمرے میں ان کا انتظار کرنے لگا۔
ان تین اعلیٰ افسران نے اندر آکر... اپنی سیف کو
کھولا تو بائیں ہتھ تھام کر مائیکرو فلم نہیں تھی۔ ان تینوں
کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ وہ روئے سیف کو اوپر سے
نیچے ٹھک بار بار دیکھتے رہے۔ پھر ان پر شک طاری ہو گیا۔
یہ اتنا بڑا نقصان تھا، جسے وہ برداشت نہیں کر سکتے تھے
پھر وہ تینوں گرجنے لگے۔ وہاں کے انچارج افسران اور
سیکیورٹی افسران سے سختی سے پیش آنے لگے۔ وہ انچارج اور
سیکیورٹی افسران محب وطن اور فرض شناس تھے۔ ان کے
بیانات ایک جیسے تھے۔ یعنی جب سے مائیکرو فلم کو سیف میں
رکھا گیا تھا تب سے اسے کسی نے نہیں کھولا ہے۔
ان کے بیانات پر یقین نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ایک اعلیٰ
افسر نے پوچھا "کسی نے نہیں کھولا ہے تو وہ اہم فلم کہاں گئی؟
کیا کسی نے جاوے سے قابو کر لیا ہے؟"
میں نے کہا "یہ کام جاوہر گروں کا نہیں، دشمن ٹیلی بیسی
جاننے والوں کا ہے۔ میں نے کہا تھا کہ اہم شعبوں کے اعلیٰ
عہدے والوں کو عارضی طور پر فارغ کر دیا جائے۔ آپ نے
بے شک ایسا کیا لیکن فوج کے اعلیٰ افسران کو فارغ نہیں کیا۔
ریکارڈ دوم کے اعلیٰ عہدے والوں کو بھی نظر انداز کیا۔"
وہ میری باتیں سنجیدگی سے سن رہے تھے۔ میں نے کہا
"دشمن خیال خوانی کرنے والوں نے یہاں کے انچارج اور
سیکیورٹی افسران کو اپنا معمول بنایا۔ ان بے چاروں کو پتا ہی
نہ چلا کہ وہ کب غائب دماغ ہو کر اس مائیکرو فلم کو سیف سے
نکال کر کسی اجنبی کے حوالے کر دیے ہیں۔"
ایک نے کہا "ہم جبری، بری اور فحاشی افواج کے
افران ہیں اور یوگا جانتے ہیں۔ کوئی دشمن ہمارے دماغ میں
نہیں آسکتا۔"
"بے شک دشمنوں نے آپ کو نہیں ریکارڈ دوم کے
عہدے والوں کو غائب کیا تھا۔"
"وہ عہدے دار کون ہیں؟"

"سوری" میں ان کی نشان دہی نہیں کروں گا۔ وہ
قصور ہیں۔ محب وطن ہیں۔ انہوں نے جان بوجھ کر ایسا کر
کیا ہے۔ انہیں سزا نہیں ملنی چاہیے۔"
"مسٹر فراد! آپ کی گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ
اس چوری کی واردات سے باخبر رہے۔ لیکن ہمیں بے
رکھا۔"
"ابھی میں آپ کی اس بات کا جواب دوں گا۔ میر
ساتھ صرف وہی افسران کانفرنس دوم میں چلیں جو یوگا
ماہر ہیں۔"
میری خواہش کے مطابق صرف سات یوگا جاننے والے
افران کانفرنس دوم میں آئے۔ اس کمرے کے دروازے
اور کھڑکیوں کو اندر سے بند کر دیا گیا۔ میں نے کہا "میر
حضرات اپنے خاص اہم بات افسران کو بہت سی خفیہ باتیں
بتا دیتے ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ ابھی جو باتیں یہاں
ہوں گی، ان میں سے ایک بات بھی آپ اپنے سامنے کو
نہیں بتائیں گے۔"
سب نے عہد کیا کہ اس بند کمرے کا راز ان کے سینے
میں دفن رہے گا۔ میں نے کہا "وہ مائیکرو فلم سیف سے چھڑا
گئی اور میں نے جان بوجھ کر اسے چرے نہ دیا۔"
ایک نے حیرانی سے پوچھا "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"
میں نے مسکرا کر کہا "اس فلم میں ٹرانسفارمر مشین
نقشہ نہیں تھا۔ میں نے دشمنوں کو دھوکا دینے کے لیے وہ
آپ کے حوالے کی تھی۔ اس طرح مجھے معلوم ہوا تھا
یہاں کے کتنے افسران کو دشمنوں نے اپنا معمول بتا
رہے۔"
"کیا آپ ہمارے ملک میں ٹرانسفارمر مشین کا
لے کر نہیں آئے ہیں؟"
"وہ نقشہ علی بنور کے گلے میں بڑے ہوئے تھوپی
ہے۔ یہاں ٹرانسفارمر مشین بننے کی اور ضرورت ہے۔"
میرا یہ دھڑکیا سنتے ہی تمام افسران خوشی سے کھل گئے
خزانہ گم ہو گیا تھا۔ وہ پھر انہیں مل رہا تھا۔
○☆☆○
جے سامو کی قسمت اچھی تھی۔ دشمن ٹیلی بیسی
والے اندر سے اور سامن اس پر توخوبی عمل نہ کر سکتے
تھے۔ پہلے جے فلو نے اپنے سامنے جے سامو کے دماغ کو
رکھا۔ اس طرح جے سامو دشمنوں کی پہنچ سے دور ہو گیا
لیکن جے کا فلو کے پیچھے ایسی بلا بڑھ گئی تھی جس سے
حاصل کرنا ممکن نظر نہیں آ رہا تھا۔

شیوانی جاسکر اچانک ہی بے کافور زندگی میں آئی
تھی۔ جے کا فلو نے کسی عورت میں کبھی دلچسپی نہیں لی۔ کسی
حیز سے دوستی نہیں کی لیکن وہ شیوانی سے متاثر ہو گیا تھا۔
بعد میں شیوانی کی غیر معمولی اور عجیب و غریب صلاحیتوں کا پتا
چلا تو جے کا فلو نے اسی میں خیریت سمجھی کہ اس حیز کی زندگی
سے دور چلا جائے۔
لیکن دور جانے کا فیصلہ کرنے میں دیر ہو چکی تھی۔
شیوانی اچھی دوست بن سکتی تھی لیکن جے کا فلو نے اسے
دشمن بنایا تھا۔ وہ کہہ چکی تھی کہ اسے دشمنی کی سزا دے گی
لیکن کب دے گی؟ یہ سوال جے کا فلو کے اندر دہشت پیدا
کر رہا تھا۔ اس کے دماغ میں رہنے والا جے فلو اسے
شیوانی سے بچانے کی تدبیر سوچتا رہتا تھا۔
جے کا فلو اور جے فلو دونوں ہی سوچتے سوچتے تھک گئے
تھے۔ سر دھکے لگتا تھا۔ زہریلی شیوانی سے نجات حاصل کرنے
کی ایک ہی آزمودہ تدبیر رہی تھی کہ جے فلو توخوبی عمل کے
ذریعے جے کا فلو کے دماغ کو لاک کر دے۔ اس سلسلے میں ایک
بات ٹھک رہی تھی کہ شیوانی کی آنکھیں سامنے پیشانی پر اثر
انداز ہوتی ہیں۔ کیا وہ آنکھیں منقطع دماغ کے اندر بھی پہنچ
جاسکتی ہیں؟ شیوانی کا طریقہ کار ٹیلی بیسی جاننے والوں سے
مختلف تھا۔ جے کا فلو نے کہا "یار! اس سے بچنے کی ہر تدبیر
عمل کرتا ہے۔ تم میرے دماغ کو لاک کر دو۔ بعد میں کامیابی یا
ناکامی کا پتا چلے گا۔"
جے کا فلو اسپتال سے نکل کر ہوٹل میں آیا تھا۔ وہاں سے
اپنا سامان لے کر اس شہر کو اور اس ملک کو چھوڑ دینے کا
ارادہ کر چکا تھا۔ پھر بے پایاں پہلے دماغ کو لاک کیا جائے
پھر آنکھ اس شہر میں رہنے یا نہ رہنے کا فیصلہ کیا جائے۔ وہ
ہوٹل پہنچ کر لفٹ کے ذریعے سیونٹھ فلو پر آیا پھر جب سے
چلی نکال کر اپنے کمرے کا دروازہ کھولا۔ پتا چلا، چالی
نہیں ہے شاید اسپتال میں بھول آیا تھا۔ اس نے جھنجھلا کر
دروازے سے ہینڈل کو چمکڑ کر جھنجھوڑا۔ اس کی توقع کے خلاف
دروازہ کھل گیا۔ یہ حیرانی کی بات تھی۔ اس نے تجب سے
دروازے کو دیکھا پھر اندر آتے ہی ٹھک گیا۔
شیوانی ایک موصوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ خوف زدہ ہو کر
دروازے سے لگ گیا "تم؟ یہاں؟"
"میں اسپتال سے تمہارے اس کمرے کی چابی لے آئی
تھی۔ یہ ہاتھ کی صفائی ہے تمہاری جیب سے نکالی تمہیں خبر نہ
ہوئی۔ خوف زدہ کیوں ہو؟ ابھی میں انتقام نہیں لوں گی۔
COME ON... HAVE YOUR SEAT"
دیوتا

وہ آگے بڑھ کر ایک موصوفے پر بیٹھنے ہوئے بولا "ابھی تم
نے فون پر مجھ سے باتیں کی تھیں۔"
"ابھی نہیں، ذرا دیر پہلے سے بات کی تھی۔ میں اسپتال
سے سیدھی اس کمرے میں آئی تھی اور یہیں فون انڈیا کیا
تھا۔"
"شیوانی! تم کسی کے اندر سے بھی بچ اگوا لیتی ہو۔ میں
ابھی بچ بول رہا ہوں۔ ساری عمر تمہارا جاں نثار دوست بن کر
رہوں گا۔ میں نے جو دشمنی کی تھی اسے بھول جاؤ۔ ایک بار
مجھے دوست بنا کر آزماؤ۔"
"آزمائش میں بہت وقت لگے گا۔ تم چاہو تو ابھی بھی
دوستی کا ثبوت دے سکتے ہو۔"
"ابھی کیسے دے سکتا ہوں؟ کیا ابھی کسی طرح آزمانا
چاہتی ہو؟ ٹھیک ہے آزماؤ۔"
"تمہارے دو دوست ہیں۔ ایک کا نام جے فلو اور
دوسرے کا نام جے سامو ہے۔ تم تینوں جے فلو کی کھلائے
ہو۔"
"تم نے اپنی آنکھوں کے ذریعے میری زبان سے بہت
کچھ اگوا لیا ہے۔ ہم تینوں کی سبزی معلوم کر چکی ہو۔"
"میں تو کیا، ٹیلی بیسی کی دنیا میں قہری ہے جے کی دوستی
مشہور ہے۔ تم چاہو تو قہری جے کو فورے جے سکتے ہو۔"
جے کا فلو نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی "تم
اسی طرح دوستی کا ثبوت دے سکتے ہو۔"
جے فلو اپنے دوست کے دماغ میں رہ کر یہ باتیں سن رہا
تھا۔ اس نے کہا "فونی! اٹھال اس کی دشمنی اور انتقام سے
بچنے کی یہی صورت ہے ہاں کہہ دو۔ ہم اسے دوست
بنائیں گے۔"
اس نے شیوانی سے کہا "میرے اندر جے فلو ہے
تمہاری دوستی کی آفریں کو خوش ہو رہا ہے۔"
"تمہارا دوست جے فلو مجھ سے تمہارا پیچھا چھڑانے کی
کوشش کرتا رہا ہے۔ میں اس سے ناراض نہیں ہوں۔ وہ
دوستی کا فرض ادا کر رہا ہے۔ میں بھی تم تینوں کو بھی نقصان
نہیں پہنچاؤں گی تو تم تینوں میرے بھی بڑے وقت میں کام آؤ
گے۔"
"بے شک کام آئیں گے۔ ابھی میرے اندر جے فلو
ہے۔ جے سامو بھی آجائے گا۔ ہم تینوں یہاں جہیں دوستی کا
یقین دلا میں گے۔"
"کیا تمہارے دونوں دوست تمہارے دماغ میں آئیں
گے؟ وہ دونوں پردے میں رہ کر دوستی کریں گے۔"

”ہم تینوں کی دوستی ایسی ہی ہے۔ ہم خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ کرتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ ہم میں سے کون کس ملک اور شہر میں رہتا ہے۔“

”جے فلو جانتا ہے کہ تم یہاں لندن کے ایک ہوٹل میں ہو اور جے سامو شہر دوم میں ہے۔“

”میں اور سامو مصیبتوں میں جھلا رہے۔ جے فلو نے ہماری مدد کرنے کے دوران یہ سب کچھ معلوم کیا ہے۔ ورنہ ہم ایک دوسرے سے نہیں ملتے ہیں۔“

شیوانی نے اس کی پیشانی کو گھور کر دیکھا۔ وہ کہنے لگا

”ہم ایک دوسرے سے ملتے رہتے ہیں۔ جب بھی ضرورت ہوتی ہے کسی خاص جگہ کا تعین کرتے ہیں۔ پھر بڑی رازداری سے وہاں پہنچ کر ایک دوسرے کے ساتھ کچھ وقت گزارتے ہیں۔“

شیوانی نے پوچھا ”کیا مجھے پورے اعتماد سے دوست بناؤ گے؟ کبھی دھوکا نہیں دو گے؟“

”ہم تینوں کبھی کسی چوتھے پر اعتماد نہیں کرتے ہیں۔ تم دو طرح سے خطرناک ہو۔ ایک تو ہمارے اندر سے اہم راز اگھو لیا کر دو گی۔ اور دوسرے زہریلی بھی ہو۔ تم سے دوستی کرنے کے بعد ہماری جان حلق میں اٹکی رہے گی۔ یہی بہتر ہو گا کہ دوستی کرنے کے بعد تم سے دور ہی دور سے رابطہ رکھا جائے۔“

جے کا فلو بول رہا تھا اور اس کے اندر جے فلو بار بار اسے بولنے سے روک رہا تھا ”جے فلو۔ رک جاؤ۔ خاموش ہو جاؤ یا رکافو! کیا کر رہے ہو؟“

جے فلو نے اب سے پہلے بھی اسے جے بولنے سے روکنا چاہا تھا اور ناکام رہا تھا۔ شیوانی کی آنکھوں کے سامنے جے کا فلو کا ذہن سحر زدہ ہو جاتا تھا۔ اسے نیلی جیٹھی کے ذریعے بھی روکا نہیں جاسکتا تھا۔

شیوانی نے اس کی پیشانی سے نظریں ہٹالیں۔ وہ بولنے بولنے رک گیا۔ پریشان ہو کر سامنے بیٹھی ہوئی ہلاک دیکھنے لگا۔ وہ بولی ”تم تینوں ایک دوسرے سے ملتے ہو۔ مجھ سے نہیں ملو گے اور دوست بنانے کا جھوٹا دعویٰ کرتے رہو گے؟“

وہ سر جھکا کر بولا ”میں ہار گیا۔ ہماری کوئی بات تم سے چھپ نہیں سکتی۔ میں تمہاری دوستی کے قابل نہیں ہوں۔“

”قابل ہو۔ دوست بناؤں گی۔ اسی لیے تم اب تک زندہ ہو۔ یہ سمجھ سکتے ہو کہ میرا زہر کس طرح تمہیں ہلاک کر سکتا ہے۔“

”جب میں قابل اعتماد نہیں ہوں تو دوست کیسے بناؤں گی؟“

کس مقصد کے لیے بناؤں گی؟“

”مقصد یہ ہے کہ تمہاری نیلی جیٹھی سے فائدہ اٹھاؤں۔“

”تمہیں بھی فائدہ پہنچاؤں گی۔ اپنے دوست سے پوچھو۔“

یہاں آئے گا؟ مجھ سے ملاقات کرے گا؟ مجھ سے دوستی کرے گا؟“

اس نے سوچ کے ذریعے جے فلو کو مخاطب کیا۔ اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے کہا ”میرا دوست کہیں گیا ہے۔“

وہ بولی ”یہ وقت جبکہ تم ایک زہریلی ناگن کے سامنے بیٹھ رہے ہو، وہ تمہیں چھوڑ گیا ہے۔ بات سمجھ میں آنے والی ہے، وہ کسی خاص مقصد سے گیا ہے۔“

جے فلو اس ہوٹل کے فیجر کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ وہ جے کا فلو کے سامنے اگھر بولی ”تم اس کمرے سے باہر وہاں کاؤنٹر کے پاس ایک پولیس افسر آیا تھا اور کسی شخص کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ وہ اس افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔“

وہ افسر کاؤنٹر کے پاس سے پلٹ گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا لفظ ”نہیں چھوڑی تھی۔ وہ تمہارے اندر ہو گا۔ اس سے میں آیا۔ لفٹ سیوٹھ فلور پر رک گئی۔ وہ تیزی سے لفٹ کے پاس آیا۔ تقریباً دوڑتا ہوا ہے کا فلو کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ دروازہ بند تھا مگر منتقل نہیں تھا۔ وہ رپو لور کالے لاکر کہا ”یار فلو! تم نے یہ کیا حماقت کی؟ اس پر قاتلانہ ہونے ایک جھگڑے کے دروازے کو کھولا ہوا اندر آیا۔ شیوانی کہیں گیا؟“

صوفے سے اچھل کر کھڑی ہوئی۔ افسر نے اس پر گولی چلائی۔ ”میرے سامنے یہی راستہ تھا۔ میں اس کی غفلت سے وہ چھلانگ لگا کر جے کا فلو کے پیچھے چلی گئی۔ پیچھے سے اس کی اٹھانا چاہتا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا؟ یوں ناکامی ہو گی۔“

گردن ایک ہاتھ سے دبوچے ہوئے بولی ”جے فلو! تم اس ”تم نے ناکامی کو کوشش کی۔ اب میری موت یقینی ہے۔“

افسر کے دماغ میں کھس کر مجھے ہلاک کرنے آئے۔ اپنے ”میری عقل کتنی ہے۔ وہ تمہیں ہلاک نہیں کرے گی۔ دوست کی زندگی چاہتے ہو تو رپو لور پیچک دو۔“

جے کا فلو کمزور نہیں تھا۔ اس کے ایک ہاتھ سے اپنی پولیس افسر نے اسے سیلیٹ کیا تھا۔ اس زہریلی ہلاک گردن چھڑا سکتا تھا لیکن اس کی پیشانی گرم ہو گئی تھی۔ یوں پولیس یا انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ سے ہے پولیس شیوانی کے زیر اثر تھا۔ افسر نے ایک قدم آگے بڑھ کر بے جرم کو سزا دیتے ہیں اور تم نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ فلو کی مرضی کے مطابق کہا ”تم میرے دوست کا کچھ نہیں بانی خاص مقصد کے لیے تمہیں مرگ کر رہی ہے۔“

سکوگی۔ اسے ڈھال بنا کر میری قاتلنگ سے بچ نہیں سکوگی۔ وہ دونوں اس بات پر غور کرنے لگے کہ شیوانی کا مقصد ”جے وقوف! میرے دانت اس کی گردن سے لگے؟“ وہ چاہتی کیا ہے؟

والے ہیں۔ اسے ایک ذرا سا کاٹوں گی۔ پھر میرا زہر تھا۔ شیوانی ہوٹل کے ایک آفس میں آئی۔ وہاں کمپیوٹر کے تڑپا تڑپا کر مار ڈالے گا۔ بول! امیری موت چاہتا ہے یا اپنے بیٹھ کر اسے آپریشن کیا۔ اسی میل کوڈز کا حوالہ دیتے دوست کی زندگی؟“

اس افسر کے اندر جے فلو جھاک کی طرح بیٹھ گیا۔ جے سامو ہے۔ عمر ۳۵ سال۔ موجودہ معلومات کے مطابق آنکھوں کے سامنے شیوانی کا چہرہ ہے کا فلو کی گردن سے فلوپوم کے ہوٹل شیرن دوم نمبر ۲۲ میں ہے۔ یہ تصویر تھا۔ گولی چلانے سے پہلے ہی وہ ناگن جے کا فلو کو ڈس کی۔ کراٹاری مٹی ہے۔ تم اسے BIG CLOSE میں دیکھ رپو لور کی نال جھک گئی۔ وہ بولی ”رپو لور ادھر بیٹھو۔“

”یہ تصویر واضح نہیں ہو گی تو ہم اس کی دوسری تصویر اسے حکم کی تعمیل کرنی پڑی۔ اس نے رپو لور کو اس کی کوشش کریں گے۔“

طرف اچھال دیا۔ شیوانی نے اسے کچل دیا۔ اس کے جیہڑا اسکرین پر جے سامو کی تصویر تھی۔ تحریر مٹ رہی

لہذا اس کی بانی گولیاں نکال لیں پھر اس کی طرف رپو لور

”پچھک کر بولی“ فرس کے اندر سے نکل جاؤ۔ اس کے دماغ

”آزاد چھوڑ دو۔“

جے فلو اس افسر کو چھوڑ کر جے کا فلو کے اندر گیا۔ افسر نے چوچک کر جراتی سے ادھر ادھر دیکھا پھر شیوانی کو دیکھتے ہی

”پیش ہو کر سیلیٹ کیا۔ وہ بولی ”تمہیں نیلی جیٹھی کے لیے مرگ کیا گیا تھا۔ رپو لور اٹھاؤ اور جاؤ۔“

اس نے فرش پر سے رپو لور کو اٹھا کر کہا ”میڈم! اسی کے ذریعے کوئی پیغام بھیجا گیا ہے۔ آپ کو ابھی اینیڈ

وہ کسی خاص مقصد سے گیا ہے۔“

جے فلو اس ہوٹل کے فیجر کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ وہ جے کا فلو کے سامنے اگھر بولی ”تم اس کمرے سے باہر وہاں کاؤنٹر کے پاس ایک پولیس افسر آیا تھا اور کسی شخص کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ وہ اس افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔“

وہ افسر کاؤنٹر کے پاس سے پلٹ گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا لفظ ”نہیں چھوڑی تھی۔ وہ تمہارے اندر ہو گا۔ اس سے میں آیا۔ لفٹ سیوٹھ فلور پر رک گئی۔ وہ تیزی سے لفٹ کے پاس آیا۔ تقریباً دوڑتا ہوا ہے کا فلو کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ دروازہ بند تھا مگر منتقل نہیں تھا۔ وہ رپو لور کالے لاکر کہا ”یار فلو! تم نے یہ کیا حماقت کی؟ اس پر قاتلانہ ہونے ایک جھگڑے کے دروازے کو کھولا ہوا اندر آیا۔ شیوانی کہیں گیا؟“

صوفے سے اچھل کر کھڑی ہوئی۔ افسر نے اس پر گولی چلائی۔ ”میرے سامنے یہی راستہ تھا۔ میں اس کی غفلت سے وہ چھلانگ لگا کر جے کا فلو کے پیچھے چلی گئی۔ پیچھے سے اس کی اٹھانا چاہتا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا؟ یوں ناکامی ہو گی۔“

گردن ایک ہاتھ سے دبوچے ہوئے بولی ”جے فلو! تم اس ”تم نے ناکامی کو کوشش کی۔ اب میری موت یقینی ہے۔“

افسر کے دماغ میں کھس کر مجھے ہلاک کرنے آئے۔ اپنے ”میری عقل کتنی ہے۔ وہ تمہیں ہلاک نہیں کرے گی۔ دوست کی زندگی چاہتے ہو تو رپو لور پیچک دو۔“

جے کا فلو کمزور نہیں تھا۔ اس کے ایک ہاتھ سے اپنی پولیس افسر نے اسے سیلیٹ کیا تھا۔ اس زہریلی ہلاک گردن چھڑا سکتا تھا لیکن اس کی پیشانی گرم ہو گئی تھی۔ یوں پولیس یا انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ سے ہے پولیس شیوانی کے زیر اثر تھا۔ افسر نے ایک قدم آگے بڑھ کر بے جرم کو سزا دیتے ہیں اور تم نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ فلو کی مرضی کے مطابق کہا ”تم میرے دوست کا کچھ نہیں بانی خاص مقصد کے لیے تمہیں مرگ کر رہی ہے۔“

سکوگی۔ اسے ڈھال بنا کر میری قاتلنگ سے بچ نہیں سکوگی۔ وہ دونوں اس بات پر غور کرنے لگے کہ شیوانی کا مقصد ”جے وقوف! میرے دانت اس کی گردن سے لگے؟“ وہ چاہتی کیا ہے؟

والے ہیں۔ اسے ایک ذرا سا کاٹوں گی۔ پھر میرا زہر تھا۔ شیوانی ہوٹل کے ایک آفس میں آئی۔ وہاں کمپیوٹر کے تڑپا تڑپا کر مار ڈالے گا۔ بول! امیری موت چاہتا ہے یا اپنے بیٹھ کر اسے آپریشن کیا۔ اسی میل کوڈز کا حوالہ دیتے دوست کی زندگی؟“

اس افسر کے اندر جے فلو جھاک کی طرح بیٹھ گیا۔ جے سامو ہے۔ عمر ۳۵ سال۔ موجودہ معلومات کے مطابق آنکھوں کے سامنے شیوانی کا چہرہ ہے کا فلو کی گردن سے فلوپوم کے ہوٹل شیرن دوم نمبر ۲۲ میں ہے۔ یہ تصویر تھا۔ گولی چلانے سے پہلے ہی وہ ناگن جے کا فلو کو ڈس کی۔ کراٹاری مٹی ہے۔ تم اسے BIG CLOSE میں دیکھ رپو لور کی نال جھک گئی۔ وہ بولی ”رپو لور ادھر بیٹھو۔“

”یہ تصویر واضح نہیں ہو گی تو ہم اس کی دوسری تصویر اسے حکم کی تعمیل کرنی پڑی۔ اس نے رپو لور کو اس کی کوشش کریں گے۔“

طرف اچھال دیا۔ شیوانی نے اسے کچل دیا۔ اس کے جیہڑا اسکرین پر جے سامو کی تصویر تھی۔ تحریر مٹ رہی

جے فلو اس ہوٹل کے فیجر کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ وہ جے کا فلو کے سامنے اگھر بولی ”تم اس کمرے سے باہر وہاں کاؤنٹر کے پاس ایک پولیس افسر آیا تھا اور کسی شخص کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ وہ اس افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔“

وہ افسر کاؤنٹر کے پاس سے پلٹ گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا لفظ ”نہیں چھوڑی تھی۔ وہ تمہارے اندر ہو گا۔ اس سے میں آیا۔ لفٹ سیوٹھ فلور پر رک گئی۔ وہ تیزی سے لفٹ کے پاس آیا۔ تقریباً دوڑتا ہوا ہے کا فلو کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ دروازہ بند تھا مگر منتقل نہیں تھا۔ وہ رپو لور کالے لاکر کہا ”یار فلو! تم نے یہ کیا حماقت کی؟ اس پر قاتلانہ ہونے ایک جھگڑے کے دروازے کو کھولا ہوا اندر آیا۔ شیوانی کہیں گیا؟“

صوفے سے اچھل کر کھڑی ہوئی۔ افسر نے اس پر گولی چلائی۔ ”میرے سامنے یہی راستہ تھا۔ میں اس کی غفلت سے وہ چھلانگ لگا کر جے کا فلو کے پیچھے چلی گئی۔ پیچھے سے اس کی اٹھانا چاہتا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا؟ یوں ناکامی ہو گی۔“

گردن ایک ہاتھ سے دبوچے ہوئے بولی ”جے فلو! تم اس ”تم نے ناکامی کو کوشش کی۔ اب میری موت یقینی ہے۔“

افسر کے دماغ میں کھس کر مجھے ہلاک کرنے آئے۔ اپنے ”میری عقل کتنی ہے۔ وہ تمہیں ہلاک نہیں کرے گی۔ دوست کی زندگی چاہتے ہو تو رپو لور پیچک دو۔“

جے کا فلو کمزور نہیں تھا۔ اس کے ایک ہاتھ سے اپنی پولیس افسر نے اسے سیلیٹ کیا تھا۔ اس زہریلی ہلاک گردن چھڑا سکتا تھا لیکن اس کی پیشانی گرم ہو گئی تھی۔ یوں پولیس یا انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ سے ہے پولیس شیوانی کے زیر اثر تھا۔ افسر نے ایک قدم آگے بڑھ کر بے جرم کو سزا دیتے ہیں اور تم نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ فلو کی مرضی کے مطابق کہا ”تم میرے دوست کا کچھ نہیں بانی خاص مقصد کے لیے تمہیں مرگ کر رہی ہے۔“

سکوگی۔ اسے ڈھال بنا کر میری قاتلنگ سے بچ نہیں سکوگی۔ وہ دونوں اس بات پر غور کرنے لگے کہ شیوانی کا مقصد ”جے وقوف! میرے دانت اس کی گردن سے لگے؟“ وہ چاہتی کیا ہے؟

تھی۔ دوسری تحریر ابھر رہی تھی۔ وہاں لکھا ہوا تھا ”یار اس سے فلوٹ کر رہی ہے۔ یہاں کے وقت کے مطابق وہ نوبے اس کے ساتھ ڈنر کے لیے جائے گی۔ اسے اپنی پسند کا سوٹ پہننے پر آمادہ کرے گی۔ اپنے ہاتھوں سے اس کی نکلتی ہیں لگائے گی۔ اس پن میں خفیہ الیکٹرونک مائیک ہے۔ جب تم اس سے سچ اگھو اڑی۔ اور وہ بولتا رہے گا تو ہم اپنے الیکٹرونک ریسیور سے اس کی تمام باتیں ریکارڈ کر لیں گے۔“

THATS ALL, REPLY SOON

شیوانی نے جے سامو کی تصویر کو دیکھا پھر اس تصویر کو

گراف میں لا کر جے سامو کے چہرے کا BIG CLOSE

بنانے لگی۔ ایک منٹ میں ہی اس کا منہ ”ناک“ آنکھیں اور پیشانی پورے اسکرین پر واضح ہو گئیں۔ شیوانی نے جے سامو کے اس BIG CLOSE کو اسٹور کرنے کے بعد جوابی پیغام ارسال کیا ”دوم کے وقت کے مطابق رات کے نو بجے جے سامو سچ اٹھنے والا ہے۔ ریکارڈنگ کے لیے تیار رہو۔“

وہ کمپیوٹر کو آف کر کے پھر جے کا فلو کے کمرے میں آئی۔ اب اس کمرے کے باہر پولیس کا چہرہ تھا۔ کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ یہ اندیشہ تھا کہ جے فلو پھر کسی کے دماغ میں کھس کر شیوانی کو ہلاک کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس کمرے کا دروازہ بند تھا۔ پہلے ایک افسر نے اندر جا کر جے کا فلو کو دیکھا پھر شیوانی سے کہا ”میڈم! خطرہ نہیں ہے“ اندر آجائیں۔“

شیوانی کمرے میں آئی۔ جے کا فلو ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بولی ”تمہارے دوست کے قاتلانہ حملے میں بچ گئی۔ تم مجھ سے کیسے بچو گے؟ تمہیں بچانے کے لیے وہ یقیناً تمہارے اندر موجود ہو گا۔“

”وہ تو کیا دنیا کی کوئی طاقت تمہارے انتقام سے نہیں بچا سکتی گی۔ مجھے اپنی موت کا یقین ہو چکا ہے۔“

”مجھے مارنا ہوتا تو تم اب تک مرہ کھلاتے۔ اب تم میرے زیر اثر آؤ گے تمہارا دوست تمہارے اندر رہ کر بے بسی سے تمہارے غلام بنے کا تمنا دیکھے گا۔“

وہ گھور کر اسے دیکھنے لگی۔ ادھر اس کی پیشانی گرم ہونے لگی۔ جے فلو اس کے اندر کہنے لگا ”خوصلہ کرو۔ میں تمہارے دماغ کو توانائی پہنچا رہا ہوں۔ ان آنکھوں کی شیطانی قوت سے جنگ کرو۔ میرے یار! کمزور نہ پڑو۔ یہ کیا کر رہے ہو؟ کافے۔ کافو!“

وہ دبی کر رہا تھا۔ جو شیوانی کہہ رہی تھی۔ وہ بیڑ پر آکر جاوٹا شائے چت لیٹ گیا۔ اس نے کہا ”میں تمہارے

دوست کو آخری وار تک دے رہی ہوں۔ اگر وہ تمہارے دماغ سے نہیں جائے گا تو تم اس بیڑ پر گہری زہریلی نیند سوجاؤ گے۔

وہ دیرے پھیلائے کے کافی پیشانی کو تک رہی تھی۔ بے غلو اس کے اندر رہتا تو کوئی خاص فرق نہ پڑتا پھر بھی وہ خوشی عمل کے دوران میں کسی تیسرے کی موجودگی نہیں چاہتی تھی۔ اور بے غلو نہیں چاہتا تھا کہ وہ ناگن اس کے دوست کو ڈس لے۔ وہ مجبور ہو کر چلا گیا۔ شیوانی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر خوشی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کرنے لگی۔

بے غلو دائمی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر قدام کر سونے لگا۔ کچھ نہیں ہو سکتا۔ اب کچھ نہیں ہو سکے گا۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر بھی شیوانی کی مخالفت سے اسے محفوظ نہیں رکھ سکوں گا۔ او گاڈ! یہ کیسی بلا ہمارے پیچھے پڑ گئی ہے۔ ہمارا ذہین دوست ہمارے ہاتھ سے نکل رہا ہے۔ بلکہ نکل چکا ہے۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کر کے بے سامو کے پاس آیا۔ سامو نے پوچھا "کون؟"

"میں ہوں۔ بہت بری خبر ہے۔"

"کافو خیریت سے تو ہے؟"

"اس کی خیریت اور سلامتی کے لیے میں نے اسے شیوانی کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔ ایسا نہ کرنا تو وہ اسے مار ڈالتی۔"

"یہ تو واقعی بری خبر ہے۔ ہم تینوں پر آج تک بڑے سے بڑا دشمن حاوی نہ ہو سکا۔ ایک عورت حاوی ہو رہی ہے۔"

"تم ابھی تک اسی شہر میں ہو۔ میں نے تمہیں سمجھایا تھا یہ شہر اودیہ ملک چھوڑ دو۔"

"میں یہاں سے جانے والا ہوں۔ کل صبح تک کسی بھی فلاح میں سیٹ نہیں ہے۔ کل رات تک یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"کیا تم خیال خوانی کے قابل ہو چکے ہو۔"

"اتنی دائمی توانائی ہے کہ تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے اُمید ہے آج کسی وقت خیال خوانی کر سکوں گا۔"

"میں تمہاری طرف سے بھی اندیشے میں ہوں۔ جب تک خیال خوانی نہیں کرو گے، دشمنوں کو پہچان نہیں سکو گے۔"

"میری فکر نہ کرو۔ میں بہت محتاط ہوں۔ اس ہوٹل کے

کمرے میں رہتا ہوں۔ اہم ضرورت کے وقت باہر ہوں۔"

"اسی طرح محتاط رہو۔ میں بار بار تمہارے پاس آسکوں گا۔ بے کافو کی خاطر مجھے لندن جانا ہو گا۔"

"وہ کافو کو کہیں قیدی بنا کر رکھے گی۔ تم اسے ڈھونڈتے پھرو گے؟"

"یہ معلوم ہو چکا ہے کہ شیوانی کا تعلق پولیس اور جنس سے ہے۔ میں دونوں ڈیپارٹمنٹ کے اہلکاروں کے درمیان میں پہنچ کر شیوانی کا پتا ٹھکانا معلوم کروں گا۔"

"نجات مل جائے گی۔"

"یار فلو! ایک سے دو بھلے۔ کھو تو میں بھی آجاؤں۔ شیوانی! ہمیں چھوٹے سے نہیں بچاؤ۔ ہم میں جاؤ۔ میں تمہارا ایک اچھا سا سوٹ نکال رہی ہوں۔"

"ہم سمجھتے تھے ایک دوسرے سے دور رہیں گے لیکن جب شامت آتی ہے تو تمام خفا خفا رہیں گے۔"

"وہ اندھ کر ہاتھ روم میں گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آیا تو دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ تم آجاؤ۔ ہم ایک طرف رہیں گے۔"

"وہ اپنے پرس میں سے ایک نکلتی پن نکال کر دکھائی دے گی۔ تم دور دور رہو۔ ہم وہاں ساتھ رہیں گے۔"

"وہ اپنے پرس میں سے ایک نکلتی پن نکال کر دکھائی دے گی۔ تم دور دور رہو۔ ہم وہاں ساتھ رہیں گے۔"

"وہ اپنے پرس میں سے ایک نکلتی پن نکال کر دکھائی دے گی۔ تم دور دور رہو۔ ہم وہاں ساتھ رہیں گے۔"

"وہ اپنے پرس میں سے ایک نکلتی پن نکال کر دکھائی دے گی۔ تم دور دور رہو۔ ہم وہاں ساتھ رہیں گے۔"

"وہ اپنے پرس میں سے ایک نکلتی پن نکال کر دکھائی دے گی۔ تم دور دور رہو۔ ہم وہاں ساتھ رہیں گے۔"

"وہ اپنے پرس میں سے ایک نکلتی پن نکال کر دکھائی دے گی۔ تم دور دور رہو۔ ہم وہاں ساتھ رہیں گے۔"

"وہ اپنے پرس میں سے ایک نکلتی پن نکال کر دکھائی دے گی۔ تم دور دور رہو۔ ہم وہاں ساتھ رہیں گے۔"

"وہ اپنے پرس میں سے ایک نکلتی پن نکال کر دکھائی دے گی۔ تم دور دور رہو۔ ہم وہاں ساتھ رہیں گے۔"

"وہ اپنے پرس میں سے ایک نکلتی پن نکال کر دکھائی دے گی۔ تم دور دور رہو۔ ہم وہاں ساتھ رہیں گے۔"

"وہ اپنے پرس میں سے ایک نکلتی پن نکال کر دکھائی دے گی۔ تم دور دور رہو۔ ہم وہاں ساتھ رہیں گے۔"

"وہ اپنے پرس میں سے ایک نکلتی پن نکال کر دکھائی دے گی۔ تم دور دور رہو۔ ہم وہاں ساتھ رہیں گے۔"

انجینئر کے کانوں پر ایک ارفون لگا ہوا تھا۔ ریفریکٹو کار میں جانے والا ہے سامو، لارا سے جو باتیں کر رہا تھا۔ وہ باتیں نکلتی ہیں کے خفیہ مائیک کے ذریعے اس انجینئر کے کانوں تک پہنچ رہی تھیں۔ انجینئر نے کانوں سے ارفون ہٹا کر اپنے ساتھی سے کہا "صاف آواز آ رہی ہے۔ سونو۔"

وہ ساتھی اس فون کو کانوں سے لگا کر سننے لگا پھر تائید میں سر ہلا کر بولا "ہاں۔ اب ہمیں میڈم شیوانی کا انتظار کرنا ہو گا۔ میڈم وقت کی پابند ہیں۔ وہ ٹھیک تو بجے آئیں گی۔"

لارا فون بجے تک بے سامو کو تقریبی مقامات پر لیے گھومتی رہی پھر وہ بولا "کھانے کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"

وہ بولی "نیک خیال ہے لیکن یہاں کھلی فضا میں اچھا لگ رہا ہے۔ بہت بدھ منٹ بعد کسی رستوران میں جائیں گے۔"

پندرہ منٹ سے پہلے ہی بے سامو نے اپنی پیشانی میں حرارت محسوس کی۔ لندن میں شیوانی ایک کمپیوٹر کے سامنے بیٹھی اسکرین پر بے سامو کے چہرے کے BIG CLOSE کو دکھ رہی تھی اور اس کی پیشانی کو تک رہی تھی۔ اوہرے سامو کم صدم بیٹھا رہ گیا تھا۔ لارا اپنی گھڑی میں وقت دیکھ کر سمجھ گئی کہ وہ شیوانی کے زیر اثر آگیا ہے پھر وہ خودی بے اختیار کھینے لگا "میں ٹھہری ہے میں سے ایک ہے ہوں۔ میرا نام ہے سامو ہے۔"

لیکن میں بیٹھے ہوئے ساؤنڈ انجینئر کو آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ بے سامو کی باتیں ریکارڈ کر رہا تھا۔ دوسرا شخص کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا اس کی باتیں فیکٹر کر رہا تھا۔ اسی میل کے کوڈ کے مطابق لندن میں شیوانی اپنے کمپیوٹر اسکرین پر بے سامو کی گفتگو تحریر کی صورت میں پڑھ رہی تھی۔

لارا بے سامو کے سامنے بیٹھی پوچھ رہی تھی "تم اس شہر میں کب تک رہو گے؟"

"میں کل شام کی فلاح سے چلا جاؤں گا۔"

"کہاں جاؤ گے؟"

"پہلے کہیں اور جانا چاہتا تھا۔ اب لندن جاؤں گا۔"

"تم لندن کیوں جاؤ گے؟"

"میرا دوست بے غلو بھی لندن پہنچنے والا ہے۔ ہم اپنے ساتھی بے کافو کے لیے پریشان ہیں۔ وہاں کسی طرح شیوانی کو تلاش کریں گے اسے ہلاک کریں گے تب بے کافو کو اس بلا سے نجات مل جائے گی۔"

"تم دونوں لندن میں کہاں رہو گے؟"

"کسی ہوٹل میں یا کہیں بے انگ گیسٹ بن کر رہیں گے۔"

"میں کل شام کی فلاح سے چلا جاؤں گا۔"

"کہاں جاؤ گے؟"

"پہلے کہیں اور جانا چاہتا تھا۔ اب لندن جاؤں گا۔"

"تم لندن کیوں جاؤ گے؟"

"میرا دوست بے غلو بھی لندن پہنچنے والا ہے۔ ہم اپنے ساتھی بے کافو کے لیے پریشان ہیں۔ وہاں کسی طرح شیوانی کو تلاش کریں گے اسے ہلاک کریں گے تب بے کافو کو اس بلا سے نجات مل جائے گی۔"

گئے

”کیا تمہارے پاس بے فلوکی کوئی تصویر ہے؟“

”تصویر ہے مگر اس تصویر میں بے فلو کا اصلی چہرہ

ہے۔ وہ وقت اور حالت کے مطابق چہرے بدلتا رہتا ہے۔“

”شیوانی کو اصلی چہرے والی تصویر چاہیے۔ وہ تصویر تم

نے کہاں رکھی ہے؟“

”وہ میرے سامان میں ہے اور سامان ہوٹل کے کمرے

میں رکھا ہوا ہے۔“

”تم ابھی ہوٹل جاؤ گے اور وہ تصویر میرے حوالے کر دو

گئے۔ چلو اٹھو۔“

وہ دونوں ریٹائرڈ کار میں آکر بیٹھ گئے۔ لارا اسے ڈرائیو

کرنے لگی۔ وہ پریشان ہو کر وڈ اسکرین کے پار دیکھ رہا تھا۔

اس نے کہا ”لارا! میں نے اپنا اصل نام اور اپنی اصلیت تم

سے چھپائی تھی لیکن ابھی بے اختیار اپنے بارے میں بتا چکا

ہوں۔ تم بھی میرے اندر کی بات اگوانے کے لیے مجھ سے

سوالات کرتی رہی ہو۔ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟“

وہ بولی ”جو میرے ساتھ ہو رہا ہے، وہی تمہارے ساتھ

ہو رہا ہے۔ شیوانی! ہم دونوں سے سچ اگوار رہی ہے۔“

”شیوانی؟“ وہ چونک کر بولا ”شیوانی! ہم دونوں تک کیسے

پہنچ گئی؟ نہیں، تم بھوت کہہ رہی ہو۔“

”اگر بھوت بول رہی ہوں تو بتاؤ۔ اس وقت تمہاری

پیشانی گرم ہے؟“

وہ حیرانی اور پریشانی سے اپنی پیشانی کو چھو کر بولا ”ہاں

گرم ہے۔ بے فلو نے بتایا تھا کہ شیوانی جب اپنی آنکھوں

کے زیر اثر لاتی ہے تب بے فلو کی پیشانی گرم ہو جایا کرتی

ہے۔ مائی گاڈ! یہ بلامیری پیشانی تک کیسے پہنچ گئی؟“

وہ ہوٹل پہنچ گئے۔ ان کے تعاقب میں آنے والی وین

ہوٹل کے احاطے کے باہر رک گئی۔ وہ دونوں کمرے میں

آئے۔ وہ اپنی اپنی کھول کر ایک ایلم نکالتے ہوئے بولا ”مجھے

اپنے دوست سے فلو کی تصویر نہیں دینا چاہیے۔ مگر میں مجبور

ہو رہا ہوں۔ شیوانی مجھے مجبور کر رہی ہے۔ اس نے پہلے بے

کافو کو چھانسا، اب مجھے چھانسا لیا ہے۔“

اس نے ایلم سے بے فلو کی ایک تصویر نکالی۔ لارا نے

دوسری تصاویر دیکھتے ہوئے پوچھا ”یہ تمام تصویریں کس کی

ہیں؟“

جے سامو نے کہا ”ہم تینوں دوستوں کی ہیں۔ یہ ہمیں

بدلنے کے بعد اتاری ہوئی تصویریں ہیں۔“

لارا نے پوری ایلم لے کر کہا ”میں تمام تصویریں لے

جاری ہوں۔ شیوانی کو کسی بھی تصویر کی ضرورت

ہے۔“

وہ جانے لگی۔ جے سامو نے کہا ”یہ تصویریں

کہاں جاؤ گی، میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔“

”میں آرام سے رہوں۔ میری ڈیوٹی ختم ہو چکی

میں واپس نہ آنے کے لیے جاری ہوں۔“

”ایسی باتیں نہ کرو۔ تم نے میرے ساتھ رات گزار

کا وعدہ کیا ہے۔ میں تمہیں جانے نہیں دوں گا۔“

وہ اس کا راست روک کر کھڑا ہو گیا۔ لارا نے اپنے

میں سے پتھول نکال کر کہا ”میں کوئی پاؤزاری عورت

ہوں۔ اسکاٹ لینڈ یا روڈ کی ایک جو تیز افسر ہوں۔“

وہ اسے حیرانی سے دیکھتا ہوا اس کے راستے

گیا۔ لارا کمرے سے باہر آئی پھر ہوٹل اور احاطے

آئی۔ وین کے ڈرائیور نے اسے دیکھ کر چیخے بیٹھے

آواز دی ”دروازہ کھولو۔ لارا آئی ہے۔“

وین کا سلائیڈ ٹک دو دروازہ کھل گیا۔ لارا اندر

گئی۔ اس نے ایلم کو ایک طرف رکھ کر بے فلو کے

چہرے والی تصویر کھینچ کر آئینہ کو دی پھر کہا ”میری

بے فلو کا اصلی چہرہ ہے۔ مختلف بہروپ میں بھی تم

ہیں۔ ان کی ضرورت ہوگی تو انہیں بھی ای میل کے

پتے پر دیا جائے گا۔“

لندن میں شیوانی کھینچنے کے سامنے بیٹھی اسے

کر رہی تھی۔ اسکرین پر بے فلو کی تصویر دیکھ رہی تھی

کے بارے میں جو معلومات ارسال کی جا رہی تھیں۔

بڑھ رہی تھی پھر اس نے کھینچنے کے ذریعے کہا ”میں

تصدیق کر رہی ہوں کہ یہ بے فلو کی تصویر ہے یا نہیں؟

”کوہ۔“

وہ اسکرین پر بے فلو کی تصویر کی پیشانی کو گھورتے

ہے فلو ڈھونڈنا پورٹ سے باہر آ رہا تھا۔ ایک

میں بیٹھ کر اسی ہوٹل میں جا کر رہتا چاہتا تھا، جہاں شیوا

بے کافو پر عمل کر کے اس کے دماغ کو لاک کر دیا تھا۔

بے فلو نے کئی بار اس کے دماغ میں جانے کی کوشش

لیکن اس نے سانس روک کر بے فلو کی سوچ کی لہر

دیا۔

اس وقت وہ پیرس میں تھا۔ لندن سے زیادہ

تھا۔ اچھی طرح فیصلہ کرنے کے بعد بے کافو کو طائر

چلا آیا تھا۔ ان پورٹ سے باہر آتے ہی اچانک ایک

گیا۔ اس کی پیشانی ایسی گرم ہو گئی تھی جیسے بخار

اپنے وقت ایک ٹیکسی اس کے قریب آکر رک گئی۔ وہ اپنے

ٹیک کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر بولا ”ہوٹل شیرن۔“

ٹیکسی چل پڑی۔ وہ بولنے لگا ”میرا نام بے فلو ہے۔“

ٹیکسی ڈرائیور نے عقب نما آئینے میں اسے دیکھ کر کہا

”میرا نام جانج ہے۔ آپ سے مل کر خوشی ہوئی مگر بے

فلو۔“

وہ بولا ”میں ہوٹل شیرن کے کمرانمبر ۲۱۲ میں حاصل کرنے

کی کوشش کروں گا۔ جہاں میرے دوست کو ٹرپ کیا گیا

تھا۔“

ڈرائیور نے پوچھا ”کس طرح ٹرپ کیا گیا تھا مگر فلو؟

کیا تعین معاملہ ہے؟“

وہ بول رہا تھا ”اگر ۲۱۲ نمبر کا کمرہ ملا تو اس کے آس

پاس والا کمرہ حاصل کروں گا۔ ہو سکتا ہے شیوانی یا اس کے

تحت پولیس والے ادھر آئیں۔ میں ان کے دماغ میں

تھس کر شیوانی کا پتا معلوم کروں گا۔“

ڈرائیور نے حیرانی سے پوچھا ”سنو! آپ کیا کہہ رہے

ہیں؟ دماغوں میں کیسے تھس سکتے ہیں؟ آپ کی باتیں کچھ سمجھ

میں نہیں آ رہی ہیں۔“

اس نے ٹیکسی کو سڑک کے کنارے روک کر پیچھے پلٹ

کر اسے دیکھا پھر پوچھا ”آپ مجھ سے مخاطب ہیں؟ یا آپ ہی

آپ بیڑا رہے ہیں؟“

وہ ڈرائیور کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ سر جھکائے بول رہا تھا

”میں شیوانی کو ڈھونڈ کر رہوں گا۔ اسے زندہ نہیں چھوڑوں

گا۔ وہ جہاں بھی نظر آئے گی اسے گولی مار دوں گا۔“

ڈرائیور سسٹم کر مٹ کھول کر اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ بول رہا

تھا ”جب وہ زچرلی ٹانگن مچا لے گی تو بے کافو کو اس سے

نجات مل جائے گی پھر میں یہاں تنہا نہیں رہوں گا۔ جے سامو

بھی یہاں پہنچنے والا ہے۔“

ڈرائیور نے اپنا سر جھکاتے ہوئے سوچا ”یہ جاگتی ہوئی

آنکھوں سے سو رہا ہے اور نیند میں بیڑا رہا ہے۔“

وہ ٹیکسی اشارت کر کے ہوٹل کی طرف جانے لگا۔

شیوانی کھینچنے کے سامنے بیٹھی سوچ رہی تھی۔ اسے یہ معلوم

ہو چکا تھا کہ اسکرین پر جس کی تصویر ہے، وہی بے فلو ہے اور

وہ اپنی غیر معمولی آنکھوں کی قوت سے بے فلو کی پیشانی تک

پہنچ چکی ہے۔ ایسے وقت وہ اپنے اندر کالج اگل رہا ہوگا۔

شیوانی جگ اگلے دالوں کی باتیں سامنے رکھ کر سن سکتی تھی

پائیلی فون کے ذریعے سن سکتی تھی جیسا ایک بار اس نے بے

کافو فون پر مخاطب کر کے سنا تھا یا پھر ای میل کے ذریعے

دیتوتا

۷۳

۷۴

۷۵

۷۶

۷۷

۷۸

۷۹

۸۰

۸۱

۸۲

۸۳

۸۴

۸۵

۸۶

۸۷

۸۸

۸۹

۹۰

۹۱

۹۲

۹۳

۹۴

۹۵

۹۶

۹۷

۹۸

۹۹

۱۰۰

۱۰۱

۱۰۲

۱۰۳

۱۰۴

۱۰۵

۱۰۶

۱۰۷

۱۰۸

۱۰۹

۱۱۰

۱۱۱

۱۱۲

۱۱۳

۱۱۴

۱۱۵

۱۱۶

۱۱۷

۱۱۸

۱۱۹

۱۲۰

۱۲۱

۱۲۲

۱۲۳

۱۲۴

۱۲۵

۱۲۶

۱۲۷

۱۲۸

۱۲۹

۱۳۰

۱۳۱

۱۳۲

۱۳۳

۱۳۴

۱۳۵

۱۳۶

۱۳۷

۱۳۸

۱۳۹

۱۴۰

۱۴۱

۱۴۲

۱۴۳

۱۴۴

۱۴۵

۱۴۶

۱۴۷

۱۴۸

۱۴۹

۱۵۰

۱۵۱

۱۵۲

۱۵۳

۱۵۴

۱۵۵

۱۵۶

۱۵۷

۱۵۸

۱۵۹

۱۶۰

۱۶۱

۱۶۲

۱۶۳

۱۶۴

۱۶۵

۱۶۶

۱۶۷

۱۶۸

۱۶۹

۱۷۰

۱۷۱

۱۷۲

۱۷۳

۱۷۴

۱۷۵

۱۷۶

۱۷۷

۱۷۸

۱۷۹

۱۸۰

۱۸۱

۱۸۲

۱۸۳

۱۸۴

۱۸۵

۱۸۶

۱۸۷

۱۸۸

۱۸۹

۱۹۰

۱۹۱

۱۹۲

۱۹۳

۱۹۴

۱۹۵

۱۹۶

۱۹۷

۱۹۸

۱۹۹

۲۰۰

۲۰۱

۲۰۲

۲۰۳

۲۰۴

۲۰۵

۲۰۶

۲

”آپ میری پوری بات سنیں۔ وہ یہاں خطرناک ارادے سے آیا ہے۔ یہاں کا کمرانمبر ۲۱۲ حاصل کر کے کسی کو قتل کرنا چاہتا ہے۔“

افسر نے کہا ”پھر تو معاملہ تعین ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔ اس شخص کی نشان دہی کرو۔“ وہ افسر کے ساتھ ہوئے اندر آیا۔ بے قیامتیاں کاؤنٹر پر کڑا ہوئے کافر پر گر رہا تھا۔ افسر نے اس کے پاس آکر اس کے قلم کو اٹھا کر پڑھا پھر پوچھا ”تمہارا نام ٹونی ماسٹر ہے؟“

بے قیامت نے کہا ”یہی نام ہے۔ فارم میں یہی لکھا ہے۔“

ڈرائیور سر جھکاتے ہوئے اس کا نام یاد کرنے لگا۔ افسر نے استقبالیہ کلرک سے پوچھا ”کیا یہ روم نمبر ۲۱۲ چاہتے ہیں؟“

”ہیں سر! مگر وہ روم خالی نہیں ہے۔ انہوں نے ساتھ والا روم نمبر ۲۱۳ چاہا۔“

ڈرائیور نے ایک دم سے کہا ”سر! یاد آگیا۔ اس کا نام بے قیامت ہے۔ ٹونی ماسٹر نہیں ہے۔“

بے قیامت نے گہرا کرا فرار اور ڈرائیور کو دیکھا پھر کہا ”یہ ڈرائیور جھوٹ بول رہا ہے۔ آپ میرا پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات دیکھ لیں۔ میرا نام ٹونی ماسٹر لکھا ہوا ہے۔“

افسر نے پوچھا ”آپ روم نمبر ۲۱۲ کیوں حاصل کرنا چاہتے تھے؟ وہ نہ ملا تو آپ نے اس کے ساتھ والا کمر لایا ہے۔“

کاؤنٹر کلرک نے کہا ”سر! آج صبح دس بجے اس کمرے میں کوئی چلی تھی۔ انٹیلی جنس کی ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل شیوانی کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔“

ڈرائیور نے اچھل کر کہا ”ہاں شیوانی۔ یاد آیا۔ یہ کمرہ رہا تھا، شیوانی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اسے وہیڈز قتل کرے گا۔ وہ جہاں بھی نظر آئے گی اسے گولی مار دے گا۔“

بے قیامت بری طرح گھبرا گیا تھا۔ وہ اپنی گھبراہٹ پر قابو پا رہے ہوئے بولا ”یہ ڈرائیور بے یقینی باتیں کر رہا ہے اگر میں کسی کو قتل کرنا چاہتا ہوں تو کیا قتل کرنے سے پہلے ایسے ڈرائیوروں سے یہ کہتا پھر لوں گا؟“

افسر نے کہا ”مسٹر! اپنی صفائی پیش نہ کرو۔ ساچ کو کیا آج میں ابھی انٹیلی جنس کی ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل شیوانی سے فون پر بات کرتا ہوں۔ وہ بتائیں گی کہ تم اس کے دشمن ہو یا نہیں؟“

بے قیامت پورا یقین ہو گیا کہ وہ بری طرح پھنسنے والا ہے۔

بے قیامت نے کہا ”یہی نام ہے۔ فارم میں یہی لکھا ہے۔“

ڈرائیور نے ایک دم سے کہا ”سر! یاد آگیا۔ اس کا نام بے قیامت ہے۔ ٹونی ماسٹر نہیں ہے۔“

بے قیامت نے گہرا کرا فرار اور ڈرائیور کو دیکھا پھر کہا ”یہ ڈرائیور جھوٹ بول رہا ہے۔ آپ میرا پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات دیکھ لیں۔ میرا نام ٹونی ماسٹر لکھا ہوا ہے۔“

افسر نے پوچھا ”آپ روم نمبر ۲۱۲ کیوں حاصل کرنا چاہتے تھے؟ وہ نہ ملا تو آپ نے اس کے ساتھ والا کمر لایا ہے۔“

کاؤنٹر کلرک نے کہا ”سر! آج صبح دس بجے اس کمرے میں کوئی چلی تھی۔ انٹیلی جنس کی ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل شیوانی کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔“

ڈرائیور نے اچھل کر کہا ”ہاں شیوانی۔ یاد آیا۔ یہ کمرہ رہا تھا، شیوانی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اسے وہیڈز قتل کرے گا۔ وہ جہاں بھی نظر آئے گی اسے گولی مار دے گا۔“

بے قیامت بری طرح گھبرا گیا تھا۔ وہ اپنی گھبراہٹ پر قابو پا رہے ہوئے بولا ”یہ ڈرائیور بے یقینی باتیں کر رہا ہے اگر میں کسی کو قتل کرنا چاہتا ہوں تو کیا قتل کرنے سے پہلے ایسے ڈرائیوروں سے یہ کہتا پھر لوں گا؟“

افسر نے کہا ”مسٹر! اپنی صفائی پیش نہ کرو۔ ساچ کو کیا آج میں ابھی انٹیلی جنس کی ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل شیوانی سے فون پر بات کرتا ہوں۔ وہ بتائیں گی کہ تم اس کے دشمن ہو یا نہیں؟“

بے قیامت پورا یقین ہو گیا کہ وہ بری طرح پھنسنے والا ہے۔

کاؤنٹر کلرک نے کہا ”سر! آج صبح دس بجے اس کمرے میں کوئی چلی تھی۔ انٹیلی جنس کی ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل شیوانی کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔“

ڈرائیور نے اچھل کر کہا ”ہاں شیوانی۔ یاد آیا۔ یہ کمرہ رہا تھا، شیوانی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اسے وہیڈز قتل کرے گا۔ وہ جہاں بھی نظر آئے گی اسے گولی مار دے گا۔“

بے قیامت بری طرح گھبرا گیا تھا۔ وہ اپنی گھبراہٹ پر قابو پا رہے ہوئے بولا ”یہ ڈرائیور بے یقینی باتیں کر رہا ہے اگر میں کسی کو قتل کرنا چاہتا ہوں تو کیا قتل کرنے سے پہلے ایسے ڈرائیوروں سے یہ کہتا پھر لوں گا؟“

افسر نے کہا ”مسٹر! اپنی صفائی پیش نہ کرو۔ ساچ کو کیا آج میں ابھی انٹیلی جنس کی ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل شیوانی سے فون پر بات کرتا ہوں۔ وہ بتائیں گی کہ تم اس کے دشمن ہو یا نہیں؟“

بے قیامت پورا یقین ہو گیا کہ وہ بری طرح پھنسنے والا ہے۔

کاؤنٹر کلرک نے کہا ”سر! آج صبح دس بجے اس کمرے میں کوئی چلی تھی۔ انٹیلی جنس کی ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل شیوانی کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔“

ڈرائیور نے اچھل کر کہا ”ہاں شیوانی۔ یاد آیا۔ یہ کمرہ رہا تھا، شیوانی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اسے وہیڈز قتل کرے گا۔ وہ جہاں بھی نظر آئے گی اسے گولی مار دے گا۔“

”وہ آئے بھی نہیں تھا۔ دائیں بھی نہیں تھا، بائیں بھی نہیں تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ اچانک کہاں چلا گیا۔“

اس نے فون کا ریسیور اٹھا کر نرسنگ کیے پھر رابطہ ہونے پر بولا ”میں پولیس انسپٹر برکے بول رہا ہوں۔ ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل شیوانی سے ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔“

تھوڑی دیر بعد شیوانی کی آواز سنائی دی ”ہیلو انسپٹر! کیا بات ہے؟“

”میں ڈیوٹم آگیا ہوں۔ ٹونل ٹیرن میں ایک شخص آیا تھا۔ کمرانمبر ۲۱۲ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور کا بیان ہے کہ وہ آپ کو قتل کرنے کے ارادے سے آیا تھا۔“

”مجھے قتل کرنے؟ وہ کہاں ہے؟“

”میں اسے پکڑ کر آپ کے پاس لا رہا تھا پھر بتا نہیں دیا اچانک کہاں چلا گیا۔“

”کیا کیوں کر ہے؟ جب پکڑ کر لا رہے تھے تو وہ ہتھیار گرفت سے نکل کر کہاں چلا گیا؟ کیا تم نے اسے ہتھیار نہیں پھانسی تھی؟“

”میں پھانسا چاہتا تھا۔ پھر بتا نہیں کہ کیوں نہیں پھانسی۔ مجھے اس کے پیچھے چلنا چاہیے تھا مگر آگے چلا رہا۔ وہ پیچھے چلا ہوا بتا نہیں کہ کہاں سے فرار ہو گیا۔“

”ہوں۔“

”مجھے تمہاری اس نے ٹیلی فنی کے ذریعے ہمیں ڈانچ دیا ہے۔ اسے تلاش کرو۔ میں انرپورٹ سی پورٹ اور بڑی بڑی شاہراہوں کی ٹاکا بندی کر رہی ہوں۔“

شیوانی اپنے بڑے بڑے ماتحت افسروں کے ذریعے ٹاکا بندی کرانے لگی۔ لندن کے ہر چھوٹے بڑے پولیس اسٹیشن میں ٹیکس اور ای میل کے ذریعے بے قیامت کی تصویر اور اس کے متعلق تفصیلات پھانسنے لگی۔ اسے گرفتار کرنے کے تمام ذرائع اختیار کرنے کے بعد وہ بے قیامت کی تصویر میں دیکھتی ہوئی اس کی پیشانی تک جھپٹنے لگی۔

بے قیامت نے کہا ”ایک لاکھ پونڈ قیمت میں آگیا۔ وہاں میں روزی نام کی ایک کال گرل رہتی تھی۔ اس نے روزی سے کہا ”مجھے یہاں رہنے دو۔ میں تمہیں مالا مال کروں گا۔ میرے بیگ میں دو لاکھ پونڈ ہیں۔ میں تمہیں ایک لاکھ دوں گا۔“

روزی نے کہا ”ایک لاکھ پونڈ بہت ہوتے ہیں۔ میں نے کبھی ایک دن میں اتنی بڑی رقم نہیں کمائی۔ لیکن میں پولیس والوں سے ڈرتی ہوں۔ یہ لوگ ہم جیسی کال گرل کو کچھ بڑے بہتے ہیں۔“

اس نے بیگ سے ایک لاکھ پونڈ نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا ”اسے رکھو اور تیش کرو۔ کوئی پولیس والا تمہیں دیوتا ۴۱

بے قیامت نے کہا ”ایک لاکھ پونڈ بہت ہوتے ہیں۔ میں نے کبھی ایک دن میں اتنی بڑی رقم نہیں کمائی۔ لیکن میں پولیس والوں سے ڈرتی ہوں۔ یہ لوگ ہم جیسی کال گرل کو کچھ بڑے بہتے ہیں۔“

اس نے بیگ سے ایک لاکھ پونڈ نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا ”اسے رکھو اور تیش کرو۔ کوئی پولیس والا تمہیں دیوتا ۴۱

مشہور ترین چورنگ لیٹ جوبے قیمت چیزیں گراں قدر معاوضے پر چراتا ہے۔ ان حیرت انگیز چوریوں کی کہانیاں جو دنیا فوفا ڈائجسٹ میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔

کتابی شکل میں دستیاب ہیں



دو لکھ کمانیاں جن کی آپ بار بار پڑھیں گے اور لطف اندوز ہوں گے قیمت فی حصہ - 50/- روپے ڈاک خرچ فی حصہ - 23/- روپے

دو لکھ حصے ایک ساتھ منگائے پڑا خرچ - 25/- روپے

رقم بیک وقت منی آرڈر بینکنگ روٹ سے منگائیں

کتابیات بیل، کیشنز
فون: 7420000, 5902552, 5902553
کتابیات 1970@yahoo.com

پریشان نہیں کرے گا۔" دولت میں بڑی شش ہوتی ہے۔ اس نے وہ رقم قبول کر لی۔ ایسے ہی وقت سے فلو کو اپنی پیشانی میں حرارت محسوس ہونے لگی۔ اس نے پریشان ہو کر روزی کو دیکھا لیکن اندر کا جھگڑا اگلے پر مجبور تھا۔ بے اختیار کہنے لگا "میرا نام ہے فلو ہے۔"

روزی نے اسے دیکھا پھر کہا "تم نے اپنا نام ٹوٹی ماسٹر بتایا تھا۔ اب خود کو بے فلو کہہ رہے ہو۔"

"میں انپورٹ سے ہونے لڑی ہوئی تھا۔ مجھے امید تھی کہ وہاں رہ کر شیوائی کا پتا معلوم کر سکوں گا۔ ایک بار صرف ایک بار شیوائی نظر آجائے تو اس سے نظریں ملنے سے پہلے ہی اسے گولی مار دوں گا۔"

روزی سہم کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ سامنے دیوار کی طرف دیکھتا ہوا بول رہا تھا۔ تب روزی کو معلوم ہوا کہ وہ اس سے مخاطب نہیں ہے۔ آپ ہی آپ بڑبڑا رہا ہے۔ وہ اس کی طرف جھک کر بولی "تم کس کو گولی مارنے کی بات کر رہے ہو۔ ہوش میں تو ہو؟"

اس کے مخاطب کرنے کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ بول رہا تھا "آج کل ہماری قسمت ساتھ نہیں دے رہی ہے۔ ہم ٹھہری جے مصیبتوں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ جے سامو خیال خوانی کے قابل نہیں رہا ہے۔ جے کافی ٹیلی ویژن جاننے کے باوجود شیوائی کی قید میں ہے اور میں شیوائی کو تلاش کرنے میں ناکام ہو رہا ہوں۔ میں بھی ٹیلی ویژن جانتا ہوں مگر یہ علم کام نہیں آ رہا ہے۔"

روزی سوچنے لگی "یہ تین ساتھی ہیں۔ ٹیلی ویژن جاننے ہیں۔ پتا نہیں وہ شیوائی کون ہے؟" جیسے یہ تلاش کر رہا ہے۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہونے لڑی ہوئی جاؤں گا تو وہ ٹیکسی ڈرائیور میرا اصلی نام بتا دے گا۔ جب میں ٹیکسی میں بیٹھ کر چل رہا تھا۔ تب ڈرائیور نے سن لیا تھا۔ اس نے افسر کو بتا دیا کہ میں شیوائی کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ اب پولیس والے میرے پیچھے بگڑے ہیں۔"

روزی نے کہا "میں پہلے کہہ چکی ہوں کہ پولیس والوں سے ڈر لگتا ہے اور ختم خطر کا ارادہ لے کر یہاں چھپنے آئے ہو۔"

روزی کی باتیں اس کے کانوں تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔ وہ بول رہا تھا "میں ایک اپارٹمنٹ میں ہوں۔ یہ ایک کال گرل کا اپارٹمنٹ ہے۔ اس کا نام روزی ہے۔ میں نے اسے زبان بند رکھنے کے لیے ایک لاکھ پونڈ دے دیے ہیں۔ میں یہاں اپنا چہرہ اور حلیہ بدل کر رہوں گا۔ تو مجھے کوئی پہچان نہیں سکے گا۔"

روزی تیزی سے فون کے پاس مٹی پھر ریسور انٹارکٹر ڈاکٹر ڈاکٹر کرنے لگی۔ اتنی عقل اچھی کہ جو تہائی میں ایک لاکھ پونڈ رشوت دینے کی بات کر رہا ہے۔ وہ بھی گرفتار ہوئے گئے بعد اسے بھی رشوت لینے اور مجرم کو پناہ دینے کے الزام میں پھنسا دے گا۔

اس نے رابطہ ہوتے ہی اپنے اپارٹمنٹ کا نمبر اور اپنا نام بتایا پھر کہا "فورا آجاؤ ورنہ یہ فرار ہو جائے گا۔"

اس نے ریسور رکھ دیا۔ وہ سیکسل دیوار کی طرف دیکھتا چلائی جاسکتی تھی۔ افسران دھر دھر دوڑنے لگے پھر رک ہوا بڑبڑا رہا تھا۔ دھر شیوائی کو اطلاع ملی کہ وہ ایک کال گرل کے پاس ہے۔ اس نے بے فلو کے تصور تھا۔ جو بس ڈھال بن گئی تھی۔ اس پر جھک کر جا رہا تھا۔

اسے اور پیشانی سے دھیان بنالیا۔ دھر بے فلو کی بڑبڑاہٹ۔ وہ افسران واپس دوڑتے ہوئے اپنی گاڑیوں میں آئے ختم ہو گئی۔ وہ پریشان ہو کر اپنے آس پاس دیکھنے لگا۔ روزی شیوائی ایک کار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے ماتحت افسران ایک خالی بیک ہاؤس میں لیے دوسرے کمرے سے آئی پھر پلے کی تیزی سے کار آگے بڑھائی۔ اس بس کے پیچھے جانے "میں کھانے کا لکچر سامان خریدنے جا رہی ہوں۔ آگے لکھ لکھ لکھ ایسے وقت سے فلو کی پیشانی گرم ہو گئی۔

وہ بس ڈرائیور کے قریب ٹکڑا ہوا بڑبڑا دے لگا "میرا نام اس نے پوچھا" میں ابھی بڑبڑا رہا تھا۔ تم نے سنا ہو گا کہ بے فلو۔ پولیس میرا چچا کر رہی ہے۔ میں ان سے بچنے کے لیے بھاگ رہا ہوں۔"

"میں نے کچھ نہیں سنا۔ میں تو دوسرے کمرے میں یہ سنتے ہی ڈرائیور نے بس کو سڑک کے کنارے روک دیا۔" اچھا میں جا رہی ہوں۔ جلدی آؤں گی۔"

یہ شیوائی کی کار وہاں پہنچ گئی۔ وہ کار سے اتر کر بس میں وہ تیزی سے چلتی ہوئی اپارٹمنٹ سے باہر آئی پھر ایک بے فلو ایک طرف ٹکڑا بڑبڑا رہا تھا۔ پولیس کی گاڑیاں دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ بے فلو سوچ رہا تھا "میں ابھی ٹیکسی میں بیٹھا ہوں۔ شیوائی نے ایک افسر سے کہا "اسے ہتھکڑی پار ٹیکسی میں بڑبڑا رہا تھا۔ ڈرائیور نے میری باتیں سن لیں۔ اٹھو لے گا۔"

تھیں۔ کیا ابھی روزی نے نہیں سنی ہوگی؟"

وہ روزی کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگیں پتا کر شیوائی کو چالی دی گئی۔ وہ بولی "اسے لگا۔ پتا چلا" اس نے تمام باتیں سنی ہیں۔ پولیس کو یہاں بلا لیا۔ ریٹیل سیل میں پہنچاؤ۔ میں آ رہی ہوں۔"

بے فلو خریداری کے بھانے باہر گئی۔ دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ تاکہ وہ فرار نہ ہو سکے۔ وہ غصے سے "سننے کی بجائی! مجھ سے ایک لاکھ پونڈ لے اور پولیس والوں کو اعلیٰ افسران دہاں کے وسیع و عریض آفس میں رہتے تھے ایک گھنٹہ تک کسی جوتے افسر کو دہاں جانے کی اجازت

وہ کھانا نہیں چاہتی تھی۔ مگر دماغ پر وہ حادی تھا۔ انہیں دی جاتی تھی۔ وہ ایک گھنٹہ صرف ڈینی ڈائریکٹر جنرل نے انکار کرتے کرتے بھی آگے بڑھ کر دروازے کو کھول دیا۔ انہیں کے لیے مخصوص ہوتا تھا۔ جب وہ آتی تھی تو تمام بے فلو نے اسے پکڑ کر اندر کھینچا پھر اس کی پٹائی کرتے ہوئے بوسے سراغ رساؤں کے لیے دروازے بند ہو جاتے

کہا "میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ مجھے ہتھیار کے بغیر ٹھیکہ دے دیجئے ایسے دوران آفس کے دفتر کے چٹنے فرش پر قتل کرنے میں وقت لگے گا۔ پولیس والے آجائیں گے شیوائی کے جوتوں کی کھٹ کھٹ دور تک سنائی دیتی تھی۔ ابھی تیرے مقدور میں زندگی ہے۔ میں تجھے زندہ جوڑ کر باہر لے کر آؤں گا۔ اس کے اپنے سامنے سے گزرنے ہوں۔"

وہ مار کھا کر فرش پر پڑی تھی۔ بے فلو نے بیک اٹھائے تھے اور از خود بند ہو جاتے تھے۔ اس آفس میں تین اعلیٰ افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دیر ہو چکی تھی۔ پولیس والوں کی دو گاڑیاں سامنے آجائی۔ بیوتا

تھیں کے نام اور عمدے کچھ اور تھے لیکن کوڈیم کے طور پر ایکس وائی اور ڈیڈ کلاتے تھے۔ شیوائی کی آمد پر تینوں نے اٹھ کر اسے ویکم کہا پھر مسٹر ایکس نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "HAVE YOUR SEAT"

"PLEASE۔"

وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ مسروائی نے کہا "جے کانو کے بعد جے فلو بھی تمہارے شے میں آیا ہے۔"

وہ بولی "آج شام کی فلاٹ سے جے سامو یہاں پہنچنے والا ہے۔ اسے انپورٹ میں گرفتار کر لیا جائے گا۔"

مسٹر ڈیڈ نے کہا "تمہارے پاس قدرتی طور پر غیر معمولی صلاحیتیں ہیں۔ اب تمہارے ساتھ تین ٹیلی ویژن جاننے والے رہا کریں گے۔ تم ٹیلی ویژن کی دنیا میں ایک بڑی طاقت بن رہی ہو۔"

"میں جس مشن پر جا رہی ہوں اس میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے کچھ ٹیلی ویژن جاننے والوں کی ضرورت تھی۔ یہ ضرورت میں پوری کر رہی ہوں۔ میں ان تینوں کو پہلے اچھی طرح آزمائوں گی کیونکہ دشمن ٹیلی ویژن جاننے والے ناقابل شکست ہیں۔ ان کے مقابلے پر جانے سے پہلے میں ہر پہلو سے مطمئن ہونا چاہتی ہوں۔"

"بے شک امریکی" اسرا کیل اور دوسرے ٹیلی ویژن جاننے والے کو ششیں کر چکے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی چین میں تیار ہونے والی فرانساں سر مشین کی تیاری کو نہ روک سکا۔ سنا ہے اس مشین کا نقشہ وہاں پہنچ چکا ہے۔"

مسٹر ڈیڈ نے کہا "مرکا ہمیں ایک کوز پونڈز اور ہر طرح کی سہولتیں دے رہا ہے۔ بہت بڑی ذیل ہے۔ جب دنیا کی تمام سراغ رساں تنظیمیں جتنی کہ انٹر پول بھی ناکام ہو جاتی ہے تو ہم اسکاٹ لینڈ یا رڈ والوں سے اس اعتماد کے ساتھ ذیل لی جاتی ہے کہ ہمارا مشن ضرور کامیاب ہوگا۔"

وہ بولی "ضرور کامیاب ہوگا کیونکہ میرا طریقہ کار ہی سب سے جدا ہوگا۔ میں وہاں فراہم علی تیور اور اس کی فیلٹی کو پہنچنے کرنے کی حماقت نہیں کروں گی۔ دوسرے ٹیلی ویژن جاننے والے ایسی حماقتیں کرتے رہے اور ناکام ہوتے

رہے۔ یہ قہری جے بھی وہاں جا کر ایسی حماقتیں کریں گے انہیں اچھاتے رہیں گے میں دیکھ بن کر اندر رہی اندر مشین کو کھوکھلا اور ناکارہ بنا کر لے آؤں گی۔"

کوئی ضروری نہیں ہے کہ مقدور بیش میرا ساتھ دے۔ وہ شیوائی کا بھی ساتھ دے سکتا ہے۔ ہر عروج کے بعد زوال آتا ہے۔ شاید وہ زوال بن کر آ رہی ہے۔

آپ نے کہا ”یہ بڑی مشکل ہے۔ اب میں جبکی ہنر کے دماغ میں نہیں جاسکتی۔ اس کے دماغ میں جب تک وہ کیل پوسٹ رہے گی تو کوئی نئی چیز ہی جاننے والا اس کے دماغ میں

باہر نہیں جاسکے گا اور بونی کو اس نے بہار کی زنجیروں میں
 رکھا تھا۔ وہ اسے اپنے قریب رکھنے کے بہانے استعمال
 کرانی کر سکتی تھی۔

اس کو معمول بنا کر مشین تیار کی جاسکتی تھی لیکن وہ اتنے ہم معاملے میں صرف پارس پر بھروسہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی پارس کے دماغ میں

فون کی کھڑکی پر بیٹھے لکھنے والے نے کہا "مگر تم کو یہ پتا ہے کہ اس ملک کو سپر پاور بنانا ہی ہو۔"

ضروری کال اٹینڈ کر رہی ہوں۔ آپ تمام اکابرین سے بعد میں رابطہ کروں گی۔“

اس نے خیال خوانی کا رابطہ فتم کیا۔ پھر ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتی ہوئی بولی ”ہیلو! میں بول رہی ہوں۔“
دوسری طرف سے بولی کی آواز سنائی دی ”اُپ! اُپ! غضب ہو گیا۔ جبکی ہنریہاں سے جھگڑے میں نہیں ہے۔“
”نوناں سینس! وہ کہاں جا سکتا ہے؟“
”مجھے ناں سینس کہہ رہی ہو؟ میرا کیا قصور ہے؟“

”تمہاری حماقت سے وہ بھاگ گیا ہے یا درکھو“ اگر وہ نہ ملا تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ جاؤ اسے تلاش کرو ہر چند وہ منٹ بعد موبائل فون کے ذریعے اطلاع دیتے رہو کہ تم اسے تلاش کرنے کے لیے کیا کر رہے ہو؟“

وہ غصے سے ریورنچ کر ادھر سے ادھر ہلنے لگی۔ جبکی کے غائب ہونے سے ٹرانسپارمر مشین کے سلسلے میں ٹاکائی کے آثار پیدا ہو گئے تھے۔ بلا پریشان کرنے والا خیال یہی تھا کہ جبکی اپنے امریکی سراغ رسانوں کے ہاتھ لگے گا تو وہ اسے اپنے ملک لے جائیں گے۔ جبکی وہاں جا کر اسرائیل کے خلاف گواہی دے گا کہ یہودیوں نے اپنے مخصوص مقاصد حاصل کرنے کے لیے اسے اغوا کیا تھا۔

ایلا کو امریکی مخالفت کی پروا نہیں تھی۔ اسے ٹرانسفارمریشن کی فکر تھی۔ اس کی کامیابی، ناکامی میں بدلہ لکھائی دے رہی تھی۔ اس وقت اس کی یہ شدید خواہش تھی کہ وہ کسی طرح جبکی ہنٹر کے دماغ میں پہنچ جائے اور یہ معلوم کر لے کہ وہ کہاں ہے؟

اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ہاتھ آئے گا تو سب سے پہلے اس کے سر سے کیل نکالے گی۔ اس کے دماغ میں آنے جانے کا راستہ بنائے گی۔ اسے پھر کبھی گم نہیں ہونے دے گی۔ ایسا کرنے سے ایک اندیشہ رہے گا کہ دشمن بھی جسکی کے دماغ میں آئیں گے۔ ان دشمنوں کو روکنے کا ایک عام طریقہ تھا۔ وہ جسکی کے دماغ کو تنویجی عمل کے ذریعے لاک کر رکھتی تھی۔

بولی ہر چندہ منٹ کے بعد فون کے ذریعے رابطہ کر رہا تھا اور یہ کہہ کر مایوس کر رہا تھا کہ جبکہ بنجر شہر میں کہیں نظر نہیں آ رہا ہے۔ الپا نے کہا ”کوئی ضروری نہیں ہے کہ وہ کھلی جگہ سڑکوں پر یا پارک وغیرہ میں گھومتا پھرتا رہے۔ وہ کسی ہوش میں یا کسی مکان میں پے رنگ گیٹ کی حیثیت سے چھپ کر رہ سکتا ہے۔“

وہ فون کے ذریعے اٹھیلی جنس کے اعلیٰ افسر سے بولی۔

”اپنے تمام سراغ رساںوں کو ایک شخص کی تلاش کے نام
 کر۔ کوئی ہوٹل، کلب یا مکان نہ چھوڑو۔ ہر جگہ گھر
 اسے تلاش کرنے کا حکم دو۔“

اس نے جبکی ہنر کا موجودہ حلیہ بتایا پھر شہر سے اور
 سے باہر جانے کے تمام راستوں کی ناکہ بندی کا بھی حکم
 وہ جسکی تک پہنچنے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی پھر بھی
 نہیں ہو رہی تھی بے چینی اور پریشانی ایسی تھی کہ اپنے
 میں سکون سے نہ بیٹھ سکی۔ اپنی کار میں بیٹھ کر خود اکر
 تلاش میں نکل پڑی۔

ادھر پارس آہنی سلاخوں کے پیچھے قیدی بنا ہوا تھا۔
نے پہلے اسے جسمانی طور پر قید کیا تھا پھر تنویری عمل
ذریعے دماغی طور پر بھی اسے قیدی بنایا تھا۔ تنویری فریڈ
کرنے کے بعد اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ نڈرے
بھی وہ خود کو آہنی سلاخوں کے پیچھے دیکھ چکا تھا۔ پھر اسے
آیا کہ الیا اس کے دماغ میں آئی تھی اور اس نے اسے
تنویری عمل کیا تھا۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا "کیا میں
معمولاً ہوں؟" "نہیں، تم ایک قیدی ہو۔"

الہا، جسکی ہنر کو تلاش کر رہی تھی۔ چوٹلوں، گلبوں، لفرج گاہوں میں جا کر اسے ڈھونڈ رہی تھی۔ وہ بار بار طرف سے بھی غافل نہیں تھی۔ اس نے ایک منزل کنارے کار کو روک کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ دارا دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات بڑھے پھر اس سے کہا "تم میرے معمول اور محکوم بن چکے ہو۔ اب تم میرا ایک اشارے پر بنا چو گے۔"

وہ قید خانے کے فرش پر لیٹا ہوا تھا۔ اٹھ کر بیٹھ کر بولا "سج تک کوئی مرد مجھے نہ چھوئے گا۔ تم کیا خواہو گی؟" "آج تمہارے غور کا سر نہ چھوئے گا۔ فردا علی گڑھ میرے حکم پر نہ آئے گا۔ ابھی تاپے گا۔"

اپنے تپاؤ کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر حکم دیا "کھڑے ہو جاؤ۔"

اس کا دماغ اپنے اختیار میں نہیں رہا تھا۔ وہ
اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ الپا نے کہا "ایک ٹانگ اٹھاؤ اور
ٹانگ پر کھڑے رہو۔"

میں کبھی شکست نہیں کھائی تھی مگر حالات نے اسے مات دے دی۔ ہماری دنیا میں ہر عروج کو زوال ہے مجھے بھی زوال آتا ہے میرے سینے کو بھی آیا۔ وہ ایک ٹانگہ پر اچھل اچھل کرنا پڑنے لگا۔

افسوس! یہ میری لاعلمی میں ہو رہا تھا۔



اسکاٹ لینڈ یا رڈ کی اعلیٰ افسر شیوانی نے بڑی حکمت عملی سے بے کاغذ اور بے فلو کو اپنا معمول اور حکومت بنایا تھا۔ اب ان کا تیسرا سامحی بے سامو رہ گیا تھا۔ وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ اس کے دونوں سامحی اپنی آزادی کھو چکے ہیں۔ ایک طویل مدت تک آزاد اور ناقابل شکست رہنے کے بعد ایک عورت کے غلام بن گئے ہیں۔

بے سامو نے بے فلو سے کہا تھا کہ وہ صبح کی فلائٹ سے لندن پہنچنے والا ہے۔ شیوانی اپنے ذرائع سے یہ معلوم کر چکی تھی۔ اس کے ماتحت جاسوس بے سامو کو حراست میں لینے کے لیے بیج ازپورٹ پہنچ گئے تھے لیکن انہیں مایوسی ہوئی۔ اسکاٹ لینڈ کی ایک جاسوس بے سامو کو چھانرس کرواہ لانے والی تھی۔ اسی جاسوس کے ذریعے شیوانی بے سامو کو پہچاننے والی تھی مگر اس جاسوس نے لندن پہنچ کر کہا "جے سامو اچانک کہیں گم ہو گیا ہے۔ وہ مجھ سے روم سے ازپورٹ برلن والا تھا۔ میں جہاز کے پرواز کرنے تک اس کا انتظار کرتی رہی۔ لیکن وہ نہیں آیا۔"

شیوانی نے پوچھا "وہ نہیں آیا۔ تمہیں بھی نہیں آتا چاہیے تھا۔ وہیں اس کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔ تم اس کے ساتھ کسی دوسری فلائٹ سے آسکتی تھیں۔"

"میں یہی چاہتی تھی۔ روم میں رہ کر اس کا انتظار کرنا چاہتی تھی لیکن یہ محسوس کر رہی تھی کہ میرا دماغ میرے اختیار میں نہیں ہے۔ میں نہ چاہتے ہوئے بھی یہاں چلی آئی ہوں۔"

"ہوں! اس کا مطلب ہے بے سامو نے فلو محسوس کر لیا ہے۔ محتاط ہو گیا ہے۔ اسے ٹریپ کرنے کے لیے دوسری چال چلنی ہوگی۔"

شیوانی نے بے کاغذ کے بعد بے فلو پر ترقی عمل کرایا تھا۔ پتا نہ پڑنے والے کے کامیابی سے عمل کیا تھا لیکن اس نے بے کاغذ اور بے فلو کے دماغوں کو لاک نہیں کیا تھا۔ شیوانی نے بھی اس پہلو پر دھیان نہیں دیا تھا۔ پچھلی رات بے سامو نے اپنے سامحی بے فلو سے رابطہ کیا تھا۔ اور پوچھا تھا "کیا تم لندن پہنچ گئے ہو؟"

بے فلو نے کہا "میں لندن میں ہوں۔ یہاں شیوانی سے دوستی ہو گئی ہے۔"

"دوستی؟" اس نے حیرانی سے پوچھا "شیوانی ہماری دشمن ہے اس نے ہمارے دوست بے کاغذ کو اپنا غلام بنایا ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ شیوانی سے دوستی ہو گئی ہے؟"

"سامو! پلیز شیوانی کو دشمن نہ کہو۔ ہم اسے غلط سمجھ رہے تھے۔ اس نے ہمارے سامحی کو غلام نہیں بنایا ہے مجھے بھی معمول نہیں بنایا ہے۔ تمہیں بھی نہیں بنائے گی۔ فوراً چلے آؤ۔"

"میں رہنے دو۔ تمہاری ان باتوں سے سمجھا رہا ہے کہ بے کاغذ کی طرح تمہیں بھی معمول بنایا گیا ہے۔"

"تم مجھے جیسے دوست کو غلط سمجھ رہے ہو۔ تمہیں مجھ بھروسا کرنا چاہیے۔"

"میں پہلے یہ اچھی طرح سمجھوں گا کہ مجھے بھروسا کرنا چاہیے یا نہیں؟ اس کے بعد لندن آؤں گا۔"

سامو اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔ بے فلو نے اسے مخاطب کیا۔ اسے آوازیں دیں لیکن اس نے یہی تاثر دیا کہ وہ دماغ سے جا چکا ہے۔ توڑی دیر بعد شیوانی نے بے فلو کے پاس آکر کہا "تمہیں جین کے بارے میں ضروری معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ کیا تم نے ان معلومات کو ذہن نشین کر لیا ہے؟"

بے فلو نے کہا "سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہاں فوٹو علی تیور کے علاوہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے اہم افراد پہنچے ہوئے ہیں۔ ان میں علی تیور بھی ہے۔"

شیوانی نے پوچھا "اس سے بھی زیادہ اہم بات کیا ہے؟"

بے فلو نے کہا "بابا صاحب کے ادارے کے تعاون سے وہاں ایک ٹرانسفارمر مشین تیار کی جانے والی ہے۔ ہم اس مشین پر جین جارہے ہیں کہ اس ٹرانسفارمر مشین کو کب قیامت پر بھی تیار نہیں ہونے دیں گے۔"

بے سامو بڑی خاموشی سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ ان کی تقریر نے ابتدا ہی سے یہ طے کیا تھا کہ کبھی کسی کی بات جاننے والے سے نہیں ٹکرائیں گے بلکہ صاحب کے ادارے سے ٹکرانے کا وہ خواب بھی نہیں دیکھنا چاہئے لیکن اب وہی بے کاغذ اور بے فلو مجھ سے اور علی تیور سے ٹکرانے کی جرات کر رہے تھے۔

بے سامو نے ان کے احتیاط فیصلے سے سمجھ لیا کہ

دیوتا

ہمیں اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گا۔ ابھی اس نے سانس روک کر نہیں بھگا دیا ہے۔"

شیوانی نے کہا "ہم کل کی فلائٹ سے جین جائیں گے بے سامو کو تلاش کرنے اور ٹریپ کرنے کا وقت نہیں ہے۔ واپس آکر اس سے نمٹ لیا جائے گا۔"

اسکاٹ لینڈ یا رڈ کے اعلیٰ افسر نے شیوانی سے کہا "ہماری ایک جاسوس کا نام ماریہ ہے۔ وہ جاسوسی کے لیے جین گئی تھی۔ وہاں حکومت جین کے خلاف کارروائی کرتی ہوئی پکڑی گئی تھی۔ اسے یہاں واپس بھیج دیا گیا اور یہ پابندی عائد کر دی گئی کہ ماریہ آئندہ کبھی جین کی سرزمین پر قدم نہیں رکھے گی۔"

شیوانی نے کہا "جین میں ملک دشمن عناصر کو سزائے موت دی جاتی ہے۔ تعجب ہے کہ انہوں نے ماریہ کو گولی نہیں ماری اور اسے یہاں واپس بھیج دیا۔ حکومت جین نے ماریہ پر یہ خاص مہربانی کیوں کی؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "ہمیں شبہ ہوا تھا کہ جین میں ماریہ کا برہنہ داش کیا گیا ہے اسے اپنی طرف مائل کر کے ہمارے خلاف جاسوسی کے لیے بھیجا گیا ہے۔ ہمارے خاص آدمی اس کی نگرانی کرتے رہے ہیں لیکن وہ یہاں کسی قابل اعتراض معاملے میں ملوث نہیں ہے۔"

"کیا یہ بات قابل اعتراض نہیں ہے کہ وہ استغنیٰ دے رہی ہے؟ کیا آپ نے پوچھا کہ اسکاٹ لینڈ یا رڈ جیسے بڑے ادارے کو کیوں پھوڑ رہی ہے؟"

"وہ جلد ہی شادی کرنا چاہتی ہے۔ اس کی پسند کا نوجوان لندن آنے والا ہے۔ وہ اس سے شادی کرنے کے بعد ازواجی گھریلو زندگی گزارنا چاہتی ہے۔"

"یہ ملازمت چھوڑنے کا معقول جواز نہیں ہے۔ عورتیں شادی کے بعد بھی ملازمت جاری رکھتی ہیں۔ وہ نوجوان کون ہے جس کی آمد سے پہلے ہی وہ ہمارے ادارے سے الگ ہو رہی ہے؟"

"اس نے اپنے آئیڈیل نوجوان کے بارے میں کچھ نہیں بتایا ہے۔"

"اس نے نہیں بتایا ہے۔ ہمیں معلوم کرنا چاہیے۔ وہ نوجوان لندن میں نہیں رہتا۔ کہیں باہر سے آنے والا ہے۔ ماریہ نے اس سے کہاں ملاقات کی تھی؟ وہ وہیں میں رہ کر آئی ہے۔ کیا اس نے کسی چینی باشندے کو پسند کیا ہے؟"

"جب اس کا آئیڈیل کہاں آئے گا تب ہی معلوم ہو سکے گا۔"

کتا بیات پھلی کی شنف۔

”میں ابھی معلوم کروں گی۔ ہمارے پاس دو ٹیلی پیسٹی جاننے والے ہیں۔ اس کے اندر کی تمام باتیں معلوم کر لیں گے۔“

اس نے بے کافورے فون پر کہا ”میں مس ماریہ کا فون نمبر پتا رہی ہوں۔ فون پر اس کی آواز سنو۔ پھر اس کے اہم چور خیالات پڑھ کر مجھے بتاؤ۔ میں انتظار کر رہی ہوں۔“

اس نے فون نمبر پتا کر رابطہ ختم کیا۔ بے کافورے اس نمبر پر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے ماریہ نے پوچھا ”ہیلو! کون؟“

بے کافورے ریور رکھ کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بڑے بارے احمد زہیری کے خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی۔ بے وقت فون کی کھٹی پیچھے پر جھنجھٹائی تھی پھر بے کافورے فون پر کچھ کہا بھی نہیں تھا۔ وہ ریور کرپٹل پر پٹخ کر پھر اپنے محبوب کی یادوں میں گم ہونے لگی۔

بے کافورے کے خیالات پڑھنے لگا۔ معلوم ہوا کہ جس محبوب کو یاد کر رہی ہے وہ چین میں ہے۔ جنگ میں اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ ماریہ اس کی شخصیت سے متاثر ہو کر اس سے محبت کرنے لگی تھی۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ چین کے ایک اہم شیعہ کاراز معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ اس راز کی ایک مائیکرو فلم اسے حاصل ہونے والی تھی۔ اس وقت ایک امریکی ٹیلی پیسٹی جاننے والا اسے ٹیلی پیسٹی کے ذریعے نرپ کر کے وہ فلم حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت اس کے محبوب احمد زہیری نے اسے دشمن سے محفوظ رکھا تھا۔

بے کافورے ماریہ کے دماغ میں سوال پیدا کیا کہ احمد زہیری نے اس ٹیلی پیسٹی جاننے والے دشمن سے اسے کس طرح محفوظ رکھا تھا؟

ماریہ کے خیالات نے کہا ”احمد زہیری نے کسی ٹیلی پیسٹی جاننے والے دوست کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر رکھا تھا۔ اس کے بعد وہ دشمن اس کے دماغ میں نہ آسکا۔ نہ اسے کسی طرح کا نقصان پہنچا سکا۔“

بے کافورے ماریہ کی اپنی سوچ میں کہا ”اس کا مطلب ہے احمد زہیری کے سامنے ٹیلی پیسٹی جانتے ہیں۔“

ماریہ کی سوچ نے کہا ”شاید جانتے ہوں گے۔“

”شاید نہیں“ یقیناً جانتے ہیں۔ جب کسی نے تمہارے اندر آکر تمہارے دماغ کو لاک کر لیا ہے تو پھر وہ یقیناً ٹیلی پیسٹی جانتے ہیں بلکہ احمد زہیری بھی ٹیلی پیسٹی جانتا ہوگا۔“

”وہ نہیں جانتا ہے۔ وہ مجھے دل و جان سے چاہتا ہے۔“

مجھ سے اپنی کوئی بات نہیں چھپاتا ہے۔“

”چین میں جو مسلمان ٹیلی پیسٹی جاننے والے ہیں انہیں تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ کیا زہیری نے یہ پتا بتائی ہے؟“

ماریہ محبوب کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ مسکراتی تھی۔ اس نے بیڈ پر لیٹ کر انگرائی لیتے ہوئے کہا ”اگر اس کے بارے میں مجھے بھی مسلمان بتا دیا ہے۔ میری یہ ذرا سی کے نام ہے۔ وہ مجھے سزائے موت سے نہ بچاتا تو مجھے کوئی ماردی جاتی۔ گویا مجھے یہ نئی زندگی ملی ہے۔“

بے کافورے اس کی سوچ میں سوال کیا ”کیسے؟“

”مسلمان ہو گئی ہوں۔“

”بے شک“ وہ محبت ہی کیا جو اپنے محبوب کے راز میں نہ رنگ دے۔“

بے کافورے پھر اس کی سوچ میں سوال کیا ”میں اندر لینڈ راز کی ملازمت سے استعفیٰ کیوں دے رہی ہوں؟“

”میں یہ ملازمت جاری رکھوں گی تو پھر مجھے کبھی زور مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرنے کا حکم دیا جائے گا۔“

”نہ زہیری سے وعدہ کیا ہے کہ میں مسلمانوں اور حکومت کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گی۔“

”میں زہیری کو اس قدر چاہتی ہوں۔ کیا وہ بھی مجھے ہی چاہتا ہے۔ کیا وہ میری خاطر چین سے یہاں آئے گا؟“

”ہاں آئے گا۔ ضرور آئے گا۔ میں اسی کا انتظار کروں۔“

بے کافورے شیوانی کے دماغ میں آکر کہا ”ماریہ کا بدل گیا ہے۔ دماغ بدل گیا ہے۔ دین بدل گیا ہے۔ دماغ بدل گئی ہے۔ وہ مسلمان ہو گئی ہے۔ اس کی وفاداری بدل ہے۔ وہ ہمارے لیے نہیں، مسلمانوں کے لیے جاسوسی کر رہی ہے۔ کیونکہ ایک مسلمان اس کے جسم و جان کا مالک بنے والے معاملہ بڑا سنگین ہے۔“

”وہ مسلمان کون ہے؟ یہاں تک آ رہا ہے؟“

”یہ پتا نہیں۔“

”یہاں میں ہوئی تھی۔ وہیں اس کے عشق میں گرفتار ہوا۔ یہاں آکر اس کا انتظار کر رہی ہے۔“

”کیا وہ مسلمان ٹیلی پیسٹی جانتا ہے؟“

”اس نے دشمنوں سے جس طرح ماریہ کی حفاظت ہے۔ اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ وہ ٹیلی پیسٹی جانتا ہے۔“

”اگر وہ ٹیلی پیسٹی جانتا ہے تو اس کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہوگا۔ اس ادارے کے لوگ

ذرائع مار مشین تیار کر رہے ہیں۔ یہ ماریہ ہمارے بہت کام آئے گی۔“

”اس سے کیا کام لیا جاسکتا ہے؟“

”میں ماریہ کو اپنے ساتھ چین لے جاؤں گی۔“

”ماریہ کو وہاں داخلے کی اجازت نہیں ملے گی۔“

”اس کا چہرہ اور شخصیت بدل دی جائے گی۔ ہم اسے ایک نئے نام سے وہاں لے جائیں گے۔ اسے کوئی نہیں پہچانے گا۔ مگر وہ اپنے محبوب کو پہچانے گی۔ اگر اس کا محبوب ٹیلی پیسٹی جانتا ہوگا تو وہ بھی اس کے اندر پہنچ کر اسے پہچان لے گا۔ ہم اس کے عاشق کے ذریعے ذرائع مار مشین بنانے والوں تک پہنچتے رہیں گے۔“

وہ ماریہ کے ذریعے کم سے کم وقت میں بابا صاحب کے ادارے کے افراد تک پہنچ سکتی تھی۔ اس نے بے کافورے کو حکم دیا کہ وہ ماریہ پر بخوبی عمل کر کے اسے اپنی معمول بنالے۔

شیوانی اپنی آنکھوں کی غیر معمولی قوت سے کسی کو بھی اپنا محکم بتاتی تھی۔ اب وہ چاہتی تھی کہ اس کے ٹیلی پیسٹی جاننے والے معمول بے کافورے بے فلو بھی ٹیلی پیسٹی کے ذریعے اس کے مطلوبہ افراد کے دماغوں میں پہنچتے رہیں اور اپنے احکامات کی تعمیل کراتے رہیں۔

بے کافورے ماریہ کے دماغ میں پہنچ کر اسے سونے پر مجبور کر کے اس پر بخوبی عمل کرنے لگا لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کا ریپر دوست بے سامو بھی ماریہ کے دماغ میں جگہ بنانے کے لیے پہنچا ہوا ہے۔

○☆☆○

اس دنیا کا کوئی بھی صاحب اقتدار ہمیشہ اقتدار میں نہیں رہتا۔ جب تک اس کے پاس طاقت اور اختیارات ہوتے ہیں۔ تب تک ایسا ہی لگتا ہے جیسے وہ ناقابل شکست ہے۔ اسے کبھی زوال نہیں آئے گا۔ وہ قیامت تک مالک و مختار رہتا رہے گا۔

تھری بے کو بڑی زبردست طاقت اور اختیارات حاصل ہوئے تھے۔ انہوں نے امریکی ٹیلی پیسٹی جاننے والوں کو اور وہاں کے اکابرین کو اپنا معمول بنالیا تھا۔ ذرائع مار مشین ان کی ملکیت بن گئی تھی۔ گویا وہ تینوں امریکا کے حکمران بن گئے تھے۔

ان حالات میں یہی نظر آ رہا تھا کہ وہ تھری بے ہمیشہ روپوش نہ رہا وہاں حکمرانی کرتے رہیں گے۔ وہاں کے ٹیلی پیسٹی جاننے والوں سے اپنے احکامات کی تعمیل کراتے رہیں گے۔ انہوں نے یہ منصوبہ بھی بنایا تھا کہ ذرائع مار مشین

ذیوتا 44

کے ذریعے وہ اپنی ایک علیحدہ ٹیلی پیسٹی جاننے والوں کی فوج بنائیں گے۔

زوال کبھی رفتہ رفتہ آتا ہے اور کبھی اچانک آتا ہے۔ ان تھری بے پر اچانک ہی زوال آ گیا۔ ان میں سے بے کافورے اور بے فلو اپنی بد قسمتی سے شیوانی کے ذرا اثر آچکے تھے اور بے سامو اپنے دونوں دوستوں کو شیوانی کے شکنجے سے نجات دلانے کی تدابیر پر عمل کر رہا تھا۔

اب تھری بے کی جگہ آندرے اور سائن کو اقتدار حاصل ہو گیا تھا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ آندرے اور اس کے چار ساتھی ٹیلی پیسٹی جانتے تھے۔ ان کا تعلق بھی امریکا سے تھا لیکن وہ امریکی حکام سے باغی ہو کر دوسرے ملکوں میں چلے گئے تھے۔

اب مقدر نے ساتھ دیا تھا۔ انہوں نے تھری بے کی طاقت اور اختیارات چھین لیے تھے۔ امریکی ٹیلی پیسٹی جاننے والے لیزی گارڈ، کینی بال، ڈینی جانسن، مارک فورڈ اور مارٹن کریس کو اپنا معمول بنا کر ذرائع مار مشین پر قبضہ جما چکے تھے۔

ہر ملک کے حکمران بدلتے رہتے ہیں لیکن ملک کے مسائل اپنی جگہ قائم رہتے ہیں۔ آندرے نے امریکی اکابرین اور ٹیلی پیسٹی جاننے والوں سے کہا ”تم سب چاہتے تھے کہ چین میں ذرائع مار مشین تیار نہ ہو سکے مگر تم ناکام ہوتے جا رہے ہو۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟“

لیزی گارڈ نے کہا ”اب ایسا نہیں ہوگا۔ ہم پانچ ٹیلی پیسٹی جاننے والے ہیں اور مسٹر آندرے آپ کے ساتھیوں سمیت آپ کی تعداد بھی پانچ ہے۔ اس طرح ہم ٹیلی پیسٹی جاننے والوں کی تعداد دس ہو چکی ہے۔ ہم چین میں اپنے امریکی سراغ رسالوں کے دماغوں میں رہ کر اب بہت کچھ کر سکیں گے۔“

”اب جو کرنا ہے ہم کریں گے۔“

ڈینی جانسن نے کہا ”میں زبردست پلاننگ کروں گا۔ خود چین جاکر ذرائع مار مشین بننے دوں گا اور نہ ہی اس کا نقشہ وہاں رہنے دوں گا۔“

آندرے نے کہا ”تم وہی ڈینی ہو جو برقی ہارڈویئر میں ناکام ہو چکے تھے۔ دلیر آفریدی نام کے ایک جوان کے پاس مائیکرو فلم تھی۔ اس مائیکرو فلم میں ذرائع مار مشین کا نقشہ تھا۔ مگر وہ فلم تمہارا حاصل نہ کر سکے۔“

”ایک بار ناکامی ہوئی۔ بار بار نہیں ہوگی۔“

”بار بار ہو رہی ہے۔ بابا صاحب کے ادارے سے ٹیلی

بیٹھی جانے والے چین گئے۔ تم میں سے کوئی انہیں روک نہ سکا۔ وہ مشین کا نقشہ دہاں لے گئے لیکن کوئی وہ نقشہ ان سے چھین نہ سکا۔ اب اگر ہم نے کوئی ٹھوس پلاننگ نہ کی تو اس مشین کو وہاں تیار ہونے سے بھرکسی نہیں روکا جاسکے گا۔

”مسٹر آندرس! تمہاری ٹھوس پلاننگ کیا ہے؟“

”میں پلاننگ نہیں بناتاؤں گا۔ جو حکم دیتا جاؤں گا اس پر عمل کرتے رہو گے۔ بعد میں نتیجہ سامنے آجائے گا۔“

”ہم سب ٹیلی بیٹھی جانے والے دوست اور رازدار ہیں۔ تم ہم سے اپنی پلاننگ کیوں چھپا رہے ہو؟“

آندرس نے کہا ”تم پانچ ٹیلی بیٹھی جانے والے ہمارے رازدار نہیں ہو بلکہ ہمارے غلام ہو۔ تم پانچوں چین کا وزیرا حاصل کر کے جلد سے جلد روانہ ہو جاؤ۔“

”ہمیں چین جانے کی کیا ضرورت ہے؟ ہم یہاں سے بیٹھے ہی بیٹھے خیال خوانی کے ذریعے اپنے مخالفین سے مقابلہ کر کے انہیں ٹرانسفارمر مشین کی تیاری سے باز رکھ سکتے ہیں۔“

”تم سب آج تک گھریٹھے خیال خوانی کرتے رہے اور اہم معاملات کو نمٹانے میں ناکام ہوتے رہے۔ اب تم امریکا سے نکلو۔ عملی طور پر چین جاکر کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کرو۔“

”ہم سب پوری کوششیں کریں گے لیکن ناکامی ہوگی اور ہم وہاں بے نقاب ہو جائیں گے تو وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔“

”میں یہی چاہتا ہوں، ناکام ہونے والوں کو زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ تم سب کو آج تک سزا نہیں ملی۔ اب سزائے موت کے خوف سے تم لوگ پوری ذہانت اور ذستے داریوں سے کامیاب ہونے کی کوشش کرو گے۔“

”مسٹر آندرس! یہ کون سی عقل مندی ہے؟ ہم ٹیلی بیٹھی جانے والے اپنے ملک کا سرمایہ ہیں۔ تم اس سرمائے کو داؤ پر لگا رہے ہو؟“

”ہمارے پاس ٹرانسفارمر مشین ہے۔ تم پانچوں اپنی ناکامی کے باعث مرچاؤ گے تو ہم دس ٹیلی بیٹھی جانے والے پیدا کر لیں گے لہذا خود کو سرمایہ نہ کہو، سپاہی لکھو اور سپاہی کی طرح ہارنے یا جیتنے کے لیے چین روانہ ہو جاؤ۔ اس کے آگے اور کوئی بحث نہ کرو۔ دیش آل۔“

آندرس نے اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ وہ پیرس کے ایک ایئر ٹنٹ میں اپنے ساتھی سائنس کے ساتھ تھا۔ باقی تین ٹیلی بیٹھی جانے والے ساتھی لندن میں تھے۔ سائنس نے

کہا ”میں لیڈی گاؤڈ کے دماغ میں رہ کر تمہاری باتیں سن رہا تھا۔ تم نے انہیں معقول جواب دیا ہے اور ان پانچوں کو چین بھیج کاوا ٹھنڈا نہ فیصلہ کیا ہے۔“

آندرس نے کہا ”وہ پانچوں ہمارے معمول ہیں۔ چین جانے سے انکار نہیں کریں گے۔ مجبوراً جائیں گے پھر وہاں سے زندہ سلامت واپس آنے کے لیے پوری توجہ اور ذستے داریوں سے کام کریں گے۔“

”بے شک“ اب تک ان پانچوں پر کوئی سختیاں کرنے والا نہیں تھا۔ اب ان پر آرام حرام ہو گا۔ وہ اپنی سلامتی کی خاطر جی جان سے کامیابی کی کوششیں کرتے رہیں گے۔

”تم اسکاٹ لینڈ یارڈ کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کرو۔ معلوم کرو کہ وہ ہمارے لیے کیا کر رہے ہیں؟“

سائنس نے ریسپورڈر اٹھا کر نمبر پچ کیے پھر رابطہ ہونے پر کہہ ”ہیلو! میں سائنس بول رہا ہوں۔ ڈائریکٹر جنرل سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

دوسری طرف سے لیڈی سیکریٹری نے انتظار کرنے کو کہا پھر چند سیکنڈ کے بعد شیوانی کی آواز سنائی دی ”ہیلو مسٹر سائنس! میں شیوانی بول رہی ہوں۔“

”ہیلو مس شیوانی! کیا بات ہے؟ جب بھی ہم ڈائریکٹر جنرل سے بات کرنا چاہتے ہیں وہ فون پر نہیں ملے۔“

”مسٹر سائنس! تمہارا تیس میرے پاس ہے۔ مجھ سے ہی باتیں ہو سکتی ہیں۔ ڈائریکٹر جنرل کا چین اور ٹرانسفارمر مشین کے معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔“

”تم نے کہا تھا، جلد ہی چین کے لیے روانہ ہو جاؤ گی اور وہاں اس مشین کو تیار نہیں ہونے دو گی۔“

”میں سمجھنے بعد فون کو گے تو میرے فون کو بے آواز بنا دیا۔ میں ایک جنازہ میں سرخری رہوں گی۔“

”گواپا تم اپنی ٹیم کے ساتھ جا رہی ہو؟“

”ہاں۔ ہماری پچیس لاکھ ڈالر کی دوسری قسط ادا کر دو۔“

”آج ہی ادا کرو دی جائے گی۔ چین میں ہمارے ایجنٹس موجود رہیں گے تم مشین کا وہ نقشہ ان کے حوالے کر دیں گے۔“

”یہ تمام معاملات طے ہو چکے ہیں پھر انہیں کیوں دہرا رہے ہو؟“

”برائے نامنا۔ ٹرانسفارمر مشین کے سب ہی ضرورت مند ہیں۔ تم بھی اپنے ملک کے لیے اس مشین کا نقشہ حاصل کرنا چاہو گی اور ہم یہ نہیں چاہیں گے۔ وہ نقشہ حاصل کرنے

پورس لمبھی بیٹھنے کے بعد کرشمہ کا سہمان بن کر اس

دیوتا

ہی تم ہمارے ایک ایجنٹ کے حوالے کر دی۔“

”برائے نامنا۔ جب مجھ پر بھروسہ نہیں ہے تو اتنا بڑا کیس تم نے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے حوالے کیوں کیا ہے؟“

”بھروسہ ہے۔ میں احتیاطاً تمہیں سمجھا رہا ہوں۔ یہ بات یاد رکھو کہ ہمارے پاس ٹیلی بیٹھی کی قوت ہے، تم ہماری مرضی کے خلاف کوئی کام کرو گی تو ہمیں فوراً معلوم ہو جائے گا۔“

”میرے دماغ میں آؤ گے تو معلوم ہو گا۔ کیا میرے اندر آتے ہیں؟“

سائنس اور آندرس نے کئی بار اس کے دماغ میں جانے کی کوششیں کی تھیں اور ناکام رہے تھے۔ آندرس اس وقت سائنس کے دماغ میں رہ کر فون پر ہونے والی گفتگو سن رہا تھا۔ اس نے سائنس کی زبان سے کہا ”شیوانی! تمہارے دماغ کے دو اوزار بند رہتے ہیں۔ ہم تمہارے خیالات بڑھ نہیں سکتے لیکن اپنے آپ کو کاروں کے ذریعے تمہاری نگرانی کرتے رہتے ہیں۔ ہمیں کبھی قریب دینا چاہو گی تو نقصان اٹھاؤ گی۔ بہتر ہے قاتل اعتماد دوست بن کر رہو۔“

”تمہارے مشوروں کا شکریہ۔ میری روانگی کا وقت ہو رہا ہے۔ اب نہ فون پر باتیں ہو سکیں گی اور نہ ہی تم میرے دماغ میں آ سکو گے۔ تمہارا جو بھی ایجنٹ چین میں ملے گا اس سے رابطہ رکھوں گی۔ گڈ بائی۔“

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ سائنس نے ریسپورڈر رکھ کر کہا۔ ”شیوانی بہت چالاک ہے۔ بابا صاحب کے ادارے والوں کے لیے دو سرہن جانے گی۔“

”دو سرہمارے لیے بھی بن سکتی ہے۔“

”ہم اسے بننے نہیں دیں گے۔ ہمارے تین ساتھی لندن میں ہیں۔ اس کی نگرانی کر رہے ہیں۔ وہ نہیں جانتی کہ ہمارا ایک ساتھی اس کی نگرانی کرنا ہوا چین جانے گا۔ ہم اس کی ٹیم کے دو سرانگ رساتوں کے دماغوں میں گھسے رہیں گے۔ ہم اس کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھیں گے تو وہ ہمیں کبھی دھوکا نہیں دے سکے گی۔“

”دونوں سرہن کا کھانچا کر سونے لگے۔ انہوں نے ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں ہر پہلو سے خوب سوچ سمجھ کر منصوبہ بنایا تھا اور اس منصوبے پر بڑی کامیابی سے عمل کر رہے تھے لیکن آخری کامیابی کا دارومدار شیوانی پر تھا۔ آخری نتیجہ سامنے آنے تک شیوانی سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید کر سکتی تھی۔“

○☆☆○

پورس لمبھی بیٹھنے کے بعد کرشمہ کا سہمان بن کر اس

دیوتا

کے ساتھ گوا گیا تھا۔ اسے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ کرشمہ کی ماں جتنا کاری کالا جادو جانتی ہے۔ اس نے کالے جادو کے ذریعے خود کو ایک جوان دھیرہ بنایا تھا۔

جتنا کا بیٹا یعنی کرشمہ کا بھائی جسونت پال بھی جادوگر تھا۔ لیکن بھیا کے کالے جادو کے مقابلے میں کمزور تھا۔ وہ کلپنا کو حاصل کرنا چاہتا تھا مگر اس کلپنا کے اندر بھیا کی اتہاسائی ہوئی تھی۔ جتنا اپنی جادوئی ہنستی سے بھیا کی اتہاسائی کے اندر رشانت کرنے والی تھی تاکہ اس کا بیٹا جسونت کلپنا کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا سکے۔

لیکن جتنا کو اپنی جادوئی ہنستی دکھانے کا موقع نہیں ملا۔ اس سے پہلے ہی بازی پلٹ گئی۔ جسونت کو جب معلوم ہوا کہ اس کی بہن کرشمہ ایک مسلمان شہساز (پورس) سے محبت کرتی ہے تو وہ پورس کو مارنے پر تل گیا پھر اسے مار تو نہ سکا۔ خود ہی مر گیا۔

اس کی موت کی چوہن بڑی عجیب تھی۔ جتنا اپنے جوان بیٹے کی لاش سے لپٹ کر رونے لگی۔ پورس خیال خوانی کے ذریعے جسونت پال کی موت کا یقین کر چکا تھا۔ جتنا رو رو کر اپنی بیٹی کرشمہ کو کوس رہی تھی کہ اس کے عاشق پورس کی وجہ سے جوان بنانا مار گیا ہے۔

وہ بیٹے سے لپٹ کر اس کے سینے پر سر رکھ کر رو رہی تھی۔ ایسے ہی وقت اس نے بیٹے کے دل کی دھڑکنیں سنیں۔ اپنا سر اٹھا کر جراتی سے دیکھا۔ مردہ بیٹا زندہ ہو گیا۔ آنکھیں کھول کر دنیا کو دیکھنے لگا۔ جتنا نے خوشی سے چیخ کر کہا ”میرا بیٹا زندہ ہے۔ میں اناڑی ہوں۔ نبض ٹوٹنا اور دل کی دھڑکنیں سنتا نہیں جانتی ہوں۔ خوا خواہ مردہ سمجھ رہی تھی۔“

ایک ملازم دوڑ کر فرسٹ ایڈ باکس لے آیا تھا۔ کرشمہ زندہ ہونے والے بھائی کے زخموں کی مرہم بنی کرنے لگی۔ پورس حقیقت کو سمجھ رہا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر گیا تھا اور اس کے دماغ کو مردہ پا کر واپس آیا تھا۔ اب پھر خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر جا کر اس کے دماغ کو زندہ ہار رہا تھا۔

پھر پھر مٹی کو مٹی کے اندر سے دوڑتی ہوئی آئی۔ اس نے کہا ”ناگن! اودھ! دھو ادر کلپنا مر گئی ہے۔“

کرشمہ نے پوچھا ”وہ اچانک کیسے مر گئی؟“

پدمی نے جواب دیا ”میں اس کے کمرے کے پاس سے

کتابیات پبلی کیشنز

87

کتابیات پبلی کیشنز

مگر رہی تھی۔ وہ مجھ سے بولی، اے پدوسی! ان سے جا کر کہہ دے، میں مر گئی ہوں۔ بس اتنا کہتے ہی وہ فرش پر گر کر مر گئی۔ میں نے کئی بار آوازیں دیں مگر وہ جیج مرو چلی ہے۔ تم خود جا کر دیکھ لو۔

کرشمہ نے ملازموں سے کہا ”جاؤ۔ کلپنا کے کمرے کا دروازہ کھولو اور دیکھو وہ زندہ ہے یا واقعی مر چکی ہے۔“

دو ملازم ادھر چلے گئے۔ جسونت کے دوبارہ زندہ ہوتے ہی پورس سمجھ گیا تھا کہ بھیا کی آتما کلپنا کا جسم چھوڑ کر جسونت کے مردہ جسم میں سما گئی ہے۔ اس طرح جسونت کو دوبارہ زندگی مل گئی ہے۔

پورس سمجھ گیا تھا مگر کرشمہ اور اس کی ماں جنانے اس پہلو پر دھیان نہیں دیا کہ جو بھیا جسم بدل کر کلپنا کے اندر آسکا ہے وہ دوسری بار کلپنا کو چھوڑ کر مردہ جسونت کے جسم میں بھی سا سکتا ہے۔

دراصل ان ماں بیٹی کے ذہن میں یہ بات تھی کہ جسونت کو موت نہیں آتی تھی۔ اس کی موت کا دھوکا ہوا تھا۔ ایک منٹ کے اندر ہی وہ آنکھیں کھول کر سانس لیتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی زندگی بتا رہی تھی کہ وہ مرا تھا نہ بھیا کی آتما اس کے اندر آئی تھی۔

کرشمہ اس کی مرہم پٹی کر رہی تھی۔ وہ دوبارہ زندگی حاصل کرنے کے بعد سوچ رہا تھا ”بے بھکوان! مجھے تھوڑی دیر کے لیے کیا ہو گیا تھا؟ مجھے ایسا لگا جیسے میں مر گیا تھا۔ شکر ہے، میں زندہ ہوں۔“

پورس بڑی خاموشی سے اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ جناب بیٹے سے لپٹ کر کہہ رہی تھی ”میرا لال! میرا بیٹا زندہ ہے میرے سینے کو میری عمر جی لگ جائے میں سو بھکاریوں کو کھانا کھلاؤں گی۔“

بھیا اس کے اندر کہہ رہا تھا ”جسونت! بھکوان کے ساتھ میرا بھی شکر ادا کرو۔ میری آتما تمہیں نئی زندگی دے رہی ہے۔“

جسونت کی سوچ نے پریشان ہو کر کہا ”یہ کیا؟ میں اپنے اندر اپنے دشمن بھیا کی آواز سن رہا ہوں۔“

”ہاں۔ میری آواز اندر سنتے رہو۔ اندر سوچ کے ذریعے بولتے رہو۔ زبان سے بولو گے تو تمہاری ماں کو معلوم ہو جائے گا۔ وہ خوش ہو رہی ہے کہ جو ان کہو بیٹا زندہ ہے۔ تم اسے بتاؤ گے کہ میری آتما سے تمہیں زندگی مل رہی ہے تو اس کی تمام خوشیاں، ماتم میں بدل جائیں گی۔“

جسونت سوچ میں پڑ گیا کہ وہ زندہ ہے اپنی ماں کے سینے

کی حیثیت سے جسمانی طور پر زندہ ہے۔ اگرچہ آتما پرانی ہے مگر جسم دہی ہے، جسے ماں نے جنم دیا تھا۔ ماں اپنے پیدا کیے ہوئے جسم کو مردہ تسلیم نہیں کرے گی پھر وہ خود اپنی ماں کو پر کہہ کر کس دل سے صدمہ پہنچائے گا کہ وہ حقیقتاً مر چکا ہے۔ اس نے بھیا سے کہا ”تم مجھ سے بہت برا انتظام رہے ہو۔ میں کلپنا کی عزت سے کھلیتا جا رہا تھا مگر تم نے ”کلپنا کی نہیں، میری عزت سے کھلیتا جا رہے تھے جو کہ میں اس کے اندر تھا۔ عزت آتما کی ہوتی ہے۔ جسم کیا چیز ہے۔ کلپنا کا جسم فنا ہو گیا مگر میں باقی ہوں۔ تم بھی فنا ہو جاؤ تھے مگر میں زندگی دے رہا ہوں۔ آئندہ مجھ سے سمجھو نا کہ تمہیں زندہ کی ملتی رہے گی اور تم ماں کو خوش دیکھ رہو گے۔“

وہ بے بسی سے بولا ”ٹھیک ہے۔ میں سوچوں گا۔“ پورس کو حلی کے ایک بند روم میں جسونت پال لینا ہوا تھا۔ کون گا کہ ماں کو خوش رکھنے کے لیے مجھے تمہاری آتما ماں حصار داری کرنی ہوئی کہہ رہی تھی ”یہ کرشمہ بہت ہی بے محتاج رہنا چاہیے یا نہیں؟“

جسونت زخموں کی تکلیف کے باعث کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ اس نے اپنے پیار بھائی کے پاس رہنا چاہیے، کر رہا تھا۔ ایک ملازم کا سارا لے کر ماں کے ساتھ کوٹھی کے اندر جانے لگا۔ وہاں باغیچے میں کرشمہ رہ گئی۔ وہ ماڈرن اور نئے باغیچے میں ایک جوان کو دیکھا تھا، وہ کون ہے؟ اساتر تھی اور ایک اچھی فائزر بھی تھی۔ پہلی بار تمنا کی

پورس سے شرا نے لگی۔ اس نے قریب آکر اس کے بازوؤں کو تھام کر کہا ”تم نے دیکھ رہے ہو۔ اور اب بھول رہے ہو۔“ مجھے ایسے غصہ دکھایا کرتی تھیں جیسے نفرت کرتی ہو مگر دل سے مجھے چاہتی رہی ہو۔

”تم میری ماں کے کاندھے پر بندوق رکھ کر مجھے ٹانگہ ٹانگیں اس نے یہ سوال جتنا سے پوچھ لیا تھا۔ بنایا کرتے تھے سیدھی طرح مجھ سے محبت ظاہر نہیں کرتے۔“ اس نے فوراً ہی جسونت کے دماغ کو ڈھیل دی۔ اسے تھے ”اس لیے تم پر غصہ آتا رہتا تھا۔“

”میری انٹیکس میں چلو۔ سیدھی طرح پیار کروں گا۔“ مل بھل گیا تھا۔ مجھے یاد آگیا ہے اس جوان کا نام شہباز وہ اس کے ساتھ انٹیکس کی طرف جاتی ہوئی تھی ”تم نے کہہ کرشمہ اس سے پیار کرتی ہے اور ہمیں یہ پسند نہیں ماں کو محبت کا فریب دیا، وہ غصے میں ہے۔“

”وہ بھی جھوٹی جوانی کا فریب دے رہی ہے۔ کیا تم نے ایسی دشمن بیٹی نہیں دیکھی۔ قریب کھا جاتا؟ ہم دونوں جوان ہیں۔ نہ میں کسی بوڑھی سے اپنا موبنا چاہتی تھی۔ اس نے اپنا اسے اپنا مردہ کے اور نہ تم کسی بوڑھے سے قریب میں آنا چاہو گی۔“

”ہاں جوانی، جوانی کے ساتھ چلتی ہے، بڑھاپے کے ”ماں! تم بھی بیٹی کی طرح بے شری کی باتیں کر رہی ہو۔ ساتھ نہیں، میں ماں کو سمجھاؤں گی۔ ورنہ وہ انتقام لینے کے لیے ایک انار ہے اور دو ماں بیٹی پیار ہے۔ اس انار کو اٹھا کر باہر لے کر تم پر کالا جادو کرے گی۔“

”تم ماں کی فکر نہ کرو۔ تمہیں دھرم کنوں سے لگائے تھے۔“ ”تمہیں انار سے بچنا ہے۔ اس بار تم بچ گئے۔ اگلے بار اس کے منہ نہ لگنا۔ میں کتنے بے چارے اپنی اپنی ساس سے نشتر رہتے ہیں۔“

”کیا تمہیں ہوگا؟ تم کیا کر لو گی؟ کیا میرے بھیاک جادو سے اسے بچا سکو گی۔“

”وہ کوئی چال باز ہے۔ پتا نہیں کس ارادے سے آیا ہے؟ اپنی باتوں سے اس نے پہلے تمہیں بے وقوف بنایا۔ اب کرشمہ کو بتا رہا ہے۔“

”وہ باتیں کرنا بھول جائے گا۔ میں ایسے متردھوں کی کہ جب بھی وہ بولنا چاہے گا تو منہ کھولے ہی کتنے کی طرح بھونکنے لگے گا۔“

پد منی نے ڈاکٹر کو فون کیا تھا۔ وہ علاج کرنے آگیا۔ اس نے جسونت کا معائنہ کیا۔ اس کے زخموں کو صاف کیا۔ ان کی مرہم پٹی کی۔ ایک انجکشن لگایا پھر کھانے کے لیے دو اینٹیں دے کر چلا گیا۔

جنانے پد منی کو ایک طرف لے جا کر پوچھا ”کرشمہ کہاں ہے؟“

”تھوڑی دیر پہلے انٹیکس میں تھیں۔ اب اپنے کمرے میں ہیں۔“

”وہ انٹیکس میں کیا کرنے لگی تھی؟“

”میں کیا بتاؤں ماکن؟ یہ تو مجھنے کی بات ہے۔ سمجھانے کی نہیں ہے۔“

”کیو اس مت کہہ بڑی آئی سمجھنے اور سمجھانے والی۔ چل جاہاں سے۔“

پد منی چلی گئی۔ وہ بڑبڑاتی ہوئی کرشمہ کے بند روم میں آئی وہ بستر پر لیٹا کھڑائی لے رہی تھی۔ مگر اسی لمحے اس کے خیالوں میں پورس فلاح کی طرح مسکرا رہا تھا۔

جنانے کمرے میں آتے ہی پوچھا ”مجھے ہماری عزت کا کچھ خیال ہے؟“

اس نے پوچھا ”تمہاری عزت کو کیا ہوا ہے ماں؟“

”میری عزت کو کیا پوچھتی ہے۔ تیری عزت رہی ہے یا نہیں؟“

”دنیا میں کوئی اتنی عزت نہیں دیتا جتنا ایک پیار کرنے والا دیتا ہے۔ شہباز جو محبت اور عزت دے رہا ہے اسے تم نہیں سمجھ سکو گی۔“

”کیو اس مت کہہ۔ آج آدمی رات کے بعد میں ایسا کالا جادو کروں گی کہ وہ یہاں سے کتنے کی طرح بھونکنا ہو جائے گا۔ پھر ساری زندگی بول نہیں سکے گا۔ جب بھی منہ کھولے گا، بھونکنے لگے گا۔“

”تم ایسا کوئی جادو نہیں کر سکتی۔ تم ماں ہو، میری خوشیوں کی دشمن نہ بنو۔ ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔“

”کیا اچھا نہیں ہوگا؟ تم کیا کر لو گی؟ کیا میرے بھیاک جادو سے اسے بچا سکو گی۔“

”اگر اسے نہ بچا سکی تو تمہارے بھیاںک جادو کے جواب میں تمہے بھیاںک انتقام لوں گی۔“
 ”یہ دھمکی کسی اور کو نہ۔ کیا تو نہیں جانتی کہ میں سکتی
 ضدی ہوں۔“

جنون کے اندر بھیجا سوچ رہا تھا "یہ شہناز کون ہے؟"
 نے جنون کو بری طرح زخمی کر کے مار ڈالا تھا۔ یقیناً
 ہونے کے علاوہ یوگا کا ماہر بھی ہوگا۔ میں اس کے دایں
 جاؤں گا تو وہ سانس روک لے گا۔ شہر کسے گا کہ
 اندر رہنے والا ٹیلی بیسی جانتا تھا "اس کی آتما ابھی تک
 موجود ہے۔"

والے کو اپنے دماغ میں آنے دے گی اور اسے خوبی عمل کرنے دے گی۔ وہ خوبی عمل کا تو ذکر کرے گا لیکن وہ یہی ظاہر کرتی رہے گی کہ اس اجنبی کی معمول بن چکی ہے۔ اس طرح وہ اس کے ذریعے اس اجنبی کی اصلیت معلوم کر رہا ہے۔

پلورس کو بڑی دیر تک انتظار کرنا پڑا۔ آخر رات کے دو بجے کرشمہ کے اندر اس کی آواز سنائی دی۔ اس نے آتے ہی پوچھا ”سو رہی ہو؟“

اس کے بعد اس نے اسے توہی خند سونے کا حکم دیا اور کہا کہ وہ دوسرے دن کسی وقت اس کے دباغ میں آئے گا۔ اس کے جانے کے بعد کرشمہ کے اندر خاموشی رہی اور وہ توہی خند سونے رہی۔

پورس نے اس آسمے پر کرشمہ کو اس کی معمولہ سننے دیا کہ وہ اس اجنبی کی مقرر کی ہوئی آواز اور لہجہ اختیار کر کے اس کے اندر پہنچ سکتا تھا۔ اسی وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا تھا۔ جب اس اجنبی کا نام اور مقام معلوم ہو جاتا تو وہ کرشمہ کو اس کے توہی عمل سے با آسانی نجات دلا سکتا تھا۔

بہر حال اجنبی پر اسرار رہتا ہوا تھا۔ دوسرے دن اسرار کا پردہ اٹھنے کی توقع تھی۔

○☆☆○

الپا کو اپنی خوش قسمتی کا یقین ہو گیا کیونکہ اس کی برسوں کی تنہا پوری ہو گئی تھی۔ پارس چچ اس کا غلام بن گیا تھا۔ اس کے حکم کے مطابق عمل کر رہا تھا۔ اس نے اسے ایک ٹانگ پر کھڑا کرنے کا حکم دیا تو وہ ایک ٹانگ پر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ایک ٹانگ پر ناچنے کا حکم دیا تو وہ ایک ٹانگ پر اچھل اچھل کر ناچنے لگا۔

غلام بن جانے کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا تھا کہ جو پارس بڑے بڑے خطرناک دشمنوں کو نچایا کرتا تھا۔ وہ خود ناچنے لگا تھا۔ الپا ایک ناقابل شکست شدہ زور کو بری طرح شکست دے چکی تھی۔

اب وہ سوچ رہی تھی کہ کیا ثبوت کافی ہے؟ یا اسے اور آزما دیا جائے۔

پارس کے سلسلے میں یہ مشہور تھا کہ وہ اپنی ممانوسنیا کی طرح بلا کا عمار ہے۔ دشمنوں کو اس کی مکاری کا پتا اس وقت چلتا تھا جب پانی سر سے گزر جاتا تھا۔ الپا کے دباغ میں کامیابی کے باوجود اندیشہ تھا کہ کہیں وہ مکاری نہ کر رہا ہو؟ وہ اتنی جلدی اس پر اعتماد نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے سوچا کہ پھر اسے کسی دوسری طرح آزمانے اسے کوئی ایسا حکم دے کہ جس کی تعمیل کرتے ہوئے وہ اپنی زلت اور توہین محسوس کرے۔ وہ اس حکم کی تعمیل سے انکار کرے گا تو اس کی مکاری کا بھید کھل جائے گا۔

وہ کسی طرح آزمانے کی بات سوچ رہی تھی۔ ایسے وقت موبائل فون کا بزرگ سا ڈیا۔ اس نے کار کی رفتار سست کرتے ہوئے اسے ایک فن باٹھ سے لگا کر دو کا پھر موبائل کا بٹن دبا کر اسے کان سے لگا کر بولی "ہیلو۔"

دوسری طرف سے بولی نے جھپکے ہوئے کہا کہ خیر یہ میں نے جیک ہنز کو ڈھونڈ نکالا ہے۔ وہ خوش ہو کر بولی "اوہ ویری گڈ بولی اوہ کہاں۔" میرے ساتھ ہے۔ میں نے اسے پکڑ کر لیا۔ بٹھالیا ہے۔"

"آخر وہ جنگل سے باہر کیوں گیا تھا؟ وہ جبر ہے؟"

"جنگل میں شراب کا اشاک ختم ہو گیا تھا۔ طلب میں جنگل سے نکل گیا تھا۔ میں نے اسے ایک بار میں پکڑا ہے۔"

"اسے فوراً جنگل میں لے جاؤ۔ میں وہاں آ رہی ہوں۔ اس نے فون کو بند کر کے ساتھ والی سین پر اشارت کر کے راز دیا کرتی ہوئی رفتار بڑھانے لگا۔ اسے اور زیادہ خوشی کا یقین ہو گیا تھا۔ راز افشا کر کینک جیسی کسی دشمن کے ہتھے نہیں چڑھا تھا۔ جنگل میں وہاں پہنچ رہا تھا۔

اب وہ سوچ رہی تھی کہ جنگل میں پہنچنے پر سر سے وہ کیل نکالے گی، جس کی وجہ سے وہ اس کے نہیں پہنچ پاری تھی۔ اس نے جلی کو پکڑ لیا تھا۔ دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے وہ کیل اس کے پیوست کرانی تھی۔ بڑے وقت میں وہ اس کے رکاوٹ بن گئی تھی۔ اگر وہ کیل نہ ہوتی تو وہ ہلکے اس کے دباغ میں پہنچ کر اسے تلاش کر سکتی۔

کیل نکالنے کے بعد دشمنوں کی طرف سے لیکن اس مسئلے کا حل آسان تھا۔ وہ توہی عمل۔ جیک کے دباغ کو لاک کر سکتی تھی۔

کچھ دیر پہلے وہ مایوس ہو رہی تھی۔ راز افشا کرنے کی امید تو زور تھی۔ اب اچانک کامیابی کے اندر بجلی بھری تھی۔ وہ بڑے جوش اور دلچسپی سے کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ ایسے میں آتی ہی تھی۔ اچانک ایک موڑ پر دوسری طرف والے ٹرک سے کار ٹکرائی۔

کار پوری طرح ٹکرائی تو موت آتی کر مرنے لگی تھی۔ کار ایک سائیڈ سے ٹکرائی تھی اور الپا تھ پر پہنچ کر ایک بڑے شیٹ کے شے توڑی تھی۔ الپا کا چہرہ پہلے اسٹیرنگ سے ٹکرا رہا تھا۔ پھر ایک دھڑک سے ٹکرا کر ایک جھٹکے سے رکی تو وہ

اچھل کر وہ اسکرین کا شیٹ توڑتی ہوئی باہر نکل گئی۔ اس کے بعد اسے ہوش نہ رہا کہ وہ کہاں ہے؟ دنیا میں ہے بھی یا نہیں؟

مقدر کی ہیرا پھیری ہے۔ کبھی کبھو ہوتا ہے، کبھی کبھو انسان سوچتے سوچتے، عمل کرتے کرتے، سے کچھ ہو جاتا ہے۔ خود کو اچھالتے اچھالتے اچانک گڑھے میں گر پڑتا ہے۔ وہ زخموں سے چور ہونے والی، بے ہوش ہو جانے والی کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کے قیدی اس کے غلام اور ماتحت ہوش میں رہیں گے اور وہ بے ہوش ہو کر اسپتال پہنچ جائے گی۔

بولی راز افشا کر مشین کے باہر کینک جیک ہنز کو لے کر جنگل میں پہنچا اور الپا کا انتظار کرنے لگا۔

پارس اپنی سلاخوں کے پیچھے قید تھا۔ وہ الپا کے حکم سے ایک ٹانگ پر ناچتا نہیں چاہتا تھا مگر اس نے ایک مالکین کی حیثیت سے اس کے دباغ پر قبضہ جما کر اسے ناچنے پر مجبور کر دیا تھا۔

اسے اپنے آپ پر غصہ آنے لگا۔ اس نے قسم کھائی کہ آئندہ اس کے حکم کی تعمیل نہیں کرے گا۔ اپنی قوت ارادی سے کام لے کر اس کی ہر بات سے انکار کر دے گا۔ ایسا مستحکم ارادہ کرنے کے بعد وہ انتظار کرنے لگا لیکن اسے اپنے دباغ میں الپا کی آواز سنائی نہیں دی۔ اسے یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ اچانک حائل کا شکار ہو گئی ہے۔ اس کی سمجھ میں یہ آیا کہ وہ کسی بہت ہی اہم معاملے کو نمٹانے کے لیے کچھ کرنے کے بغیر چلی گئی ہے۔

وہ قید خانے کے فرش پر بیٹھ کر پریشانی سے سوچنے لگا "میں بعض اوقات ناممکن کو بھی ممکن بنا چکا ہوں۔ لیکن اس توہی عمل کے اثر کو ذرا دل کرنے یا کم کرنے میں ناکام ہو رہا ہوں۔ اس دشمن عورت نے میرے اندر ایسے زبردست ڈرلے پیدا کیے تھے کہ اب تک دماغی کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔"

وہ دماغی کمزوری کے باعث خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اگر اس قابل ہو تا تو فوراً سونا اور ٹانی کو اپنے حالات سے مطلع کرتا۔ وہ حیران تھا کہ ایک دن گزر گیا۔ رات ہو گئی لیکن ہم میں سے کسی نے اس کی خبر نہیں لی۔ میں علی کے ساتھ جین میں تھا۔ میری ٹیلی کے دوسرے افراد اپنی اپنی جگہ مصروف تھے۔ ہم سب جوہیں گھٹنے میں ایک بار ایک دوسرے کے ذریعے سے ہی کی خیریت معلوم کرتے رہتے تھے یا بابا صاحب کے اوارے سے سب کی خیریت معلوم ہو جاتا

کرتی تھی۔

آخری بار ٹانی نے پارس سے رابطہ کیا تھا۔ اس کے بعد ہی الپا نے اسے قیدی بنایا تھا۔ تب سے دس گھنٹے گزر چکے تھے۔ ٹانی اور ہم سب اس کے موجودہ حالات سے بے خبر تھے۔ دوسرے لفظوں میں اس لیے پارس کی فکر نہیں تھی کہ ٹانی اس سے رابطہ کر چکی تھی۔ آئندہ ہم چوبیس گھنٹوں میں کسی وقت بھی اس سے رابطہ کرنے والے تھے۔

وہ فرش پر بیٹھا سوچ رہا تھا۔ آہنی سلاخوں کے باہر دو مسلح سپرے دار گونگے بنے ہوئے تھے۔ الپا نے انہیں سختی سے تاکید کی تھی کہ وہ اس قید خانے میں پارس کے سامنے ایک ذرا سی آواز نہ سے نہ نکالیں۔ ایک لفظ بھی زبان سے ادا نہ کریں۔ ورنہ پارس ان کے دماغوں میں پہنچ کر فرار کا راستہ بتا لے گا۔

الپا نے وہاں چار سپرے داروں کی ڈیوٹی لگائی تھی۔ دو سپرے داروں کے وقت تھے وہ چلے گئے تھے۔ ان کی جگہ دوسرے دو سپرے دار آئے تھے۔ جب الپا نے پارس کے دباغ میں زلزلے پیدا کیے تھے اور وہ بے ہوش ہو گیا تھا تب اس کے قریب کسی نے گونگا بنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ وہ واقعی بے ہوش تھا لیکن قید خانے تک پہنچنے سے پہلے ہوش میں آ گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ ظاہر نہیں کیا۔ پہلے کی طرح بے ہوشی ظاہر کرنا رہا۔ وہ چاروں سپرے دار اسے اسٹریچر پر لٹا کر آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچانے تک آپس میں باتیں کرتے رہے تھے۔ الپا وہاں خیال خوانی کے ذریعے موجود نہیں تھی۔ وہ موجود ہوتی تو سپرے داروں کو باتیں کرنے کی سزا دیتی اور ان کی جگہ دوسرے گونگے سپرے داروں کی ڈیوٹی لگا دیتی۔

پارس نے ان کی گفتگو سن لی تھی اور ان میں سے ایک کی آواز اور لہجے کو یاد رکھا تھا۔ وہ سپرے دار اس وقت آہنی سلاخوں کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ اس کی ڈیوٹی صبح ختم ہونے والی تھی۔ پارس اس کے دباغ میں پہنچ کر اسے اپنا آلہ کار بتا کر بڑی آسانی سے فرار ہو سکتا تھا مگر افسوس وہ دماغی کمزوری کے باعث خیال خوانی کے قابل نہیں رہا تھا۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ سامنے رہائی کا راستہ کھلا ہوتا ہے مگر قیدی اس راستے پر چلنے کے قابل نہیں رہتا اور ایسا پارس کے ساتھ ہو رہا تھا۔

اور ایسا الپا کے ساتھ بھی ہو رہا تھا۔ اسے راز افشا کر مشین بنانے والا باہر کینک واپس مل گیا تھا۔ پارس بھی باہر کینک تھا۔ وہ ان دونوں کے ذریعے چند ہفتوں میں

ٹرانسفا مر مشین تیار کرا سکتی تھی۔ بہت بڑی کامیابی کا دروازہ کھل گیا تھا لیکن تقدیر اسے اسپتال کے دروازے پر لے گئی تھی۔

پولیس والے حادثے کے بعد اسے اسپتال لے کر آئے تھے۔ اس کے سر اور جسم کے کئی حصوں پر گہری چوٹیں لگی تھیں۔ لوبمان ہو گئی تھی۔ بچائی نہیں جا رہی تھی اگر اچھی حالت میں ہوتی تب بھی پولیس والے اسے بچان نہ پاتے۔ اسرائیلی اکابرین بھی اسے بچان نہیں سکتے تھے۔ وہ الپا جو برسوں سے یہودی قوم اور اپنے ملک کے لیے بے شمار کارنامے انجام دیتی آ رہی تھی اسے صورت شکل سے کوئی بچان نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ چرے کی پلاسٹک سرچری کرانے کے بعد رو پڑی وہ کر زندگی گزار رہی تھی۔ اسرائیلی اکابرین سے صرف خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرتی رہتی تھی۔

اس نے کار کے حادثے میں ایک بڑی دکان کا لاکھوں ڈالرز کا نقصان کیا تھا۔ وہ نقصان پورا کرانے کے لیے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ زخمی اور بے ہوش ہونے والی کون ہے؟ پولیس والے قانون کے تقاضے پورے کرنے کے لیے اس کا نام اور پتا معلوم کرنا چاہتے تھے۔ اس کے لیے اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ اس کے چرے سے لمبے صاف کرنے کے بعد اس کی مختلف تصویریں اتاری جا رہی تھیں۔ پولیس افسر کہہ رہا تھا "یہ تصویریں لیڈی کے ذریعے نشر کی جائیں گی۔ صبح کے اخبارات میں شائع کرائی جائیں گی۔ تصویریں دیکھ کر اس کے ماں باپ، سرپرست اور عزیزو اقارب ضرور دیریاں آئیں گے۔"

پولیس والوں کی کوششوں سے اسی رات ٹی وی کے ذریعے الپا کی تصویریں دکھائی گئیں۔ اعلان کیا گیا کہ اس عورت کے متعلق جو بھی معلومات فراہم کرنا چاہے وہ کسی بھی پولیس اسٹیشن میں آجائے۔

بولی پریشان ہو رہا تھا۔ وہ جبکہ ہنر کے ساتھ جنگ میں الپا کا شہر تھا۔ اس نے فون پر کہا تھا کہ ابھی آ رہی ہے لیکن وہ سمجھنے مگر کرنے کے باوجود نہیں آئی تھی۔ اس نے اس کے موبائل فون پر رابطہ کیا تو پتا چلا وہ فون بند ہو چکا ہے۔

دراصل فون بند نہیں ہوا تھا۔ کار کے حادثے میں نوٹ کرنا کا وہ ہو گیا تھا۔ بولی نے اس کے خفیہ محل نما جنگ میں بھی فون کیا۔ وہاں مختفی سختی رہی لیکن کسی نے فون انٹینڈ نہیں کیا۔ وہ حیرانی اور پریشانی سے سوچ رہا تھا کہ الپا کہاں چلی گئی ہے؟ جہاں بھی گئی ہے وہاں سے رابطہ کر سکتی ہے مگر اس نے فون کے ذریعے بھی رابطہ ختم کر دیا تھا۔

جبکی ہنڈرا رنگ دوم میں بیٹھا دیکھ سکی لی رہا تھا اور ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ اس نے چیخ کر کہا "بولی! یہاں آؤ۔ دیکھو ٹی وی! میڈیم کی تصویر دکھائی جا رہی ہے۔"

بولی دوڑتا ہوا آیا۔ ٹی وی اسکرین پر الپا دکھائی دے رہی تھی اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ زخمی نظر آ رہی تھی۔ بولی توجہ سے اعلان سننے لگا پھر یوں "کیا ہو گیا؟" زخمی دکھائی دے رہی ہے پتا نہیں کیا ہوا ہے؟ پولیس الپا نام اور پتا معلوم کرنا چاہتی ہے۔"

جبکی نے کہا "فورا کسی قریبی پولیس اسٹیشن جاؤ۔ معلوم کرو کہ میڈیم کس حال میں ہیں اور کہاں ہیں؟" "جبکی! میں جا رہا ہوں۔ دروازے کھڑکیاں باہر سے کدوں لگے۔ میں اپنی بوتلیں خرید کر لے آیا ہوں کہ تم ماہ تک جنگل کے اندر بیٹھ کر پچھتے رہو گے۔ مقتول دروازہ کھول کر باہر نہیں جاسکو گے۔"

اس نے کہا کہ اس نے کھڑکیوں اور دروازوں کو بند کیا۔ ہم چھوڑا ہے۔ یہ ریس کامیادان سمجھ کر گاڑی چلائی ہے۔ سے مقتول کیا پھر کام میں بیٹھ کر پولیس اسٹیشن کی طرف جا۔"

اسپتال میں الپا کی مرہم پٹی ہو رہی تھی۔ بروقت ابھی نہیں ہے کہ خوا خواہ کسی کی دکان میں گاڑی بھسا دے رہا تھا۔ سرگردن اور شانون میں کار کی دینا اسکرین کے ٹی وی۔ کسی کو بھی حادثہ پیش آ سکتا ہے۔ میری وائف کی کڑیاں جیسی ہوتی تھیں۔ شیشے کے ایک ایک ڈرتا ساتھ میں بی بی ہو ہے۔"

اس کے جسم اور چرے سے نکالا جا رہا تھا۔ ایسے ہی ہڈی ہجانے کے طور پر پچیس لاکھ ڈالرز کا مطالبہ کیا ہے۔ کیا ڈاکٹر نے حیرانی سے کہا "اے! یہ کیا؟"

پولیس افسر نے پوچھا "کیا ہوا ڈاکٹر؟" "ڈاکٹر نے کہا "آپ ادھر آئیں اور یہ دیکھیں۔" انہیں سمجھاتا ہوں کہ عام شریوں سے طرزے انداز میں گفتگو کے پچھلے حصے سے پالوں کو جانتے ہوئے کہا "یہ کل کی ہے۔"

عورت کے سر میں بیوست ہے۔ "تم؟ تم مجھے سمجھا رہے ہو؟ تمہاری اوقات کیا ہے؟" "اوقات یہ ہے کہ دکان کے مالک کو پچیس لاکھ ڈالرز اس نے ایک اوزار سے کیل کو پکڑ کر باہر پھینکا۔ ابھی اس سے نکل گئی۔ وہ ڈاکٹر اور افسر بھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔"

کہ وہ غیر معمولی جادوئی کیل ہے۔ ٹیلی ویژن جانے والا اہل کے دماغ میں آنے سے روکتی ہے۔ ڈاکٹر نے "وہ بھی دردی آتا ہے؟" اپنی جاتی بات کہہ رہے ہو تو اب میں دور کر دی تھی۔ انجانے میں دوسروں کے لیے اس کے نفس حالات میں پتھر کا تھمارے کپڑے آتا ہوں گا۔ وہاں سے ڈاکٹر نے پڑیں گے کہ پولیس والوں کو چیلنج کرنا بھول جاؤ کار اسے کھول دیا تھا۔

اسے یہ غور تھا کہ اس نے تمام ٹیلی ویژن جانے والے کو اپنے سے دور بھاگوا دیا۔ وہ بیمار ہو گیا۔ دیکھو! یہ ہے میری اصل آئیڈنٹی۔ میں اٹلی جنس کا کمزور ہو گا تب بھی کوئی دشمن اس کے اندر نہیں آتا۔ پولیس افسر نام میڈیم الپا۔ بولی۔ ٹیلی ویژن جانے والی یہ غور نوٹ کیا تھا۔ کیل نکلنے کے بعد وہ ایک لپا کا خاص مانت میڈیم الپا۔ بولی۔ ٹیلی ویژن جانے والی عورت کی طرح اسپتال کے بیڈ پر پڑی تھی۔ دماغی کوہنہ اب تم دیکھو گے کہ دن میں کس

طرح تارے نظر آتے ہیں۔"

وہ موبائل فون آن کر کے خبر سچ کرنے لگا۔ پولیس افسر اپنا رعب اور دہبہ بھول گیا تھا۔ اسے سیوٹ کر کے عاجزی سے گڑگڑا رہا تھا۔ بولی نے فون پر کہا "کیپٹن! میں بولی اسمتھ بول رہا ہوں۔ اپنی ٹیم کے ساتھ پولیس اسپتال آؤ اور ایک پولیس افسر کو گرفتار کر کے لے جاؤ۔ اسے حراست میں رکھو۔ کل تک میڈیم الپا اس کی دوری اتارنے کا حکم دیں گی۔"

اس نے فون بند کر کے افسر سے کہا "جو عام شہری کی عزت نہ کرے" اسے سپاہی کی دردی نہیں پہننا چاہیے۔ کرے سے باہر جاؤ۔ گیٹ آؤٹ!"

وہ سر جھکا کر وہاں سے چلا گیا۔ بولی نے ڈاکٹر سے پوچھا۔ "میری وائف کو ہوش آیا تھا؟"

"نہیں۔ یہ مسلسل بے ہوش پڑی ہیں۔ ویسے ہوش میں آجائیں گی۔ یہ بری طرح زخمی ہو گئی ہیں۔ زخم بھرنے میں بہت وقت لگے گا۔"

"میں اپنی وائف کے علاج کے لیے خاص توجہ چاہتا ہوں۔ ابھی اوپر سے احکامات موصول ہوں گے تم ایک لیڈی ڈاکٹر کے ساتھ دن رات میری وائف کو انٹینڈ کرو گے اور اس کی میڈیکل رپورٹ مجھے دیتے رہو گے۔"

"آپ کو رپورٹ کتنی رہے گی۔ ہاں یا آئی۔ ان کے سر کے پچھلے حصے میں ایک کیل گھس گئی تھی۔" "کیل؟" بولی نے چونک کر پوچھا "کہاں ہے؟ وہ کیل؟ وہ سر کے کس حصے میں تھی؟"

وہ انجان بن کر پوچھتا ہوا "الپا کے سر ہاتھ آیا۔ ڈاکٹر نے اس کے بالوں کو جٹاتے ہوئے کہا "یہاں وہ کیل بیوست ہو گئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا وہ کیل کس طرح سر میں گھس گئی تھی؟"

ڈاکٹر نے وہ کیل اسے دکھائی۔ بولی نے اسے ہاتھ میں لے کر دیکھا اور سوچا "یہ الپا کے ساتھ بہت برا ہوا۔ اب اس کے دماغ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ ابھی اس حال میں یہ کئی دنوں تک نہ خیال خوانی کر سکے گی اور نہ ہی سانس روک کر دشمنوں کو اپنے دماغ سے بھاگ سکے گی۔"

وہ ڈاکٹر سے بولا "جہاں حادثہ ہوا تھا۔ وہاں کسی جگہ یہ کیل ہوگی۔ اور اس کے سر میں بیوست ہو گئی ہوگی۔ بہر حال میں یہ کیل اپنے پاس رکھ رہا ہوں۔ آپ کو اعتراض تو نہیں ہے؟"

"نہیں! بالکل نہیں۔ آپ اسے لے جائیے ہیں۔"

وہ کیل کو جب میں رکھ کر موبائل کے ذریعے آرمی اٹھلی جس کے اعلیٰ افسران سے رابطہ کرنے لگا۔ اس اسپتال میں الپا کے لیے وہ حفاظتی انتظامات لازمی تھے۔ یہ کسی پر ظاہر نہیں کرنا تھا کہ وہ الپا ہے۔ بولی اسے اپنی بیوی کی حیثیت سے پیش کر رہا تھا۔ وہ سرکاری طور پر الپا کا انتقال سیکورٹی افسر تھا اور یہ بہت بڑا عہدہ تھا۔ اس کے احکامات کی تعمیل ایسے ہی ہوتی تھی جیسے وہ احکامات الپا نے صادر کیے ہوں۔

اور وہ الپا کے لیے ہی حفاظتی انتظامات کر رہا تھا۔ وہ اپنے اعمال کے مطابق برے نتائج سے دوچار ہونے لگی۔ اسپتال میں ایک لاوارث کی طرح بے یار مددگار پڑی ہوئی تھی۔ اگر بولی اس کا وفادار نہ ہوتا تو بڑے کارنامے انجام دینے والی ناقابل شکست اور مغرور الپا کی زندگی کا اختتام اسی اسپتال میں ہو جاتا۔

وہ اتنا وفادار تھا کہ جب تک الپا ہوش میں نہ آتی، زخموں کی تکلیف کم نہ ہوتی اور سیکورٹی کے تمام انتظامات مکمل نہ ہو جاتے تب تک وہ اسے اسپتال میں خنجا چھوڑ کر نہ جاتا۔

وہ اسپتال میں رات گزارنے لگا اور وہی رات پارس قید خانے میں گزار رہا تھا۔ ایک قیدی بے بس اور مجبور ہوتا ہے مگر وہ حالات کے آگے بے بس ہوتا اور سر جھکا کر بیٹھنا نہیں جانتا تھا۔ اس نے سوچا ”میں ابھی صرف اس لیے بے بس اور مجبور ہوں کہ میرا دماغ کمزور ہے۔ اگر توانائی بحال ہو جائے تو میں خیال خوانی کے ذریعے اس قید خانے سے باہر جا سکتا ہوں۔“

جب غلطی یا کمزوری معلوم ہو جائے تو اسے اپنی عقل سے دور کیا جا سکتا ہے۔ پارس وہاں فرش پر بیٹھ کر یوگا کی مشقیں دہرانے لگا۔ اس طرح وہ خواہ مخواہ قیدی بن کر بیٹھنے کے بجائے توانائی حاصل کرنے کے طریقوں پر عمل کرنے لگا۔ آہنی سلاخوں کے دوسری طرف کھڑے ہوئے پہرے دار یوگا کے بارے میں نہیں جانتے تھے۔ انھوں نے کبھی کسی کو یوگا کی مشقیں کرتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ پارس کو عجیب و غریب حرکتیں کرتے دیکھ کر مٹکانے لگے۔

وقت گزرنے لگا۔ رات کے دس بجے دونوں پہرے دار آہنی سلاخوں کے قریب آئے۔ ایک نے اشاروں سے پوچھا۔

”کھانا کھاؤ گے؟“

اس نے کہا ”تکلیف نہ کرو۔ میں باہر آکر کھاؤں گا۔“

وہ دونوں اپنے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے۔ تاکہ

ہنسی کی آواز منہ سے باہر نہ نکلے۔ الپا نے تاکید کی تھی۔ پارس کو اپنی آواز بھی نہ سنائی جائے۔ اس سلسلے میں دونوں محتاط تھے۔

رات کے ساڑھے گیارہ بجے تیسرا پہرے دار ان کے لیے کھانا لے کر آیا۔ وہ تینوں وہاں بیٹھ کر کھانے لگے۔ تیسرا پہرے دار پارس کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ یوگا کی مشقیں کرنے کے باعث پینہ پینہ ہو رہا تھا اور اسے آنکھیں بند کیے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

پارس نے وہاں قید ہونے سے پہلے جس پہرے دار منگتو سنی تھی، وہ دونیاں کھا رہا تھا۔ وہ کھانا چھوڑ کر پارس کے قریب آکر اس کے کان میں بولا ”یار! شام چڑھ گئے گئے بنے ہوئے ہیں۔ کہیں جج کو گئے نہ بن جائیں ہم ایک دوسرے کے کانوں میں بول سکتے ہیں اور سن سکتے ہیں۔“

دوسرے نے جواباً اس کے کان میں کہا ”ڈور لگائے۔ قیدی کے کان تیز ہوں گے تو ہمارے کانوں میں ہونے والی باتیں بھی سن لے گا۔“

پارس نے کہا ”وہ تو میں سن رہا ہوں۔“

دوسرے پہرے دار نے حیرانی سے پوچھا ”یار! تیرے کان میں بول رہا ہوں پھر میرے کان میں تیری کیسے سنائی دے رہی ہے؟“

”اس۔۔۔؟“ اس نے سر جھکا کر آہنی سلاخوں کے پارس کو دیکھا۔ پارس آنکھیں بند کیے پانچویں مارے بیٹھا تھا۔ پہرے دار نے سوچا ”نہیں! یہ میرے دل میں نہیں ہے۔ اس کی تو آنکھیں بند ہیں۔ اس نے توانائی نہیں سنی ہے۔“

وہ کھانا چھوڑ کر کرسی سے اٹھ کر تیسرے پہرے دار پاس آیا پھر اس کے کان میں بولا ”اگر کوئی کھانا پھونکیں تم دور سے اس کی آواز سن سکتے ہو؟ کیا یہ قیدی میں سن رہا ہوگا؟“

تیسرے نے جواباً اس کے کان میں پوچھا ”یہ کتنا سوال کر رہے ہو؟ آدی کے پاس خرگوش کے کانوں کی طرح بھی دور کی آواز نہیں سن لے گا۔“

وہ دونوں ایک دوسرے کے کان میں بول رہے تھے۔ تیسرے نے آہنی سلاخوں کے پاس آکر اپنی طرف پھینک دی۔ اس کے ساتھی نے حیرانی سے

تم نے کیا کیا؟“

پارس نے دوسرے کی طرف دیکھا۔ دوسرے نے بھی اپنی من اس کے سامنے پھینک دی۔ وہ تیسرے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ تیسرے نے اپنی من سے دونوں ساتھیوں کا نشانہ لے کر کہا ”دروازہ کھولو اور قیدی کو باہر آئے۔“

ایک نے پریشان ہو کر پوچھا ”یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہم دونوں نے اپنی من قیدی کے پاس پھینک دیں اور یہ ہمارا ساتھی ہو کر ہمیں گولی مارنے والا ہے۔“

”دروازہ فوراً انہیں کھولو گے تو گولی مار دوں گا۔“ ایک نے دروازہ کھول دیا۔ پارس وہ دروازہ نکلیں اٹھا کر باہر آیا۔ تیسرے پہرے دار نے دونوں سے کہا ”اندر چلو۔ جلدی کرو۔“

وہ دونوں آہنی سلاخوں کے پیچھے گئے۔ تیسرے نے کہا ”میرے اندر یہ قیدی گھسا ہوا ہے۔ پہلے تم دونوں کے اندر تھا۔ اسی لیے تم نے اپنی راتقلیں اس کے سامنے پھینک دی تھیں۔ اب میں اپنی راتقلیں بھی اسے دے رہا ہوں۔“

وہ اپنی راتقلیں پارس کو دے کر اپنے دونوں ساتھیوں کے پاس آہنی سلاخوں کے پیچھے چلا گیا۔ پارس نے دروازے کو مقفل کیا پھر تینوں راتقلوں کو دوسرے پھینک کر کہا ”میں صبح تک خاموش بیٹھ رہا ہوں تاکہ اسے خدا کا شکر ادا کرتے رہوں کہ تمہیں زندہ چھوڑ کر جا رہا ہوں۔“

وہ وہاں سے پلٹ کر ایک دروازہ کھول کر چلا گیا۔ اس نے پہرے داروں کے خیالات سے مطلع کیا تھا کہ وہ حیض کے ایک علاقے میں ہے۔ باپا صاحب کے ادارے کے سراغ رساں اسراٹیل کے بڑے شعوں میں موجود رہتے تھے۔ اس نے ایک سراغ رساں کے دماغ میں پہنچ کر کہا ”میں حیض کی فتنہ اسٹریٹ کے موڑ پر فیصل بینک کے سامنے انتظار کر رہا ہوں۔ فوراً گاڑی لے کر آؤ اور ایک ایسا انجنشن لے کر آؤ، جس کے ذریعے مجھے چند منٹ کے لیے دماغی طور پر مجھے کمزور بنا سکو۔“

اس نے حیرانی سے پوچھا ”سر! آپ کمزور ہونا چاہتے ہیں؟“

”ہاں! معطل ہونا چاہتا ہوں، صرف چند ہی منٹ کے لیے۔“

”ٹھیک ہے سر! میں یہ انجنشن لاؤں گا۔ اس کی مضافہ دو سو لاؤں گا۔ چند ہی منٹ کے بعد توڑ کرنے کے لیے دوسرا انجنشن لگایا جائے گا تو کمزوری دور ہو جائے گی۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔“

پارس نے اس سے رابطہ کرنے کے بعد خیال خوانی کی

دیوتا 41

پردازی۔ پھر عانی کے پاس پہنچ کر کہا ”ہائے جانم! کیا مجھے بھول چکی ہو؟ کئی گھنٹوں سے انتظار کر رہا ہوں۔“

”تم کیسے ہو۔“ عانی نے بے یاری سے پوچھا۔ ”تمہیں تو الپا نے بری طرح ٹپ کر لیا تھا پھر تم کس طرح مجھ سے رابطہ کر رہے ہو۔“ جواب میں پارس نے ساری تفصیل اسے بتادی۔

عانی نے پوچھا ”کیا واقعی الپا نے تمہیں اپنا معمول بتایا تھا؟ تم اس کے معمول بن چکے ہو تو اتنی آزادی اس کے خلاف کیسے بول رہے ہو؟“

”اس سلسلے میں کچھ اچھی طرح سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ الپا مجھے معمول بنا کر بڑے غور سے مجھے ایک ٹانگ پر نچا رہی تھی پھر اچانک ہی اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ سات گھنٹے گزر چکے ہیں۔ وہ اب تک میرے اندر نہیں آئی ہے۔ میں اس کے سطح پرے داروں کو قیدی بنا کر وہاں سے آیا ہوں۔ آزادی سے سوچ رہا ہوں۔ تم سے گفتگو کر رہا ہوں لیکن وہ رکاوٹ نہیں بن رہی ہے۔“

عانی نے کہا ”الپا تمہیں جت کر بھی ہارنا نہیں چاہے گی۔ وہ بڑے اہم معاملات کو وقتی طور پر نظر انداز کر سکتی ہے لیکن تمہیں ایک لمحے کے لیے بھی نظر انداز نہیں کرے گی۔“

”میں میں سوچ رہا ہوں۔ وہ کسی مصیبت میں پھنس گئی ہے۔ اسے میرے دماغ میں آنے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔“ ”یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ دماغی کمزوری میں مبتلا ہو گئی ہو۔ ویسے وہ جہاں بھی ہو۔ جس حال میں بھی ہو۔ ہمیں موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ میں تمہارے دماغ میں آکر اس کے تنویری عمل کا توڑ کڑوں گی۔“

”تم میرے اندر نہیں آ سکو گی۔ اس نے میرے دماغ کو لاکھڑا کیا ہے۔“

”پھر تو تمہیں ایک ذرا کمزور بنا کر آؤں گی۔“

”اس کا انتظام میں نے کیا ہے۔ ایک سراغ رساں میرے لیے گاڑی لا رہا ہے۔ وہ ایسی دوا بھی لا رہا ہے جسے انجنٹ کرنے سے میں کچھ دیر کے لیے کمزوری محسوس کروں گا۔ ایسے وقت تم میرے اندر آکر الپا کے تنویری عمل کو ختم کر سکو گی۔“

وہ سراغ رساں گاڑی لے کر آیا۔ پارس نے اس سے کہا ”میں پچھلی سیٹ پر لیٹ رہا ہوں۔ وہ انجنشن لگا دو۔ جب تک میں سوتا رہوں، مجھے نہ جگانا۔ میں گاڑی میں ہی نیند پوری کروں گا۔ دوا انجنٹ کرنے سے پہلے اپنی میڈم عانی

کتابیات پبلی کیشنز

کے پاس جاؤ۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے کافی کو مخاطب کر کے کہا۔
”میزم! میں مسٹر اس کے لیے گاڑی لے آیا ہوں۔ یہ پچھلی سیٹ پر آ کر انجمن کے ذریعے کمزور ہونا اور پھر گمری ہینڈ سونا چاہتے ہیں۔ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ میں انہیں اپنے بنگلے میں لے جاؤں۔ وہاں یہ آرام سے سوتے رہیں گے۔“
”نہیں۔ تم تل ایسب جاؤ گے۔ اپنے بنگلے تک پہنچنے میں ایک گھنٹہ لگے گا۔ البتہ کسی دقت بھی اگر پارس کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ فوراً انجمن لگاؤ اور گاڑی وہاں سے لے جاؤ۔ میں پارس کے اندر رہوں گی۔“

سراغ رساں نے ہدایات پر عمل کیا۔ پارس کو انجمن لگا کر سامنے اسٹیرنگ سیٹ پر آگیا پھر گاڑی اشارت کر کے ڈرائیو کرنے لگا۔ کافی اپنے پارس کے دماغ میں پہنچ چکی تھی۔

○☆☆○

آندرے اور سائن کے باقی تین ٹیلی بیٹھی جانے والے ساتھیوں میں ایک کا نام بیکر انٹ تھا۔ وہ بھٹہ کسی نہ کسی معاملے میں مصروف رہتا تھا۔ جب کوئی مصروفیت نہیں ہوتی تھی کسی نہ کسی سے عشق کرنے لگتا تھا۔ ٹیلی بیٹھی کی دنیا میں وہ پلا ٹیلی بیٹھی جانتا تھا۔ جو شاعر تھا دشمنوں کی دنیا میں سخت عملی زندگی گزارتا ہوا شاعری کرتا تھا۔ حسن پرست تھا۔ حسین خیالات اور نازک احساسات کا حامل تھا۔ اس کی یہ خوبی تھی کہ وہ ہوس پرست نہیں تھا۔ کسی حسین اور جوان عورت کو دیکھ کر ایک عیاش کی طرح لپٹا نہیں تھا۔ حسن کی قدر کرتا تھا۔

وہ قد آور، خوب رو اور صحت مند جوان تھا۔ حسین لڑکیاں اس سے متاثر ہو جاتی تھیں۔ اس کی دوست بن جایا کرتی تھیں۔ وہ سب سے دوستی کرتا تھا۔ لیکن عیاشی سے پرہیز کرتا تھا۔ وہ حسن پر شاعری کرتا تھا۔ اسے میلا نہیں کرتا تھا۔

آندرے نے کہا ”تمہاری زندگی میں ایک سے بڑھ کر ایک حسین لڑکی آتی ہے تم کسی سے شادی کیوں نہیں کر لیتے؟“

بیکر انٹ نے کہا ”میرے سامنے جو بھی حسن آتا ہے وہ آنکھوں کو اچھا لگتا ہے میں نے ایسا حسن نہیں دیکھا جو دل میں اتر جائے۔“

سائن نے کہا ”بے شک دنیا میں بے شمار حسینائیں ہیں لیکن کوئی ایک حسینہ ایسی ہوتی ہے جو ملکہ حسن نہ ہونے کے باوجود دل میں سما جاتی ہے اور وہی شریک حیات بن جاتی

ہے۔“

بیکر نے کہا ”تم ٹھیک کہتے ہو۔ میری نظروں میں میری عورت حسین ہے، جوں جوں جیت لیتی ہے۔ ایسی عورت لے لے ایک قدرتی کشش ہوتی ہے۔“
آندرے نے کہا ”مجھے اندیشہ ہے تمہاری گمرل فریڈ کی تعداد بڑھتی رہے گی تو تمہارے فرائض کی ادائیگی بڑھ سکتی ہے۔“
”کوئی گمز بڑ نہیں ہوگی۔ تمہیں کس بات کا اندیشہ ہے؟“

”دشمن ٹیلی بیٹھی جانے والے کسی نہ کسی لڑکے ذریعے معلوم کر لیں گے کہ تم یوگا کے ماہر ہو۔ ٹیلی بیٹھی میں لڑکیوں کی موجودگی میں ٹیلی بیٹھی کا مظاہرہ کرنا ہوتا ہے۔“

”اگر کسی لڑکی کے ذریعے کوئی تمہارے دماغ میں نہ آئے گا تو تم سانس روک کر اسے بھگاؤ گے۔ تمہاری اسی جزو سے دشمن سمجھ لیں کہ تم ٹیلی بیٹھی جانے ہو۔ تمہارے خلاف ایسے حالات پیدا کیے جائیں گے کہ تم مجبور ہو کر خیالی کرنے لگو گے۔“

”دشمنوں کا خوف ایسا ہے تو ہمیں گھر سے لگنا نہیں چاہیے۔ کیا جاتا، ہم کسی دکان میں خریداری کے لیے جا رہے ہیں وہاں کسی سیزگمرل کے دماغ میں کوئی ہو اور ہمیں نہ کر لے۔“

”ایسا ہوگا تو ہم اسے ایک اتفاق کہیں گے۔ مندی یہی ہے کہ لوگوں کی بھیڑ میں نہ جائیں۔ محفلوں میں تقریبات میں جانے سے پرہیز کریں۔ اگر کسی ضرورت جانا ہو تو خاموش رہیں۔ کم بولیں، اپنا مقصد پورا کریں وہاں سے چلے آئیں۔ جتنی احتیاط کی جائے گی اتنے خطرات کم ہوں گے۔“

”ٹیلی بیٹھی کی دنیا میں جو واقعات پیش آتے رہتے ان پر غور کرو۔ یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ اچھے خاندان کے تجربے کار ٹیلی بیٹھی جاننے والے عورتوں کے چکر آتے رہے ہیں اور جیتی ہوئی بایاں ہارنے رہے ہیں۔ سائن نے کہا ”ٹیلی بیٹھی جاننے والے بے سامان ہیں۔ بنی نام... ایک حسینہ کے ذریعے ٹرپ کیا تھا۔ اس نے آندرے نے صرف جینی کے ذریعے تمام امریکی اور ٹیلی بیٹھی جاننے والوں کو اپنا محکوم بنالیا۔ فرانسیسی مشین قبضہ جمالیا۔ صرف ایک عورت کے باعث فریڈ

پالیا ہے مگر ہم اور تم سب ہی جانتے ہیں کہ وہ دو خیالی خوانی کرنے والے کبھی شیوانی جیسی عورت کے ذریعے ٹرپ کیے گئے ہیں۔“
بیکر نے کہا ”ہم دونوں ایسی ٹھوس مثالیں پیش کر رہے ہو کہ مجھے ڈر جانا چاہیے۔ حسینوں کی قدر نہیں کرنا چاہیے۔ قدر کرنے سے حسینوں کا میلہ لگ جاتا ہے اور اس نتیجے میں دشمنوں کو چھپ کر آنے اور ٹرپ کرنے کے مواقع مل جاتے ہیں۔“

وہ دونوں ہنسنے لگے۔ ایک نے کہا ”ہم یہ نہیں کہتے کہ حسن برستی اور شاعری نہ کرو۔ اس کے لیے ایک حسینہ کافی ہے۔ کسی ایک سے شادی کرو۔ وہ اپنی ہوگی۔ اپنی رازدار ہوگی۔ دشمن اسے آگہ کار نہیں بنا سکیں گے۔ ہم سب اسے تحفظ دیں گے۔ وہ ہمارے لیے قابل اعتماد رہے گی۔“

”دوسرے نے کہا ”عورت جب تک پرانی رہتی ہے۔ جب تک اس کی طرف سے اندیشہ رہتا ہے مگر وہی عورت پوری بن کر زحال بن جاتی ہے۔“

بیکر نے کہا ”میری زندگی میں جتنی حسینائیں آتی ہیں۔ وہ مجھے شاعر بناتی ہیں۔ شوہر بنانے والی اب تک کوئی نہیں آئی۔ میں کیا بتاؤں کہ کیسی چاہتا ہوں۔ میں خود نہیں جانتا۔ جب وہ آئے گی تو میں سمجھ پاؤں گا۔“

پھر ایک دن وہ بیکر کو نظر آگئی۔ اس پر نظر پڑتے ہی وہ اسے دیکھنا نہ گیا۔ وہ لگا ہوں کے سامنے ٹھکرا رہی تھی۔ فنی ڈیس میں ہندوستان کی راج کمار کی لگ رہی تھی مگر انہوں نے سامنے ہوتے ہوئے بھی سامنے نہیں تھی۔

یونکہ وہ ایک میگزین کے سروق پر تھی۔ سروق پر اس کی تصویر تھی کہ وہی تھی کہ میں تصویر میں ایسی ہوں تو روبرو جیتی جاگتی کیسی لگوں گی؟

بیکر اس میگزین کی ورق گردانی کرنے لگا۔ اندر کے چند صفحات میں مختلف زاویوں سے کئی اداؤں بھری تصویریں تھیں۔ ہر تصویر اس کا دل کھینچ رہی تھی۔ اسے دیوانہ بنادی تھی۔

وہ کون ہے؟ کیا واقعی ہندوستان کی راج کمار ہے؟ میگزین میں اس کا نام کرشمہ کمار لکھا ہوا تھا۔ باقی مضمون ہندوستانی لطیفیات اور زیورات وغیرہ کے بارے میں تھا۔ وہ اس کے متعلق بتنا زیادہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ وہ میگزین سے اس کے نام نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ تصویر کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

کرشمہ پرانی سچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی رک رک

کر سانس لینے لگی۔ بیکر پہلے خاموشی سے اس کے خیالات پڑھتا رہا پھر بولا ”پینز سانس نہ روکو۔ میں تمہارا دیوانہ ہوں۔ تم سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔“

لیکن کرشمہ نے سانس روک لی۔ بیکر اتنی دیر میں کرشمہ کے ساتھ رہنے والی بد منی کی آواز اور لہجہ سن چکا تھا۔ وہ بد منی کے دماغ میں پہنچ کر کرشمہ کے اور اس کے خاندان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا۔

پھر وہ آندرے اور سائن کے پاس آکر وہ میگزین انہیں دیتے ہوئے بولا ”یہ ہے میری انڈیل حسینہ۔ یہ میری لائف پارٹنر بن سکتی ہے۔“

انہوں نے کرشمہ کی تصویریں دیکھ کر اس کے انتخاب کی داو دی۔ سائن نے کہا ”یار! یہ لاجواب ہے لیکن یہ اس سے روٹاں کا موع نہیں ہے۔ یہاں شیوانی اور اس کی ٹیم جین جا رہی ہے۔ تم نے ابھی تک یہ معلوم نہیں کیا ہے کہ شیوانی نے بچے کا فو کے بعد بچے فلو کو بھی ٹرپ کیا ہے یا نہیں؟“

بیکر نے کہا ”میں اسکاٹ لینڈ یا رڈ جا رہا ہوں۔ وہاں سے تمہیں مکمل معلومات فراہم کروں گا۔ تم بھی مجھ سے تعاون کرو۔“

”ہم سے کیا تعاون چاہتے ہو؟“

”میں تمہیں بد منی نام کی ایک عورت کے اندر پہنچا رہا ہوں۔ کرشمہ تم دونوں کو اپنے دماغ میں زیادہ دیر رہنے نہیں دے گی۔ سانس روک لے گی۔ تم دونوں بد منی کے خیالات پڑھ کر کرشمہ اور اس کے خاندان کے بارے میں اہم معلومات حاصل کرو۔ میں نے بہت کچھ معلوم کیا ہے۔ اس کی ماں اور اس کا بھائی کالا جادو جانتے ہیں۔ ہم انہیں اپنا معمول بنا کر ان سے بہت کام لے سکتے ہیں۔ میں اسکاٹ لینڈ جا رہا ہوں۔ واپسی پر باتیں ہوں گی۔“

بیکر نے دونوں کو اپنے دماغ میں بلا کر انہیں بد منی کے دماغ میں پہنچا دیا۔ پھر اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے اسکاٹ لینڈ رڈ چلا گیا۔

آندرے اور سائن نے بد منی کے ذریعے کرشمہ اور جینا کمار کی، بھیا اور کالا جادو سمیت بہت ساری معلومات حاصل کر لیں، انہیں علم ہوا کہ کرشمہ تعلیم یافتہ، ذہین اور اساتذہ ہے۔ مارشل آرٹ جانتی ہے۔

آندرے اور سائن کے لیے کالا جادو اور آتما کے معاملات بڑے دلچسپ تھے۔ انہوں نے بد منی کے ذریعے کلہاڑی کی آواز سنی پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ وہاں بھیا،

پہ منی سے باتیں کر رہا تھا مجھ جسونت نے اگر کلپنا سے کہا ”تم اس آتما کی وجہ سے مجھے اپنی تنہائیوں میں نہیں آنے دے رہی ہو مگر میں تمہارے حسن و شباب سے ضرور کھیلوں گا۔ میری ماں آئے گی تو تمہارے اندر کی آتما ٹیلی بیسٹی کو بھی خاک میں ملا دے گی۔“

سائنس نے کہا ”وہ ایک ہے ہم کا رنج میں۔ ہم ہیں۔ اگر وہ کالو میں نہ رہا ہوتا تو ہم بھی اس کا رنگ بن جاتے۔“

بہر حال بیکر مطمئن ہو گیا تھا اور اپنے دوستوں سے رخصت ہو کر ہندوستان پہنچنے والا تھا۔ آندرے سمیت پانچ ٹیلی پیستی جانے والوں نے طے کیا تھا کہ وہ بھیا کو نارگٹ بنائیں گے۔ اس کے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔ اس کے بعد یا تو بھیا کو غلام بنائیں گے یا اسے ختم کریں گے۔

معمولی قوتوں کی حامل تھی پھر اس نے ماریہ کو اس لیے اپنا مہر بنایا تھا کہ چین پہنچ کر بابا صاحب کے ادارے کے ٹیلی پیسٹی جانے والوں کو تلاش کرنے میں وقت ضائع نہیں ہوگا۔ ماریہ جینگ پہنچ کر احمد زہیری کو پہچان لے گی۔

ماریہ پر پٹانزم کے ذریعے یہ باتیں نقش کی گئی تھیں کہ وہ احمد زہیری کی محبت سے مجبور ہو کر ہمیش بدل کر چین جاری ہے۔ اسے خوش خبری سنانے کی کہ اس نے اسکاٹ لینڈ یارڈ کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ وہاں لندن میں اس کا انتظار نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیے ہمیں بدل کر آگئی ہے۔

وہ لندن کے ایک مشہور اخبار کی رپورٹر اور صحافی کی حیثیت سے ایک طیارے میں سفر کر رہی تھی۔ اس کے ذہن سے یہ فراموشی گزرا گیا تھا کہ اس پر جنوبی عمل کیا گیا ہے۔ اس عمل کے مطابق وہ تنہا سفر کر رہی ہے جبکہ اس طیارے میں شیوانی، بے کافو، بے قلو اور اسکاٹ لینڈ یارڈ کے دو سرانگرمال بھی سفر کر رہے تھے۔ ماریہ ان سب کو بھول چکی تھی۔

شیوانی کی کامیابیوں میں کچھ ناکامیاں بھی چھپی ہوئی تھیں، جن سے وہ بے خبر تھی۔ مثلاً یہ کہ آندرے اور سائنس اس کے دو سراغ رسالوں کے دماغوں میں جگہ بنا چکے تھے۔ دوسری بات یہ کہ بے سامو بھی اپنے دو ساتھیوں کے دماغوں میں با آسانی پہنچ سکتا تھا اور جب ماریہ کو پتا ناز کیا جا رہا تھا۔ تب بھی بے سامو، ماریہ کے دماغ میں موجود تھا۔

اور یہ تو کوئی نہیں جانتا تھا کہ زہیری اپنی ماریہ کے دماغ میں خاموشی سے پہنچا رہتا ہے۔ ایک بار جب وہ ماریہ کے اندر پہنچا تو پتا چلا اسے پتا ناز کیا جا رہا ہے۔ وہ چپ چاپ پتا ناز کرنے والے کی باتیں سنتا رہا اور معلوم کرنا رہا کہ اسے شیوانی نام کی کسی عورت کی معمول بنایا جا رہا ہے۔

پھر زہیری نے یہ بھی معلوم کیا کہ ماریہ کے ذریعے اس کے محبوب تنک اور بابا صاحب کے ادارے کے دوسرے افراد تک پہنچنے کے لیے ماریہ کا چہرہ اور حلیہ بدلا جائے گا۔ یوں شیوانی کا یہ مقصد معلوم ہو گیا کہ وہ ٹرانزفا مر مشین وہاں تیار نہیں ہونے دے گی۔

دیکھا جائے تو موجودہ حالات میں شیوانی سب سے زیادہ خطرات میں گھری ہوئی تھی۔ ایک طرف آندرے اور سائنس دوست بن کر اس سے دشمنی کر رہے تھے۔ اس انتظار میں تھے کہ وہ چین میں جیسے ہی ٹرانزفا مر مشین کا نقشہ حاصل کرے گی، وہ نقشہ اس سے چھین لیا جائے گا۔ ورنہ شیوانی وہ نقشہ لے جا کر اسکاٹ لینڈ یارڈ میں وہ مشین تیار کر سکتی تھی۔

آندرے اور سائنس اسے یہ موقع نہیں دینا چاہتے تھے۔ ان سے روکے اور تم یہاں کی وزارت داخلہ سے کمو، دوسری طرف بے سامو، شیوانی کی ٹیم میں سرگرم شیوانی یہاں آئے تو اسے روکا نہ جائے اور نہ ہی اس پر کسی بے کافو، بے قلو اور ماریہ کے دماغوں میں پہنچا ہوا۔ اس کا شبہ کیا جائے۔

اپنے دونوں دوستوں کو شیوانی نے نجات دلانے کے مناسب موقع کا انتظار کر رہا تھا۔

تیسری طرف احمد زہیری اچھی طرح شیوانی کے بھی جانے ہیں اور یہاں اس کے لیے ایگریٹن کا مرحلہ سمجھ گیا تھا اور اب شیوانی کی توقع کے خلاف ایک نیا، آسمان گر رہے ہیں۔

کے لیے تیار تھا۔ اس نے شیوانی کے بارے میں انہوں نے جواب دیا ”ہو سکتا ہے کہ زہیری اسے یہاں رپورٹ دی۔ میں اور علی جینی ماہرین کے ساتھ مل کر آئے۔ بے سامو، اگر وہ نہ روک سکا تو پھر ہمیں کرنے کے ابتدائی مراحل میں مصروف تھے۔ اس بارے میں رہنے سے نہیں روکا جا سکتا ہے۔ وہ اپنے مشن کے سے نقشے کو اخراج کر کے پرنٹ کیا گیا تھا پھر وہ انگریزوں کی بات سمجھ کر گئے۔ اسے روکا اور ناکام بنانا ہمارا فرض

ماہر تھا پھر دلیر آفریدی کو ہم نے ہدایت کی تھی کہ وہ اپنے لیکن ہمارے ادارے کے تمام افراد سے کہہ دو کہ وہ کسی کوارٹر میں رہ کر اس افسر پر کڑی نظر رکھا کرے۔ بھی مرحلے میں شیوانی کو جانی نقصان نہ پہنچائیں۔ ہزار دشمنی جناب عبداللہ واسطی نے دلیر آفریدی کو اپنے ہاگے باوجود اسے زندہ سلامت رکھا جائے گا۔

بلایا تھا۔ اسے ایک دن اور ایک رات تک اپنے انہوں نے ہدایات دیں، میں نے انہیں علی تیمور، دلیر

عبادت کرنے کی ہدایت کی تھی پھر اس پر کچھ دماغی آفریدی، احمد زہیری اور اپنے تمام سراغ رسالوں تک پہنچا تھا۔ جس کے نتیجے میں اس کا دماغ لاک ہو گیا تھا۔ اب اب جناب عبداللہ واسطی سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ شیوانی کو چھٹی حس غیر معمولی طور پر تیز ہو گئی تھی۔ انہوں نے ہندو سلامت کیوں رکھا چاہتے ہیں جبکہ وہ صرف ہم سے ہی تھا کہ ٹرانزفا مر مشین تیار ہوگی تو اسے ٹیلی پیسٹی کا نہیں چین سے بھی دشمنی کرنے آ رہی تھی۔

جانب علی اسد اللہ حمزوی اور جناب عبداللہ واسطی انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے خطاب کر کے بزرگان دین، جب ایسی کوئی نہ سمجھ میں آئے والی ہدایات کہا ”فریاد! ٹرانزفا مر مشین کے سلسلے میں جو ملاپ ہے وہاں ہدایات کے پیچھے کوئی گمراہ از چھپا ہوا ہے۔

واقعات پیش آ رہے ہوں یا آنے والے ہوں ان کی بہت عرصہ پہلے جب الپا مان بننے والی تھی اور دشمن مجھے دیا کرو۔

میں نے کہا ”میں آپ کو اطلاع دیتا رہا ہوں ہر فرد سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ اسے اپنی معمول بنانا کے مشورہ پر عمل بھی کرتا ہوں۔ کیا مجھ سے کوئی بچتا ہے۔ ایسے وقت جناب علی اسد اللہ حمزوی اس کے ہے؟“

”تم نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ میں اس وقت جناب حمزوی کا یہ عمل ٹیم آ رہی ہے۔“

پھر

میں نے احمد زہیری کو ان کی ہدایات سنائیں۔ اس نے پوچھا ”سرا! اگر کبھی شیوانی ہم میں سے کسی پر قاتلانہ حملے کرے گی تو کیا ہم جواباً اس پر گولی نہیں چلائیں گے؟ کیا ایسے وقت بھی اسے پھوٹ دی جائے گی؟“

میں نے کہا ”اس کیس کو ہاتھ میں لینے سے پہلے یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ جناب عبداللہ واسطی کی ہدایات ہیں۔ ہمیں شیوانی کے سلسلے میں جارحیت سے باز رہ کر ہر وقت اپنے دفاع کا خیال رکھنا ہوگا۔ اسے کسی بھی طرح یہاں آنے سے روک۔ اگر یہاں آجائے تو ہمیں اس کے دو ہونہ جاؤ اور اگر جاؤ تو پورے حفاظتی انتظامات کے ساتھ جاؤ۔“

زہیری نے کہا ”سرا! میں سمجھ گیا، مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میں ہدایات کے مطابق عمل کروں گا۔“

زہیری نے فیصلہ کیا کہ وہ چین پہنچنے سے پہلے ہی شیوانی کو روکنے کی کوشش کرے گا۔ اگر وہ یہاں آئے گی تو ہمیں نہ کبھی اس سے سامنا ہوگا اور ایسے وقت دونوں طرف سے حملے کیے جاتے ہیں۔ ان حملوں سے بچنے کے لیے یہی بہتر ہوگا کہ شیوانی کو سفر کے دوران ہی راستے میں روک دیا جائے۔

اس نے اپنے دو ماحوت سراغ رسالوں سے کہا ”میں تم دونوں کو ماریہ کے دماغ میں پہنچا رہا ہوں۔ اس طیارے میں شیوانی اپنے چار ساتھیوں کے ساتھ سفر کر رہی ہے۔ ان چاروں کے دماغ یقیناً لاکڈ ہوں گے۔ میں ان کے دماغوں میں پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ تم دونوں جہاز کے پائلٹ اور کو پائلٹ کے دماغوں میں جاؤ گے۔ وہ دونوں جس ملک کے بھی کنٹرول ٹاور سے رابطہ کریں۔ تم کنٹرول ٹاور کے ان بولنے والے افسران کے دماغوں میں پہنچ جایا کرو۔“

وہ طیارہ براہ راست چین نہیں جا رہا تھا۔ وہ لندن سے انقرہ، پھر دہلی، پھر بنکاک اور پھر بانک کانگ جانے والا تھا۔ شیوانی بانک کانگ سے دوسرے طیارے میں جینگ جانے والی تھی۔ یہ ایک بہت ہی طویل اور تھکا دینے والا سفر تھا۔ پینے والوں کے لیے سفر کی طوالت کوئی معنی نہیں رکھتی تھی۔ وہ مزے لے لے کر خوب پیتے تھے پھر مدہوش ہو کر سو جاتے تھے۔ بیدار ہونے پر پتا چلتا تھا کہ وہ ہزاروں کلومیٹر کا فاصلہ طے کر چکے ہیں۔

شیوانی، بے کافو، بے قلو اور دونوں سراغ رساں نہیں پیتے تھے۔ ٹارٹل رہنے اور دشمن ٹیلی پیسٹی جاننے والوں کو اپنے دماغوں سے بھگانے کے لیے یوگا کی مہارت اور سانسوں کی بحالی لازمی تھی۔ اس کے باوجود بے سامو، آندرے اور سائنس ان کے دماغوں میں پہنچے ہوئے تھے۔

جب ایک ٹیلی جیٹھی جانے والا کسی بوکا کے ماہر کے دماغ میں کسی طرح پہنچ جائے تو وہ بوکا جانے والا ایسے وقت دوسرے خیال خروانی کرنے والے کو محسوس نہیں کرتا۔ بے ساموہی خاموشی سے بے کافو کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ اس کی اور شیوانی کی باتیں سن رہا تھا۔ ایسے وقت زہیری کسی نہ کسی کے دماغ میں پہنچنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ پہلے اس نے بے غلو کے اندر پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی پھر وہ بے کافو کے دماغ میں آیا تو اس نے زہیری کو محسوس نہیں کیا کیونکہ اس کے اندر پہلے سے بے سامو موجود تھا۔

شیوانی کہہ رہی تھی ”کافو! کیا تم ماریہ کے دماغ میں جاتے رہتے ہو؟“

”ابھی تھوڑی دیر پہلے گیا تھا۔ یہ ماریہ بہت جذباتی لڑکی ہے۔ بیش زہیری کے بارے میں سوچتی رہتی ہے؟ ایسا لگتا ہے اس کی زندگی میں سوچنے کے لیے اور کچھ نہیں ہے۔ صرف زہیری ہی تمام سوچوں کا مرکز ہے۔“

شیوانی نے کہا ”وہ دیوانی ہے۔ عورت جب مرد کے پیار میں پاگل ہوتی ہے تو مرد اسے اپنے پیروں کی جوتی بنا لیتا ہے۔ سمجھ دار عورت وہ ہے جو مردوں کا اپنا غلام اور دیوانہ بنا کر رکھتی ہے۔“

”میزم! اس دیوانی ماریہ کے خیالات پڑھنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ وہ کام کی کوئی بات نہیں سوچ رہی ہے۔ چہن میں اس نے زہیری سے صرف دو یا تین ملاقاتیں کی تھیں۔ ان مختصر ملاقاتوں میں وہ یہ بھی معلوم نہ کر سکی کہ زہیری ٹیلی جیٹھی جانتا ہے یا نہیں؟“

”وہ تین مختصر ملاقاتوں میں اس کی دیوانی کیسی ہو گئی؟“

”یہ قدرتی معاملات ہیں۔ کوئی ایسا ہوتا ہے کہ پہلی ہی نظر میں دل و دماغ پر چھا جاتا ہے۔ دیے احمد زہیری نے وہاں اسے سزائے موت سے بچایا تھا۔ وہ اس کا یہ احسان بھی مانتی ہے۔ فیصلہ کر چکی ہے کہ یہ نئی زندگی اسی نے دی ہے“ اسی کے ساتھ گزارے گی۔“

وہ بولی ”جہن پہنچ کر زندہ رہے گی تو اپنے پیار کے ساتھ نئی زندگی گزارے گی۔“

احمد زہیری سوچنے لگا، شیوانی اپنا کام نکالتے ہی ماریہ کو مار ڈالے گی۔ ایسی ظالم عورت کو زندہ سلامت رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ کوئی بات نہیں اس کے ساتھیوں کو ختم کرنے سے منع نہیں کیا گیا ہے۔ اس کی ٹیم کے افراد کو دماغی اور جسمانی نقصان پہنچایا جائے گا تو شیوانی کی کمرٹوٹ جائے۔ وہ تمنا چھین کا رخ نہیں کرے گی۔“

پھر وہ سوچنے لگا، شیوانی کے خلاف کوئی قدم اٹھانے پہلے ماریہ کی حفاظت کرنی ہوگی۔ اسے اس طیارے سے گر شیوانی سے دور کرنا ہوگا۔ اس کے بعد ہی اس کی خلاف بہت کچھ کیا جاسکے گا۔

طیارہ دہلی پہنچ رہا تھا۔ وہ پائلٹ کے دماغ میں پہنچ دہلی انٹروپوٹ کے کنٹرول ٹاور سے پائلٹ کو مخاطب کیا۔ ”اے کسی دن دے پر اترنے کے سلسلے میں گاڑیوں کا ہنگامہ تھا۔ ایسے وقت پائلٹ نے زہیری کی مرضی کے مطابق ”میں مسافروں کے ساتھ بحیرت لینڈ کروں گا لیکن پھر دوران میں نے دشواری محسوس کی ہے۔ طیارے ٹیکنیکل فالت ہے۔ ماہرین سے کہا جائے کہ طیارے کو طور پر چیک کریں۔ خروانی دور کریں۔ میں اور میرا ایک تک مطمئن نہیں ہوگا۔ تب تک ہم آگے پرواز نہیں گے۔“

زہیری نے اپنے دونوں سراغ رسالوں سے کہا ”اس سے ایک پائلٹ کے اندر مسلسل رہے گا اور اس کے ماہرین طیارے کو چیک کرنے آئیں گے تو پھر دونوں کے دماغوں میں رہ کر طیارے میں عارضی خروانی پیدا کرنا کہ یہ چار چھ گھنٹے تک آگے پرواز نہ کر سکے۔“

زہیری پہلے کی طرح چپ چاپ ماریہ کے دماغ میں وہ طیارہ اندر گاندھی انٹروپوٹ پر اتر گیا۔ اعلان ہونے تاگزیر وجوہات کی بنا پر طیارے کی اگلی پرواز روک دینے کے منسوخ کی جاتی ہے۔ مسافروں سے درخواست کی جاتی۔ وہ انٹروپوٹ کے لاؤنج میں تشریف لے جائیں وہاں آرام اور ریفرسمنٹ کے انتظامات کیے گئے ہیں۔ تمام مسافر اپنا دوستی سامان لے کر جہاز سے اترنے ماریہ بھی ان کے ساتھ انٹروپوٹ کی عمارت کے اندر آگئی۔ شیوانی نے اپنے چاروں ساتھیوں سے کہا ”ماریہ رکھو۔ اس پر مجھے بھروسہ نہیں ہے۔“

بے کافو نے کہا ”تمہیں پتا نہیں پھر دوسرا کرنا چاہیے وہ بولی ”تمہیں یاد رکھنا چاہیے کہ دس بارہ گھنٹے بعد توہمی عمل کا اثر کم ہونے لگتا ہے۔ اور ماریہ کیسے ہوئے پندرہ گھنٹے گزر چکے ہیں۔“

”میں مانتا ہوں۔ اتنا وقت گزرنے کے بعد انہی ہو گا مگر اثر ختم نہیں ہوگا۔ میں تمہارے اطمینان اسے لاؤنج میں سلا کر اس پر دوبارہ عمل کروں گا۔“

جہاز کے تمام مسافروں کو لاؤنج تک محدود رکھا۔ لاؤنج سے باہر جانے والے دروازے پر سیکورٹی

اور باہر کھڑے ہوئے تھے۔ زہیری نے ایک سراغ رسالے سے کہا ”ماریہ کے دماغ میں وہ کراسے لاؤنج سے باہر لے چلا۔ ماریہ افسر سے بات کرے گی۔ میں اس افسر کو آگے کار بناؤں گا۔“

اس سراغ رسالے نے ماریہ کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ لاؤنج میں پہنچنے ہی تیزی سے چلتی ہوئی باہر جانے والے دروازے پر پہنچ پھر پولیس افسر سے بولی ”میں آپ سے تنہائی میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔“

افسر اے دروازے کے باہر ایک طرف لے جا کر بولا۔ ”فرمائیے، آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟“

زہیری افسر کی یہ بات سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا پھر افسر کی زبان سے بولا ”ماریہ! تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے ساتھ چلی آؤ۔ کم آن۔“

اس نے ماتحت افسر سے کہا ”میں ہم ڈیوٹی سنبھالوں۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔“

وہ شیوانی کو ساتھ لے کر وہاں سے جانے لگا۔ انٹروپوٹ کے مختلف حصوں سے گزرتے وقت کسی نے اسے نہیں روکا کیونکہ وہ پولیس کے ایک اعلیٰ افسر کے ساتھ جاری تھی۔ اس افسر نے انٹروپوٹ کی عمارت کے باہر آکر ایک ٹیکسی ڈرائیور سے کہا ”مردارچی! یہ کڑی پہلی بار یہاں آئی ہے جہاں جانا چاہتی ہے“ اسے لے جاؤ۔“

ماریہ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ ٹیکسی وہاں سے چل پڑی۔ زہیری اس افسر کو واپس اس کی ڈیوٹی کی جگہ لے جانے لگا۔

لاؤنج میں تقریباً دو سو مسافر تھے۔ اس بھیڑ میں شیوانی نے ادھر ادھر نظرس دوڑاتے ہوئے پوچھا ”کافو! ماریہ کہاں ہے؟“ ٹیکس نظر نہیں آ رہی ہے۔ اسے ڈھونڈو۔“

”وہ سب لاؤنج میں دور دور تک نظرس دوڑانے لگے۔ بے کافو نے کہا ”میں اس کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ وہ ایک ٹیکسی میں کس جا رہی ہے۔“

”کیا؟“ شیوانی نے پریشان ہو کر پوچھا ”وہ یہاں سے باہر کیسے گئی؟“

بے کافو نے کہا ”کوئی ماریہ کے دماغ میں ہے۔ میں نے مجھے ہی اسے مخاطب کیا۔ اس نے سانس روک لی۔ جبکہ ہمارے لیے اسی کے دماغ کا دروازہ کھلا ہے۔“

بے کافو نے کہا ”میں جا کر اسے کنٹرول کروں گا اور واپس لاؤں گا۔“

شیوانی دروازے پر آکر بولی ”آہیفر! ہماری ایک ساتھی ڈیوٹی کرتی ہے۔“

دروازے سے باہر گئی ہے۔ تم نے اسے جانے کیسے دیا؟“

زہیری اس افسر کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اس افسر نے کہا ”میں نہیں جانتا“ یہاں سے کوئی باہر گئی ہے یا نہیں؟ مگر میرا ماتحت کہہ رہا ہے کہ میں کسی عورت کو یہاں سے باہر لے گیا تھا پھر تنہا واپس آیا ہوں۔ یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں کسی کو لے جاؤں اور مجھے معلوم نہ ہو؟ نہیں میں نہیں مانتا۔“

شیوانی نے پوچھا ”کیسے نہیں مانو گے؟ میں کہہ رہی ہوں کہ میری ساتھی یہاں سے گئی ہے۔ تمہارے یہ ماتحت بھی یہی کہہ رہے ہیں۔ مجھے بھی باہر جانے دو۔ میں اسے تلاش کروں گی۔“

اسے جانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی تھی۔ اس طرح بات بڑھنے لگی۔ پولیس اور کنسٹرکٹ کے اعلیٰ افسران وہاں آگئے۔ جو افسر ماریہ کو باہر لے گیا تھا اس کا محاسبہ کیا جانے لگا۔

اس کا محاسبہ کرنے سے شیوانی کا ہلکا نہیں ہو سکتا تھا۔ بے کافو نے کہا ”میں ماریہ کے اندر گیا تھا مگر کسی نے سختی سے اس پر قبضہ نہ کر سکا۔ مجھے پہلی بار اس کے دماغ میں جگہ ملی پھر دوسری بار گیا تو اس نے مجھے محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ معلوم ہوتا ہے۔ میرے توہمی عمل کا اثر ختم ہو چکا ہے۔“

شیوانی نے افسران سے کہا ”میں نے افسر کا محاسبہ بعد میں کریں۔ پہلے ہماری ساتھی مس روزی کو تلاش کریں۔ ماریہ کا چہرہ بدلنے کے بعد نام بھی بدل دیا گیا تھا۔ اس کا نیا نام روزی رکھا گیا تھا۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا ”آپ اطمینان رکھیں۔ اس شرکی تمام پولیس کو الٹ کیا جا رہا ہے۔ مس روزی کو جلد ہی یہاں واپس لایا جائے گا۔“

شیوانی نے اپنے چاروں ساتھیوں سے کہا ”بابا صاحب کے اوارے والوں کو میرے مشن کا علم ہو گیا ہے۔ میں یقین سے کہتی ہوں کہ احمد زہیری میری گرفت سے ماریہ کو نکال کر لے جا رہا ہے۔“

بے کافو نے کہا ”تم درست کہہ رہی ہو۔ زہیری یہ نہیں چاہے گا کہ ہم ماریہ کے ذریعے اسے اور بابا صاحب کے اوارے کے دوسرے لوگوں کو پہچان لیں۔“

ماریہ کے فرار ہونے سے وہاں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔ بے سامو یہ تمنا کر رہا تھا کہ وہاں اسے سوجا ”شاید میں اپنے ساتھیوں کو شیوانی سے نجات نہ دلا سکوں۔ مگر کسی نے ماریہ کو اغوا کر کے شیوانی کے لیے مسئلہ پیدا کر دیا ہے۔ میں ایسے وقت مسئلے پر مسئلہ پیدا کر سکتا ہوں۔“

اس نے بے کافو سے کہا ”میں تمہارے اندر بے سامو بول رہا ہوں۔ کیا تم شیوانی کے شکنجے سے لکھنا نہیں چاہو گے؟“

وہ بولا ”سامو! میں شیوانی کے شکنجے میں نہیں ہوں۔ اس کا دوست ہوں تم سے کہا تھا کہ تم بھی شیوانی سے دوستی کرو۔ ہم ایک نئی مضبوط بنیم بنائیں گے۔“

”میرے دوست! میں تمہاری بات سن کر سمجھ رہا ہوں کہ تم ایک معمولی زبان سے بول رہے ہو۔ ہم تمہارے عہد کیا تھا کہ اپنی سلامتی اور سکون کی خاطر بھی فریاد اور اس کی فیملی کے افراد سے نہیں ٹکرائیں گے لیکن تم اور بے فلو“

اس کے معمول بن کر فریاد اور بابا صاحب کے ادارے والوں سے خواہ مخواہ دشمنی مول لینے جارہے ہو۔“

”تم غلط سمجھ رہے ہو۔ ہم تمہاری وجہ سے امرکا میں جیتی ہوئی بازی ہار گئے۔ وہاں اقتدار سے اور ٹرانسفا مر مشین سے محروم ہو گئے۔ اس ہاری ہوئی بازی کو پھر سے جیتنے کے لیے ہمیں شیوانی کی ضرورت ہے۔ تم بھی اس سے دوستی کرو۔“

بے سامو نے کہا ”میں سمجھ گیا۔ میں تمہیں سمجھاتا رہوں گا۔ تم مجھے سمجھاتے رہو گے۔ اب میں وہ کر رہا ہوں جو کرنا نہیں چاہتا تھا۔“

یہ کہتے ہی اس نے اچانک ہی اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ ایک دم سے چیخ مارتا ہوا اپنی جگہ سے اچھل کر فرش پر گر پڑا پھر کراہتے ہوئے تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ شیوانی اور اس کے ساتھیوں کے علاوہ وہاں کے تمام لوگ اس کے قریب آنے لگے۔ شیوانی نے بے فلو کا بازو پکڑ کر ایک طرف لے جاتے ہوئے کہا ”زیریں میری ایک ایک طاقت کو توڑ رہا ہے۔ کافو کے اندر جا کر اسے سنبھالو۔ زہیری سے کہو وہ مجھ سے باتیں کرے۔“

بے فلو خیال خانی کے ذریعے بے کافو کے دماغ میں آکر بولا ”یار! یہ تم پر کیسا عذاب نازل ہو رہا ہے۔ میں زہیری سے کہتا ہوں کہ ابھی ہم سے دشمنی نہ کرے۔ پہلے شیوانی سے باتیں کرے۔“

بے سامو نے اس کے دماغ میں بھی پہنچ کر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ بھی چیخ مار کر بے کافو کے قریب فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ بے سامو نے کہا ”میرے جان سے پارے دوستو! مجھے معاف کرنا۔ تم دونوں کو تنہی عمل سے نجات دلانے کا یہی ایک راستہ ہے۔ میں نہیں جانتا کہ مجھے کس حد تک کامیابی ہوگی۔ لیکن میری ان حرکتوں سے تم دونوں اب تنہی عمل

سے رہائی پانچے ہو۔“

بے کافو کی دماغی تکلیف کچھ کم ہو رہی تھی۔ وہ بولا ”میں نے مجھ پر ظلم کیا مگر اچھا کیا۔ مجھے احساس ہو رہا ہے کہ بے شیوانی کا معمول بنا ہوا تھا۔“

پولیس والے یہ پوچھ رہے تھے کہ دو آدمیوں پر آپریشن کیا ہے۔ وہ دونوں مکاری کر رہے ہیں۔ ان کے لیے دو اسٹریچر لائے گئے پھر انہیں طبی معائنے کے لیے قریبی اسپتال لے جانے لگے۔ شیوانی نے اعلیٰ افسر سے کہا ”میں اپنی اصل شناخت پیش کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اب مجبوری ہے۔ اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ اپنے جانے کے لیے یہ خفیہ کارڈ دکھا رہی ہوں۔“

اس نے اسکاٹ لینڈ یا ڈیلنڈ کا خفیہ شاخشی کارڈ دیکھا جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ ایک مشہور زمانہ ادارے اسسٹنٹ ڈائریکٹر جنرل ہے تو انہوں نے گرم جوشی سے اسے مصافحہ کیا۔ بانی دو سراغ رسالوں نے بھی اپنے خصوصی دیکھائے۔ ان کو اسپتال جانے اور ماریہ کو تلاش کی خصوصی اجازت دے دی گئی۔ اس سلسلے میں ان کے سوتیلیں بھی فراہم کی جانے لگیں۔

بے کافو اور بے فلو کو اسپتال پہنچا دیا گیا تھا۔ بے ان دونوں کے اندر جا کر سمجھا رہا تھا ”جو تنہی عمل کے سے نکل گئے ہو۔ اب شیوانی کے معمول میں رہے ہو۔ دماغ توانائی حاصل ہونے تک معمول بن کر رہو۔ تم دونوں بھی ماریہ کی طرح شیوانی سے دور جانا ہے۔“

شیوانی نے اپنے دونوں سراغ رسالوں کے ساتھ اسپتال آکر ان کی خیریت پوچھی پھر کہا ”دماغی توانائی“

ہوئے تک یہاں آرام کرو۔ میں ماریہ کو تلاش کرنے کے ہوں۔“

بے کافو نے کہا ”تم جاؤ۔ ہم تمہاری واپسی تک رہیں گے۔“

وہ بولی ”جیسے ہی دماغی توانائی حاصل ہو۔ فوراً خوانی کرو۔ اور ماریہ کے دماغ میں پہنچنے رہنے کی کوشش کرتے رہو۔“

ماریہ کو تلاش کرنے کے لیے بھارتی پولیس کے اور سپاہی شیوانی کی بھرپور مدد کر رہے تھے۔ شیوانی نے بتایا کہ وہ ایک بین الاقوامی مشن پر ہانگ کانگ جاری چند دشمن ٹیلی فنی جاسوس والے اس مشن کو ناکام بنا دیں۔ اسی لیے انہوں نے ان کی ایک جاسوس دہلی کیا ہے۔

وہ ان کے سامنے اپنے مشن کے سلسلے میں باتیں بتا رہی تھی۔ پورے شہر میں ماریہ کو تلاش کر رہی تھی۔ ایسے ہی وقت بے کافو اور بے فلو اس اسپتال سے فرار ہو گئے۔



پورس نے سمجھ لیا کہ کرشمہ کے گھر سے اس کا دانہ پانی اٹھ گیا ہے۔ اگر وہ اس گھر سے نہیں جائے گا تو جانے انجانے دشمن اس دنیا سے اس کا دانہ پانی اٹھا دیں گے۔ ایک تو جتنا کھل کر دشمنی کر رہی تھی۔ جلد ہی اس پر کوئی بھانک کالا جادو کرنے والی تھی۔ دوسری طرف بھیا سے دشمنی کی توقع نہیں تھی۔

وہ جوت کے جسم میں ابھی مصلح خاموش تھا کیونکہ جوت جسمانی اور دماغی طور پر کمزور تھا۔ اس کے اندر رہ کر وہ خیال خانی نہیں کر سکتا تھا۔ ویسے وہ دشمن تھا۔ کسی وقت بھی دشمنی کر سکتا تھا۔

تیسری طرف بیکر رائٹ نے کرشمہ کو اپنی معمول بنالیا تھا۔ پورس ابھی نہیں جانتا تھا کہ کرشمہ کو معمول بنانے والا کون ہے۔ بس اتنا ہی سمجھ لیا کہ کالی تھا کہ وہ دوست نہیں ہوگا۔ دشمن ہی ہوگا۔

پورس آئندہ کرشمہ کے دماغ میں رہ کر بیکر کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتا تھا۔ لہذا وہ صبح ہونے سے پہلے ہی کرشمہ کی کوٹھی چھوڑ کر چلا آیا۔ وہ گوا میں تھا۔ ایک رکشا میں بیٹھ کر منڈوانی کے ساحل تک آیا۔ پھر ایک فیری بوٹ کے ذریعے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔ دوسری طرف گوا کا ایک قصبہ ماپوس تھا۔ اس نے سوچا ”ماپوس کے کسی ہوٹل یا کالج میں رہنا مناسب نہیں ہے۔ وہ وہاں کے ساحلی علاقے۔ انجوائے ایک کالج میں اٹھایا۔“

جب وہاں پہنچا تو صبح ہو رہی تھی اور صبح ہوتے ہی سمندر کا ساحل رنگین اور شگین ہو گیا تھا۔ دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک بے شمار ساحلی علاقے ہیں۔ ان میں چند ایسے علاقے ہیں، جہاں عورتیں اور مرد باہل بے لباس ہو کر سمندر کی لہروں سے کھیلنے بہتے بولتے اور مسکاتے ہوئے نہاتے رہتے ہیں۔ جنہوں نے ایسے ساحل سمندر نہیں دیکھے، ان کے لیے یہ عجیب سی ناقابلِ قبول بات ہوگی کہ ایک انسان انارڈل ہو کر تونگا ہو سکتا ہے۔ سب کے سب کسی ساحل وغیرہ پر ننگا نہیں ہو سکتا مگر یہ حقیقت ہے دنیا کے ایسے چند ساحلوں پر قانون اور تہذیب کی پابندی بند ہو جاتی ہیں۔ ان میں سے بھارت کے ایک ساحل کا نام انجونا ہے۔

پورس نے ساحل کے ایک ویران حصے میں آکر اپنے بیگ سے آئینہ اور ریڈیو میڈ میک اپ کا سامان نکال کر اپنے چہرے کو تبدیل کیا پھر وہاں سے آبادی کی طرف آیا۔ وہاں ایک یاد رکھوں کے خوب صورت اور آرام دہ کالج کرائے پر ملے ہیں۔ ہر کالج سے سمندر کی رنگینیوں کا نظارہ کیا جاسکتا تھا۔ کالج کے ساتھ دو دریں بھی کرائے پر ملتی ہے۔ جو سمندر تک جانا نہیں چاہتے، وہ کالج کے سائے میں آرام سے بیٹھ کر دو دریں کے ذریعے عیاں حسیوں کو دیکھتے رہتے ہیں۔

کالجوں کے سائے میں بوڑھوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ جوانی گزرنے کے بعد بڑھاپے میں ہوس رہ جاتی ہے۔ اس لیے وہ دوری دور سے دورین کے ذریعے نظارہ کرتے اور سرد آہیں بھرتے رہتے ہیں۔ پورس پچھلی رات سے جاگ رہا تھا۔ اپنے کالج میں اگر دروازے کو اندر سے بند کر کے سو گیا۔

کرشمہ سو رہی تھی۔ اس کی ماں جتنا اپنی عادت کے مطابق صبح پانچ بجے بیدار ہو گئی تھی۔ اشان کرنے کے بعد کالی مائی کی پوجا کرتی رہی تھی۔ جب اچھی طرح دن نکل آیا تو وہ پوجا کے کمرے سے باہر آئی۔ ایک ملازم نے آکر ہاتھ جوڑ کر کہا ”آپ کا سامان جو اینکسی میں تھا، وہ نظر نہیں آ رہا ہے۔ اس کا سامان بھی نہیں ہے۔“

جتنائے سوچا ”کرشمہ بے شرم ہو گئی ہے اس مسلمان کو اپنے کمرے میں سلایا ہوگا۔ وہ مجھے جلانے کے لیے ایسا کر رہی ہے۔“

اس نے کرشمہ کے دروازے پر آکر دستک دی۔ وہ اندر گھری نیند میں تھی۔ جتنائے دوسری دستک کے بعد دروازہ پٹینا شروع کیا۔ اس نے اندر سے چیخ کر پوچھا ”یہ کیا بد تیزی ہے؟ کون میری نیند خراب کر رہا ہے؟“

میں ہوں تیری ماں! دروازہ کھول اپنے یار کو باہر نکال۔“

کرشمہ نے دروازہ کھول کر پوچھا ”کیا بکواس کر رہی ہو؟ کس یار کی بات کر رہی ہو؟ کیا صبح مجھ تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟“

جتنائے کمرے میں آکر چاروں طرف دیکھا پھر ہاتھ دوم میں جھانک کر دیکھا۔ اسے پورس نظر نہیں آیا پھر اس نے پوچھا ”وہ مسلمان کہاں ہے؟ اینکسی میں اس کا سامان بھی نہیں ہے۔ پانڈے کہہ رہا ہے کہ وہ ہماری کوٹھی کے اندر اور باہر کہیں نہیں ہے۔“

کرشمہ ایک کرسی پر بیٹھ کر سوچنے لگی ”وہ شہباز! میں تو

والا بھیا خیال خوانی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ جسونت کے اندر

”ہے بھگوان! میں تو بھول گئی تھی۔ وہ دشمن بن کر“

اس کا یہ انداز تھا رہا ہے کہ وہ انجینی اس کے دماغ

وہ بہتر سے اتر اوردروازے کے پاس آکر، کان لگا کر
تہمت سننے کی کوشش کرنے لگا پھر اس نے کھڑکی کی طرف
دیکھا۔ وہ اندر سے بند تھی۔ اس پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ پھر بھی
باہر دھوپ کی وجہ سے پردے پر ایک سایہ سا دکھائی دیا۔ وہ
وہ بے پاؤں چلتا ہوا وہاں آیا۔ پردہ ہل رہا تھا۔ کھڑکی کے شیشے
کے پار ایک عورت کی جھلک دکھائی دی پھر پردہ اڑے آگیا۔
اس نے پردہ ہٹا کر دیکھا۔ ایک جوان عورت کھڑی ہوئی
تھی۔ اسے دیکھتے ہی مسکرانے لگی پھر اس نے اپنے شانے

سے ساڑی کا آہل چلکا دیا۔ تاکہ پورس اسے پسند کر سکے۔
اس کے انداز نے سمجھا دیا کہ وہ دھندے کے لیے آئی ہے۔
دہاں بار میں، کبوں، رستو راتوں، ہوٹلوں اور کاجیوں
میں ایسی عورتیں گھومتی رہتی اور چارہ ذاتی رہتی تھیں،
جنہیں کوئی پہلے سے ریزرو نہیں کرتا تھا۔ جنہیں امیر کبیر
لوگ منہ نہیں لگاتے تھے۔ کیونکہ وہ شراب کی غالی بول بن
چکی ہوتی ہیں۔ انہیں نہ لگانے سے نہ قوتش ہوتا ہے۔ نہ ان
کا بدن ایسا نازکشی ہوتا ہے کہ وہ کھل کر سمندر کی لہروں سے
انجوائے کر سکیں۔ ایسی عورتیں دروازے دروازے بھٹکتی
ہیں اور ہوس کے اندھوں کو بھانستی رہتی ہیں۔
پورس نے کھڑکی نہیں کھولی۔ ہاتھ کے اشاروں سے
کہا، "اسے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ آگے جاؤ۔ عورت کے
چہرے سے مسکراہٹ غائب ہو گئی۔"

نمائشی رکھنے میں خرچ ہوتی رہی۔

دیا۔ وہ اسے لے کر اپنے کمرے میں آیا۔ الماری میں وہ دوا رکھی ہوئی تھی۔ اس نے دوا نکال کر کھیر میں ملائی پھر اسے کھکھار کا انتظار کرنے لگا۔

”ڈاکٹر گھر میں اور اسپتال میں نہیں ہے میں نے پیغام چھوڑ دیا ہے۔ وہ جلد ہی آجائے گا۔“

”بیٹے! وہ کبھر کیسی تھی؟ اسے کھانے کے بعد میری یہ حالت ہو رہی ہے۔“

سے بھیما ہوں۔ وہی بھیما جسے تم اپنی جاوڈی قہقہے سے مار ڈالنا چاہتی تھیں۔ کیا اب مار سکو گی؟ مجھے مارو گی تو مجھے کا جسم مر جائے گا۔ مرنے والوں کی تصویریں دیوار پر لٹکا جاتی ہیں۔ تمہارے بچے کا یہ جسم چلتی پھرتی تصویر ہے۔ چاہو تو اسے چلتا پھرتا رکھتی رہو۔ چاہو تو میری آتما کو بھگا کر اپنے پیدائے ہوئے جسم کو چتا میں جلا دو۔ اس کے بعد تصویر کو ہار پنا کر دیوار پر لگا دو۔“

ماں کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ ابھی زندہ تھی۔ بے ہوش ہو گئی تھی۔

○☆☆○

جے کا فو اور جے فلو اسپتال سے فرار ہو گئے۔ شیوانی ان کی طرف سے غافل تھی۔ وہ کبھی سوچ نہیں سکتی تھی کہ وہ دونوں اچانک تو خبی عمل کے اثرات سے نجات حاصل کر لیں گے اسے ان کی وفاداری کا یقین تھا۔ وہ مطمئن ہو کر ماریہ کی تلاش میں مٹی تھی۔

وہ دونوں ایک عیسائی میں بیٹھ کر رپورٹ آئے۔ ایک طیارہ وہاں سے لندن جانے والا تھا۔ انہوں نے کاؤنٹر پر جا کر دو ٹکٹیں حاصل کیں۔ وہاں سے واپس کا سفر کرنے کے سلسلے میں کئی قانونی رکاوٹیں تھیں۔ مگر وہ ٹیلی فنی کے ذریعے مختلف افسران کے دماغوں سے کھیلنے ہوئے طیارے میں سوار ہو گئے۔

جے سامو ان دونوں کے دماغوں میں رہ کر انہیں شیوانی سے دور کرنے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ بیٹوں دوست اپنے ارادوں میں کامیاب ہو رہے تھے۔ جے کا فو اور جے فلو کسی بڑی رکاوٹ کے بغیر واپس لندن جا رہے تھے۔ ارادہ تھا کہ اسٹینول یا قاہرہ میں کبیں اتر جائیں گے۔

جے کا فو نے کہا ”سامو! تم واقعی ایک دوست کا فرض ادا کر رہے ہو۔ ہم مکمل فضاؤں میں آزادی سے پرواز کر رہے ہیں۔ شیوانی سے بہت دور جا رہے ہیں لیکن کتنی دور جاسکتے ہیں؟ کیا وہ ہمارا پیچھا چھوڑے گی؟“

جے سامو نے کہا ”وہ ٹیلی فنی نہیں جانتی ہے۔ یہ معلوم نہیں کر سکتی کہ کہاں جا کر روپوش ہو گئے ہو۔“

”نہیں سامو! وہ خطرناک بلا ہے اس کی آنکھوں میں ہلا کی غیر معمولی قوت ہے۔ جب وہ دیکھتی ہے تو ہماری پیشانی چلنے لگتی ہے اور ہم بے اختیار اپنے اندر کی جی باتیں بولنے لگتے ہیں۔“

”تم دونوں دور جا رہے ہو۔ وہ تمہاری پیشانی کو دیکھے گی تو تم بے بس ہو کر کچھ بولو گے۔“

”ہم دنیا کے آخری سرے پر چلے جائیں۔ تب ہر تصور میں اپنے مطلوبہ شخص کی پیشانی کو دیکھ سکتے ہیں۔“

پیشانی چلنے لگتی ہے۔ میں لندن میں اس سے دور جا کر ہوں۔ وہ میرے سامنے نہیں آتی۔ وہ ایک ہوش میں ہوتی تھی۔ میں لندن کی ایک اسٹریٹ میں تھا۔ جب بے پیشانی گرم ہونے لگی تو میں بے اختیار ایک ٹیلی فون پوز جا کر اسے بتانے لگا کہ اس کے خوف سے وہ شرمچھوڑ گئی ہوں۔ مگر جانے میں ناکام رہا تھا۔“

جے فلو نے کہا ”ابھی وہ ماریہ کو تلاش کر رہے ہیں۔ جب اسپتال آئے گی اور ہمیں نہیں پائے دشمن بن جائے گی۔ اس کی آنکھوں کی شیطانی قوت پیشانیوں تک پہنچے گی اور ہم بے اختیار بتانے لگیں گے۔“

نہیں اس کے تو خبی عمل سے نجات دلائی ہے اور اسٹینول یا قاہرہ جا رہے ہیں۔“

سامو نے کہا ”تم دونوں کے پاس موبائل فون ہے۔ فون کے ذریعے اس سے رابطہ نہیں ہوگا۔ تم بارے میں اسے کچھ نہیں بتا سکو گے۔ ایسے وقت میں سے فون پر باتیں کروں گا۔ اسے بتاؤں گا کہ میں نے تم کو اغوا کیا ہے اور تم دونوں پر تو خبی عمل کر کے اس کو بے لے گیا ہوں۔ آئندہ تم دونوں کو بھی فون پر باتیں کر موقع نہیں دوں گا۔“

پھر اس نے کہا ”میں نے شیوانی کی ایک کمزوری کی ہے۔“

جے کا فو نے پوچھا ”کیسی کمزوری؟“

”جب میں..... روم میں تھا تو شیوانی نے مجھے گرا کیا تھا۔ میں نے اپنی پیشانی میں حرارت محسوس کی۔“

بت سی جی باتیں اگل دی تھیں۔“

جے فلو نے کہا ”پھر تو وہ تمہیں بھی ٹرپ کر سکتی ہے۔“

”اس نے ایک بار میری پیشانی کو لگا ہوا ہے۔“

کے بعد پھر کوششیں کی ہوں گی لیکن وہ ناکام رہی ہوگی۔“

نہیں اب تک اس کی شیطانی آنکھوں کی حرارت کو نہیں کیا ہے۔“

دونوں ساتھیوں نے جراتی سے پوچھا ”یہ کیسے ہے؟ ہم اس کے سامنے نہ دیں۔ تب بھی اس کی“

پیشانیوں تک پہنچ جاتی ہیں۔“

سامو نے کہا ”میں نے انجانے میں اپنے“

نکالا ہے۔ جب مجھے پتا چلا کہ اسکاٹ لینڈ کی ایک جاہ“

لے گئی۔“

مجھے نہپ کر رہی ہے تو میں نے اس سے دور رہنے اور مجھے نہپ کرنے کے لیے ماسک میک اپ کیا۔ لارا کو تنہا وہاں رہ پش جانے پر مجبور کیا۔ اس کے بعد سے اب تک میں سے لندن جانے پر مجبور کیا۔ اس کے بعد سے اب تک میں دیکھ رہا ہوں کہ شیوانی کا جاوڈ مجھ پر نہیں چل رہا ہے اور میری سمجھ میں بھی آ رہا ہے کہ میری پیشانی پر ماسک چڑھا ہوا ہے اور اس کی شیطانی آنکھیں ماسک سے گزر کر میری پیشانی تک نہیں پہنچا رہی ہیں۔“

”اگر ایسا ہے تو ہم بھی ماسک میک اپ کے ذریعے اس سے محفوظ رکھتے ہیں۔“

”دلی سے فرار ہوتے وقت تم دونوں کو میک اپ کا موقع نہیں مل سکتا تھا۔ موقع ملتا تو میں تمہیں وہاں ماسک میک اپ کا مشورہ دیتا۔“

جے کا فو نے کہا ”سامو! تمہارا یہ ماسک میک اپ والا“

خیر کامیاب رہا ہے۔ حالانکہ تم نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تھا۔“

انجانے میں تقدیر نے ہمیں بچاؤ کا راستہ دکھایا ہے۔“

”دوستو! اسی کے کتا ہوں۔ فکر نہ کرو۔ دل اور دماغ“

شیوانی کا خوف نکال دو۔ اس طیارے کا پیلا اسٹاپ“

اسٹینول ہے وہاں اترتے ہی ماسک میک اپ کا سامان خریدو“

اور چرے تبدیل کرو۔ ہم ٹھہری جے پھر آزادی کی سانسیں“

لے لیں گے۔“

”وہ یقین آزادی کے لیے اور پہلے جیسی کامیابیاں“

حاصل کرنے کے لیے تدابیر سوچ رہے تھے اور ان پر عمل“

کرنے والے تھے۔“

ماریا ان رپورٹ کی عمارت سے باہر آ کر ایک عیسائی کی“

پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔ احمد زہیری نے ایک پولیس افسر“

کا دماغ پر قبضہ جما کر ماریہ کو اس عیسائی میں بٹھایا تھا اور“

ڈائریکٹر سے کہا تھا کہ وہ جہاں جانا چاہتی ہے اسے لے“

جائے اس کے بعد وہ افسر بھول گیا تھا کہ اس نے اسے کسی“

عیسائی میں بٹھایا تھا کیا کسی ایجنٹ کا کام؟“

ماریہ سوچ رہی تھی ”مجھے ان رپورٹ سے نہیں آتا“

ہا ہے یہاں میں اس انجانے شرمیں کہاں جاؤں گی؟“

نہیں اس کے اندر تھا۔ اس نے کہا ”تم نہیں جانتیں۔“

اسکاٹ لینڈ راولی اسسٹنٹ ڈائریکٹر جنرل شیوانی نے تمہیں“

پتا نہ کر لیا ہے۔ تم اپنی مرضی سے چھین نہیں جا رہی ہو۔“

تمہارے دماغ میں چھین جانے والی بات نقش کی گئی ہے۔ وہ“

تمہارے ذہن نے زہیری کو نقصان پہنچانے کی ہے۔“

”یہ براہ راست رکھ کر بولی“ نہیں میں زہیری کو نقصان“

نہیں پہنچاؤں گی۔ میں چھین نہیں جاؤں گی۔“

لے گئی۔“

سکھ ڈرائیو نے پوچھا ”بہن جی! کتنے جانا ہے؟“

وہ بولی ”چلتے رہو۔ مجھے یہ شرد دکھائے رہو۔ یہ ہزار“

روپے لو اور گاڑی کی بجلی فل کرتے رہو۔“

زہیری اسے تفصیل سے سمجھانے لگا کہ اس کے استعفیٰ“

دینے کے باعث اس پر شبہ کیا گیا تھا۔ ایک ٹیلی فنی جاننے“

والے (بے کاؤ) نے اس کے خیالات پڑھ کر شیوانی کو اس“

کی اور زہیری کی محبت کے بارے میں بتایا تھا اور یہ رپورٹ“

دی تھی کہ وہ چھین کے اور بابا صاحب کے ادارے کے خلاف“

جاسوسی نہیں کرے گی اس لیے استعفیٰ دے رہی ہے۔ اب“

شیوانی اسے پتا نہ کر کے اس کے بعد اس کا چہرہ اور نام بدل کر“

اسے چھین لے جا رہی ہے۔“

وہ سکھ ٹیکسی ڈرائیو کرنا ہوا کہ رہا تھا ”بہن جی! پرانی“

دلی دیکھو گی یا نی دلی۔ ابھی ہم کنات ہیلی کی طرف جا رہے“

ہیں۔“

”نتی پرانی سب دکھاؤ۔ چلتے رہو اور کم سے کم بولو۔“

”کم کیسے بولوں؟ اچھی اچھی جگہ گزر جائے گی۔ میں“

آپ کو ان کے نام نہیں بتاؤں گا تو آپ کو کیسے معلوم ہوگا کہ“

آپ دلی شرمیں کیا دیکھ رہی ہیں۔“

زہیری نے کہا ”شیوانی تمہیں تلاش کر رہی ہوگی۔“

تمہارے بیک میں میک اپ کا سامان ہے۔ آئینہ نکالو اور چہرہ“

تبدیل کرو۔“

”تم کون ہو؟ شیوانی سے نجات دلانے کے لیے میری مدد“

کیوں کر رہے ہو؟ تمہاری آواز بالکل زہیری جیسی ہے۔“

”میری جان! میں زہیری ہوں۔ میں نے ٹیلی فنی کا علم“

تم سے چھپایا تھا۔ وقت ضائع نہ کرو۔ میک اپ کرو۔“

وہ خوش ہو کر بیک سے میک اپ کا سامان نکالتی ہوئی“

بولی ”تم؟ تم ٹیلی فنی جانتے ہو۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔“

اچھا اگر جانتے تھے تو پہلے کیوں میرے پاس نہیں آتے تھے؟“

”میں چپ چاپ اگر تمہارے خیالات پڑھتا تھا اور“

خوش ہوتا تھا کہ تم مجھے یاد کرتی رہتی ہو۔ تمہارے پاس آتے“

جاتے معلوم ہوا کہ شیوانی اسی طرح تمہیں ٹرپ کر رہی“

ہے۔“

اس نے پوچھا ”زہیری! میرے چہرے پر ماسک ہے کیا“

ماسک اتار کر اصل چہرے کو تبدیل کروں؟“

”ماسک اسی طرح رہے دو۔ اوپر سے ریڈی میڈ میک“

اپ کرو۔“

”یہ ڈرائیو مجھے کسی دوسرے روپ میں دیکھے گا تو“

دشمن کی جاسوس سمجھ کر پولیس اسٹیشن پہنچا دے گا۔“

”اس کی فکر نہ کرو۔ اسکاٹ لینڈ یا روم میں کئی ممالک کی زبانی سکھائی جاتی ہیں۔ تم ہندی جانتی ہو؟“
”تھوڑی تھوڑی جانتی ہوں۔ یہاں کی ساڑھی اور شلوار کرتا پہن سکتی ہوں۔“
”ٹھیک ہے۔ میرا ایک ساتھی ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ بجائے رکھے گا۔ تم میک اپ کرتے ہی کسی مارکیٹ میں ٹیکسی سے اتر جاؤ۔ وہاں سے ہندوستانی لباس خرید کر پہن لو۔ میں ابھی آتا ہوں۔“

وہ ایک پولیس افسر کے دماغ میں اکر شیوانی کے بارے میں معلوم کرنے لگا۔ پتا چلا، سرکاری طور پر شیوانی کو پولیس ٹیم اور گاڑیاں فراہم کی گئی ہیں۔ پورے شہر کی ناکہ بندی کی جارہی ہے۔ ٹیکسیوں اور کاروں کی تلاشی لی جارہی ہے۔ زہیری نے اپنے سراغ رساں سے کہا ”اس ٹیکسی کو کسی بازار میں روکو۔“

پھر وہ ماریہ سے بولا ”کیا میک اپ ہو چکا ہے۔“
”ہاں۔ ریڈی میڈ میک اپ میں دیر لگتی لگتی ہے؟ میں آہستہ دیکھ رہی ہوں۔ ٹیکس سے کتنی ہوں۔ شیوانی مجھے پہچان نہیں سکے گی۔“
ٹیکسی ایک جگہ رکتی رہی۔ وہ بولا ”ڈرائیور کو ہزار روپے دے چکی ہو۔ باہر نکلو اور شاٹنگ کے لیے جاؤ۔“
وہ ٹیکسی سے اتر گئی۔ ڈرائیور کو معلوم نہ ہو سکا۔ زہیری کا سراغ رساں اس کے دماغ پر مسلط تھا۔ وہ ٹیکسی ڈرائیور کرتا ہوا دور چلا گیا۔ پھر سراغ رساں اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر زہیری کے پاس آگیا۔

ماریہ شاٹنگ کر رہی تھی۔ پہلے اس نے ایک خوب صورت سی ساڑھی خریدی ایک چھوٹے سے کپڑے میں جاکر اسے پہنا۔ اس کی رقم ادا کی بھاری جیوری کی دکان میں اکر زیورات خریدے۔ بیروں کا نیکیس، بیروں کے ٹائپ اور انگوٹھی، اور سونے کی چوڑیاں ایک آئینے کے سامنے پہنی۔ بالکل ہندوستانی عورت دکھائی دینے لگی۔ ان زیورات کا کل ادرا کر کے وہ ایک دکان میں آئی۔ وہاں سے ہندیا خرید کر ماتھے پر سجائی۔ زہیری نے کہا ”تم واقعی اسکاٹ لینڈ یا روم تریبیت یافتہ جاسوس ہو۔ وہاں کی اسسٹنٹ ڈائریکٹر جنرل شیوانی بھی تمہیں پہچان نہیں سکے گی۔“

اور شیوانی اسے تلاش کرنے کے دوران میں سوچ رہی تھی کہ اس نے ماریہ کو دیکھا تھا۔ وہ اپنی نظروں کی غیر معمولی قوت سے اس کی پیشانی کو مگرا سکتی ہے۔ اسے سچ بولنے پر مجبور کر سکتی ہے۔ وہ ہمیں سے ٹیلی فون کے ذریعے بتا دے گی

کہ کہاں چھپی ہوئی ہے؟
لیکن وہ نظریں اس کی پیشانی تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔ شیوانی سوچ رہی تھی ”اس سے پہلے وہ بے سامو کو بھی کی نظروں کی قوت سے شپ کرنا چاہتی تھی لیکن ناکام رہی۔ اس کے ذہن میں بات آئی کہ ماریہ نے میک اپ کیا ہے۔ اس کے چہرے پر پیشانی پر ماکہ چڑھا ہوا ہے۔ ماکہ اس کی نظروں کی تادیبہ حرارت کو اس کی پیشانی پر پہنچنے سے روک رہا ہے؟“

اس نے سوچا ”ہاں، یہی بات ہے۔ ماریہ کی طرف سامو بھی ماکہ میک اپ میں ہے۔ اسی لیے میرے پیشانی نہیں آ رہا ہے۔ اب ماریہ جہاں بھی لے گی۔ میں سب سے پہلے اس کے چہرے سے ماکہ نوج لوں گی۔“

وہ اپنے مشن کی تکمیل کے لیے بڑے اطمینان سے جاری تھی مگر اب اس کا چین ختم ہو گیا تھا۔ آٹھ رات میں ہی رکاوٹیں پیدا ہو رہی تھیں۔ ماریہ کے فرار ہونے پر بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ بابا صاحب کے اوارے والے کو اس کے مشن کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے۔ پھر ماریہ چین اور بابا صاحب کے اوارے کی حمایت میں دے چکی تھی۔ مسلمانوں کی ہوجی تھی۔ اس لیے اسے سے الگ کر دیا گیا ہے۔

ان حالات میں شیوانی سوچ رہی تھی ”کیا میں جاؤں گی تو مجھے اور میرے ساتھیوں کو پہچان لیا جائے گا؟ اب مجھے دوسرے جیس میں دوسرے پاسپورٹ اور درجہ ساتھ جانا ہوگا؟“

اس کے لیے بڑے مسائل پیدا ہو رہے تھے۔ پہلے اس کے لیے ہمیں بے دانا، دوسرا پاسپورٹ اور درجہ حاصل کرنا مسئلہ نہیں تھا۔ ابھی صرف ماریہ مسئلہ بن گئی تھی۔ ایک انڈین افسر نے گاڑی روک کر شیوانی سے ”میزم! یہ لکشی نارائن مندر ہے۔ میں دیوی کے دروازے پر جا رہا ہوں۔ آپ اوھر مارکیٹ میں میں مندر (ماریہ) کو تلاش کریں۔“

آگے چھپنے والی گاڑیوں سے سپاہی باہر آ گئے۔ ان کی طرف چلا گیا شیوانی نے اپنے دونوں سراغ رساںوں کی سپاہیوں کے ساتھ مارکیٹ میں جاؤ۔ یہاں غیر ملکی اور مرد نظر آ رہے ہیں۔ وہ یہاں مل سکتی ہے۔ وہ سب اس کے حکم کی تعمیل کرنے کے لیے آ رہے ہیں۔ اسی وقت ماریہ ایک دکان سے باہر آئی۔ وہ شیوانی کو دیکھ کر ٹھک گئی۔ زہیری نے پوچھا ”کیا ہو گیا؟“

وہ بولی ”مندر کے کنارے کئی گاڑیاں ہیں۔ پولیس والے ہیں ایک عورت کار کے پاس کھڑی ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ وہ شیوانی ہے۔“

”چنے قریب سے گزرنے والی کسی بھی شخص کو مخاطب کرو۔ میں اس کے ذریعے اس عورت کے بارے میں معلوم کروں گا۔“

ایک عورت قریب سے گزر رہی تھی۔ اس نے خود ماریہ کو مخاطب کیا ”کیا تمہاں کسی ہو کہ بیوی پارلر کہاں ہے؟“

ماریہ نے کہا ”سوری“ میں نہیں جانتی۔“
زہیری نے کہا ”بس ماریہ! اور کسی کو مخاطب نہ کرو۔ سامنے والے مندر میں جاؤ۔ شیوانی تمہارے بارے میں یہ نہیں سوچے گی کہ تم مندر کے اندر جاؤ گی۔ تمہارے بدن پر ساڑی ہے۔ ماتھے پر ہندا ہے۔ یہ سب کچھ اسے دھوکا دینے کے لیے کافی ہے۔“

وہ مندر کی طرف جانے لگی۔ زہیری اس عورت کے دماغ میں پہنچ کر اسے شیوانی کی طرف لے گیا۔ اس عورت نے زہیری کی مرضی کے مطابق شیوانی سے پوچھ لیا ”کیکیو زہیری۔ بیوی پارلر کہاں ہے؟“

وہ بولی ”سوری“ میں یہاں پہلی بار آئی ہوں۔“
”ہاں۔ تم کہیں پارلر کے باہر والی لگتی ہو۔ سینے پر دوپٹا نہ لٹائی۔ اسکا رنگ تو ہوتا ہی چاہیے۔ بے شری سے سینہ نام کر لکھی ہوئی ہو۔“

”یہ کیوں نہیں ہے۔ تمہاری طرح ایک اور انگریز لڑکی یہاں سینہ نام کر چل رہی تھی۔ ایک جوان نے اسے چمڑا تو وہ بولی ”خبردار! مجھے چھینٹنے سے پہلے یہ سن لو کہ میرا نام لڈزی ہے۔ میں لندن کے بہت بڑے اخبار کی رپورٹر ہوں۔ پولیس والے تمہیں۔“

شیوانی نے اس کی بات کاٹ کر جلدی سے پوچھا ”لڈزی؟ لندن اخبار کی رپورٹر؟ تم نے اسے کہاں دیکھا ہے؟“

عورت نے ایک طرف انگلی اٹھا کر کہا ”اوھر مارکیٹ میں ہے۔“
شیوانی تیزی سے دوڑتی ہوئی اوھر جانے لگی۔ زہیری نے ماریہ کے پاس آکر کہا ”تمہارا شبہ درست نکلا، وہ شیوانی ہے۔“

”وہ مجھے پہچان لے گی۔“
”تم مکمل ہندوستانی عورت بن چکی ہو۔ شیوانی کا باپ بھی جس میں نہیں پہچانے گا۔“

مندر میں مرد، عورتیں، بوڑھے اور بچے سب ہی تھے۔ ماریہ عورتوں کی بھیڑ میں تھی۔ یوں تو وہاں کئی خوب صورت عورتیں اور لڑکیاں تھیں لیکن ماریہ ان میں نمایاں تھی۔ اس کی وجہ بیروں سے جڑے ہوئے زیورات تھے جو جھگڑا رہے تھے اور ماریہ کے حسن کو چار چاند لگا رہے تھے۔

وہاں سب ہی اسے قریب سے اور دور سے دیکھ رہے تھے۔ کتنی ہی پوجا کرنے والے لکشی دیوی کے سامنے سر جھکا رہے تھے مگر ان میں سے کسی کا دھیان ماریہ کے حسن کی طرف تھا اور کوئی جھپٹے دکتے بیروں کے لیے لچا رہا تھا۔ دوسرے تمام لوگ اس لیے اسے دیکھ رہے تھے کہ پہلے کبھی کسی عورت کو ایسے قیمتی زیورات پہن کر مندر آتے نہیں دیکھا تھا۔

وہ عورتوں کی قطار میں کھڑی ہو گئی تھی اور پوجا کے لیے دھیرے دھیرے لکشی دیوی کی بڑی سی صورت کی طرف بڑھتی جارہی تھی۔ بار بار سر جھکا کر دوڑتے دیکھ رہی تھی کہ شیوانی پولیس کے ساتھ اوھر آ رہی ہے یا نہیں؟
زہیری نے کہا ”تمہیں اتنے قیمتی زیورات نہیں پہننا چاہیے تھا۔ کیا ماریہ عورتیں سب ہی تمہیں دیکھ رہے ہیں۔“

وہ بولی ”مجھے ہیرے، جواہرات کا بہت شوق ہے۔ میرے پاس دو لاکھ انڈین روپے تھے۔ میں نے ایک لاکھ بیس ہزار میں خرید لیے۔“
”بڑی عقل مندی کی۔ تم اس طرح ان سب کے علاوہ دشمنوں کو بھی اپنی طرف متوجہ کر دے گی۔“

”مجھ سے غلطی ہو گئی۔ فکر نہ کرو۔ میں ان زیورات سے ابھی نجات حاصل کر لوں گی۔“
”ٹھیک ہے مگر اس طرح بار بار اوھر اوھر نہ دیکھو۔ تمہاری پریشانی صاف ظاہر ہو رہی ہے۔ میں شیوانی اور سپاہیوں کو دیکھ رہا ہوں۔ وہ ابھی مارکیٹ میں بھٹک رہے ہیں۔ میں انہیں سنبھال لوں گا۔ تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔“

وہ بولی ”یہ بات سب ہی کو کھٹے گی کہ میں اتنے قیمتی زیورات کے ساتھ تنہا ہوں۔ مجھے یہاں کسی عورت سے دوڑنی کرنا چاہیے۔“

”یہ بہتر ہوگا۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔“
قطار میں اس کے آگے کھڑی ہوئی ایک اوجیز عمر کی عورت کبھی کبھی سر جھکا کر اسے دیکھتی تھی پھر نظریں ہٹنے پر جھپٹ کر مسکراتی تھی۔ ماریہ نے اس کی طرف جھک کر

ہو گئی۔ زہری اس کے خیالات دھڑکنے لگا۔ وہ دل ہی دل میں
لکشی دیوی سے کہہ رہی تھی ”دیوی ماں! تو دھن دولت کی
دیوی ہے۔ میں تیرے چروں میں جھنگے آئی ہوں تو ایک دھن
کتابیات پبلی کیشنز

متاثر ہوا ہوں۔“
 فیری اس وقت درگاہ پر ساد کے خیالات بڑھ رہا تھا۔
 سوچ رہا تھا ”پہلے شافی جیسی دھنوں کی طرح اب یہ“
 میوٹا

نہیں اس کے دماغ میں آگیا۔ تاکہ وہ مقامی زبان بول

شیوانی کی توقع کے خلاف ملی بیٹھی جانے والے بے
 فوارے بے فدا اس کی گرفت سے کھل گئے تھے۔ اس نے
 نوں ہاتھوں سے سر کو تمام لپا پھر کہا ”انہیں جانے دو۔“

شیوانی بڑی کامیابی سے ایک مضبوط ٹیم بنا کر جمہوریہ چین کی طرف روانہ ہوئی لیکن پہنچ کر کامیابی ناکامی میں بدل گئی تھی۔ اس کی گرفت سے ماریہ نکل گئی تھی، اسے دھوکا دے کر احمد زہیری کے تعاون سے فرار ہو گئی تھی۔

شیوانی وہاں کی پولیس کی مدد سے نئی دہلی اور پرانی دہلی میں اسے تلاش کرتی رہی۔ ماریہ ایک ہندو لڑکی شانتی کے روپ میں تھی۔ ایک مندر کی بیڑھیاں اترتے وقت شیوانی سے اس کا سامنا ہوا تھا لیکن شیوانی اسے پہچان نہ سکی۔ وہ بے کافور بے فلوکی خیال خوانی کے ذریعے ماریہ کا سراغ لگا سکتی تھی لیکن وہ دونوں دماغی کمزوریوں میں مبتلا ہو کر اسپتال پہنچے ہوئے تھے۔

شیوانی نے سوچا ”میں کئی گھنٹوں سے ماریہ کو تلاش کر رہی ہوں۔ اتنی دیر میں بے کافور بے فلوکی دماغی توانائی بحال ہو چکی ہوگی۔ مجھے ان سے رابطہ کر کے ماریہ کا سراغ لگانا چاہیے۔“

اس نے فون کے ذریعے رابطہ کیا تو یہ بری خبر ملی کہ بے کافور اور بے فلو اسپتال سے فرار ہو گئے ہیں۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ جنہیں اپنا معمول بنا چکی ہے، وہ اسے دعا دے جائیں گے۔

لیکن وہ کہاں تک جا سکتے تھے۔ شیوانی کی غیر معمولی آنکھوں کی حرارت دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ سکتی تھی۔ وہ مندر کی بیڑھی پر بیٹھ کر بے کافور کا تصور کرنے لگی۔ سرحجہ کا ایک طرف گھورنے لگی۔

بے سامو کی مدد سے بے کافور اور بے فلو اسپتال سے فرار ہونے کے بعد ایک طیارے میں سفر کر رہے تھے۔ ایسے وقت بے کافور نے اپنی پیشانی پر حرارت محسوس کی۔ وہ حرارت مجبور کرنے لگی کہ وہ شیوانی کے پاس واپس جائے لیکن وہ طیارے سے باہر نہیں جاسکتا تھا۔ اس حرارت کے زیر اثر رہنے والے بے اختیار رچ بولنے لگتے ہیں بے کافور اپنی سیٹ پر بیٹھا زیر لب بڑبڑاتا لگا ”شیوانی! میں تمہارا مجرم ہوں۔ تمہیں دھوکا دے کر استنبول جا رہا ہوں۔“

بے سامو اپنے دونوں ساتھیوں کے دماغوں میں جاتا آتا رہتا تھا۔ اس نے پوچھا ”کافور! یہ کیا بول رہے ہو۔ خاموش ہو جاؤ۔“

لیکن وہ بے سامو کی خیال خوانی کی لہروں کو جیسے نہیں سن رہا تھا۔ اپنے بارے میں بولتا جا رہا تھا۔ آئندہ کہاں جائے گا؟ کیا کرے گا؟ یہ سارے بھید کھولتا جا رہا تھا۔ اس کی آس پاس والی سیٹوں پر بیٹھے ہوئے مسافر اسے

سوالیہ نظروں سے تنک رہے تھے۔ اس سے ہزاروں سال مندر کی بیڑھیوں پر بیٹھی شیوانی اس کی وہ باتیں سن سکتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ بے کافور فرار ہو کر اپنی بھی علاقے میں پہنچا ہو گا تو وہاں سے اس کے سہارا کی تلاش کرے گا۔

شیوانی نے بے فلو کی پیشانی تک بھی اپنی آنکھوں حرارت پہنچائی اور انتظار کرتی رہی لیکن ان دونوں میں کسی نے بھی اس سے رابطہ نہیں کیا۔ غصے میں فلو سہولت نہیں تھی۔ وہ سمجھ گئی کہ دونوں کسی وجہ سے فرار ہیں۔ وہ چند گھنٹے بعد اپنی آنکھوں کی حرارت پہنچانے لگی۔

تک شاید ان کی مجبوریوں ختم ہو جائیں گی۔ اس نے ماریہ کو بے کافور کی ٹیلی فنی بھی کے ذریعے سہو بنایا تھا۔ اگر اسے شبہ ہو تاکہ ٹیلی فنی جیسے جاننے والے دس گئے تو وہ ماریہ کو اپنی آنکھوں کے زیر اثر لے آئے۔ نہ کرنے کے باعث ماریہ اس کی گرفت سے نکل چکی تھی۔

ماریہ نے مندر میں بلار نامی ایک عورت سے شہر پیدا کی تھی۔ اسے اپنی بڑی بہن بنایا تھا۔ بلا کے پاس درگا پر سادہ تھا۔ وہ دونوں ماریہ کو اپنی رشتے دار بنا کر خوش تھے۔ انہیں لاکھوں روپے کی ضرورت تھی۔

خیال تھا کہ ماریہ سے ان کی مطلوبہ رقم انہیں مل جائے گی۔ اسی مندر میں کونو بلراج راٹھور نامی ایک رکن ماریہ کو دیکھ کر اس پر عاشق ہو گیا تھا۔ اس نے بلا اور راٹھور کے شہساز بنائے اور ماریہ سے شام کو ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ بلا اور درگا پر سادہ کو بھی قہر کو کونو بلراج راٹھور سے بھی کچھ رقم حاصل کر سکیں گے۔

انہوں نے کونو سے کہہ دیا کہ ماریہ شام کو اس سے ضرورت منگے گی۔ وہ سب باتیں کرستے ہوئے مندر کے باہر اس جگہ پہنچاں کونو بلراج کی نہایت قیمتی اور شان دار کار کھڑی تھی۔

وہ بے انتہا دولت مند تھا۔ دہلی، کلکتہ اور ممبئی ریس کورس میں اس کے گھوڑے دوڑتے تھے۔ اس نے ”مس ماریہ! اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو اپنی دیدی اور درگا کے ساتھ میری گاڑی میں چلو۔ میں تمہیں گھر تک پہنچاؤں گا۔ اس طرح تمہارا گھر بھی دیکھ لوں گا۔“

بلا نے کہا ”ہاں۔ تم اتنی محبت سے کہہ رہے ہو۔ ضرور چلیں گے۔“ وہ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اپنے پی کے ساتھ گئی۔ کونو بلراج نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔

پہنچے۔ کونو اس کے ساتھ والی اسٹیرنگ سیٹ پر آگیا پھر ہنسی اشارت کر کے آگے بڑھانے لگا۔ کونو نے ماریہ کے دماغ میں آکر کہا ”میں کونو بلراج کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ یہ ایسی جہانمہ زندگی گزار رہا ہے کہ بے انتہا دولت مند ہوتا جا رہا ہے کبھی قانون کی گرفت میں نہیں آتا ہے۔ یہ تمہیں شہر کر رہا ہے۔“

”میں کونو بلراج کی بہن ہوں اور درگا پر سادہ متوسط طبقے کے لوگ ہیں اور تم بلا کی بہن ہو کراتی مال دار کیسے ہو؟ تم نے ذہن لاکھ کے بیہوش کا سیٹ دیوی ماں کے چرنوں میں رکھ دیا۔ یہ بات کونو بلراج کو کھٹک رہی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ تم بھی اس کی طرح درپردہ جہانمہ زندگی گزار رہی ہو۔“

اس بات پر ماریہ زیر لب مسکرانے لگی۔ کونو بلراج اسے چور نظروں سے دیکھتا جا رہا تھا۔ اس نے کہا ”تمہاری مسکراہٹ جان لے لیتی ہے۔ کس بات پر مسکرا رہی ہو۔“

وہ بولی ”زندگی میں مسکراہٹ نصیب والوں کو ملتی ہے۔ مجھے جب بھی فرصت ملتی ہے میں مسکرا کر نصیب والی بنتی رہتی ہوں۔ اب تم بھی مسکراؤ گے۔“

وہ مسکراتے ہوئے بولا ”واقعی مسکراہٹ مفت ملتی ہے۔ تمہید نصیبوں کو نہیں ملتی۔ تم نے مجھے بھی مسکراہٹ دے کر خوش نصیب بنادیا ہے مجھے اور کیا دے سکتی ہو؟“

”میں فراخ دل ہوں۔ میرے پاس جو کچھ ہوتا ہے اسے دوسروں پر لاتا ہوں۔“

”کیا تمہاری شادی ہو چکی ہے؟ اگر نہیں تو کیا تمہارا کوئی آنکھیل ہے؟“

”میرا آنکھیل بیٹھ میرے دماغ میں رہتا ہے۔ میں اس سے باتیں کرتی رہتی ہوں۔“

”اچھا زہیری نے کہا ”ذہن بورڈ کے خانے میں بڑے فوٹوں کی گڈیاں ہیں۔ تقریباً پچاس لاکھ روپے ہیں۔ میں کونو کو غائب دماغ بنانا ہوں۔ دس گڈیاں نکال لو۔“

کونو بلراج خاموشی سے دس اسکرین کے پار دیکھتا ہوا زرا نیو کر کے لگا۔ ماریہ ذہن بورڈ کے خانے کو کھول کر دس گڈیاں نکال کر اپنے بیگ میں رکھنے لگی۔ بلا اور درگا پر سادہ ایک دوسرے کے قریب جھک کر سرگوشیاں کر رہے تھے۔ ان سے رقم حاصل کرنے کے سلسلے میں کوئی تدبیر سوچ رہے تھے۔ انہوں نے ماریہ کو رقم نکالتے ہوئے نہیں دیکھا۔

کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے کہاں گم ہو گیا تھا؟ بلا نے کہا ”کونو صاحب ہمارا مکان یہاں نہیں ہے۔ آگے سیدھے ہاتھ والی گلی میں ہے۔“

وہ پھر زرا نیو کرنے لگا۔ ماریہ نے پوچھا ”کیا بات ہے۔ کچھ پریشان لگ رہے ہو؟“

”کچھ نہیں۔ وہ میں سوچ رہا تھا کہ ابھی ہم کیا باتیں کر رہے تھے؟“

”جو بات ضروری نہیں ہوتی اسے ہم بھول جایا کرتے ہیں۔ تم بھی بھول گئے۔“

درگا پر سادہ نے کہا ”کونو صاحب! آگے سیدھے ہاتھ پر تیسرا امکان ہے۔“

مکان کے دروازے پر درگا پر سادہ کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔ کونو بلراج نے وہاں گاڑی روک دی۔ درگا پر سادہ نے کہا ”کونو صاحب! ہمارا گھر بت چھوٹا ہے۔ آپ اندر آئیں گے تو ہماری قسمت کھل جائے گی۔ آپ سے ہمیں کچھ مل جائے گا۔“

کونو بلراج نے ذہن بورڈ کا خانہ کھول کر ایک گڈی نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا ”یہ ایک لاکھ روپے ہیں۔ میری طرف سے یہ بیھٹ سویکار کریں۔“

بلا اور درگا پر سادہ کے دیدے حیرت سے اور مسرت سے پھیل گئے۔ بلا نے فوٹوں کی وہ گڈی لیک لی۔ کونو نے ماریہ سے کہا ”وہ گڈی بعد شام ہوگی۔ کیا ہم ابھی ساتھ نہیں رہ سکتے۔ میں تمہیں دہلی کی سیر کراؤں گا۔“

ماریہ نے کہا ”مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں پانچ منٹ کے لیے گھر کے اندر جاؤں گی پھر آجاؤں گی۔ تمہیں انتظار کرنا ہو گا اور تم کرو گے۔“

وہ مسکراتی ہوئی کار سے باہر آئی پھر بلا اور درگا پر سادہ کے ساتھ مکان کے اندر آکر دروازہ بند کرتے ہوئے بولی ”میں جانتی ہوں۔ آپ کا اکلوتا جوان بیٹا اسپتال میں ہے۔ گردے کا آپریشن ضروری ہے۔ گردہ تبدیل کرنے کے لیے دو لاکھ کی ضرورت ہے۔ میں آپ کو ضرورت سے زیادہ دوں گی۔“

اس نے بیگ سے فوٹوں کی دس گڈیاں نکال کر میز پر رکھتے ہوئے کہا ”یہ دس لاکھ روپے آپ کے لیے ہیں۔“

وہ دونوں خوشی سے روتے ہوئے اس کے قدموں میں گر گئے۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولی ”ایسا نہ کرو۔ ہم سب کو اپنے اپنے خدا بھگون اور گاڑ کے آگے جھٹکنا چاہیے۔“

وہ دونوں اٹھ کر احسان مندی سے بہت کچھ کہنا چاہتے تھے۔ ماریہ نے کہا ”باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ میں

جاری ہوں۔ ورنہ وہ اندر آجائے گا اور میں یہ نہیں چاہتی۔“

ملا روتی ہوئی ہوئی اس سے پلٹ گئی ”تم میرے بیٹے کو نئی زندگی دے رہی ہو۔“

درگاہ رسا نے ماریہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا ”تم نے مجھ بڑھے کی کمرسیدھی کر دی ہے۔“

اس سے پہلے کہ وہ دونوں کچھ اور کہتے۔ ماریہ تیزی سے پلٹ کر دروازہ کھولتی ہوئی باہر آگئی۔ کاری کی انگلی سینٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ وہاں سے جاتے ہوئے اس نے دیکھا۔ وہ دونوں دروازے پر کھڑے رو رہے تھے۔

کنور بلراج نے ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا ”تمہاری دیدی اور ججی کیوں رو رہے تھے؟“

”وہ اس لیے رو رہے تھے کہ مجھڑنے والے بھرتے ہیں یا نہیں؟ یہ کوئی نہیں جانتا۔ لہذا جدا ہوتے وقت رولینا چاہیے لیکن مجھے رونا نہیں آتا۔“

”میں قیافہ شاس ہوں۔ چرے پڑھ لیتا ہوں۔ تم اپنی دیدی سے مختلف ہو۔ تمہارے مزاج میں سختی اور ارادوں میں جتنی ہے۔ تم اپنی بہن کی طرح غریب رہنا نہیں چاہتیں۔ کسی نہ کسی راستے سے زیادہ سے زیادہ دولت کمائے کی دھن میں رہتی ہو۔“

”واقعی تم قیافہ شاس ہو۔ بے شک میں دولت کماتی ہوں اور عزت بھی کماتی ہوں۔ میرے محبوب کے سوا کوئی مجھے ہاتھ نہیں لگا سکتا۔“

”تم ایک لڑکی ہو۔ کسی بھی مرد کے مقابلے میں کنزور ہو۔ کوئی تم پر جبر کر سکتا ہے۔“

”میں ممسی کو جبر کرنے کا موقع نہیں دیتی۔ جبر کرنے والے کو سمجھاتی ہوں۔ وہ سمجھ لیتا ہے۔ نہ سمجھے تو نقصان اٹھاتا ہے۔ میں چاہوں گی تم بھی نقصان نہ اٹھاؤ۔“

”تم تو یوں کہہ رہی ہو، جیسے میں تم پر جبر کرنے کی نیت سے تمہیں لے جا رہا ہوں۔“

”میں بھی تمہاری طرح چرے پڑھتا جانتی ہوں۔ بالی دا دے تم مجھے نہیں لے جا رہے ہو۔ میں تمہارے ساتھ جاری ہوں۔“

”دوبری اسٹارٹ۔ تمہارا انداز اور تمہارے تیور بتا رہے ہیں کہ تم لیکن بھی ہو اور لیکن بھی۔“

”دوبری انٹلی جنٹ۔ مجھے چھوٹے سے پہلے سمجھ رہے ہو کہ میں جلی کا تار ہوں۔“

وہ مسکراتے ہوئے بولا ”جب چھوٹے کا وقت آئے گا۔“

تب دیکھا جائے گا۔ یہ تباہ دولت حاصل کرنے کے ذرائع ہیں؟ کیا اس معاملے میں تمہارا محبوب ساتھ دیتا ہے؟

”میرا محبوب مجھ سے ہزاروں میل دور ہے۔ ہمارا صرف دو چار ملاقاتیں ہوتی تھیں اور بس۔ جہاں تک دولت کا معاملہ ہے۔ میں جب چاہتی ہوں حاصل کرتی ہوں۔“

”کیا ابھی حاصل کر سکتی ہو؟“

”ابھی مجھے ضرورت نہیں ہے۔“

”کل پچاس لاکھ کی ڈبلی ہے۔ ریس کو ریس میں میرے گھوڑے دوڑتے ہیں کیا کسی گھوڑے پر رقم لگا کر ڈبلی چاہو گی۔“

”میرے چاہنے سے ہی جیت ہو گی۔ میں جس گھوڑے رقم لگاؤں گی۔ وہ جیتے گا۔“

”ایسا دعویٰ نہ کرو۔ گھر دوڑ کی بازی میں بڑی ہیرا پیر ہوتی ہے اور تم ہیرا پیر کی نہیں سمجھتی ہو۔ جیتنا چاہتی میرے ایک گھوڑے پر رقم لگاؤ۔“

”میری کامیابی اور دولت مندی کا راز یہ ہے کہ کسی کے مشوروں پر کبھی عمل نہیں کرتی۔ اپنی مرضی سے کھیلتی ہوں۔“

”پھر تو تم ہار جاؤ گی۔“

”کل آنے دو۔ میں تمہیں دکھاؤں گی کہ کس طرح دولت حاصل کرتی ہوں۔“

”ریس کا میدان میرا ہوتا ہے۔ اگر تم میرے مباد میں جیت جاؤ گی تو میں ڈبلی کے پچاس لاکھ کے علاوہ اس طرف سے دس لاکھ دوں گا۔ اس سے بھی زیادہ جتنی چاہو، دوں گا لیکن ہار جاؤ گی تو میں جیت کے طور پر تمہیں حاصل کروں گا۔ یہ شرط منظور ہے تو ہاں کہہ دو۔ ورنہ نہ دو۔“

”مجھے منظور ہے۔ تمہیں یہ دکھانا ہے کہ میں دولت کیسے حاصل کیا کرتی ہوں۔“

کنور بلراج نے ایک اسٹیک بار کے سامنے کاروا دی۔ وہاں وہ سینڈویچ کھانے اور چائے پینے لگے۔ وقت ایک شاندار رقیق کاراگر ان کی کار کے پاس رکی۔ بلراج نے اوپر دیکھا پھر ماریہ سے کہا۔ یہ جو کار ہے؟

”اس کا نام دھنپت رائے ہے۔ بہت بڑا سیٹ ہے۔ کئی بار مجھے قانونی گرفت میں لینے کی ناکام کوششیں کر چکا ہے اس کا بھائی ہمارا شرموہہ کا کچھ منتری ہے۔ میری پہنچ پر مدح منتری تک ہے۔ میں اس سب کی ایک رگ ڈھیل کر دیتا ہوں۔“

دھنپت رائے دھنپت اور کرتے میں تھا۔ نہوٹ رائے کنور بلراج سے کہنے لگا۔ اس نے کار سے اتر کر اپنے مکان کے کمرے میں دھنپت رائے کو دیکھا پھر ماریہ سے کہا۔ ”راجا راؤ! یہ کیا میاں بھنسا ہوا ہے۔“

اس کے پاس کھڑے ہوئے باؤی بلڈر راجا راؤ نے کہا۔ مالک! اتنے ہیں دم ہلانے آتے ہیں جہاں آپ جیسے مالک وتے ہیں۔ اس کے ساتھ لڑی بڑی سند رہے۔“

دھنپت رائے نے لپٹاتے ہوئے ماریہ کو دیکھا پھر کہا۔ ”جی جی چلتی ہے بھگوان بھی عجیب ہے۔ کتوں کو کھلی کھانے دیتے ہیں۔“

کنور بلراج نے ماریہ سے کہا۔ ”ادھر نہ دیکھو۔ وہ دھنپت رائے کا کلا ہے۔ تمہیں دیکھ کر لچا رہا ہو گا۔“

ماریہ نے کہا۔ ”وہ ماریہ طرف آ رہا ہے۔“

”میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا۔ تمہیں دیکھ کر ادھر پھسل آ رہا ہے۔“

وہ قریب آتے ہوئے بولا۔ ”نستے کنور صاحب! ہم دہلی کے لی کوں میں آپ کو ڈھونڈ رہے ہیں اور آپ میاں سندرتا کو لپکا کر رہے ہیں۔“

کنور بلراج نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس سے مصافحہ کیا۔ ”آپ ہمیں ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ ہم آپ کو کیا کرتے ہیں۔“

”میں نے تمہیں ڈھونڈنے کیسے آئے ہیں؟“

”آپ تو جانتے ہیں، کل ڈبلی ریس ہے۔ ہم ریس جیتنے آئے ہیں۔ جیت کے پچاس لاکھ ہمارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ ہم تو میدان جیتنے والے ہیں۔“

”رائے صاحب! ریس کا میدان ہمارا ہے اور ہمارے پیرانے کوئی جیت کر نہیں جاتا۔ یہ ہیں مس شانتی، ان کا کوئی بے کل ان کی جیت ہو گی لیکن ہم انہیں بھی جیتنے میں آ رہے ہیں۔“

دھنپت رائے نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”مس شانتی! امیرا نام دھنپت رائے ہے۔ پورے سارا شرموہہ میری حکومت ہے۔“

”ماریہ نے اٹھ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ”پلیز ڈیوٹ میں۔“

”پلیز ڈیوٹ میں۔“

ریس کے میدان میں اور سیاست طرد سے تم ہمارے مقابلہ پر نہ آؤ۔ رقم ہار جاؤ گی۔“

”یعنی مشورہ تم دونوں کے لیے ہے۔ میرے مقابلے پر نہ آؤ۔ دونوں ہار جاؤ گے۔“
وہ دونوں قہقہے لگائے لگے، دھنپت رائے نے پوچھا
”شرط لگاؤ گی؟“
کنور بلراج نے کہا ”یہ مجھ سے شرط لگا چکی ہے۔ ہار جائے گی تو میں اس کی سندر تا کو جیت لوں گا۔“
دھنپت رائے نے کہا ”ایک اور شرط لگاؤ۔ تم بھی ہار جاؤ گے اور میں جیت جاؤں گا تو میں شاشنی کی سندر تا میری ہوگی۔“
”یہ فضول سی شرط ہے۔ میں ہار ہی نہیں سکتا۔ آپ کے میاں آتے ہی میں سمجھ گیا تھا کہ تم شاشنی پر نیت خراب کرو گے۔ کم آن شاشنی! میاں سے چلو۔“
ماریہ نے کہا ”جسٹ اے منٹ۔ کنور صاحب! صرف رائے صاحب کی نہیں، آپ کی نیت بھی خراب ہے۔ سچ کو نہیں چھپانا چاہیے۔ ایم آئی رائٹ؟“
”قرعہ کتنا چاہتی ہو کہ میری طرح رائے صاحب کی بھی شرط منظور کر رہی ہو؟“
”کیوں نہیں؟ جب مجھے ہارنا ہو گا تو کسی سے بھی ہار جاؤں گی۔“
”ٹھیک ہے۔ ابھی میاں سے چلو۔“
”کہاں چلوں؟ آپ دونوں سے شرط لگی ہے۔ کل تک آپ دونوں کے ساتھ رہوں گی یا پھر کسی کے ساتھ نہیں رہوں گی۔ اب آپ فیصلہ سنا میں؟“
”شاشنی! اٹ اٹ اٹ! فیئر۔ تم نے پہلے مجھ سے دوستی کی ہے۔ تمہیں میرے ساتھ رہنا چاہیے اور رائے صاحب! آپ میرے اور شاشنی کے ذاتی معاملات میں مداخلت نہ کریں۔ پلیز ہمیں تنہا چھوڑ دیں۔ ورنہ ہم چلے جائیں گے۔“
”کنور صاحب یہ آپ کا ذاتی معاملہ ہو گا تو شاشنی آپ کے ساتھ جائے گی۔ ورنہ دونوں۔۔۔ کے ساتھ رہے گی۔“
کنور بلراج نے ماریہ کو دیکھا۔ وہ بولی ”میں یورپ سے آئی ہوں۔ یہ شہر میرے لیے انجانا ہے۔ لوگ انجانے ہیں۔ میں کسی ایک انجینیئر کے ساتھ محفوظ نہیں رہوں گی۔ دو کے ساتھ رہنے کا یہ فائدہ ہے کہ ایک بے لگام ہو گا تو دوسرا میرا دل جیتنے کے لیے بے لگام دے گا۔“
دھنپت رائے نے کہا ”کنور صاحب! اب یہ آپ کا ذاتی معاملہ نہیں رہا۔“
کنور بلراج نے کہا ”شاشنی کے ساتھ تمہارا ذاتی معاملہ بھی رہنے نہیں دوں گا۔ اسے تمہارے ساتھ تنہا نہیں

چھوڑوں گا۔ کل میری جیت کے بعد تم میرے اور شانتی کے معاملے سے دودھ کی کھجی کی طرح نکل جاؤ گے۔
”جب کل آنے گا تو دیکھا جائے گا۔ ابھی ہم شانتی کو دہلی شہر دکھا رہے ہیں۔“

”شانتی میری کار میں جائے گی۔“
”مارے نے کہا۔“ بھگوان نہ کرو۔ میں کنور صاحب کی کار میں بیٹھوں گی لیکن رائے صاحب بھی ہمارے ساتھ ایک ہی کار میں رہیں گے۔“

”دھنپت رائے نے کہا۔“ میں دوسروں کی کار میں نہیں بیٹھتا مگر بیٹھا پڑے گا۔“
کنور بلراج نے کہا۔ ”ایکسیبوزی“ میں ابھی ایک فون کر کے آتا ہوں۔“

وہ ان سے دور آکر موبائل فون کے نمبر پر کال کرنے لگا۔ رابطہ ہونے پر بولا ”میرا حکم غور سے سنو اور فوراً ایکشن میں آؤ۔ میری کار کا بیچھا کرتے رہو۔ اپنے آدمیوں سے کہو۔ دوسری گاڑی میں آئیں پھر میری کار میں جو لڑکی بیٹھی ہے اسے اغوا کر کے میرے پرائیویٹ ہنگلے میں پہنچا دیں۔ لڑکی سے بد تمیزی نہ کی جائے۔ وہ میرے لیے ریزرو ہے۔“

دوسری طرف دھنپت رائے نے اپنے خاص ماتحت راجا راؤ کے پاس آکر کہا ”میں کنور بلراج کی کار میں جا رہا ہوں۔ تم میری کار میں پیچھے پیچھے آؤ۔ فون کے ذریعے اپنے آدمیوں سے کہہ دو کہ کنور بلراج کی کار میں جو لڑکی ہے اسے زبردستی اسے اٹھا کر لے جائیں لیکن لڑکی سے کوئی زیادتی نہ کریں۔ میرے لیے سنبھال کر رکھیں۔“

وہ دونوں ماریہ کے پاس آئے۔ ماریہ نے کہا ”تم دونوں اپنے اپنے طور پر میرا بندوبست کر چکے ہو۔“
وہ دونوں چونک گئے۔ ایک نے پوچھا ”کیسا بندوبست؟“

وہ بولی ”مجھے گھمانے پھرانے اور قریح کرانے کا بندوبست۔ میں جانتی ہوں۔ تم دونوں میرے لیے کتنے پاؤں بھر رہے ہو۔ مجھے خوش کرنے کے لیے تم نے کچھ تو کیا ہی ہوگا۔“

”ہاں ہاں۔ کیوں نہیں۔ آؤ چلو کار میں بیٹھو۔“

○●○
کرشمہ ممبئی ایئر پورٹ پہنچی ہوئی تھی۔ اعلان کیا جا رہا تھا کہ امریکن ایئر لائن کا طیارہ دن دس پر اتر چکا ہے۔ بیکر برائن اسی طیارے سے آ رہا تھا۔
وہ سوچ رہی تھی ”میں مسافروں کے جہم میں اسے

پہچانوں گی؟“
بیکر نے اس کے اندر کہا ”فکر نہ کرو۔ میں فخر میں آؤں گا۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ تم کچھ بال کے سامنے کھڑے ہو۔ بولی ”یہ نیلی بیٹی کمال کی چیز ہے۔ بیکر نے ہوا اور مجھے دیکھ رہے ہو۔“

”مجھے جب بھی فرصت ملتی ہے میں تمہارے کرتہ تمہارے خیالات پر دستا رہتا ہوں اور تمہاری دیکھتا رہتا ہوں۔“

”یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔ دیکھ کر کچھ عجیب محسوس کرتی ہوں اور ایک لباس اتار کر دوسرا پہنتی ہوں۔“
بھیکر نے اندر جھپکے رہتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ کچھ گستاخا ہوں۔ میں بہت شرمیلا ہوں۔ کسی سے فلت نہیں کیا۔ تم پہلی لڑکی ہو جو میری آنی ہے۔“
وہ چپ ہو گیا۔ کرشمہ انتظار کرنے لگی۔

وہ بعد بولا ”سوری ایگریشن کاؤنٹر کے ایک افسر نے بولی چلو۔“
وہ کار اشارت کر کے آگے بڑھاتی ہوئی بولی ”میں نے جو ”اب تم گینگ ہال میں جاؤ گے۔ میں بے چارے کے ساحل پر ایک ایئر ٹنٹ بک کرایا ہے۔ آج رات انتظار کر رہی ہوں۔“

”گینگ ہال نہیں جاؤں گا۔ میرے پاس مزہ سڑی بیگ ہے۔“
”تمہارا اور سامان نہیں ہے۔ اس کا مطلب انداز رہتی ہے۔“

”آؤہ دن کے لیے آئے ہو۔“
”تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں اپنے ساتھ سامان لے کر نہیں چلتا۔ روٹی، کپڑا، دھن، دھن، چیز کی جب ضرورت ہوتی ہے، میں نیلی بیٹی کے پاس حاصل کر لیتا ہوں۔“

”بڑی عجیب اور دلچسپ ایڈیو پنس لائف ہو۔ نیلی بیٹی کے ذریعے کسی کی بھی جوڑی خالی کی جائے گی۔“
”میرے ساتھ رہو گی تو ایسی زندگی گزارنے کو زندہ آدمی کے اندر داخل نہیں ہو سکتی۔“

”میں تو بیک کا اچکا ہوں۔ تمہارے ہال میں تو بک کا اچکا ہوں۔ تمہارے ہال میں تو بک کا اچکا ہوں۔ تمہارے ہال میں تو بک کا اچکا ہوں۔“
”میں تو بک کا اچکا ہوں۔ تمہارے ہال میں تو بک کا اچکا ہوں۔ تمہارے ہال میں تو بک کا اچکا ہوں۔“

”اس نے مصالحت کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ کرشمہ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا ”میرے اتنے قریب مجھے انتظار کر رہے تھے۔“

”میں تمہیں دیکھنے ہی محروم ہو گیا تھا۔ باقی گاڑ بہت جلد میں نے بیگزین میں تمہاری تصویریں دیکھی تھیں۔ تم اپنی تصویر سے اور میرے تصور سے زیادہ حسین دیکھتا رہتا ہوں۔“

وہ خوش ہو کر مسکراتی ہوئی بولی ”کم آن۔ یہاں کھڑے رہو۔“
وہ بولی ”میں بہت شرمیلا ہوں۔ کسی سے فلت نہیں کیا۔ تم پہلی لڑکی ہو جو میری آنی ہے۔“

وہ چپ ہو گیا۔ کرشمہ انتظار کرنے لگی۔ وہ بعد بولا ”سوری ایگریشن کاؤنٹر کے ایک افسر نے بولی چلو۔“
وہ کار اشارت کر کے آگے بڑھاتی ہوئی بولی ”میں نے جو ”اب تم گینگ ہال میں جاؤ گے۔ میں بے چارے کے ساحل پر ایک ایئر ٹنٹ بک کرایا ہے۔ آج رات انتظار کر رہی ہوں۔“

”گینگ ہال نہیں جاؤں گا۔ میرے پاس مزہ سڑی بیگ ہے۔“
”تمہارا اور سامان نہیں ہے۔ اس کا مطلب انداز رہتی ہے۔“

”آؤہ دن کے لیے آئے ہو۔“
”تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں اپنے ساتھ سامان لے کر نہیں چلتا۔ روٹی، کپڑا، دھن، دھن، چیز کی جب ضرورت ہوتی ہے، میں نیلی بیٹی کے پاس حاصل کر لیتا ہوں۔“

”بڑی عجیب اور دلچسپ ایڈیو پنس لائف ہو۔ نیلی بیٹی کے ذریعے کسی کی بھی جوڑی خالی کی جائے گی۔“
”میرے ساتھ رہو گی تو ایسی زندگی گزارنے کو زندہ آدمی کے اندر داخل نہیں ہو سکتی۔“

”میں تو بیک کا اچکا ہوں۔ تمہارے ہال میں تو بک کا اچکا ہوں۔ تمہارے ہال میں تو بک کا اچکا ہوں۔“
”میں تو بیک کا اچکا ہوں۔ تمہارے ہال میں تو بک کا اچکا ہوں۔ تمہارے ہال میں تو بک کا اچکا ہوں۔“

”میں تو بیک کا اچکا ہوں۔ تمہارے ہال میں تو بک کا اچکا ہوں۔ تمہارے ہال میں تو بک کا اچکا ہوں۔“
”میں تو بیک کا اچکا ہوں۔ تمہارے ہال میں تو بک کا اچکا ہوں۔ تمہارے ہال میں تو بک کا اچکا ہوں۔“

”وہ دور جا کر بھی کسی کے جسم میں گھس کر واپس آ سکتا ہے۔ میں یہاں تمہیں حاصل کرنے آتا ہوں۔ کوئی خطرہ مول لینے کی حماقت نہیں کروں گا اور دانشمندی یہ ہوگی کہ میں تمہارے گھر سے اور گھر والوں سے دور رہوں۔ کیا تم ضد کرو گی۔“

”بالکل نہیں۔ تم جہاں مطمئن رہو گے میں وہاں تمہارے ساتھ رہوں گی۔“

”میں تھوڑی دیر خاموش رہوں گا۔ تمہارے گھر میں یہ منی ہے۔ میں اس کے ذریعے تمہارے گھر کے حالات معلوم کر رہا ہوں۔“

وہ یہ منی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ پچھلی رات سے اب تک اس گھر میں بڑی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ اس گھر میں ایک مسلمان مہمان آیا تھا۔ وہ اچانک رات ہی کو کسی سے کچھ کے بغیر کھینچا گیا ہے۔ یہ منی کے خیالات نے بیکر کو پہلے بھی بتایا تھا کہ وہاں شہباز نامی ایک مہمان آیا ہے اور وہ کرشمہ کو چاہتا ہے۔ بیکر نے کرشمہ کے خیالات پڑھے تو معلوم ہوا کہ اسے شہباز سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور وہ اس کے چل جانے سے مطمئن ہے۔ اس کے تمام خیالات اور جذبات بیکر کے لیے ہیں۔

بیکر نے یہ منی کے مزید خیالات پڑھے۔ پتا چلا ”آج دوپہر تک جہنم زخمی حالات میں رہا ہوا تھا۔ اب پچویشن بدل گئی ہے۔ جہنم توانائی کا مکمل کرچکا ہے۔ آرام سے چل پھر رہا ہے۔ اس کی جگہ اس کی ماں جینا پھر ہو کر بستر پر پڑی ہوئی ہے۔“

بیکر کو یہ نئی بات معلوم ہوئی تھی۔ اس نے سوچا ”جنا بیمار ہے تو دماغی طور پر کمزور ہوئی۔ وہ اس کے دماغ میں جا سکے گا۔ اس کے خیالات پڑھ کر اور بہت کچھ معلوم کر سکے گا۔ یہ سوچ کر اس نے یہ منی کو جہنم کے پاس جانے پر مائل کیا۔ وہ اس کے کمرے میں آکر بولی ”بڑی مائیکن! اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟“

جہنم نے بڑی فطرت سے کہا ”تو جانتی ہے کہ میں بہت کمزور ہوں۔ آواز دے کر کچھ بولا نہیں سکتی۔ کسی ایک نوکر کو میرے دروازے پر بٹھانا تو چاہیے۔“

”میں ابھی کسی کو بٹھانوں گی۔ میں نے چھوٹے مالک (جسوت) سے کہا تھا کہ وہ آکر کو بلا میں گمروہ کتے ہیں، ڈاکٹر کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ ٹھیک ہو جائیں گی۔ کل صبح تک چلنے پھرنے لگیں گی۔“

جہنم آنکھ بند کر کے سوچنے لگی۔ بیکر اس کی سوچ پڑھنے لگا۔

لگا۔ ایک بہت بڑا راز کھل گیا کہ بچپیل رات جسونت مرچا تھا۔ اس کے اندر بھیما کی آتما ساگنی۔ اس طرح اسے نئی زندگی مل گئی۔ یعنی اب جو جسونت تھا، وہ دراصل بھیما تھا۔ اس نے جنا کو کمزوری کی دوا کھلانے کے بعد یہ راز ظاہر کیا تھا۔

اور اب جتنا مجبوری اور بے بسی کی حالت میں ہسپر
زی ہوئی تھی۔ پریشان ہو کر سوچ رہی تھی ”ہے بھگوان! میرا
چکیا بنے گا۔ مجھے پتا سمجھ رہی تھی“ وہ جتنا نہیں ہے۔ میرا
دشمن ہے۔ آئندہ وہ میرے بیٹے کے جسم میں رہ کر مجھے اسی
طرح کمزور بناتا رہے گا۔ میں اسے قابو میں کرنے کے لیے
کوئی منتر نہیں پڑھ سکوں گی۔ اس آتما کو اپنے بیٹے کے جسم
سے نکالنے اور بھگانے کے لیے کالا جادو نہیں کر سکوں گی۔
میں تو اُنھے پیٹنے کے بھی قابل نہیں رہی ہوں۔“

بیکرا انٹ اس کے دماغ سے نکل آیا۔ کرشمہ نے ایک بار انٹ کے سامنے کار روکی تھی۔ اس سے کہہ رہی تھی "اس بلاڈنگ میں ہمارا ایک بار انٹ ہے۔ ہمیں پسند آئے گا تو، یہ کچھ روز یہاں رہیں گے پھر اپنے مستقبل کا پروگرام بنائیں گے۔"

وہ دونوں ایک اپارٹمنٹ میں آئے کرشمہ نے کہا ”یہ آرام دہ ہے۔“

اس نے اسے بھیج کر اپنے بازوؤں میں جکڑتے ہوئے کہا ”تم جہاں بھی رہو کی آرام ملتا رہے گا۔ میں تمہارے لیے آیا ہوں۔ انڈین ڈش پسند آئے گی تو ساتھ لے جاؤں گا۔“

پورس، کرشمہ کے دماغ میں تھا۔ ایسے رنگین لمحات میں اسے وہاں نہیں رہنا چاہیے تھا لیکن اس نے اخلاقی تقاضوں کو بالائے طاق رکھا۔ وہ دونوں بھی کون سے اخلاقی تقاضے پورے کر رہے تھے؟

ایسے وقت مرد و بانہ ہو کر عورت کی ہر بات مانتا ہے
 کرشمہ نے پورس کی مرضی کے مطابق پوچھا ”کیا مجھے انڈیا
 سے باہر لے جاؤ گے؟“

”لے جاؤں گا اور تم انکار نہیں کرو گی۔“
 ”میں تو تمہاری ہوں۔ دنیا کے آخری سرے تک جاؤں
 گی مگر معلوم تو ہو، کہاں لے جاؤ گے۔“

”میں بخود رک میں پیدا ہوا تھا۔ وہی میرا آئینہ میل شہر ہے۔ میں ساری زندگی وہاں رہوں گا۔ تم بھی وہاں رہو گی۔ میں چاہتا ہوں ہمارے بچے بھی وہاں پیدا ہوتے رہیں۔“

”پیدا ہوتے رہیں کا مطلب یہ ہوا کہ تم زیادہ بچے

جاتے ہو؟“

”ہاں جتنے بھی ہوتے رہیں۔ ہم ہونے سے باز آگے جانتی ہو کیوں؟“

”بتاؤ گے تو جانوں گی۔“

بھی بچہ بارہ سال کا ہوگا۔ میں اسے ٹرانسفارم کرنے
مگزار کر اس کے دماغ میں ٹیلی پیٹھی کا علم بھردوں گا
نے بہت پہلے سے سوچ رکھا ہے۔ میں نیو مارک
سے شادی کر لوں گا۔“

پورس کو یہ معلومات حاصل ہوئیں کہ بیکرنہ
مستقل رہتا ہے اور اسے چاہے کہ ٹرانسفاور
خفیہ اڈے میں رکھی ہوئی ہے۔
کرشمہ نے اس کی مرضی کے مطابق یکے

ایک خوب صورت گل جیسے بنگلے کا تصور کرتی رہتی تھیں۔
تمہارا بنگلا ایسا ہے؟“

”ہاں تمہارے خیالوں اور خوابوں کے مطابق۔“
 ”نیویارک ایک گنجان آبادی والا شہر ہے۔“
 وہاں کہاں ہے؟“

”تم وہاں جاؤ گی تو معلوم ہوگا۔ میں نہیں میرا
دولت مند ہی رہتے ہیں۔“

”میں وہاں ایک بار کئی تھی۔ مین تھن میں نہ
کہاں ہے؟“

”سیونٹھ اسٹریٹ کا کارنر والا بنگلا ہے۔ بنگلے کی طرف خوب صورت باغیچہ ہے۔ تم وہاں جیسی تہذیب چاہو گی، کر سکو گی۔“

”تم میری ماں، میرے بھائی اور میرے
بارے میں بہت کچھ معلوم کر چکے ہو۔ مجھے بھی تمہارے
رشتے واروں اور قریبی دوستوں کے بارے میں
چاہیے۔“

”میرا کوئی سگار تے دار میں ہے۔ اور“
رشتے داروں کو اہمیت نہیں دیتا ہوں۔“

”ایسے خوب صورت لمحات میں کہاں کی باتیں کرو۔“

وہ بولی ”ایسے ہی وقت عورت اپنے مرد کے
ہے کہ اس سے اور قریب ہونے کے لیے اس کے
اور مستقبل کی ساری باتیں جان لینا چاہتی ہے
نہیں جانتی ہوں کہ تم کوئی بزنس مین ہو یا خاں“

ہو۔ ”ہم ملکی بیعتی جانتے ہیں۔ ہمیں دولت حاصل کرنے کے لیے کچھ کرنا نہیں پڑتا ہے۔“

”ہم کا کیا مطلب ہوا؟ کچھ اور لوگ بھی تمہارے ساتھ

”ہاں میرے دو دوست ہیں۔ وہ بھی میرے بچکے میں
 رہے ہیں۔ جب ہماری شادی ہو جائے گی تو وہ دوسرے بچکوز
 کے لیے گھر بنائیں گے۔ اب فضول باتیں نہ کرتا۔ صرف جذبات کو
 قابو میں رکھتا ہوں۔“

اے۔ اس بات پر وہ دونوں ہنسنے لگے۔ پورس اس کے دماغ سے چلا آیا۔ بڑی حد تک کام کی باتیں معلوم ہو چکی تھیں۔

اس نے فوراً ہی بابا صاحب کے ادارے کے انچارج

رابطہ کر کے کہا ”نیوا راک میں ہمارے جو سرائے رساں
ہیں۔ ان میں سے کسی کو میرے وطن میں آنے کے لیے کہا
جائے۔“

یہ کہہ کر وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ دس منٹ کے بعد ایک سراغ رساں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا ”سر!

پورس نے کہا ”میں ہٹن کی سیونٹھ اسٹریٹ کے کارنر

اس ایک بنگلہ ہے۔ بنگلے کے مین طرف بائیں ہے۔ اس بنگلے میں دو یا دو سے زیادہ افراد ہو سکتے ہیں۔ مجھے اس بنگلے کا نمبر معلوم نہیں ہے۔ تم معلوم کرو، کیا ایسا بنگلا وہاں ہے، جہاں دو

”میں وہاں جا رہا ہوں۔ صحیح معلومات حاصل کرنے کے لیے میں منٹ لکھیں گے۔“

”اپنے ساتھ اور دو ساتھیوں کو لے لو۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔“

وہ چلا گیا۔ پورس کانچ سے باہر آکر ایک ایزی چیئر پر بیٹھ

میں نے سوچا کہ میں نے اس کو کتنا دکھایا ہے۔ وہاں کے حسن کو رات کے وقت بھی

ایک بوڑھے نے وہاں آکر پوچھا "کیا میں یہاں بیٹھ سکتا

پورس نے کہا ”ابھی میرا ایک ضروری فون آنے والا ہے۔ اب یہاں دس منٹ تک بیٹھ سکتے ہیں۔ مجھ سے جو کہنا ہے، کہہ سکتے ہیں۔“

”پلیز اپنی ضرورت بیان کریں۔“

”میری دور بین کام نہیں کر رہی ہیں۔ تم اپنی دور بین دے کے ہوتے۔“

”یہ بھیک تو نہیں ہے۔ بھلا کوئی بھیک میں دور بین مانگتا ہے۔“ اپنی ضرورت کی کوئی بھی چیز مانگنے والا بھکاری کھلتا

”جیسے ہمیں روٹی اور پیسے کی بھوک نہیں ہے یہ سب کچھ
 تمہارے پاس ہے۔ تمہیں جوانی کی پیاس ہے کیونکہ
 تمہارے پاس جوانی نہیں ہے تمہاری بوڑھی آنکھوں پر
 عینک ہے اس کے باوجود ساحل پر ہستی کھیلتی بے لباس
 حسینیاں دھندلی دکھائی دیتی ہے انہیں صاف طور سے
 دیکھنے کے لیے دور بین مانگ رہے ہو۔ وہ دور بین کے ذریعے
 آنکھوں کے قریب آئیں گی مگر تمہاری آغوش میں تو نہیں
 آجائیں گی۔“

اس بوڑھے نے سر دھو کر کہا ”آہ! اگر ان میں سے کوئی آئے گی تو میں اس کی قیمت ادا کر کے اسے چھو سکوں گا۔ مگر اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکوں گا۔“

کفّال ہو جاتا ہے۔ چون رات جوانی خرچ کرنا ہے، وہ وقت سے پہلے بوزھا ہو جاتا ہے۔

”ہاں۔ میں جوانی میں کما کر تھا کہ نت نئی حسیناؤں کے ساتھ راتیں گزارتا ہوں۔ میری کوئی رات خالی نہیں جاتی۔

اب کزری ہوئی جوانی پو پھتی ہے، کہاں کہیں وہ رنجیں
راہیں؟ آہ! ہر رات کسی بوڑھی چڑیل کی طرح مجھ پر مسلط رہ
کر گزرتی ہے۔"

”بڑھاپے میں بھگوان یاد آتا ہے۔ تمہارے جیسے دولت مندوں کو وہ بھی یاد نہیں آتا۔ جوانی کی بگڑی ہوئی عادتیں بڑھاپے میں ستاتی ہیں۔ افسوس تمہیں دینے کے لیے میرے پاس دو روپے نہیں ہے۔ میں جوان ہوں مگر میرے کالج میں کوئی جوان حینہ نہیں ہے۔ میں اپنی جوانی بہت سوچ سمجھ کر کبھی کبھی خرچ کرتا ہوں۔“

وہ کرسی سے اٹھ گیا پھر کچھ کے بغیر سر جھکا کر چلا گیا۔ اس بار وہ ساحل کی طرف جا رہا تھا۔ اسے دور بین نہیں ملی تھی۔ وہ قریب سے نظارہ کرنے جا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد نیویارک میں رہنے والے سراغ رساں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا ”سراغیچھے ذرا دیر ہو گئی مگر میں نے تصدیق کی ہے۔ آپ کا بتایا ہوا جنگا وہی ہے۔ یہ معلوم ہوا ہے کہ وہاں تین افراد رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک کیس گیا ہے۔ دو وہاں موجود ہیں۔“

پورس نے کہا ”پتلے اچھی طرح معلوم کرو، وہاں کتنے افراد ہیں؟ دو ہوں یا چار ہوں؟ انہیں قابو میں کرنا ہے۔ اگر انہیں قابو نہیں کر سکو گے تو ہم ایک بڑی کامیابی سے محروم ہو جائیں گے۔“

”انشاء اللہ ناکامی نہیں ہوگی۔ میں مزید دو ساتھیوں کو بلا رہا ہوں۔“

”یہ یاد رکھو، وہ سب ٹیلی پیٹھی جانتے ہیں۔ انہیں کسی بھی طرح دماغی طور پر کمزور کر دو گے۔“

”سمجھ گیا سرا! میں یہی کہوں گا مگر اس کے لیے کچھ وقت چاہیے۔“

”دو چار گھنٹوں میں بہت کچھ کر سکتے ہو۔ میں تمہیں آٹھ گھنٹے دے رہا ہوں۔“

”تھینک یو سرا! میں اتنی دیر میں ان کے تمام خاندان کو دماغی مریض بنا دوں گا۔“

وہ چلا گیا۔ پورس نے کرشمہ اور بیکر کی خبر لی۔ وہ دونوں ڈنر کے لیے کہیں باہر جا رہے تھے۔ پورس وہاں سے اٹھ کر کانج میں آیا۔ وہ بھی کھل کرنے کے بعد کسی اچھی تفریح گاہ میں جا کر ڈنر کھا رہا تھا۔

غسل کرتے وقت اس بوڑھے کا خیال آیا، جو دور بین مانگنے آیا تھا۔ اس کے خیالات سے پتا چلا کہ وہ ساحل پر پہنچا ہوا ہے۔ بے چارے کو گزری ہوئی جوانی ستا رہی تھی۔ وہ

منہ پھاڑ کر حسناؤں کو بول دیکھ رہا تھا جیسے کسی نہ کسی حسد کو ننگے پی والا ہو۔ وہاں اور بھی کئی بوڑھے تھے، جو کسی نہ کسی گل بدن کے ساتھ ریت پر بیٹھے یا لیٹے ہوئے تھے۔ وہ بوڑھے

پورے لباس میں تھے۔ ان کے ساتھ والیاں آدھے لباس میں بھی نہیں تھیں۔ ہینڈ لائنس کی روشنی میں آئینے کی طرح دکھ رہی تھیں۔ ایسے آئینوں کے درمیان کوئی بوڑھا بے

لباس ہو کر اپنے جسم کا کھنڈر دکھانا نہیں چاہتا تھا۔

ان کے برعکس جتنے جوان مرد تھے، وہ بڑی فخر سے اپنی نمائش کر رہے تھے۔ گارے تھے، مجا رہے تھے، پیچ رہے تھے،

قہقہے لگا رہے تھے اور اپنی اپنی دلرباؤں کے ساتھ سمندر کی لہروں سے کھیل رہے تھے۔ اس بوڑھے نے دوسرے بوڑھے

کے پاس آکر کہا ”ہیلو! تمہاری یہ ساتھی بہت حسین ہے۔ دولت سے جوانی خریدی جا سکتی ہے، خود کو جوان نہیں جا سکتا۔“

اس بوڑھے نے ناگواری سے پوچھا ”کیا تم مجھے بڑا سمجھ رہے ہو؟ میں جوان ہوں۔“

”میں اپنے بڑھاپے کے آئینے میں دوسرے بوڑھوں خوب سمجھتا ہوں۔ ہم صرف نمائش کے لیے لڑکیاں۔“

پھرتے ہیں۔ دنیا کو دکھاتے ہیں کہ ابھی ہم جوان ہیں مگر لڑکیاں جانتی ہیں کہ ہم اندر سے کتنے کھوٹے ہیں۔ ذہل۔“

پول ہیں۔ اندر سے خالی۔“

اس بوڑھے نے حسد سے کہا ”میں اس بوڑھے ڈالوں گا۔ مجھے روک لو۔“

حسین نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روکتے ہوئے کہا ”میں مجھے ایڈوانس دیا ہے۔ باقی رقم بھی ادا کر دو۔ پتا نہیں کہ کتنی سانسیں رہ گئی ہیں۔ لڑنے سے پہلے ہی ہانپ رہے۔“

پورس سے دور بین مانگنے والا بوڑھا ہنسنے لگا۔ وہاں دور جاتے ہوئے بڑبڑاتا لگا ”جب تک سانس رہتی ہے۔“

تک آس رہتی ہے کہ شاید جوانی کا ایک چھوٹا سا لمحہ ہی آجائے مگر نہیں آتا۔ ہم دیکھتے رہتے ہیں اور لپٹاتے ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔“

وہ ریت پر چلتا ہوا سوچتا جا رہا تھا ”میں ابھی اتنا یہاں آیا ہوں۔ کسی کم سن حسینہ سے سو اکروں گلا۔“

مانگی رقم دوں گا۔ ٹھیک ہے کہ ہمارے دانت نہیں ہیں چبانے کیلئے، مگر لذت کھانے کو دور سے دیکھ تو سکتے ہیں۔“

وہ جوانوں کے درمیان سے گزرتا جا رہا تھا۔ ایک سمندر کی بھری ہوئی لہروں سے خوف زدہ ہو کر دوڑتی تھی۔ اچانک اس بوڑھے سے ٹکرا کر یوں گری کہ بوڑھا

نیچے اوروہ اس کے اوپر چھا گئی۔ جوانی کا پورا بوجھ اٹھ دیا۔

بڑی زوردار ٹکڑ ہوئی تھی۔ بوڑھے کے دیکھ گئے۔ وہ آندھ کی طرح اس پر آئی تھی۔ اسے پیچھے دھنسا دیا تھا پھر سواری بولتی ہوئی اٹھ کر چلی گئی۔ وہ

بڑا رہا۔ اس کے قریب اور اس سے دور جوانوں کی ٹھیں، مستیاں تھیں اور قہقہے تھے کسی نے توجہ نہ دی۔

کہ ایک بوڑھا کرنے کے بعد کیوں نہیں اٹھ رہا ہے۔ شاید یہ سمجھا جا رہا تھا کہ دوسرے لالچی بوڑھے۔“

وہ بھی ریت پر پڑا دیدے پھیلانے لگا۔ اس کے دیدے پھیل کر سکت ہو گئے تھے۔ پورے

کی لہریں دماغ کی بوڑھی قبر سے نکل آئیں۔ جوانی! اری او جوانی! اٹھو! خدا آج بھی

نکریں بچا پنے کو کہاں پہنچا دیا؟

○☆☆○

جنا بستر پر بڑی ہوئی تھی۔ برسوں کی پیاد رکھائی دے رہی تھی۔ پیاد کوئی نہیں تھی۔ دراصل کمزوری کا دوسرا نام پیاد ہے۔ پیادری جب تک رہتی ہے، جب تک کمزوری رہتی ہے اور اسی کمزوری نے جتنا کو بستر پر بیٹھ دیا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کمزوری کبھی دور نہیں ہوگی وہ آخری سانس تک اسی بستر پر پڑی، اپنے بیٹے جسونت کی اور بھیجا کی محتاج رہے گی۔

پڑی مٹی اس کے کمرے میں آتی تھی۔ اس کی خدمت کرتی تھی اور پوچھتی تھی "ماکن! میں کیا کروں؟ آپ کی کمزوری دور نہیں ہو رہی ہے۔ آپ کی پیادری کا پتا نہیں چل رہا ہے اور چھوٹے مالک (جسونت) ڈاکٹر کو بلانے سے منع کرتے ہیں۔"

اس نے سر کے اشارے سے پڑی کو اپنے قریب بلایا۔ وہ قریب آکر اس پر جھک گئی۔ اس نے بڑی تہمت سے کہا "میں لینے ہی لینے منتز بڑھ سکتی ہوں۔ اتنی سختی حاصل کر سکتی ہوں کہ اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کے قابل ہو سکوں۔"

"پھر آپ منتز کیوں نہیں پڑھ رہی ہیں؟ آپ کو ابھی اور اسی لئے سے پڑھنا چاہیے۔"

"میں نہیں پڑھ سکتی۔ جب بھی پڑھتی ہوں۔ وہ میرے دماغ میں آکر بھلا دیتا ہے۔"

"بھلا دیتا ہے؟ کون بھلا دیتا ہے؟ آپ کے دماغ میں کون آتا ہے؟"

"بھیا آتا ہے۔ وہی بھیا جو کھانا کے اندر تھا۔ وہ میرے بیٹے کے اندر آ گیا ہے۔"

"آپ کے بیٹے کے اندر؟ یعنی چھوٹے مالک کے اندر؟ آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"ہائے پڑی! میرا جسونت مر چکا ہے۔ وہ شہاز سے لڑتے وقت مر چکا تھا۔ بھیا کی آتما کھانا کے اندر سے نکل کر اس میں سما گئی تھی۔ جسونت مرنے کے بعد بھی زندہ ہو گیا۔ ہم سب دھوکا کھاتے رہے۔ اب اس نے مجھے کمزور بنانے کے بعد حقیقت بتائی ہے۔ وہ مکار ہے۔ میں کمزور رہوں گی۔ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گی۔"

"ماکن! یقین نہیں آ رہا ہے کہ ایک بیٹا اپنی ماں کو نقصان پہنچا رہا ہے اور اس بیٹے کے اندر دشمن بھیا چھپا ہوا ہے۔ مجھے بتائیں میں آپ کے لیے کیا کر سکتی ہوں؟"

جنا نے سر گھما کر دیکھا۔ دروازے پر جسونت کھڑا

اسے گھور کر دیکھ رہا تھا۔ پڑی اسے دیکھتے ہی سسم کر رہی دور ہو گئی۔ وہ کمرے کے اندر آتے ہوئے بولا "میں دور ہوں مگر اپنی پیادری ماں کے اندر رہ کر سب کچھ معلوم کرتا ہوں۔"

پڑی سر جھکائے اسے دیکھ رہی تھی۔ مجھے بولی "مالک! آپ تو سر سے پاؤں تک ماکن کے بیٹے دکھائی دے رہے ہیں۔ آپ ماکن کا شہر دور کریں۔"

"یہ دور کریں؟"

"آپ ڈاکٹر کو بلائیں۔ ایک محبت کرنے والے بیٹے طرح ماں کا علاج کر لیں۔"

"یہ ماں نہیں، چڑیل ہے۔ میں بیٹا نہیں بھیا ہوں اس سے ہمدردی کرے گی۔ اس کی باتوں میں اگر میرے خلاف کوئی کام کرے گی تو بے موت میرے گی کیونکہ تمہارے بھی دماغ میں رہتا ہوں۔ آئندہ تجھے وہی کرنا ہے میں کموں گا۔ چل جا یاں۔"

وہ سر جھکا کر فوراً ہی وہاں سے چلی گئی۔ بھیا نے قریب آکر کہا "تمہارے اندر کوئی بات بھی نہیں رہی۔ میں جانتا ہوں تو پڑی کو اپنے ایک چیلے کے پاس بھیجی تھی۔ وہ چیلہ تمہارے لیے منتز بڑھتا ہے گا تو تیری کمزوری ہو جائے گی۔ مگر نہیں ہوگی۔ تو اسی بستر پر رہے گی۔"

"تو پھر مجھے مار ڈال۔ تو نے مجھے زندہ کیوں رکھا؟ کیا چاہتا ہے؟"

"میں تجھے اور زیادہ کمزور نہیں بناؤں گا۔ آج رات بچے یعنی تین گھنٹے کے بعد میں منتزوں کا باپ کونسا تیرے اندر تھوڑی توانائی پیدا کروں گا پھر تیرے دماغ میں جاکر تیری سانس روک دوں گا تو مر جائے گی۔"

"میں سمجھی نہیں، مجھے مارتا ہی ہے تو میرے اندر کیوں پیدا کرے گا؟"

"اس لیے کہ تیرے بیٹے کے اس جسم سے گل تیرے اندر سما جاؤں۔"

"کیا؟ تو پھر مردے عورت بنے گا؟"

"ہاں تیرے اندر سا کر وہ تمام خطناک کا علاج رہوں گا، جو تو نے تمہیں بیس برسوں کی قید سے رہا ہے۔ میں وہ سب کچھ چند دنوں میں سکھ کر آتا ہوں گی۔"

"پتیا کروں گا پھر کسی کمزور جوان کے جسم میں سماؤں گی۔"

"بھیا! مجھے سمجھو تاکہ مجھے اپنی کمزوری دے۔ میں اپنا تمام کالا جاؤ تجھے سکھا دوں گی۔"

"میں کیسے یقین کروں؟ مجھے اگلے سیدھے نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

"میں اپنے مرے ہوئے بیٹے کی قسم کھاتی ہوں۔ تجھے جو انیس دنوں کی۔"

"تجھے سے کچھ نہیں برسوں گزر جائیں گے لیکن جب پڑی اور تیرا دماغ میرا ہو گا تو تیرے دماغ میں چھپے ہوئے نام کالے جاؤوں میں ڈوبا رہوں گا۔ برسوں کے علوم چند فوٹوں میں حاصل کر لوں گا۔ اب یہاں چپ چاپ پڑی رہ۔"

یہ لکھنے کے بعد اس بستر پر تو نہیں رہے گی۔ میں ہو جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ ہٹا ہوا چلا گیا۔ ہٹا بے بسی سے پڑی رہی۔

اس نے کالے علوم کے ذریعے بڑے بڑے جاؤ گروں پر جی حاصل کی تھی۔ اب کم تر وہ کر ایک چیونٹی کی طرح مرنا میرا جانتی تھی۔ ایسے وقت پورس اور بیکری اسٹ اس کے درختے گر خاموش تھے۔ پورس سمجھ رہا تھا کہ بیکری اپنی ہونے لیا اس کی جڑ سے رہا ہو گا اور شاید وہ کچھ کرے گا۔

بیکری دافنی طور پر حاضر ہو گیا۔ کرشمہ نے ایک جگہ کار کی تھی۔ بیکر نے پوچھا "یہ ہوئی نہیں ہے۔ شاہنگ سینئر ہے کیا؟"

وہ بولی "ابھی چلے ہیں۔ میں نے ایک نیگل دیکھا تھا۔"

بیکر نے ہند ہے تجھے وہ نیگل خرید کر دے۔ تم نے کہا ہے کہ نیگل نیچے جانے والے نہ سامان رکھتے ہیں۔ نہ ان کی بیک میں کسی ہوتی ہے پھر بھی ضرورت کی ہر چیز بڑی آسانی سے حاصل کر لیتے ہیں۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں مجھے نیگل کیسے لے کرے؟"

وہ ہار سے اترتے ہوئے بولا "اچھا میری ٹیلی پیٹی کا مال دیکھنا چاہتی ہو؟"

وہ لاک کر کرتی ہوئی بولی "دکھاؤ گے تو دیکھوں گی۔ کم لے۔"

"دونوں ایک جیولری کی دکان کی طرف جانے لگے۔"

بیکر نے کہا "چلے تم دکان میں جاؤ۔ نیگل دیکھو اور قیمت پوچھ کر حاصل کرنے کیس جا رہے ہو؟"

"میں سمجھ رہی ہوں۔ یہ منٹ میں آ جاؤں گا۔"

بیکر نے سمجھ کر تھکا چکی ہوئی ایک دکان میں آ گئی۔ اس نے ایک نیگل دیکھا تھا۔ وہ شوکیس میں رکھا ہوا تھا۔ دکان دار نے اس سے کہا "یہ نیگل کیسے ہو؟"

بیکر نے اشارہ کرتی ہوئی بولی "اس نیگل کی کیا قیمت ہے؟"

دکان دار نے بڑھ لاکھا کہ اسے اصل ہی ہے۔"

"پلیز! اسے نکال کر دکھائیں۔"

دکان کے مالک نے ملازم سے کہا "شریستی کو یہ نیگل دکھاؤ۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ وہاں سے چلا گیا۔ ملازم شوکیس کے اندر سے وہ نیگل نکال کر دکھانے لگا۔ کرشمہ آئینے کے سامنے اسے پہن کر دیکھنے لگی۔ ملازم نے کہا "بہت خوب صورت لگ رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ خاص طور پر آپ ہی کے لیے بنایا گیا ہے۔"

دکان کا مالک بھی واپس آ کر تعریف کرنے لگا۔ وہ بولی "مجھے بھی بہت پسند ہے مگر قیمت زیادہ ہے۔"

بیکر نے اس کے پاس آکر کہا "جب مال اچھا ہے تو قیمت نہیں گرتا چاہیے۔ آپ اس کی رسید لکھ دیں۔"

اس نے جیب سے ڈیڑھ لاکھ نکال کر سامنے رکھ دیے۔ کرشمہ جیرانی سے بیکر کو دیکھنے لگی مگر خاموش رہی۔ جب وہ نیگل کی رسید لے کر باہر آئے تو اس نے پوچھا "تمہارے پاس اتنی بڑی رقم نہیں تھی۔ اتنی جلدی کہاں سے لے آئے؟"

وہ دونوں کار میں آکر بیٹھ گئے بیکر نے کہا "میں تمہارے اندر تھا۔ جب دکان کے مالک نے قیمت بتائی تو میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر قبضہ بنالیا۔ اس نے دکان کے دوسرے حصے میں جا کر تجوری کھولی۔ اس میں سے ڈیڑھ لاکھ روپے نکالے پھر دکان کے پچھلے دروازے سے باہر آکر مجھے دیے۔ میں نے رقم لی۔ وہ واپس تجوری کے پاس گیا میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ سوچ میں پڑ گیا کہ تجوری کے پاس کیوں آیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے غائب دماغ ہو گیا تھا۔"

کرشمہ خوشی سے اس کی گردن میں بانیں ڈال کر بولی "تم تو میری ماں سے بھی بڑے جاؤ گر ہو۔ دیسے تجوری سے زیادہ مال نکھانا چاہیے تھا۔ صرف ڈیڑھ لاکھ کیوں نکالے۔ میں کچھ اور زیورات خرید لیتی۔ یہ بتاؤ ہمار کیا لگ رہا ہے؟"

"اسے پہن کر تمہارے حسن کو چار چاند لگ گئے ہیں۔"

"تم نے اس کے سیف سے اور دو چار لاکھ کیوں نہیں نکھائے؟"

"جتنی ضرورت تھی، اتنی ہی زیادہ لے کر جیب میں رکھتا تو وزن لے پھرتا۔"

وہ کار اشارت کر کے آگے بڑھاتی ہوئی بولی "عجب آدمی ہو، دولت کو بوجھ سمجھتے ہو۔ تم نے یہ نہیں سوچا ابھی اذر

کریں گے اور تفریح بھی کریں گے۔
 ”ہاں کرتے رہیں گے۔ ٹیلی بیٹھی کے ناییدہ ہاتھوں سے
 رقم حاصل ہوتی رہے گی۔“

”سمجھ گئی۔ ٹیلی بیٹھی ناییدہ چپک ہے۔ کسی کی بھی
 تجویز میں کیش ہو جاتا ہے۔“

وہ ایک فائبر اشار ہوٹل میں پہنچ گئے۔ بیکر نے کہا ”میں
 یہاں اس لیے آیا ہوں کہ دس دس کھانے ملتے ہیں۔

تمہارے دس دس کی ڈش پسند نہیں آئے گی تو اپنے دس کی ڈش
 کھانے کو مل جائے گی۔ بالی داوے تمہیں لڈیے ہوں۔“

وہ مسکرا کر بولی ”شٹ اپ۔ شرر کہیں کے کیا میں
 کھانے کی چیز ہوں؟“

”کھانے کی نہیں، جھکنے کی چیز ہو۔ جتنا جھکتے جاؤ، بھوک
 بڑھتی جاتی ہے۔“

”تم بہت بدحاش ہو۔ ازپورٹ میں کہہ رہے تھے کہ
 شریلے ہو۔ جھوٹے کہیں کے۔“

وہ دونوں ڈانٹنگ ہال میں آکر ایک میز کے اطراف
 آئے سائے بننے لگے۔ دوسری قریبی میز پر ایک رئیس اعظم

دو لڑکیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا کبھی اوچی آواز میں بول رہا تھا۔
 کبھی قہقہے لگا رہا تھا۔ بیکر اس کے دماغ میں پہنچ گیا پھر واپس

آکر بولا ”میں ذرا غلط جا رہا ہوں۔ تم اپنی پسند کے کھانوں
 کا آرڈر دو۔“

وہ اٹھ کر جانے لگا۔ دوسری میز سے وہ نہیں بھی اٹھ کر
 جا رہا تھا۔ کرشمہ نے ویز کو بلایا پھر میز پر کھانوں کا آرڈر

دینے لگی۔ ویز آرڈر نوٹ کر کے چلا گیا۔ بیکر دس منٹ کے
 بعد واپس آیا۔ اپنی کرسی پر بیٹھ کر بولا ”میز کے نیچے سے

ہاتھ بڑھا کر رقم لو اور اپنے پرس میں رکھ لو۔“
 کرشمہ نے میز سے اپنا پرس اٹھایا پھر دونوں ہاتھ میز

کے نیچے سے گئے۔ بیکر نے بڑے ٹوٹوں کی ایک چٹائی لٹادی
 اس گئے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا ”یہ بیس ہزار ہیں۔ اس

کجھت کے پاس اتنے ہی تھے۔“
 سوہو رقم لے کر پرس میں رکھتی ہوئی بولی ”وہ کم بخت کون

ہے؟“
 وہ دوسری میز والا بھی اپنی جگہ واپس آنے لگا پھر اس

نے ان کے قریب رک کر کرشمہ سے کہا ”خوب صورتی کی
 قدر نہ کی جائے تو یہ سراسر زیادتی ہوگی۔ یہ کتنا مشکل ہے کہ

تجسس زیادہ خوب صورت ہے یا تم؟“
 وہ مسکرا کر بولی ”تعریف کا شکر ہے۔“

تعریف کی ہے تم نے مانتو تو نہیں کیا؟“
 بیکر نے فراخ دلی سے کہا ”NOT AT ALL“

وہ اپنی سامھی لڑکیوں کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔
 کرشمہ نے کہا ”میں نے اسی حسن کی تعریف کرنے والا

جب خالی کی ہے۔ یہ ابھی بے خبر ہے۔“
 ویز کھانے کی ٹرائی لے آیا۔ میز پر ڈشیں رکھی

بولی ”میں نے خالص ہندوستانی کھانے منگوائے ہیں۔
 دیکھو۔ پسند نہ آئے تو اپنی مرضی سے منگوا لیتا۔“

ویز چلا گیا۔ بیکر نے کہا ”مڈرن لوگ مرچیں اور
 مسالہ کھاتے ہیں۔ مجھ سے مرچیں برداشت نہیں ہوتی

”میں نے مرچیں ڈالنے سے منع کیا تھا۔ ذرا
 سی۔“

وہ کھانے لگا پھر کہنے لگا ”چھاپے مزے دار ہے
 یہی کھاؤں گا۔“

وہ دوسری میز پر ویز بل لایا تھا۔ وہ شخص حیرانی سے
 جھپٹیں نٹول رہا تھا اور کہہ رہا تھا ”پورے بیس ہزار

میری جیب میں تھے۔ کہاں گئے؟“
 اس کی میز پر بیٹھی ہوئی لڑکی نے کہا ”تم اپنی بڑی رقم

جانے کی تم واٹس دوم گئے تھے۔ کیا وہاں کوئی جیب کھڑا
 ”واٹس دوم میں میرے قریب کوئی نہیں آیا تھا۔

نے جب نہیں کافی ہے پھر بھی جا کر دیکھا ہوں۔ شاید وہ
 گر پڑی ہو۔“

وہ ادھر جانے لگا۔ دوسری لڑکی نے کہا ”تم اپنی بڑی
 وہاں پڑی نہیں ہوگی۔ جس کی نظر پڑی ہوگی وہ اٹھا کر

ہوگا۔“
 ویز وہاں سے چلا گیا۔ وہ شخص واٹس دوم سے واپس

ان لڑکیوں سے بولا ”تم کھانے کا بل ادا کرو۔ میں اپنے
 میں پہنچ کر تمہاری رقم ادا کروں گا۔“

ایک لڑکی نے کہا ”کھانے اور شراب کا بل سولہ
 روپے کا ہے۔ میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے۔“

دوسری لڑکی نے کہا ”میرے پاس بھی نہیں ہے۔“
 کشور! ہماری بڑی بے عزتی ہوئی۔“

ویز کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اس نے پوچھا ”کیا یہ اہم
 کشور نے کہا ”میں میری جیب کھٹکتی ہے۔“

نیچر نے کہا ”پلیز ہمارے ہوٹل کو بدنام نہ کریں۔“
 اچھر کبیر اور معزز لوگ آتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے

کھانے سے پہلے خوب پی رہے تھے۔ آپ کو اتنی زیادہ
 کہ اپنی جیب کا خیال رکھ سکیں۔“

منور نے کہا ”آپ زیادہ نہ بولیں۔ میں ابھی گھر سے لاکر
 رقم ادا کروں گا۔“

کرشمہ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر پرس سے ہزار ہزار کے
 نوٹ نکال کر کہا ”مسٹر! آپ پریشان نہ ہوں۔ میں بل ادا

کریں ہوں۔“
 منور نے کہا ”آپ مجھے شرمندہ نہ کریں۔ میں فون کے

ذریعے ابھی لاکھوں روپے یہاں منگوا سکتا ہوں۔“
 وہ ویز کو نوٹ دے کر بولی ”اسے ادھار سمجھ کر رکھ لو

پھر بھی مجھے واپس کر دیتا۔“
 کشور اپنا وزیننگ کارڈ اسے دیتے ہوئے بولا ”یقیناً

یہ میرا پتا ہے فون نمبر بھی ہے۔ آپ جب چاہیں، چلی
 آئیں۔ پلیز مجھے بھی اپنا پتا بتائیں۔“

بیکر نے کہا ”یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے۔ ہم خود
 آپ سے ملے آئیں گے۔“

وہ دونوں لڑکیوں کے ساتھ چلا گیا۔ کرشمہ اور بیکر اپنی
 میز پر آگئے۔ وہ بولی ”تمہارے ساتھ بڑی دلچسپ زندگی

گزرے گی۔ تم ٹیلی بیٹھی کے کمالات دکھاتے رہو گے اور
 میں تاشے دیکھتی رہوں گی۔“

”تم نے بھی کمال کیا ہے۔ میں نے اس کی جیب خالی کی
 مگر تم نے کھانے کا بل ادا کر کے اس کا جو تاس کے سر پر مارا

”ہے۔“
 ”وہ دونوں ہنسنے ہنسنے کھانے لگے اور کھاتے کھاتے ہنسنے

لگے۔“
 پورس بھی دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ ہنسی اس لیے

آئی تھی کہ ٹیلی بیٹھی جانے والوں نے کرشمہ کا گھر دیکھ لیا
 تھا۔ ایک کے بعد ایک آتے جا رہے تھے۔ پہلے بچیاں، کلینا کے

اندھے ماں کو اس گھر میں آیا پھر ازپورٹ میں پورس نے کرشمہ
 سے دوستی کی اور اسی وقت اسے معلوم ہوا کہ اس حینہ کے

دماغ میں ایک انجینی ٹیلی بیٹھی جانے والا آتا ہے اور وہ انجینی
 ٹیمریٹ تھا۔ پورس کو جتنا اور بھیا کے جھگڑے سے دلچسپی

تھی کہ وہ اس جھگڑے کا نتیجہ معلوم کرنے کے لیے جتنا کے
 دماغ میں پہنچا تو انکشاف ہوا کہ ایک اور ٹیلی بیٹھی جانے والا

اس کے گھر دماغ میں گھس آیا ہے۔
 جتنا نے پوچھا ”کیا تم بھیا ہو؟ تمہاری آواز اور لہجہ

میں بدل گیا ہے؟“
 ”میں بھیا نہیں ہوں۔ تمہیں اس مکار سے نجات

دلائے گیا ہوں۔“
 ”وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی ”میں تمہارا احسان زندگی بھر

نہیں بھولوں گی۔ مجھے کسی طرح اس کتے سے بچاؤ۔ میں باقی
 زندگی تمہارے چروں میں رہ کر گزار دوں گی۔“

”جنا کماری! تم جیسی خطرناک جاوگر بنو گی، اتنی ہی
 زیادہ مکار ہو۔ بھیا سے نجات حاصل کرتے ہی میرے لیے

مصیبت بن جاؤ گی۔ میں تمہارے بارے میں بہت کچھ جانتا
 ہوں۔“

”مجھ سے ڈرتے ہو تو مجھے پتا نماز کرو۔ اپنی معمول اپنی
 رکھیں، بنا لو مگر مجھے بچاؤ۔“

”میرے پاس تو بلی عمل کرنے کا وقت نہیں ہے۔
 تمہارا بیٹا جسوقت جی بھیا اپنے کمرے میں جوان نوکرانی کے

ساتھ وقت گزار رہا ہے، ابھی تم سے عاقل ہے مگر کسی وقت
 بھی اسکا ہے۔ ابھی میں صرف تمہاری کمزوری دور کر رہا

ہوں۔ یہ منی میری آلہ کار بن کر آئے گی اور تمہیں کھانے
 کے لیے ایک دو روپے دیں گی۔ میری دوا اور اپنے منتروں سے تم

ٹھنکی حاصل کر لو گی۔ منتزہ صا شروع کرو۔ ابھی یہ منی آ رہی
 ہے۔“

وہ فوراً ہی منتزہ بننے لگی۔ وہ اس کے دماغ سے چلا گیا۔
 پورس خیال خالی جاری نہ رکھ سکا۔ نیوارک کے سراغ

رساں نے آکر کہا ”سر! اس بنگلے میں دو ٹیلی بیٹھی جانے
 والے تھے۔ ایک کا نام آندرے اور دوسرے کا نام سائن

ہے۔ وہ دونوں قابو میں نہیں آ رہے تھے۔ مجبوراً گولی چلا کر
 انہیں زخمی کرنا پڑا۔“

پورس نے پوچھا تم سب اسی بنگلے میں ہو؟“
 ”نہیں سر! ہم نے ان کی مرہم پیٹی کی ہے۔ ان کے

خیالات پڑھ چکے ہیں۔ وہ پانچ ٹیلی بیٹھی جانے والے دوست
 ہیں۔ ایک دوست کسی انڈین لڑکی سے شادی کرنے انڈیا گیا

ہے۔ اس کا نام بیکر براؤن ہے اور باقی دو ٹیلی بیٹھی جانے
 والے لندن میں ہیں۔“

پورس نے کہا ”بیکر براؤن میرا مارگٹ ہے۔ تم آندرے
 اور سائن کے دماغ سے لندن کے ٹیلی بیٹھی جانے والوں کے

نام اور پتے معلوم کرو پھر انہیں ہمارے لندن کے سراغ
 رساؤں کے حوالے کرو۔ وہ انہیں زہر کریں گے۔“

”اس رات سر! ان پانچوں نے تمام امریکی اکابرین اور
 ٹیلی بیٹھی جانے والوں کو اپنا معمول اور حکومت بنا رکھا ہے۔

وہاں کی فرانساں مرشٹین پر ان کا قبضہ ہے۔“
 ”جب تک چین میں فرانساں مرشٹین تیار نہ ہو، تب

تک ان اکابرین اور ٹیلی بیٹھی جانے والوں کو اسے جھٹکنے میں
 رکھو۔ ہمارا یہ اصول رہا ہے کہ ہم کسی دشمن کو اپنا حکومت بنا کر

نہیں رکھتے بعد میں انہیں شلے سے رہا کر دیا جائے گا۔ بہتر ہے ان دشمنوں کے اور زانفار مر مشین کے سلسلے میں جناب تمیزی سے ہدایات حاصل کرو۔“
”آل رانٹ سر! میں جا رہا ہوں۔ پورس کانچ سے نکل کر اسے لاک کر کے ساحلی سڑک پر آیا پھر ایک سائیکل رکشا پر بیٹھ کر دلا“ چلو، مجھے یہاں کی سیر کراؤ۔“

انسان اپنے دو بیروں سے تین بیروں والے رکشے چلاتے ہیں اور اپنے جیسے انسانوں کا بوجھ بٹھاتے ہوئے انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے ہیں۔ ہندوستان اور بنگلہ دیش کے چھوٹے بڑے شہروں میں غریب مزدور دو وقت کی روٹیوں کے لیے جانوروں کی طرح رکشا بٹھاتے رہتے ہیں۔

پورس نے رکشا چلانے والے سے کہا ”تم بوڑھے ہو اور میں جوان ہوں۔ میرا بوجھ اٹھانے جارہے ہو۔ یہ انسانیت کے خلاف ہے۔ بہتر ہے رکشا روکو۔ میں اتر جاؤں گا۔“

”بابو جی! آپ اتر جائیں گے تو مجھ جیسے غریب پر ظلم ہوگا۔ آپ کی طرح سب ہی مجھ پر رحم کھاتے رہیں گے تو میں بیوی بچوں کے ساتھ بھوکا مر جاؤں گا۔“
”میں تمہارے رکشے پر نہیں جاؤں گا مگر تمہیں پیسے دوں گا۔ رکشا روکو۔“

”نہیں بابو جی! اگر میں مزدوری نہیں کروں گا اور سب ہی میرے بوجھ پر ترس کھا کر پیسے دیتے رہیں گے تو پھر میں مزدور نہیں رہوں گا۔ بھکاری کسلاؤں گا۔“
آگے ایک بہت خوب صورت گارڈن رستوران نظر آ رہا تھا۔ پورس نے کہا ”وہاں روکو۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔“

اس نے رکشا روک دیا۔ پورس نے اتر کر ایک ہزار کا نوٹ دیا۔ وہ بولا ”بابو جی! جانتے نہیں تھے برس گزر گئے۔ اتنا بڑا نوٹ کبھی ہاتھ میں نہیں آیا۔ میرے پاس اس کا چھٹا نہیں ہے۔ آپ دکان والوں سے چھٹالے کر میرے کو تین روپے دے دیں۔“

پورس نے ہزار ہزار کے اور دو نوٹ نکال کر کہا ”یہ لو۔ یہ تمہارے لیے تین ہزار ہیں مگر میرے لیے تین روپے ہیں۔ میں تین روپے دے رہا ہوں۔“

اس نے ان تین نوٹوں کو بوڑھے کی جیب میں ٹھونس دیا۔ بوڑھا ایک دم سے قدموں میں گر کر اس کے پاؤں پکڑ کر اسے بھگونے کا اوارہ کرنے لگا اسے دعائیں دیتے لگا۔ اس نے اسے قدموں سے اٹھاتے ہوئے کہا ”جاؤ بھگونے کے سامنے

جا کر جھکو۔“ وہ پلیٹ کر گارڈن رستوران میں گیا۔ وہ بہت زبردست صورت جگہ تھی۔ بڑا ہی رومانی ماحول تھا گرد و پاں کو کوئی روک جوڑا شاید نہیں تھا۔ ہر حسن خیرا ہوا تھا اور خیرا ہوا دولت کے بل پر عارضی عشق فرما رہے تھے۔

وہ ایک میز پر آکر بیٹھ گیا۔ وہاں کسی بھی میز پر کوئی نہیں تھا۔ سب جوڑے جوڑے تھے۔ ایسی جگہ پورس نے تنہا رہ سکتا تھا۔ وہاں تین حسنائیں آگئیں۔ ایک نے ”یہاں تمہارا حق دکھائی دیتا ہے۔“

دوسری نے کہا ”میں یہاں کی FAVOURITE انڈین کونٹی میں PER NIGHT بارہ ہزار لیتی ہوں۔“ تیسری نے کہا ”میری VALUE بھی کم نہیں ہے۔“

پورس نے کہا ”اس طرح تم تینوں کے چھتیس (36) ہزار پتے ہیں لیکن میں خریدار بن کر تمہارے پاس نہیں آتا۔ تم کہنے کے لیے میرے پاس آئی ہو۔ اس طرح تمہارا کربانہ میں چھتیس (36) ہزار نہیں پتے (۶) روپے دوں گا۔“
”وہاں؟“ ایک حینہ غصے سے بولی ”تم ہماری انتظار کر رہے ہو۔“

وہ ”او نہ“ کہہ کر جانے لگی۔ پورس اس کے دلہانے پہنچا تو وہ چند قدم جانے کے بعد روک گئی۔ پلیٹ کر دیا۔ آگئی۔ پورس نے کہا ”چھ روپے کے حساب سے تم میں ہر ایک کو دو روپے ملیں گے۔ میں اپنی میز پر دو سائیکل گا۔ کھانا کھاؤں گا پھر تم تینوں کو رخصت کر دوں گا۔“
ایک نے کہا ”کیا اپنے ساتھ نہیں لے جاؤ گے؟“
کمرے میں میری دھرم جتنی ہے۔ تم تینوں کو جو تین مارے گی۔“

دوسری نے کہا ”کبھی کبھی ہمیں خریدار نہیں رات خالی جاتی ہے۔ ہمارا پس خالی رہ جاتا ہے۔ کوئی والا نہیں ملتا۔ ہم باہر ہی رہ جاتی ہیں۔“
تیسری نے کہا ”تم ہمیں بلانا چاہتے ہو۔ ابھی دھند دقت ہے۔ کوئی قدر دان نہیں ملے گا تو میں پیسے تمہارے پاس ضرور آؤں گی۔“

دوسری نے کہا ”وہ بھی آئے گی پھر وہ تینوں جلی تھوڑے آکر پوچھا ”کیا نہیں گے گوا کی بہترین شراب امپورٹ بھی ہے۔“
”میں صرف کھانا چاہتا ہوں۔“
”کیا کہہ رہے ہیں صاحب؟ آپ نے تو یہیں کر دیا۔ شراب بھی نہیں پینا چاہتے۔ سب لوگ آپ کو

کہہ رہے ہیں کیونکہ یہاں بیوٹ نہیں آتے۔“
”تم نے ہوتا چار امپورٹ لے آؤ۔“
دوسری نے زبانی سے پوچھا ”چار باغلی (بوٹلیں)؟“
”کم ہیں تو آٹھ بوٹلیں، دس بوٹلیں لے آؤ۔ اسے

انہیں لے کر آؤ۔“
”یہ میں ہزار ہیں۔ کاؤنٹر پر جمع کرو اور بوٹلیں لے آؤ۔ یہاں جتنے لوگ ہیں ان سے کہہ دو کہ میں اس میز پر تنہا آٹھ بوٹلیں لی رہا ہوں۔ مجھے یقین نہ ہو وہ مجھے دیکھے۔ شرٹ لگاؤں۔ میں بار جاؤں گا تو میں ہزار دوں گا۔ جیت لے گا تو میں کے سب لوگ میری میز پر پانچ پانچ ہزار پانچ لاکھ لیں گے۔“

دوسری ہزار روپے لے کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد لاؤڈ لہرے کا مہانہ لگا ”لیڈز اینڈ جنٹلمین! ابھی آپ ایک پش پش دیکھنے والے ہیں۔ ایک صاحب یہاں تشریف نہیں لے کر آئے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ تنہا آٹھ بھری ہوئی امپورٹ لائے بوٹلیں لی لیں گے۔ آٹھ بوٹلیں ان صاحب کے بارہ ہیں۔ آپ ابھی انہیں دیکھ لیں گے۔“

دوسری اور مرد مراٹھا کر دور دور تک اس دعویٰ کرنے لگے۔ انہیں نظروں سے تلاش کرنے لگے۔ اعلان کرنے والا رہا تھا۔ ”آپ شرٹ لگائیں کہ وہ تنہا آٹھ بوٹلیں لی سکے گا۔“ جنہیں یقین ہے کہ ایک شخص تنہا اپنی ساری لمبائی لے گا۔ ایسے حضرات شرٹ نہ لگائیں۔ جنہیں یقین ہے کہ وہ پانچ پانچ ہزار کی شرٹ لگائیں۔ ان کے ہارنے پر رقم نہیں ملے گی۔ جیتنے پر ان کی رقم کے ساتھ انعام بھی

ہر ایک زبانی اس آٹھ بوٹلیں رکھ کر پورس کی طرف بڑھتا ہوا اس کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ پورس نے پتہ نہ چھوڑا۔ وہ دوڑ کر میز پر پہنچے ہوئے تھے۔ وہ کھڑے ہو کر پورس کے سامنے ایک نے مائیک کے پاس آکر کہا ”کوئی نہیں بیکار کر رہا نہیں ہے کہ وہ دوڑ کر آئے۔ یہ تو بہت کم پلٹ جائے گا۔“

پورس نے سب بٹھائے۔ انہوں نے کہا ”آپ نہیں جانتے کہ تم آپ کو خوش کرنے کے لیے یہ تماشا دکھا رہے ہو۔ میں اور شرٹ کے پانچ ہزار روپے کے ساتھ آتا ہوں۔ میں ان کے انعام کے ساتھ یہ رقم آپ کو

لوگ آناؤنسر کے پاس جا رہے تھے اور شرٹ کی رقم دے کر اپنے نام لکھوا رہے تھے۔ آخر آناؤنسر نے کہا ”آپ سب دل والے ہیں۔ آپ نے دل کھول کر شرٹ لگائی ہے۔ اب تک ڈھائی لاکھ روپے جمع ہو چکے ہیں۔ آٹھ بوٹلیں پیئے کا دعویٰ کرنے والے نے اپنا نام دیا۔ آٹھ بوٹلیں پیئے کا شکر بازی جیت لیں گے تو یہ ڈھائی لاکھ روپے انہیں دے دیے جائیں گے۔“

پورس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک بوتل کو اٹھا کر فضا میں بلند کیا۔ گارڈن رستوران کے باہر وہ بوڑھا رکشا والا کھڑا ہوا تھا۔ وہ تالی بجانے لگا۔ سب نے اس بوڑھے کو ناگوار دیکھا۔ پورس نے بوتل ہاتھ میں لے کر مائیک کے پاس آکر کہا ”میں اعلان کرتا ہوں کہ آپ کے ڈھائی لاکھ جیتنے کے بعد یہ ساری رقم اس باہر کھڑے ہوئے بوڑھے کو دوں گا کیونکہ اس نے تالی بجا کر میرا حوصلہ بڑھایا ہے۔“

یہ کہہ کر اس نے بوتل منہ سے لگائی پھر غٹاٹ پیئے لگا۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ بہت عرصہ پہلے پورس نے زہریلی تاحہ کے ساتھ زندگی گزار لی تھی اور رفتہ رفتہ اس کے زہر کا عادی ہو گیا تھا۔ اس پر کسی زہرے لے سناپ کے ڈسنے کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ زہر دنیا کا آخری خطرناک نشہ ہے۔ جو اس نشے کو برداشت کر لیتا ہے۔ اس کے لیے شراب پانی ہو جاتی ہے۔ جتنی بھی پیئے ہو وہ سادہ پانی کی طرح حلق سے اترتی رہتی ہے۔

پورس نے وہ بوتل خالی کی۔ اسے ایک طرف پھینک پھر اپنی میز اور شراب کی زبانی کی طرف جانے لگا۔ سب لوگ اسے توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ ایک پوری بوتل پیئے کے بعد مدھوشی میں آوی انا تو انا قائم نہیں رکھ سکتا۔ اپنے بیروں پر کھڑا نہیں رہ سکتا لیکن پورس ایک ذرا سلا کھڑے بغیر چلتا ہوا زبانی کے پاس آیا پھر دوسری بوتل اٹھا کر اسے کھول کر پیئے لگا۔

تمام عورتیں اور مرد ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ دوسری بوتل اسے لٹکا دے گی۔ اس نے دوسری بوتل خالی کی۔ اسے ایک طرف پھینک پھر تیسری بوتل اٹھاٹے ہوئے سوچا۔ بڑی خاموشی ہے۔ کچھ دلچسپی پیدا کرنا چاہیے۔ وہ تیسری بوتل کو منہ سے لگا کر ذرا سلا کھڑا کیا۔ کتنی ہی عورتوں اور مردوں نے خوش ہو کر کہا ”وہ گیا۔ بس یہ آخری بوتل ہے اور اس کے چند گھونٹ بھی نہیں لی سکے گا۔“
کسی نے بلند آواز میں کہا ”یہ نہیں لے سکے گا۔ اسے اسپتال والے یہاں سے اٹھا کر لے جائیں گے۔“

پورس نے آدمی بوتل بی پھر اونچی آواز میں کہا "میرے گیس کو کال کرنے سے پہلے میرے پاس آؤ۔ مجھے دھکا دے کر زمین پر گراؤ۔ میں شراب پی رہا ہوں۔ تم ثابت کرو کہ تم نے ماں کا دودھ پیا ہے۔"

وہ پھر بوتل کو منہ سے لٹا کر پینے لگا۔ جب اس نے چوتھی بوتل اٹھائی تو ایسے وقت ایک قد آور باڈی بلڈر اس کے سامنے آگیا پھر لوگوں کو دیکھتے ہوئے بولا "میں نے ماں کا دودھ پیا ہے۔ میں اسے ایک انگلی سے دھکا دے کر گراؤں گا۔"

پورس اس کی کھوپڑی کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے دھکا دینے کے لیے ایک انگلی بڑھائی۔ پورس نے اس کی انگلی کو پکڑتے ہی ایک جھٹکے سے کھینچا۔ وہ جھٹکا کھا کر آگے کی طرف جھٹکا ہوا لڑکھاتا ہوا ایسے دور جانے لگا جیسے پورس کی قوت سے کھینچنے کے بعد بے اختیار آگے بڑھتا جا رہا ہو۔ وہ تقریباً بیس پیچس قدم آگے جا کر ایک فوارے کے پانی میں گر گیا۔ پورس نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

وہ پانی میں ڈوب کر ابھر۔ ادھر ادھر دیکھنے لگا پھر اسے چوتھی بوتل پینے والا نظر آیا۔ وہ غرا کر چلتا ہوا پانی سے نکلا "میں مجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

لوگوں کو خوش ہو کر تالیاں بجاتا چاہیے تھا۔ چوتھی بوتل پینے والے نے ایک ہی انگلی کھینچ کر اسے فوارے کے حوض میں پھینکا دیا تھا۔ یہ تماشا دیکھنے والے حیرانی سے خاموش تھے۔ ایک عورت کہہ رہی تھی "شرابی کی شامت آگئی ہے۔ اب یہ باڈی بلڈر اسے آزاد نہیں چھوڑے گا۔"

باڈی بلڈر نے ہنسنے سے دوڑتے ہوئے آکر پورس پر حملہ کرنا چاہا۔ پورس نے ہاتھ اٹھا کر کہا "ساپ بد تمیز! دیکھتا نہیں سومر رس پی رہا ہوں۔ ویٹ اسے منٹ۔"

اس نے غصائی بی کر خالی بوتل کو باڈی بلڈر کی طرف اچھالا۔ اس نے بے اختیار اسے پیچ کرنے کے لیے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے۔ پورس نے ایک گھونٹا اس کے پیٹ میں اور دوسرا اس کے منہ پر جڑا پھر اسے ہنسنے کا موقع نہیں دیا۔ متواتر مارتا ہوا انگ انگ مارتا ہوا اسے پھر حوض کے پانی میں گرا دیا۔ واپس آگیا پانچویں بوتل کھول کر پینے لگا۔

رستوران کے باہر گھڑا ہوا بوڑھا زور سے تالیاں بجانے لگا۔ اس بار کچھ اور لوگ بھی تالیاں بجانے لگے۔ کہنے لگے "یہ پانچویں بوتل پی رہا ہے پھر بھی بیروں پر کھڑا ہوا ہے۔ اسے تو اسپتال میں ہونا چاہیے تھا مگر یہ باڈی بلڈر کو اسپتال پہنچانے لگا۔"

اس نے پانچویں کے بعد چھٹی، پھر چھٹی کے بعد ساتویں

بوتل اٹھائی۔ ایک کرسی کے دونوں ہتھکڑوں پر چڑھ گیا۔ چھ بیگ بی کر لوگ زمین پر لڑکھاتے ہوئے ہوتے تھے۔ اس نے انارنے کے بعد کرسی کے ہاتھوں پر کربازی مری دکھا رہا تھا۔ ثابت کر رہا تھا کہ وہ ایک لڑکھارا ہے۔

ادریہ تو اب سب ہی تسلیم کر رہے تھے کہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ رہی ہے بلکہ وہ پانی کی طرح پانی کر صدیوں کی شہرت کو خاک میں ملا رہا تھا۔

وہ ساتویں بوتل بھی خالی ہوئی۔ وہ کرسی کے سے چھلانگ لگا کر زانی کے پاس آیا پھر اس نے آڑھ اٹھائی تو سب ہی تالیاں بجانے لگے۔ عورتیں اور تعریف میں کچھ نہ کچھ بولنے لگے۔ وہ پانی رہا تھا اور چاروں طرف آوازیں گونج رہی تھیں۔ اس کے پیچھے والے اسے ہوں حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ آٹھویں بچے کو دیکھ رہے ہوں۔ اس نے آخری کر کے فضا میں اچھال دی۔ لوگ اس بوتل کو کچھ لے دوڑ پڑے۔ کتنے ہی کیسوں کی فٹس لائٹس آن ہونے لگیں۔ جتنس میں جتنا لوگ اس سے ملنا سوالات کرنے لگے۔

اناؤنسر نے اعلان کیا "جیسا کہ فیصلہ ہو چکا ہے دیو اشکر کو انعام کے ڈھائی لاکھ روپے دیے جائیں۔ مسز دیو اشکر آپ یہاں تعریف لے آئیں۔"

پورس رستوران کے باہر گیا پھر بوڑھے کے ہاتھ پکڑ کر لے آیا اناؤنسر نے اسے نوٹوں سے بھرا دیا۔ سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔ پورس نے پاس آکر کہا "میں پہلے ہی فیصلہ کر چکا تھا۔ اس مطابق نوٹوں سے بھرا ہوا یہ بیگ اس بوڑھے کو ہوں۔"

اس نے بوڑھے کے ہاتھوں میں بیگ دیا۔ کہ نہیں بھائی۔ توڑی دیر کے لیے سب ہی چرائی۔ رہ گئے تھے۔ جب انہیں یقین ہوا کہ واقعی وہ ایک بوڑھے کو تمام رقم دے چکا ہے تو سب ہی اندر تالیاں بجانے لگے۔ بوڑھا خوشی سے رونے لگا۔

دادا نے جیسی اتنی دولت نہیں دیکھی۔ میں اسے جاکوں گا۔ راستے میں ڈاکو لوٹ لیں گے۔ مگر میں چوروں اور قاتلوں کے ڈر سے میرا پورا خاندان گاہ۔ پورس نے کہا "فکر نہ کرو۔ میں تمہاری"

کی حفاظت کا انتظام کروں گا۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ میں بیٹ سے تمام شراب نکال کر آتا ہوں پھر کچھ کھانے کے بعد تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

رستوران کے مالک نے پورس کو بیس ہزار روپے دے دیے۔ کہا "آپ نے شراب کے لیے یہ ایڈوانس رقم چکی تھی۔ جب میری شراب کو آپ نے پانی کر دیا ہے تو میں پانی کے بچے نہیں لوں گا۔ آپ کا اور اس بوڑھے کا کھانا ہماری طرف سے ہے۔ خوب بی بھر کے کھائیں۔"

پورس واش روم میں چلا گیا۔ آٹھ بوتل پانی پینا بھی تقریباً مکمل ہوتا ہے۔ اب اس نے پانی کا تھوکا بھی تھا۔ وہ تین حینا میں جو پہلے پورس کے پاس آئی تھیں۔ وہ بوڑھے کے پاس آکر پوچھنے لگیں "یہ تمہارا کون ہے؟"

بوڑھے نے کہا "یہ میرا کوئی نہیں ہے مگر میرے لیے بھوکا اوتا ہے۔"

"دوسری نے کہا "بھوکا کے اوتا ایسی جگہ نہیں ہوتی۔ یہ پانگل ہے۔ اس نے جوانی کو چھوڑ کر بوجھاپے کو اٹھو روپے دیے ہیں۔"

تیسری نے کہا "عجب ہے۔ آٹھ بوتلیں پانی کی طرح بہا رہی ہیں۔ پانی کا توشہ ہوتا۔ آج تو ہمیں پیاسا ہی رہنا پڑا۔"

ایک نے بوڑھے سے پوچھا "کیا تمہارے گھر میں کوئی ڈاکو لڑکی ہے؟ اس نے کسی لالچ سے تمہارے اتنے روپے چاہے ہیں۔"

"میرا ایک جوان بیٹا ہے۔ وہ بھی مزدوری کرتا ہے۔ اگر کوئی تو میں اسے اس مہمان کے قدموں میں لاکر ڈال دیتا۔"

پورس نے واش روم سے واپس آکر کھانے کا آرڈر دیا۔ اس بوڑھے کے ساتھ ایک میز پر بیٹھا۔ بوڑھے نے کہا "میں نے کبھی اتنی اونچی جگہ بیٹھ کر روٹی نہیں کھائی ہے۔"

پورس نے کہا "میں کسی انسان سے چھوٹے نہیں ہوں۔ جو سب سے بڑا ہے اس سے کوئی چھوٹا سا کاروبار کرو۔ ترقی نہ کرنا دولت مندوں کے برابر ہو جاؤ گے۔"

پورس نے اس میز کے اطراف آکر بیٹھ گئیں۔ پورس نے کہا "مسز دیو! ہماری پیاس بجھاؤ۔ آج میں ایک بیگ بھی نصیب نہیں ہوا ہے۔"

پورس نے ان کے لیے تین بوتلیں کا آرڈر دیا ہے۔ وہ تین بوتلیں یہ تو بہت ہیں۔ ہم میں سے کوئی اتنی

نہیں پی سکے گی۔"

"چیتھی بی سکتی ہو پو۔ بانی گھر لے جاؤ۔"

ایک نے کہا "تم راجہ ہریش چندر ہو۔ اپنا گھڑا دیتے ہو۔ ہمیں بھی کچھ کیش دے دو۔"

"میں دھندا کرنے والوں کو کیش نہیں دوں گا۔ ایک بوتل پو۔ بانی دو بوتلیں بیچ کر رقم حاصل کرو اور یہاں نہیں دو سری میز پر جا کر پو۔"

وہ تینوں وہاں سے چلی گئیں۔ پورس نے کھانے کے بعد اس بوڑھے کو گھر تک پہنچایا پھر واپس کا بیچ میں آگیا۔ اسے اندر سے بند کر کے ایک ایزی چیئر پر بیٹھ کر خیال خوانی کرنے لگا۔ جب پچھلی بار کشرہ کے پاس گیا تھا۔ تب وہ بیکر کے ساتھ ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں تھی۔ اب وہ کارڈرائیو کرتی ہوئی جو ہوا مار ٹنٹ کی طرف جا رہی تھی۔

بیکر اس سے کہہ رہا تھا "میری جان! میں بہت خوش ہوں۔ تم نے مجھے ایسی سرسبز دی ہیں جو پہلے کبھی مجھے نہیں ملی تھیں۔ میرے ساتھ نیوا راک چلو گی؟"

"ہاں چلوں گی۔ تمہارے لیے اپنی ماں اور بھائی کو اور ساری دنیا کو چھوڑ دوں گی۔"

"میں آج شام کو آیا تھا۔ اب آدمی رات گزر چکی ہے۔ ان آٹھ دس گھنٹوں میں تم نے مجھ میں کیا پایا ہے کہ میری دیوانی ہو گئی ہو۔"

"تم میں وہ سب خوبیاں ہیں جو ایک عورت چاہتی ہے۔ بلکہ ایک عورت کی سوچ سے بھی زیادہ تم پر کشش ہو۔ خوب رو ہو، اساتر ہو، سب سے اونچی خلی تمہاری ٹیلی پیتھی ہے۔ تم نے پہلے ہی دن ٹیلی پیتھی کے ایسے دلچسپ تماشے دکھائے ہیں کہ اب میں اپنی زندگی کے آخری دن تک تمہارے ساتھ رہ کر یہی تماشے دیکھتی رہوں گی۔"

وہ ہنسنے لگا پھر بولا "مجھے توڑی دیر خاموش رہنے دو۔"

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

گھبراہ

جیتا توقیر کا منفرد انداز بیان

گتائیات کی پیشکش پورے پاکستان میں

سدا بہار فلمی گیتوں کا نوٹیشن

سر سنگ گیت

موسیقی کے دیوانوں کے لئے ایک منفرد تحفہ!
اس کتاب میں دیئے گئے گیتوں کا نوٹیشن ایسا ہے
جس پر عمل کر کے گلوکاروں کی گانگی کے مخصوص انداز
بھی اپنائے جاسکتے ہیں۔ ”سُر نوئی“ میں نئی علامات
اختراع کر کے گلوکاروں کے ہر انداز کو اجاگر کرنے کی
پوری پوری کوشش کی گئی ہے۔ اپنی طرزی ایسی کتاب
پہلے کبھی شائع نہیں ہوئی۔

صفحہ 208
ڈاک خرچ 25 روپے
قیمت 200/-

کتاب کی قیمت: محد ڈاک خرچ
بذریعہ نئی آرڈرنگ سسٹم کی روانہ کریں

کتابیات پبلی کیشنز

پست 23 مشین ریڈر پبلشنگ ہاؤس، لاہور، پاکستان

فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551

kitabiat1970@yahoo.com

ہوں۔ ہم داد اور سر مل کر ٹیلی میٹھی کی بہت بڑی قوت بن
جائیں گے۔

”میں اسی لیے آیا ہوں۔ تمہیں زخمی کروں گا۔ اپنا
معمل بتاؤں گا تو تم میرے بھی غلام رہو گے اور میری بیٹی
سے بھی وفاداری کرتے رہو گے۔“

بیکر نے کرشمہ کو فوراً ہی کھینچ کر اپنے سامنے ڈھال بنالیا
پھر کہا ”گولی چلاؤ گے تو پہلے تمہاری بیٹی کو لگے گی۔ تم نے باپ
جنی کا رشتہ بتایا مگر اپنا نام نہیں بتایا۔ ٹیلی میٹھی کی دنیا میں
تمہارا کوئی نام تو ہو گا۔“

وہ بول رہا تھا اور کرشمہ کو ڈھال بنا کر کرشمہ کے قریب
دور تھا۔ کرشمہ نے پورس کی مرضی کے مطابق کہا ”ہاں
ڈیڈی! مجھے آپ کا نام معلوم ہونا چاہیے۔ میں آپ کی بیٹی
ہوں۔“

کرشمہ نے کہا ”کیا تمہاری ماں نے کبھی مگر دو بارنگ کا
ذکر نہیں کیا؟ میرا نام تارنگ ہے۔ میں تیری ماں سے زیادہ
خفناک جاؤں گا۔“

بیکر نے کہا ”مگر دو بارنگ! میں نے تمہارا نام سنا ہے۔
اب میں تم پر بھروسہ کرتا ہوں۔ تمہارے لیے اپنے دماغ کا
دروازہ کھول رہا ہوں۔ میرے اندر چلے آؤ۔“

بیکر نے بڑی مکاری دکھائی۔ جیسے اس نے تارنگ کی
سوچ کی لہروں کو محسوس کیا، ویسے ہی سانس روک کر کرشمہ کو
کرشمہ کی طرف دھکا دیا۔ کرشمہ کے دماغ کو کنٹرول کرنے والا
تارنگ اس وقت موجود نہیں تھا۔ جب تک تارنگ کو اس کی
مکاری کا پتا چلا، تب تک کرشمہ سے غلٹا رہی تھی کرشمہ کے
ہاتھ سے گولی چل گئی۔ کرشمہ نے ایک چیخ ماری۔ بیکر نے
کرشمہ کے منہ پر ایک گھونسا مارا پھر ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر
اس کے دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ بھی چیخ مار کر فرش پر
کرشمہ کے قریب گر کر ترپنے لگا۔

تارنگ واپس کرشمہ کے دماغ میں آیا۔ اس وقت تک بیکر
نے دھڑا زلزلہ پیدا کرتے ہی اس کے قریب پڑے ہوئے
ریڈیو کو اٹھالیا پھر قہارت سے کہا ”تارنگ! میں نے
تمہیں تارنگ نام کی داستانیں بھی سنی ہیں۔ لو میں نے پھر
تمہیں تارنگ بتایا ہے تم اسے آگ کا رنگ میرا تعاقب نہیں
کرتے۔“

اس نے فرش پر ترپنے والے کرشمہ کو کے بعد دیگرے
پورے گلیاں مار دیں۔ وہ ایک دم سے بیشک کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا۔
کرشمہ کے سینے پر گولی لگی تھی۔ اس کی سانسیں اکھڑ رہی
تھیں۔ بیکر نے کہا ”میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ تمہیں

کشور! آپ اور میں؟“

کرشمہ نے کہا ”مگر آتے دو۔ پیچھے ہٹو۔“

وہ دونوں پیچھے ہٹنے لگے۔ بیکر نے کرشمہ کے دماغ
چھلانگ لگائی۔ وہاں اسے کسی کا نقشہ سنائی دیا۔ کرشمہ
”بیکر! میرے دماغ میں ایک نیلی میٹھی جاننے والے۔“

بہار رکھا ہے۔ جب تم نے میرے میں ہزار چرائے تھے
تمہاری یہ چال بازی دیکھ رہا تھا۔ اسی نے میرے ہاتھ
ریڈیو اور پکڑ لیا ہے۔ تم دوبارہ میرے دماغ میں آؤ گے
تمہیں گولی مار کر زخمی کروں گا پھر میرے اندر والا تمہارا
اندروں پہنچ جائے گا اور تمہاری پوری سہری معلوم کرے گا۔

بیکر سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اچانک وہ کیڑی
نشانے پر آجائے گا پھر وہ دشمن اس کے دماغ میں پہنچا
کے دوسرے ساتھیوں کے نام اور سب سے معلوم کر لے گا۔
وہ اس حقیقت سے بے خبر تھا کہ اس کے ساتھ

نرپ کیا جا چکا ہے۔ ادھر پورس سوچ میں پڑ گیا کہ وہ ایک
میٹھی جاننے والا کہاں سے آگیا ہے؟ اور بیکر تک پہنچا
ہے؟

بیکر نے کرشمہ کے ساتھ پیچھے ہٹنے ہوئے کہا ”دیکھو
نہ چلا۔ میں تمہارے دماغ میں نہیں آؤں گا۔ کبھی
کی کوشش بھی نہیں کروں گا۔ مجھے اتنا پتا دو کہ تم
بارے میں کیا جانتے ہو؟ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ

ملک میں کرشمہ سے ملنے آیا ہوں؟ دیکھو گولی نہ چلائے۔
درمیان سمجھو تا ہو سکتا ہے۔“

کرشمہ نے کہا ”بیکر! یہ تمہاری بد نصیبی ہے کہ
کرشمہ سے عشق ہو گیا۔ یہ لڑکی جاؤں گروں کے خاندان
ہے۔ اس کی ماں بڑی پھنساں عورت ہے۔ اس
شادی نہیں کی۔ جاؤں گروں کے لیے بڑے

جاؤں گروں کی رکھیل بنی رہی۔ اس کا بیٹا جوت تھا
تھا کہ اس کا باپ کون ہے؟ لیکن میں جانتا ہوں کہ کرشمہ
کی بیٹی ہے؟“

کرشمہ نے پوچھا ”میں کس کی بیٹی ہوں؟ میرا باپ
ہے؟“

”میں تمہارا باپ ہوں۔ تمہاری ماں دو برس
داشت بن کر رہی۔ ان دو برسوں میں تم پیدا ہوئی
مجھ سے ایک خطرناک کالا عمل کھینچنے کے بعد مجھے
کرشمیں روپوش ہو گئی تھی۔“

بیکر نے خوشی ظاہر کرتے ہوئے کہا ”یہ تو میری
ہے کہ کرشمہ تمہاری بیٹی ہے۔ اس رشتے سے میں

میں خیال خوانی کر رہا ہوں۔“

پورس نہیں چاہتا تھا کہ بیکر خیال خوانی کے ذریعے اپنے
ساتھیوں کی خیریت معلوم کرے۔ اگر معلوم کرے گا تو پتا چل
جائے گا کہ آندریس، سائنس اور باقی دو ساتھیوں کو نرپ کر لیا
گیا ہے۔ یہ معلوم ہوتے ہی بیکر محتاط ہو جائے گا۔ وہ سمجھ سکتا
ہے کہ کرشمہ کے دماغ میں کوئی مخالف ہے۔ اسی نے کرشمہ

کے ذریعے اس کے ساتھیوں کے نام اور سب سے معلوم کیے ہیں
اور انہیں نرپ کرنے کے بعد اب بیکر کو بھی نرپ کرنے والا
ہے۔ بیکر محتاط ہو کر اچانک کرشمہ سے دور ہو جائے گا۔

کرشمہ نے پورس کی مرضی کے مطابق کہا ”ابھی خیال
خوانی نہ کرو۔ ہم کتنی محبت اور مہرے کی باتیں کر رہے ہیں۔
تم خیال خوانی کرو گے تو میں پور ہوتی رہوں گی۔“

”میں زیادہ دیر خیال خوانی نہیں کروں گا۔ بس اپنے
دوستوں سے دو باتیں کروں گا پھر تم سے بولنے لگوں گا۔ پلیز
تھوڑی دیر خاموش رہو۔“

”نہیں رہوں گی۔ کیا یہی تمہاری محبت ہے۔ مجھ سے
پاری پیاری باتیں کرتے کرتے دوستوں کو یاد کر رہے ہو۔
اس کا مطلب ہے تم باتیں مجھ سے کرتے ہو مگر دھیان

دوسری طرف رہتا ہے۔ یہ تو کوئی محبت نہیں ہوئی۔ جاؤ میں
تم سے نہیں بولوں گی۔“

وہ ناراض ہو کر نوڈ اسکریں کے پار دیکھتی ہوئی ڈرائیو
کرنے لگی۔ وہ اس کے قریب ہو کر بولا ”تم ان میں تمہیں
ناراض نہیں کروں گا۔ تم کتنی ہو تو خیال خوانی نہیں کروں
گا۔ تم سے ہی باتیں کرتا رہوں گا۔ ہمارے درمیان کوئی

دوست نہیں آئے گا مگر ٹھیک کرو۔“

کرشمہ نے مسکراتے ہوئے اپارٹمنٹ کے سامنے کار
روک دی۔ بیکر کے چاروں دوستوں کو نرپ کر لیا گیا تھا۔
پورس نے سوچا ”اب بیکر کو بھی نرپ کرنا چاہیے۔ ورنہ یہ
کسی بھی وقت ہاتھ سے نکل جائے گا۔ وہ یہی سوچ کر ابھی

کرشمہ کے پاس آیا تھا۔
وہ دونوں کار سے اتر کر اپنے اپارٹمنٹ محلے دروازے پر
آئے۔ کرشمہ نے چابی نکال کر منتقل دروازے کو کھولا پھر
اس کے ساتھ اندر آکر پلٹ کر اسے بند کرنا چاہا تو کھلے ہوئے

دروازے پر کرشمہ کھڑا ہوا تھا۔
وہ کرشمہ سے بیکر نے ہوٹل میں نرپ کیا تھا۔ اس کے
میں ہزارے کر اس کی جینس خالی گدی تھیں۔ کرشمہ نے
اس کے کھانے کا بل ادا کیا تھا اور اب ہاتھ میں ریڈیو لے
ان کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ کرشمہ نے سہم کر پوچھا ”سٹر

ہسپتال لے جاؤں۔ تمہارا باپ مجھ تک پہنچنے کا کوئی دوسرا راستہ اختیار کر سکتا ہے۔ تمہیں کوئی لگی ہے۔ مگر جان نہیں نکل رہی ہے۔ میں تمہیں اس تکلیف سے نجات دے رہا ہوں۔

اس نے کرشمہ کے سینے پر گولی ماری۔ وہ دوسری سانس بھی نہ لے سکی ایک دم سے ساکت ہو گئی۔ پورس اور نارنگ کے دونوں آلہ کار مچکے تھے۔ وہ دونوں معلوم نہ کر سکے کہ بیکراپ کیا کر رہا ہے؟

بیکراپ سے پہلے اپنی سلامتی کی فکر کر رہا تھا۔ وہ اس ابارمنٹ سے ضروری سامان لے کر نکلا۔ باہر کرشمہ کی کار گھڑی ہوئی تھی۔ وہ اس میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے سوچنے لگا۔ اسے کہاں جانا چاہیے؟ کہاں چھپنا چاہیے؟ تھوڑی دیر پہلے اسے کرشمہ سے اتنی محبتیں مل رہی تھیں کہ ہندوستان دنیا کا سب سے خوب صورت دیس لگ رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہی دیس دشمنوں کی آماجگاہ بن گیا تھا۔ ابھی ایک دشمن سامنے آیا تھا مگر وہ ٹیلی فنی کے ذریعے ہزار راستوں سے اسے گھیر سکتا تھا۔ وہ جس راستے پر جانے والا تھا۔ اس راستے پر دشمن پہنچنے والا تھا۔

ان حالات میں روپوش رہنے کے لیے سب سے پہلے اپنا چہرہ اور سر سے پاؤں تک جلیہ بدلنا پڑتا ہے۔ اس نے بھی یہی کیا۔ میک اپ کا ضروری سامان خریدنے کے بعد اس نے ایک ہوٹل میں کمر لیا۔ وہ وہاں بھیجیں بدلنے کے بعد ٹیلی فنی کے ذریعے اپنا پاسپورٹ اور دیگر شناختی کاغذات تبدیل کر سکتا تھا مگر نارنگ تو کیا پورس بھی اسے تلاش نہیں کر سکتا تھا۔

پورس نے نیویارک کے سراغ رساں سے کہا ”تم نے آندرے اور سائن اور اس کے دونوں ساتھیوں کو نہ پکڑ لیا ہے مگر ان کا ایک اہم ساتھی بیکراپ میرے ہاتھوں سے نکل گیا ہے۔ وہ خیال خواتی کے ذریعے اپنے ساتھیوں تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔“

”سر! آپ اطمینان رکھیں۔ وہ کسی کے دماغ میں پہنچ نہیں پائے گا۔ ہم نے اس کے تمام ساتھیوں کے دماغوں کو لاک کر دیا ہے۔“

”بیکراپ آندرے اور سائن وغیرہ نے امریکی اکابرین اور ان کے ٹیلی فنی جاننے والوں کو معمول بنا رکھا تھا۔ بیکراپ خیال خواتی کرنے والوں کے دماغوں کو لاک کرے گا تو تم ان کی زنا زناں مرشدین تک نہیں پہنچ پائے گے۔“

”سر! ہمارے ساتھی ان خیال خواتی کرنے والوں تک

پہنچے ہوئے ہیں۔ وہ بیکراپ کو اپنے کسی مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔“

پورس مطمئن ہو کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ رات بہت ہو چکی تھی۔ اسے اب سونا چاہیے تھا لیکن بیکراپ اور جتنا کہ بارے میں معلوم کرنا تھا۔ بیچیا اسے آدھی رات کے بعد چٹا تازہ کرنے والا تھا اور اب آدھی رات گزر چکی تھی۔

اس نے جتنا کہ اندر جھانکنا شروع کیا۔ اس کی جھانک کمزوری اس حد تک دور ہو چکی تھی کہ وہ بستر سے اٹھ کر تھی۔ پہلے پھر نے کئی تھیں لیکن دماغی توانائی بحال نہیں ہوئی تھی۔ اسی لیے پورس کی سوچ کی لمبوں کو محسوس نہیں کر رہی تھی۔

اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ نارنگ اس کے دماغ میں آنے لگا ہے۔ اسی نے ٹیلی فنی کے ذریعے اس کی جسمانی کمزوری کسی حد تک دور کی ہے۔ اس کی توانائی بحال کرنے کے لیے پہنچنے کے ذریعے کوئی دوا بھی کھلائی ہے۔

بہت عرصے سے نارنگ اور بیچیا کے درمیان ٹھکی ہوئی تھی۔ نارنگ کبھی بیچیا کا گرو تھا۔ اس نے گرو کے اعتقاد کو ٹھیکس پہنچائی تھی۔ اس سے مار ڈالنے کی حد تک دشمن کی تھی۔ نارنگ نے بھی ایک آلہ کار کے ذریعے اس پر گولی چلا کر اسے اپنا پیدائشی جسم چھوڑنے پر مجبور کیا تھا اور وہ بچا کے جسم میں سما گیا تھا۔

نارنگ اسے تلاش کر رہا تھا پھر چلا کر وہ جتنا کہ گھر میں چھپا ہوا ہے۔ ایک کے بعد دوسرا جسم بھی چھوڑ کر جھونٹ کے اندر سا گیا ہے۔ اب وہ مکمل آتما شکنی حاصل کرنے کے لیے جتنا کہ ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ جھونٹ کا چھوڑ کر جتنا کہ اندر سا کر پہلے مکمل آتما شکنی کے لیے چلا رہا ہے۔ دنوں تک تپنا کرنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد جتنا کہ اندر اس کا تمام کالا علم کھینچنا چاہتا ہے۔ وہ اپنے منصوبے کے مطابق کالے علوم کھینچنے کے بعد کسی گھبرو جوان مرد کے

میں سامنے والا تھا۔ جتنا کہ اس کو خمی میں ایک نوجوان نوکرائی آئی تھی۔ جھونٹ اسے اپنے بندہ روم میں لے آیا تھا۔ اس نے ”تھا“ آدھی رات دیکھیں گزاری جائے اس کے بعد بوزہ جتنا کہ ساتھ رات گئیں ہوئی کیونکہ اسے ہلاک کرنے کے بعد اس کے جسم میں ساکر بوزہ جتنا کہ کرنی زندگی کی

کرتی تھی۔ لیکن وہ آدھی رات کے بعد بھی بیٹہ

نکلا۔ نوکرائی کی اداسی کچھ ایسی تھیں کہ وہ رانی بن گئی تھی۔ اس کے خواہش پکرائی کر رہی تھی۔ اس کا دل مائل ہو کر نکلا رہا ”ساقیا اور پلا اور پلا۔ میری جاں! ہوش اڑا۔ ہوش اڑا۔“

ہوش اس وقت اڑے، جب ایک زوردار آواز سے دروازہ کھلا۔ اس نے غصے سے پلٹ کر دیکھا۔ کھلے ہوئے دروازے پر جتنا ریوالبور لپے کھڑی تھی۔ وہ حیرانی سے بولا ”تم؟ تم تو بہت کمزور ہو چکی تھیں۔ بستر پر ہی ہوئی تھیں۔“

”موت کبھی کمزور نہیں ہوتی۔ زندہ رہنے والے اسے کمزور سمجھتے ہیں۔ تم چند سانسوں کے لیے زندہ ہو اور دیکھ رہے ہو کہ موت آخری وقت کیلئے شے زور بن کر آتی ہے۔“

پھر اس کے ذریعے نارنگ کی آواز اور جتنا سانی ”تم جتنا کہ دماغ میں آنے کی کوششیں کر رہے ہو۔ جب تک میرا

بھیمانے پریشان ہو کر پوچھا ”تم؟ میں۔ میں تمہارا لہجہ پہچان رہا ہوں۔“

”خود پہچانا چاہیے۔ ہم جب تک اپنی اپنی آتما شکنی سے اس دنیا میں رہیں گے ہماری دشمنی کا سلسلہ جاری رہے گا۔ تم نے گرو سے ٹکری ہے۔ تمہاری ہر ہر زندگی تمہارے لیے مصیبت بنتی رہے گی۔ تم جس کے بھی جسم میں جاؤ گے، میں وہاں تمہیں سکون سے رہنے نہیں دوں گا۔ اس طرح نہ بدلتے بدلتے تمہاری آتما شکنی بالکل ختم ہو جائے گی۔“

بھیمانے کہا ”یہ جتنا کہ بے جا کہ جسم ہے مجھے اسی میں رہنے دو۔ اسے مارو گے تو میں کسی دوسرے جسم میں جا کر روپوش ہو جاؤں گا۔ تم مجھے تلاش کرتے رہ جاؤ گے۔ میں نے اب تک تمہاری دشمنی کو اہمیت نہیں دی تھی۔ اب میں بھی تمہیں کسی ایک جسم میں نہیں رہنے دوں گا۔ بستر ہے، گھبرو کا گھبرو نہ دشمنی کرو۔ نہ دوستی کرو۔“

”میں تمہیں ہلاک نہیں کروں گا۔ تب بھی تم جھونٹ کے جسم میں نہیں رہو گے۔ جتنا کہ ہلاک کر کے اس کے جسم میں سا کر اس کے تمام کالے علوم حاصل کرو گے۔“

”تم بھی جتنا کہ تمام علوم حاصل کرنا چاہتے ہو۔ میں تمہیں اس کے جسم میں نہیں جانے دوں گا۔“

”ہاں۔ کبھی تمہارے جسم سے کالا جادو کھینچنے آئی تھی۔ آج یہ مجھے زیادہ علوم جانتی ہے۔ زندہ رہی تو میرے لیے چیلنج بن گئی۔ میں اسے مار ڈالوں گا پھر اس کے اندر رہا کروں۔“

”اور میں تمہیں رہنے نہیں دوں گا۔“

”تم پھر بھی جاؤ۔“ مو اور نیا جسم تلاش کرو اور حساب کرو کہ تمہاری آتما شکنی کس حد تک کمزور ہو چکی ہے۔ میرے حساب سے تم یہ تیسرا جسم چھوڑ رہے ہو۔“

یہ کہتی ہی جتنا کہ گولی چلا دی۔ پہلے اس نے فارنگ سے پہنچنے کی کوشش کی۔ جب دوسری فارنگ سے گولی لگی تو وہ دوسری گولی کھانے کے لیے بھیجی تھی کہ کھڑا ہو گیا کیونکہ اب پہنچنے کا فائدہ نہیں تھا۔ ایک گولی سے جسم میں سوراخ ہو چکا تھا۔ جسم بیکار ہو چکا تھا دوسری گولی لگنے سے پہلے ہی اس نے لپک کر جتنا کا ہاتھ چڑایا۔ وہ گولی دوسری طرف سے نکل گئی۔ اس نے ریوالبور چھین کر کہا ”نارنگ! جتنا اپنے تمام کالے جادو کے ساتھ ختم ہو رہی ہے۔ اس کے جسم میں نہ میں جاؤں گا۔ نہ تمہیں جانے دوں گا۔“

اس نے جتنا کا نشانہ لے کر یکے بعد دیگرے تین فارنگ کیے۔ تین گولیاں اس کے جسم میں پیوست ہو گئیں۔ وہ جسم اس قاتل نہ رہا کہ دونوں فریق میں سے کوئی بھی اس میں سا سکتا۔ پہلی ہی گولی میں وہ مچکے تھے۔ فارنگ کے بعد جھونٹ کا جسم بھی بے جا ہو کر اپنی ماں کے پاس گر پڑا۔ مرنے کے بعد بیچیا نہیں رہا تھا۔ اس کے پہلو میں بیٹا رہ گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

پارس نے آنکھیں کھولیں پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ثانی نے اس پر توحی عمل کیا تھا۔ الپا کے عمل کا تو کیا تھا۔ اس کے دماغ کو لاک کرنا ضروری نہیں تھا۔ مجھ پر اور میری فیملی کے تمام افراد پر روحانی عمل کیا گیا تھا۔ اس کے نتیجے میں دشمن ٹیلی فنی جاننے والے ہمارے دماغوں میں آتے تھے مگر ہمارے اہم خفیہ خیالات نہیں پڑھ سکتے تھے۔ ہم جس بہروپ میں ہوتے، اسی بہروپ کے مطابق دشمن ہمارے خیالات پڑھتے تھے۔ انہیں ہماری اصلیت کا پتا نہیں چلتا تھا اور نہ ہی ٹیلی فنی کا زلزلہ پیدا کرنے سے ہمارے دماغ متاثر ہوتے تھے۔

الپا نے خیال خواتی کے ذریعے پارس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا اور اس لیے کامیاب ہو گئی تھی کہ جبکہ راہن کے زبردست خطرناک جادو سے اس کا دماغ متاثر ہو گیا تھا۔ بے شک جادو اثر کرتا ہے لیکن ایمان والوں پر اس کا اثر پائیدار نہیں ہوتا۔ ایسے قدرتی حالات پیدا ہوتے ہیں کہ اثر زائل ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ پارس کے ساتھ بھی ہوا۔ اس پر جادو کرنے والا جبکہ راہن خود اپنے ہی عمل کے نتیجے میں ہلاک ہو گیا تھا۔ اس کے ہلاک ہوتے ہی پارس کو اس کے جادو سے نجات مل

گئی۔

گئی تھی لیکن اس وقت تک الپا اسے ٹرپ کر چکی تھی۔
اب وہ الپا کے تنویری عمل سے بھی نجات حاصل کر چکا تھا۔ دماغی توانائی پہلے ہی بحال ہو چکی تھی۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر خانی کے پاس پہنچ کر کہا ”میں سو رہا تھا۔ تم کیا کر رہی تھیں؟“

”میں الپا کے بارے میں معلوم کرنے کی کوششیں کر رہی تھی۔ کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ تم پر تنویری عمل کرنے، تمہیں اپنا معمول بنانے کے بعد کہاں گم ہو گئی ہے؟“

”وہ ضرور کسی ایسی شکل میں پھنس گئی ہے جس سے نکل نہیں پا رہی ہے اسی لیے میرے پاس نہیں آ رہی ہے۔“

”مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ ایک بے چاری تمہارے پاس نہیں آ رہی ہے۔ ورنہ آنے کو سب تو سب ہی آ جاتی ہیں۔“

”مجھے طعنے نہ دو۔ مجھے اس بے چاری سے ہمدردی ہے۔ بے چاری نے مجھے غلام بنائے رکھنے کے لیے بوسے پاؤں بنائے تھے۔ اس کا سراغ لگانے کا ایک راستہ ہے۔“

”مجھے وہ راستہ بتاؤ؟“

”اگر وہ کسی حادثے کا شکار ہوئی ہوگی تو اس کا دماغ کمزور ہو چکا ہوگا۔ اگر کسی دشمن نے اسے ٹرپ کیا ہوگا تو اس نے بھی اس کے دماغ کو کمزور بنایا ہوگا۔“

”میں سمجھ گئی۔ ہمیں اس کی کھوپڑی میں پہنچنا چاہیے۔“

”یہ بات تمہیں خود سوچنا چاہیے تھا۔“

”یہ سب جانتے ہیں کہ دنیا کا کوئی ٹیلی پیٹھی جاننے والا الپا کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا۔ بارہا اس کے اندر پہنچنے کی ناکام کوشش کی جا چکی ہیں پھر میں ناکام کوشش کیوں کروں؟ تم جواؤ اور ناکام ہو کر آؤ۔“

پارس اس کے دماغ سے نکل کر الپا کی آواز اور لمبے کو یاد کرنے لگا۔ خانی نے کہا ”دراصل میں الپا کی موجودہ آواز اور لمبے سے آشنا نہیں تھی اس لیے اس کے دماغ میں جانے کا خیال ہی فضول تھا۔“

”آج وہ جیتا تازہ کرنے کے لیے میرے اندر آکر بولتی رہی تھی۔ اس لیے یہ مجھے یاد ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ اگر اس کا دماغ کمزور ہو چکا ہے تو کامیابی ہوگی۔“

پھر وہ کامیاب ہو گیا۔ الپا کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ خانی پارس کے اندر تھی۔ خوش ہو کر بولی ”یہ تو کمال ہو گیا۔“

”ہاں۔ مگر یہ بے ہوش ہے اس کے تمام خیالات ختم گئے ہیں۔ یہ سوچنے کے قابل نہیں ہے۔ کیا یہ واقعی الپا

ہے؟“

”تم اس کی آواز اور لمبے کو گرفت میں لے کر آئے ہو۔ یہ الپا ہی ہے۔“

”ہمیں اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنا ہو گا۔ ہم نہیں یہ کہاں ہے ہوش پڑی ہے؟ اسپتال میں؟ اپنے کمرے میں؟ کسی دشمن کے شکنجے میں اپنے آپ سے بے خبر ہے۔“

”جہاں بھی ہے۔ اب ہماری گرفت میں رہے گی۔“

پارس اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر بولا ”اس کے ہوش میں آنے تک میں غسل کر کے فارغ ہو جاؤں گا۔ مجھے بھوک بھی لگ رہی ہے۔“

”تم فریش ہو جاؤ۔ آرام سے کھاتے پیتے رہو۔ میں الپا کے پاس جاتی رہوں گی۔“

پارس ایک کار کی پیچلی سیٹ پر تھا۔ بابا صاحب کے ادارے کا ایک سراغ رساں اسے اپنے بنگلے کے پورچ تک لایا تھا۔ اس وقت پارس پیچلی سیٹ پر سو رہا تھا اور خانی اس پر تنویری عمل کرتی رہی تھی۔ وہ کار سے نکل کر بنگلے کے اندر آکر سراغ رساں سے بولا۔

”میرے لیے شیونگ کا سامان اور جینز اور شرٹ خرید کر لے آؤ۔ میں غسل کرنے کے بعد کچھ کھانا بھی چاہوں گا۔“

وہ ایک بیڈ پر آکر لیٹ گیا۔

الپا نے بولی اساتذہ پر بست پہلے تنویری عمل کر کے اسے اپنا معمول بنایا تھا اس تنویری عمل کا اثر ذائل ہو چکا تھا۔ اس کے باوجود وہ الپا سے وفاداری کر رہا تھا۔ پچھلے بارہ گھنٹوں سے اسپتال میں تھا۔ اپنی ماکس کے ”اپنی معشوقہ کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا تھا۔“

جبکہ رامین نے الپا، بولی اور جبکی ہنر کے سروں کے پچھلے حصوں میں ایک ایک کیل پیوسٹ کی تھی۔ دنیا کا کوئی ٹیلی پیٹھی جاننے والا ان کے دماغوں میں نہیں آ سکتا۔ لیکن زخمی الپا کے سر کی مرہم پٹی کرنے والا ڈاکٹر یہ نہیں جانتا تھا۔ اس نے وہ کیل اس کے سر سے نکال دی تھی۔ اب بولی کو کیسی فکر تھی کہ ایسی حالت میں کوئی بھی دشمن اس کے اندر آئے گا تو وہ اپنی الپا کو کس طرح اس سے محفوظ رکھ سکے گا؟ اسے محفوظ رکھنے کی کوئی تدبیر نہ تھی۔

نہیں آ رہی تھی۔ اسے یہ بھی فکر تھی کہ اس کی طول بے ہوشی باعث وہ جبکی ہنر کی پوری طرح نگرانی کرنے کے لیے اس کے ساتھ بنگلے میں نہیں رہ سکتا۔ دیسے وہ جبکہ ہنر کو شراب کی

بوٹیں دے کر بھلانے کے بعد اسے بنگلے میں قید کر چکا تھا۔ اس کے تمام دروازوں کو مقفل کر چکا تھا۔

وہ پارس کے بارے میں یہ نہیں جانتا تھا کہ الپا نے اسے معمول بنا کر کہاں قید کیا ہے؟ پہلے یہ جانتا ضروری نہیں تھا لیکن اب الپا کی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ پارس کو قابو میں رکھ پاتی۔ بولی اس قید خانے میں پہنچ کر پارس کو اپنی گرائی میں قیدی بنا کر رکھنا چاہتا تھا اور یہ تب ہی ممکن تھا جب الپا ہوش میں آکر اسے قید خانے کا پتا بتاتی۔

وہ بھی الپا کے کمرے میں رہتا تھا۔ کبھی کسی نہ کسی ڈاکٹر کے چیر میں آکر بیٹھ جاتا تھا۔ ان سے پوچھتا تھا ”آخروہ کب ہوش میں آئے گی۔ آپ سب قابل ڈاکٹر ہیں۔ کیا کسی تدبیر سے اسے ہوش میں نہیں لائے جاسکتے؟“

”ہمارے دو انیس دے چکے ہیں۔ یہ قدرتی بے ہوشی ہے۔ قدرتی طور پر ہوش میں آنے کی تو بالکل نارمل رہے گی۔“

ایک نرس نے آکر بولی سے کہا ”آپ کی مہر کو ہوش لایا ہے۔“

بولی ایک ڈاکٹر کے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا الپا کے کمرے میں آیا۔ اس نے بولی کو دیکھ کر کہا ”وگاڈ! بولی میں زندہ ہوں۔ مجھے وہ اکیسڈنٹ یاد آ رہا ہے ہوش کھوئے سے پہلے میں نے سوچا تھا کہ زندہ نہیں بچوں گی۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ یہاں آؤ۔ مجھے پھونک دو۔ مجھے یقین کرنے دو۔“

بولی نے قریب آکر اس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ ڈاکٹر نے کہا ”پلیز پہلے مجھے چیک کرنے دیں۔“

بولی ایک طرف ہٹ گیا۔ ڈاکٹر اس کا معائنہ کرنے لگا۔ ڈاکٹر نے آپ کو مہرے زخم کے ہیں۔ آپ دو چار ہفتے بیڈ پر آرام کرتی رہیں۔ پچھل کھاتی رہیں دودھ پیتی رہیں۔ آپ کو زخمی ہونا خیال خود مرہم کی انتہی ہی جلدی اپنے پیروں پر ڈالو۔“

ڈاکٹر اسے ایک انجکشن لگا کر چلا گیا۔ الپا نے نرس سے کہا ”میں کب جاؤں گی؟“

”میں اسے اس نے بولی سے پوچھا ”ابھی دن ہے یا رات؟“

”رات مگر چکی ہے۔ یہ دوسرا دن ہے۔ تم تیرہ دن ہوش میں آئی ہو۔“

”میں نے کہا تھا کہ میں آتی ہوں۔“

”تیرہ گھنٹے؟ اتنی دیر میں کچھ کمزور ہو جاتا ہوں۔“

”مگر بڑھ چکی ہے۔ تمہیں ایک نقصان پہنچا ہے؟“

”ڈاکٹر تمہارے سر کے زخموں کی مرہم پٹی کر رہا تھا۔ تب اسے تمہارے سر کی کیل دکھائی دی۔ اس نے سمجھا کہ کار کے حادثے میں وہ کیل پیوسٹ ہو گئی ہے۔ اس نے وہ کیل نکال دی ہے۔“

”نہیں۔“ وہ چیخ مار کر اٹھنا چاہتی تھی مگر سر جکڑا گیا۔ بولی نے اسے تھام کر دوبارہ لٹایا۔ وہ ایک ہاتھ سے اس کا گردن پکڑ کر بولی ”تم نے وہ کیل نکالنے کیوں دی۔ ڈاکٹر کو کیوں نہیں روکا۔ تم مجھ سے دشمنی کر رہے ہو۔ تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے۔ تم بے وفائی کر رہے ہو۔“

”پلیز مجھ پر شبنہ نہ کرو۔ اس وقت میں میاں موجود نہیں تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ تم ایک حادثے کے نتیجے میں اسپتال پہنچ گئی ہو۔“

”تم جھوٹے ہو۔ تم میرے سر سے کیل نکلنے کا تماشا چپ چاپ دیکھتے رہے۔ تم نے تمام ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کے لیے میرے دماغ کا دروازہ کھول دیا ہے۔“

”فارگاڈ! سیک۔ مجھے جھوٹا اور بے وفائیہ نہ کہو۔ تم نے مجھے جیتا تازہ کر کے اپنا معمول بنایا تھا۔ تمہارے تنویری عمل کا اثر ختم ہو چکا ہے۔ میں تمہارا معمول نہیں ہوں۔ اس کے باوجود وفادار ہوں۔ کل سے یہاں تمہارے پاس بیٹھا ہوں اور جب تک تم دماغی توانائی حاصل نہیں کرو گی۔ جب تک خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں ہو جاؤ گی۔ تب تک میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا۔“

وہ سن رہی تھی۔ اس کی باتوں سے قائل ہو رہی تھی۔ یہ سمجھ رہی تھی کہ اچانک اپنی غیر معمولی قوتوں سے محروم ہو گئی ہے۔ دشمنوں کو دماغوں میں آنے سے نہیں روک سکے گی اور پتا نہیں کتنے دنوں بعد خیال خوانی کر سکے گی۔ ایسے وقت بولی جیسے وفادار راڈی گاڑ پر بھروسہ کرنا پڑے گا۔

اس نے پوچھا ”جبکی ہنر کہاں ہے؟ تم اسے چھوڑ کر کل سے یہاں ہو۔ کیا اس کی جڑی ہے؟“

”میں اس سے غافل نہیں ہوں۔ اسے بنگلے میں قید کیا ہے۔ وہ باہر نہیں نکل سکے گا۔“

پارس ”الپا کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ ان دونوں کی باتوں سے پتا چلا کہ جبکی ہنر کو ایک بنگلے میں قید کیا گیا ہے۔ پارس کو اس کے چور خیالات سے اس بنگلے کا پتا معلوم کرنے میں دیر نہیں لگی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ زنا خوار مرہمیں کا نقشہ اس بنگلے میں ہے اور اس کی ایک ایک کاربن کاپی الپا کے خفیہ عمل نما بنگلے میں ہے۔“

الپا نے کہا "تمہارے اور جیکی ہنٹر کے سروں میں کیلیں پوسٹ رہیں گی تو میں تم دونوں کے دماغوں میں نیس آسکوں گی۔ تم دونوں وہ کیلیں نکال کر پھینک دو۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہوں۔ دشمن ہمارے دماغوں میں آنے لگیں گے۔ جیکی ہنٹر کے خیالات پڑھ کر معلوم کر لیں گے کہ تم نے اسے کہاں چھپایا ہے اور کس خفیہ اڈے میں ٹرانسفارمر مشین بنائی جانے والی ہے۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ تم دونوں میرے خاص ماتحت ہو۔ تم دونوں کے خیالات پڑھتے رہنا میرے لیے ضروری ہے۔"

"صرف ہمارے خیالات پڑھنے کے لیے تم دشمنوں کو نظر انداز کر رہی ہو۔ کیا تمہیں ہم پر بھروسا نہیں ہے؟ ٹھیک ہے جیکی پر نہ ہو، مجھ پر تو بھروسا ہونا چاہیے۔"

"جست نہ کرو۔ تم میرے وفادار ہو، جو کہہ رہی ہوں وہ کرو۔"

"میں وفادار ہوں۔ معمول نہیں ہوں۔ میری وفاداری کا تقاضا ہے کہ میں تمہیں غلط فیصلوں سے باز رکھوں۔"

"میں آج کروڑ ہو گئی ہوں تو تم میرے فیصلے کو غلط کہہ رہے ہو۔ مجھ سے بحث کر رہے ہو؟"

"پلیز اہم مسائل پر باتیں کرو۔ مجھے بتاؤ پارس کو کہاں قید کیا ہے؟"

"وہ جہاں بھی ہے۔ اس قید خانے سے نکل نہیں سکے گا۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔"

"قیدی کو ہر طرح سے جکڑنے کے بعد بھی اس کی خبر رکھی جاتی ہے۔ تم خیال خوانی کے ذریعے اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کر سکو گی۔ وہ بہت مکار ہے۔ اس کی طرف سے مطمئن نہیں رہنا چاہیے۔ مجھے بتاؤ قید خانہ کہاں ہے۔ میں وہاں جا کر اور سخت انتظامات کروں گا۔"

"میں کہہ چکی ہوں پارس کی فکر نہ کرو۔ میں کل تک خیال خوانی کرنے کے قابل ہوں جاؤں گی۔ پارس کی نگرانی کرتی رہوں گی۔ اس کے دماغ میں اور تم سب کے دماغ میں رہا کروں گی۔ تم پر اور جیکی پر بخوبی عمل کروں گی تو تم دونوں کے دماغوں میں میرے سوا کوئی نہیں آسکے گا۔ میں کوئی غلطی نہیں کر رہی ہوں۔ تم سے زیادہ تجربے کار ہوں۔"

وہ پھل کھا رہی تھی اور دودھ پی رہی تھی۔ جلد سے جلد توانائی حاصل کرنا چاہتی تھی۔ وہ اپنی عادت سے مجبور تھی۔ پولی تو کیا اپنے سامنے پر بھی بھروسا نہیں کرتی تھی۔ اس نے کہا "بولی! بڑے وقت میں ہی اپنے وفاداروں کو پچھانا جانا

ہے۔ مجھے یقین ہے، تم ابھی اپنی وفاداری کا ثبوت دو۔"

اپنے سر سے کیل نکالو گے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا "میں اس کوئی دشمن کسٹا میں تمہاری سلامتی کے لیے اس سے لڑتے ہوئے جا رہا ہوں گا۔ یہ وفاداری ہوگی لیکن تمہارے لیے کوئی نہیں کر جان دوں گا تو یہ صرف ایک حماقت ہوگی۔ اپنے کیکل نکالنا، دشمنوں کو جان بوجھ کر اپنے دماغ میں آنے دعوت دینا کوئی نہیں میں کوونے کے مترادف ہے۔ تم مجھ ایسی حماقت کی توقع نہ کرو۔"

"تم میرا حکم ماننے سے۔" وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"مجھ سے محبت کرتے ہو اور میری بات ماننے سے انکار کر رہے ہو۔ آؤ یہاں بیٹھو۔ میری خوشی کے لیے سر سے نکالو۔"

"سوری۔ میرا انکار ابھی تمہیں برا لگ رہا ہے تمہارے چہرے پر غصہ ظاہر ہو رہا ہے لیکن بعد میں دانش مندی کو تسلیم کرو گی۔"

"میں اب میں تم سے بحث نہیں کروں گی۔ تم دکھاؤں گی کہ اسپتال کے بیڈ پر رہ کر کس طرح اہم اکابرین سے کام لیتی ہوں اور تمہیں آری اعلیٰ چلنے باہر نکالتی ہوں۔ آج سے تم بہت بدترین زندگی گزار والے ہو۔ یوگٹ آؤٹ!"

بولی کرے سے چلا گیا۔ الپا آہستہ آہستہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے ریسور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہوا۔

"اپنے اعلیٰ افسر سے بولو، الپا فون پر ہے۔ مجھ سے باتیں کریں۔"

چند سیکنڈ کے بعد ہی کمانڈر ان چیف کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو میڈم! آپ فون پر بول رہی ہیں۔ آپ تو میرے میں آیا کرتی ہیں۔"

"میں اچھی خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ جانتے ہو، میرا اصل چہرہ کوئی نہیں پہچانتا اور کوئی میرا نہیں جانتا ہے۔ میں ابھی مصیبت میں ہوں۔ تمہیں پتہ دار بنانا چاہتی ہوں۔ کیا ابھی میرے پاس آؤ گے؟"

"آپ مجھے رازدار بنا رہی ہیں۔ یہ میری خوشی ہے۔ میں ابھی آؤں گا۔"

الپا نے اسپتال کا پتا بتا کر کہا "میں آنے سے پہلے اس سمٹھ کو موڈ پر ڈھکی سیکیورٹی افسر کے عہدے کے کاغذات لے آؤ اور اسپتال میں اپنے خاص جوائنوں کی ڈیوٹی لگاؤ۔ بولی اس سمٹھ کو میری صحت یابی

نظر بند رکھو۔ دشمن سے زیادہ مجھے اس سیکیورٹی افسر سے خطرہ ہے تم جلد سے جلد کارروائی کرو۔"

اس نے اسپتال کا فون نمبر بتا کر ریسور رکھ دیا۔ آؤسے مجھے کے بعد ہی فوج کا وہ اعلیٰ افسر اسپتال پہنچ گیا۔ الپا کے کمرے میں آکر اسے سیٹھ کرتے ہوئے بولا "میڈم! میں نے بولی اس سمٹھ کے خلاف کاغذات تیار کر کے دیے ہیں۔ وہ جہاں بھی ہو گا اسے گرفتار کر لیا جائے گا۔"

"کیا وہ یہاں نہیں ہے؟"

"میں اسے نظر نہیں آ رہا ہے۔ میں نے اس کے موبائل فون پر رابطہ کیا تھا مگر اس نے فون بند رکھا ہے۔"

"افسرا! میرے ایک خفیہ جنگلے کا اور رائنسن اسٹریٹ کے ایک جنگلے کا پتا نوٹ کرو۔ وہاں سخت پڑھ لگاؤ۔ دونوں جگہوں کے اندر کسی کو جانے نہ دو۔ اگر کوئی اندر ہو تو اسے باہر نہ آؤ۔"

الپا نے فون پر نوٹ کر کے فون پر احکامات صادر کیے۔ پھر الپا نے کہا "میڈم! آپ کسی کے سامنے نہیں آئیں۔ میرا سامنا کر رہی ہیں۔ آپ کا اعتماد جو مجھ پر ہے، میں اسے بیک وقت قائم رکھوں گا۔"

وہ بولی "مجھ سے وفاداری کرنے والے تمام عمر بے انتہا دلت سے چھلے رہتے ہیں۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ الپا نے ریسور اٹھا کر سنا پھر اعلیٰ افسر کو ریسور دیتے ہوئے کہا "تمہارا فون ہے۔"

اس نے فون لے کر کان سے لگایا پھر یوں "ہوں ہاں" کرنے لگا جیسے دوسری طرف کی باتیں سن رہا ہے پھر اس نے ریسور رکھ کر کہا "میڈم! وہ بولی آپ سے دھوکا کر رہا تھا۔"

"کیا وہ پکڑا گیا ہے؟"

"جی ہاں۔ وہ آپ کے خاص جنگلے میں گھس گیا تھا۔ ایک سیف کھول کر ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ چرا رہا تھا۔"

الپا نے چونک کر پوچھا "کیا بولی سب کو بتا چکا ہے کہ وہ ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ ہے؟ جلدی کرو۔ ابھی جاؤ۔ اس شخص کو کسی کے ہاتھ نہ لگنے دو۔"

"وہ کسی کے ہاتھ نہیں لگے گا۔ آگے نیچے فوجی جوان رائنسن اسٹریٹ کے جنگلے میں گئے تھے۔ وہ باہر سے بند تھا۔ اس کے پاس کئی بیٹری ڈانٹا کے پاس پچھلایا جا رہا ہے۔"

الپا نے کہا "یہ تمہیں کیا کہہ رہے ہو؟ ڈانٹا کے پاس اسے لگایا جا رہا ہے؟"

"وہ دونوں باپ بیٹی اپنے وطن امریکا واپس جائیں گے۔"

اور ٹرانسفارمر مشین کا وہ نقشہ بابا صاحب کے اوارے والے لے جا رہے ہیں۔"

"وہ اوارے والے کہاں سے آگئے؟"

"جہاں سے پاس آیا ہے۔"

الپا خوف زدہ ہو کر شدید حیرانی سے دیکھے بھاڑ بھاڑ کر اس اعلیٰ افسر کو دیکھنے لگی پھر اس نے بے یقینی سے پوچھا "تم؟"

پارس! تم تو میرے معمول اور تابعدار بن چکے تھے؟"

"میں چاہوں تو تمہیں اپنی معمول اور محکوم بنا سکتا ہوں مگر اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ضروری یہ ہے کہ میں تمہیں کبھی دماغی توانائی حاصل نہ کرنے دوں۔ اب تم خیال خوانی کرنا بھول جاؤ، میرے حکم کی تعمیل کرو۔ انگو اور ناچو۔ ناچو پھیرنا چلو۔"

○☆☆○

ماریہ کنور بلراج اور دھنپت رائے سے تفریق لے رہی تھی۔ دونوں اس کے لیے پاؤں لے رہے تھے اور وہ زہری کی ٹیلی ویژنی کے ذریعے دونوں کو متاثر کرنا چاہتی تھی۔ وہ ان کے ساتھ ان کی کار میں سیو تفریق کے لیے جانا چاہتی تھی۔ دونوں کی خواہش تھی کہ وہ اس پر پہلے ہاتھ صاف کریں۔

وہ تینوں کار کے پاس آئے۔ کنور بلراج نے ماریہ کے لیے اگلا دروازہ کھولا۔ دھنپت رائے نے کہا "تم دونوں آگے بیٹھو گے۔ میں تنہا پیچھے نہیں بیٹھوں گا۔ ہم تینوں اگلی سیٹ پر بیٹھیں گے۔"

ماریہ نے کہا "سوری" میں دونوں کے درمیان نہیں رہوں گی۔ میں اکیلی پچھلی سیٹ پر بیٹھوں گی۔"

وہ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔ وہ دونوں اگلی سیٹ پر یہ سوچ کر آگے کے آگے جا کر اسے اغوا کیا جائے گا۔ دونوں خوش تھے کہ وہ ان کے پرائیویٹ جنگلے میں پہنچائی جائے گی۔

احمد زہری نے کہا "تم شیوانی کے مشن میں چین آرہی تھیں۔ اب یہاں دو عاشقوں کے درمیان تماشے کر رہی ہو۔"

"یہ تماشے تمہاری ٹیلی ویژنی کی مدد سے کر رہی ہوں۔ بڑا مزہ آ رہا ہے۔ یہ دونوں بہت خطرناک ہیں۔ بڑے اختیارات کے مالک ہیں۔ مجھ جیسی لڑکی کو ایک جنگلے میں مسل سکتے ہیں مگر تمہاری ٹیلی ویژنی نے ان ہانڈوں کو میرے لیے جیوٹی بنا دیا ہے۔"

"کیا تماشے کرنے کے لیے انڈیا میں رہ جانے کا ارادہ

ہے؟

”تم نیا پاسپورٹ اور ویزا تیار کرو گے تب یہاں سے جا سکو گی۔“

”پاسپورٹ اور ویزا تیار ہو چکا ہے۔ کل شام سات بجے ہانگ کانگ جانے والی فلائٹ میں تمہاری سیٹ کنفرم ہو چکی ہے۔“

”اس کا مطلب ہے، نئے پاسپورٹ کی تصویر کے مطابق مجھے اپنا چہرہ تبدیل کرنا ہو گا۔ میک اپ کا سامان خریدنا ہو گا۔“

”تم آج رات گزارنے جہاں رہو گی، وہاں میرا ایک آدمی میک اپ کا سامان اور پاسپورٹ وغیرہ لے کر پہنچ جائے گا۔“

وہ پچھلی سیٹ پر خاموشی سے بیٹھی ہوئی سوچ کے ذریعے زہیری سے باتیں کر رہی تھی۔ دھنپت رائے نے کہا ”شانتی ہم سے دور ہو کر خاموش ہو گئی ہے۔ میں پچھلی سیٹ پر جا کر اس سے باتیں کروں گا تو اس کی تنہائی دور ہو جائے گی۔“

کنور بلراج نے کہا ”بے شک تم پیچھے چلے جاؤ۔ شانتی آگے گی۔ میں اس کی تنہائی دور کرتا رہوں گا۔“

دھنپت رائے نے اسے گھور کر دیکھا پھر دل میں کہا ”تنہائی تو صرف میں دور کروں گا۔ ابھی یہ چڑیا اڑنے والی ہے۔“

آخر چڑیا کے اڑنے کا وقت آگیا۔ ایک راستے پر اچانک ہی ایک بڑی سی وین نے آکر اس کار کا راستہ روکا۔

اس وین کے دروازے کھلے تین مسلح افراد نے تیزی سے باہر آکر کنور بلراج اور دھنپت رائے کو گن پوائنٹ پر رکھا۔ تیسرے نے پچھلا دروازہ کھولا۔ ماریہ خود ہی کار سے نکل کر وین میں جا کر بیٹھ گئی۔

دیکھتے ہی دیکھتے خوب صورت چڑیا پھر ہو گئی۔ کنور بلراج نے کہا ”میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ وہ تمہارے آدمی ہے۔ میری شانتی کو لے گئے۔“

”میرے نہیں تمہارے آدمی تھے۔ زیادہ چالاک نہ بنو۔ تمہیں یقین ہو گیا تھا کہ شانتی میری طرف مائل ہو رہی ہے۔ اس لیے تم نے انہیں اٹھایا ہے۔ انا چور کو تو قاتل کو ڈانٹتے۔“

”میں چور ہوں تو تم ڈاکو ہو۔ سیاسی ڈاکو۔“

اچانک دو گاڑیاں آکر اس کار کے آگے پیچھے رک گئیں۔ ان گاڑیوں میں سے کئی کن میں باہر آئے انہوں نے کنور بلراج کو اور دھنپت رائے کو نشانے پر رکھتے ہوئے پوچھا ”لڑکی کہاں ہے؟“

”ہم لڑکی کے لیے پریشان ہیں۔ اسے تمہارے پیر لوگ لے گئے ہیں۔“

انہوں نے اُدھر اُدھر دور تک دیکھا۔ ماریہ نظر نہ آئی۔ وہ دوڑتے ہوئے اپنی گاڑیوں میں گئے پھر وہ گاڑی وہاں سے چلی گئیں۔ کنور بلراج نے پوچھا ”مسٹر رائے! کون تھے جو شانتی کو لے گئے؟ اور یہ کون تھے جو اسے لے آئے تھے؟“

”تم ایسے پوچھ رہے ہو جیسے میں ان سب کو جانتا ہوں۔“

وہ کار سے اترتے ہوئے بولا ”تمہاری کار پر لعنت ہے میں نے یہاں بیٹھ کر غلطی کی ہے۔“

کنور بلراج نے مسکراتے ہوئے گاڑی اشارت کی کہ تیزی سے ڈرائیو کرنا ہو چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی دھنپت رائے بھی مسکرائے لگے۔ دونوں خوش تھے کہ شانتی ان پر انیویٹ بنگلے میں پہنچائی جا رہی ہے۔

اس کا خاص مانت راجا راؤ کار لے آیا۔ اس نے ان میں بیٹھے ہوئے پوچھا ”وہ شانتی کو لے گئے؟“

”سوری سر! ابھی مجھے فون پر معلوم ہوا کہ ہمارے کنور بلراج کی کار کے پاس گئے تھے لیکن کار میں شانتی نہ تھی۔“

”اس کا مطلب ہے، پہلے آنے والے اور اسے لے کرنے والے کنور کے آدمی تھے۔“

دوسری طرف کنور بلراج نے فون کے ذریعے اپنے خاص مانت سے پوچھا ”کیا خبر ہے؟ شانتی کو بنگلے میں رہے ہو؟ ویسے تمہارے آدمی پہلے نہ آتے تو اس کیسے آدمی اسے لے جاتے۔ اسے بری طرح تھاکا ہوئی ہے۔“

”سر! پہلے میری بات سن لے۔ میرے ساتھ چار بیگ سی بات ہو گئی ہے۔ میں شانتی کو اپنی گاڑی میں لے جا رہا ہوں۔ ایک مانت نے کہا کہ شانتی راضی خوش جا رہی ہے۔ اس کی گمرانی کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کہہ کر شانتی کی بیٹھی ہوئے دونوں مانت گاڑی سے اتر گئے۔ میں نے انہیں آگے بڑھا دی۔ وہ واقعی بڑے آرام سے پچھلی سیٹ پر بیٹھ جا رہی تھی۔“

”تم اتنی لمبی باتیں کیوں کر رہے ہو۔ جلدی بولنی چاہتے ہو؟“

”سر! میں آپ سے انعام نہیں لوں گا۔ میں انعام دار نہیں ہوں۔“

”یو شٹ اپ! انعام کی نہیں شانتی کی بات کرو۔“

دو تھاپا

”پہنچا دیا۔“

”میں آپ کے برائیوٹ بنگلے تک پہنچ گیا تھا مگر پیچھے پلٹ کر دیکھا۔ وہ نہیں تھی۔“

”کیا کو اس کر رہے ہو۔ وہ پچھلی سیٹ پر تھی پھر وہاں سے کیسے غائب ہو گئی؟“

”میں اسی بات پر حیران ہوں۔ میں نے کیسں گاڑی نہیں روکی تھی۔“

”کسی سگنل پر ضرور روکی ہوگی؟“

”سگنل پر تو روکنا ہی پڑتا ہے۔ شاید ایسے ہی وقت وہ اتر کر چلی گئی۔“

”اور تمہیں خبر نہیں ہوئی۔ کیا تم سو رہے تھے تم نے اسے پچھلی سیٹ پر کیوں بٹھایا تھا؟“

”وہ میرے ساتھ بیٹھنا نہیں چاہتی تھی۔ میں زبردستی کرنا تو وہ شور مچاتی۔“

”تم نے اپنے آدمیوں کو جانے کیوں دیا؟ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔“

اس نے جھنجھلا کر فون بند کر دیا۔ ایک منٹ کے بعد فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے آن کر کے کان سے لگا کر سنا۔ دوسری طرف سے دھنپت رائے کہہ رہا تھا ”تم بہت بڑے کہتے ہو۔ پہلے جو لوگ آئے تھے اور شانتی کو لے گئے تھے۔ وہ تمہارے اپنے آدمی تھے۔“

”کیسے ہو تم، تمہارا باپ اور تمہارا پورا خاندان یقین کو دیا نہ کہو۔ شانتی میرے پاس نہیں ہے۔ شانتی کا مطلب ہے امن و سکون اور تمہارا سکون برباد ہو چکا ہے۔“

اس نے فون بند کر دیا۔ حیرانی سے سوچنے لگا ”وہ پچھلی سیٹ سے غائب کیسے ہو گئی؟ اگر کسی سگنل پر اتر گئی تھی تو اس کے مانت کو خبر کیسے نہ ہوئی؟ مانت بہت ہوشیار اور چالاک تھا۔ اس نے اپنے آدمیوں کو کار سے اتارنے کی جو غلطی کی۔ وہ بھی سوچنے پر مجبور کر رہی تھی کہ اس کے آدمی کیوں چلے گئے تھے؟“

فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے اس سے آن کر کے کان سے لگا کر سنا۔ اس نے آواز سن کر چونک گیا۔ وہ جلدی جلدی کے رہی تھی۔ کنور صاحب! اچھے بچائیں۔ دھنپت رائے نے آدمی مجھے یہاں لاکر ایک کمرے میں بند کر چکے ہیں۔ میں یہاں اکلی ہوں۔ کوئی میری آواز نہیں سن رہا ہے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔“

”آدمت۔ میں ابھی تمہاری مدد کے لیے آ رہا ہوں۔ دیکھ تم کہاں ہو؟“

دیوتا

145

”میں نے ایک میز پر چڑھ کر روشن دان سے دیکھا ہے۔ دور بہت دور قطب مینار دکھائی دے رہا تھا۔ تم قطب مینار پر چڑھ کر لال رنگ کا مکان دیکھو گے۔ بس اسی مکان میں تھتے چلے جاؤ۔ میں ایک بند کمرے میں ہوں۔“

”گھر نہ کہو۔ میں ابھی پولیس والوں کے ساتھ آ رہا ہوں۔“

وہ فون بند کر کے تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا ایک قریبی پولیس اسٹیشن پہنچا۔ وہاں اس سے پہلے ایس ایچ او کے پاس دھنپت رائے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا ”یہ دیکھو آفسر! مجرم خود یہاں آگیا ہے۔ یہی کنور بلراج انٹھور ہے۔“

افسر نے کہا ”کنور صاحب کو پوری دلی جانتی ہے۔ آپ ان پر انوار کا الزام لگا رہے ہیں؟“

کنور بلراج نے کہا ”یہ مجھ پر الزام لگا رہا ہے؟ جبکہ اس نے میری ممان شانتی کو اغوا کیا ہے۔ آفسر! تم میرے ساتھ قطب مینار چلو۔ وہاں کیسں قریب ہی ایک لال رنگ کا مکان ہے۔ وہاں شانتی کو قیدی بنا کر رکھا ہے۔“

دھنپت رائے نے کہا ”یہ جھوٹ بولتا ہے، اسی نے شانتی کو قیدی بنا کر رکھا ہے جس مکان میں اسے قید کیا ہے وہ لال قلعے کے کیسں قریب ہی ہے۔“

افسر نے کہا ”جسٹ اے منٹ! بہت دن ہو گئے، میں نے قطب مینار اور لال قلعہ نہیں دیکھا ہے۔ میں پہلے لال قلعہ دیکھوں گا پھر قطب مینار کی طرف جاؤں گا۔“

وہ تینوں وہاں سے روانہ ہوئے۔ دھنپت رائے لال قلعے کے قریب ایک محلے میں پہنچ کر کہا ”شانتی نے مجھے فون پر اس لال گیٹ والے مکان کا بتایا تھا۔“

افسر نے کہا ”آپ دونوں گاڑی میں تشریف رکھیں۔ میں ابھی آتا ہوں۔“

وہ لال گیٹ والے مکان کے احاطے میں آیا۔ ایک شخص مکان سے باہر آ رہا تھا۔ افسر نے کہا ”میں کنات پٹیل تھاںے کا ایس ایچ او ہوں۔ مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے شانتی نامی لڑکی کو یہاں پھنسا رکھا ہے۔ اسے یہاں لاؤ۔“

اس شخص نے حیرانی سے کہا ”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔“

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ احمد زہیری اس کی آواز سنتے ہی دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ زہیری کی مرضی کے مطابق بولا ”او۔ شانتی دیوی؟ وہ میرے گھر میں تھیں پھر یہ کہہ کر چلی گئیں کہ بلراج جانتی ہے بلایا ہے۔“

”بلراج سہائی فلموں کا بہت بڑا اداکار تھا۔ وہ سورگ

کتا بیات پبلی کیشنز

144

کتا بیات پبلی کیشنز

باش ہو چکا ہے شانتی نے کنور بلراج کا ہو گا۔ تم غلط بول رہے ہو۔ نام صحیح یاد کرو۔“

”مجھے ابھی طرح یاد ہے اس نے بلراج ساہنی کا تھا“

اس نام کا کوئی دوسرا ہو سکتا ہے“

کنور بلراج اور دھنپت رائے وہاں آگئے۔ کنور نے کہا ”جب مجھ پر الزام ہے تو مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تم کیسی انکوائری کر رہے ہو؟ یہ کیا کہہ رہا ہے؟“

”یہ کہہ رہا ہے یہاں شانتی تھی پھر بلراج ساہنی سے ملنے چلی گئی ہے“

دھنپت رائے نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا ”ثابت ہو گیا کہ یہاں شانتی تھی۔ اسے یہاں لاکر چھپایا گیا تھا مگر اب اسے چھپانے کی جگہ بدل دی گئی ہے۔“

اس شخص نے کہا ”اسے چھپایا نہیں گیا تھا۔ وہ اپنی مرضی سے آئی تھی پھر چلی گئی۔“

دھنپت رائے نے کہا ”کیوں اسے مت کرو۔ مجھے الزام نہ دو۔ وہ بلراج ساہنی سے ملنے گئی ہے۔“

افسر نے کہا ”پلیز ایک منصف مجھے بات کرنے دیں۔ آپ دونوں جھگڑنا نہ کریں۔“

پھر وہ اس شخص سے بولا ”مجھی طرح سوچ کر تلو شانتی دیکھنے میں کیسی تھی؟“

”کالی تھی؟ یعنی اس کی ایک آنکھ بند تھی؟ رائے صاحب! کیا آپ دالی کالی تھی؟“

دھنپت رائے نے کہا ”نہیں۔ اس میں کوئی عیب نہیں تھا۔ یہ شانتی کوئی اور ہے۔“

کنور نے کہا ”سمجھان کا شکر ہے، مجھ پر سے الزام ہٹ گیا۔ اب قطب مینار چلیں۔“

دھنپت رائے نے کہا ”چلو۔ میں نے اسے اغوا نہیں کیا ہے۔ مجھے کسی کا ذکر نہیں ہے۔“

وہ تینوں وہاں سے قطب مینار کی طرف آئے۔ آس پاس کے علاقوں میں لال رنگ کا مکان تلاش کرنے لگے۔ ایسا مکان نظر نہیں آیا۔ وہ تھک ہار کھاتے واپس آئے۔ سب انکپڑنے لگے۔ ”سر! کسی شانتی دیوی کا فون آیا تھا۔ وہ بہت پریشان تھی۔ رو دو کر بول رہی تھی۔ کسی بد معاش نے اسے اغوا کیا ہے۔ وہ بد معاش بھی کتا ہے کہ اس نے دھنپت رائے کے حکم سے اسے اغوا کیا ہے۔ کبھی کتا ہے کہ کنور بلراج کے حکم سے اغوا کیا گیا ہے۔ کبھی کتا ہے، قطب مینار کے پاس قید کیا گیا ہے کبھی کتا ہے، لال قلعہ کے پاس ایک مکان میں چھپایا گیا ہے۔“

دھنپت رائے نے کہا ”آہ! میری شانتی پر غم ہے۔ میں کیا کروں؟“

کنور نے کہا ”وہ تمہاری شانتی نہیں ہے شانتی ہے پہلے میری دوست ہوئی تھی۔“

افسر نے کہا ”آپ دونوں اسے چاہتے ہیں۔ اب اسے چاہے گی جو بد معاش کے چنگل سے اسے رہائی دلاے گا۔ آپ دونوں وسیع ذرائع کے مالک ہیں۔ آپ چاہیں تو پورے دہلی کی پولیس کو الارٹ کر کے اسے آج رات تلاش کر سکتے ہیں۔“

وہ دونوں تمہیں کھا کر کھینے لگے کہ وہ تمام رات شانتی تلاش کرتے رہیں گے۔ ماریہ ایک فانیو اشار ہوئی کہ کمرے میں تھی۔ بابا صاحب کے ادارے کا ایک جاسوس اس کے لیے پاسپورٹ ویزا اور میک اپ کا سامان لے گیا تھا۔ وہ پاسپورٹ کی تصویر کے مطابق اپنا چہرہ تبدیل کر دیا تھا۔ اس کے دیوانوں نے اسے ایک رات میں ڈھونڈ نکالنے کا عہد کیا تھا لیکن قیامت تک اسے پچان نہیں سکتے تھے۔

وہ تمام رات اسے تلاش کرتے رہے۔ ان کے ماموں درجنوں ماتحتوں کی گاڑیاں آگے پیچھے تھیں۔ مکان ابھی ہوئی، کلب، قمار خانے اور شراب خانے جہاں شہر تھا۔ وہاں پولیس والے ان کے حکم سے چھاپے مار رہے تھے۔ وہ دونوں شراب پی رہے تھے اور ایک دوسرا کالیاں دے رہے تھے۔

انہیں دوسری صبح ریس کے میدان میں جانا تھا۔ وہاں تماشائی پینے کے باعث مدہوش ہو کر اپنی اپنی کار میں سوئے تھے۔ اپنے ماتحتوں سے کہہ دیا تھا کہ وہ سوجائیں۔ تب انہیں ریس کے میدان میں لے جائیں پھر ریس شروع ہو جائے گی۔ انہیں جگا دیں۔ انہوں نے حکم کے مطابق انہیں جگا دیا۔ احمد زہیری کی ہدایات کے مطابق بابا صاحب کے ادارے کے سراغ رساں گھوڑے دوڑانے والے ایک ایک جگہ پر دماغ میں پہنچ گئے تھے۔ سنجیدہ مسائل میں مصروف ہونے والے ان سراغ رساںوں کو ادارے سے اجازت دے دی گئی کہ وہ ماریہ کے معاملے میں تقریب کے طور پر کچھ وقت گزار سکتے ہیں۔ وہ سب بابا صاحب کے ادارے میں تھے۔ کسی شخص پر جانے والے تھے۔ اس سے پہلے انہیں ایک دلچسپ تقریب کا موقع مل گیا تھا۔ وہ بڑی حکمت عملی سے ایک جگہ کے اندر پہنچ گئے تھے۔

ریس شروع ہونے سے پہلے ماریہ نے کنور بلراج

دھنپت رائے کو باری باری فون پر کہا ”تم دونوں کتوں سے بڑھو۔ جوان اور حسین لڑکی کو حاصل کرنے کے لیے کینکٹی کی اتنا کر دیتے ہو۔ اگر میں موم کی مریم ہوں تو تم دونوں میری عزت کی دھجیاں اڑا دیتے۔ اس کے برعکس میں تمہیں نام رات کتوں کی طرح دوڑانی رہی ہوں۔“

ایک نے غصے سے کہا ”اچھا تو تم ہمیں آلو بتا رہی تھیں۔“

”میں تو پولیس والوں پر حیران ہوں کہ وہ کیسے آؤں۔ مجھے کتنا ایسی بات عقل میں نہیں آئی کہ اغوا ہونے والی لڑکی کو تم سے بات کرنے کے لیے فون کی سولت کبھی نہیں مل سکتی۔ میں فون کرنے کے لیے آزاد تھی اور پھر ہر معاملے میں آزاد تھی اور ہوں۔“

دوسرے نے کہا ”ایک بار ہمیں مل جاؤ پھر ہم تمہیں قانونوں کے بازار میں بٹھا دیں گے۔“

”مجھے ڈھونڈ لو۔ میں اسی ریس کورس کے پولیس میں ہوں اور میرا سے تم سب کی رقم ڈبو کر ڈبلی کے پچاس لاکھ جت کر جاؤں گی۔“

”عجوبہ مت بولو۔ تم ہمارے چنگل میں پھنسنے کے لیے یہاں کیسی نہیں آؤ گی۔“

”میں یہاں نہیں بل کہ ایک خوب رو جوان کے ساتھ ہوں اور یہ بتا دوں کہ آج کی ریس ایک ایمان دار نہیں ہے۔ گے۔ اس نے اس شہر میں کئی فلاحی ادارے قائم کیے ہیں۔ جنم اور لاوارث عورتوں اور بچوں کے لیے آشرم تعمیر کیے ہیں۔ اس ریس کا نام صولت مرزا ہے۔“

وہ صولت مرزا سے واقف تھے۔ کیونکہ وہ بھی ریس خیلے کا شوقین تھا۔ ریس جیتنے کے سلسلے میں جتنی ہیرا پھیری ہوتی ہے، وہ سب کی گئی تھی۔ بڑی بڑی ریسیں دے کر کئی دیگر لوگوں پر راضی کیا گیا تھا تاکہ وہ ریس جیت سکیں۔ سب ریس شروع ہوئی تو کنور بلراج اور دھنپت رائے کو پورا مین تھا کہ وہی میدان جیتنے والے ہیں۔

ان کے گھوڑے کبھی آگے جارہے تھے کبھی پیچھے ہٹ رہے تھے۔ گھوڑے دوڑانے والے جو کیوں کے دماغوں کو بڑھانے کے لیے دوڑا رہے تھے۔ وہ تمام جو کی ان کے گھوڑے کبھی اپنے گھوڑے تیزی سے دوڑاتے ہوئے رہنے لگے۔ وہ کبھی رنڈر رنڈر ہو جاتے تھے۔ رنڈر ایک جو کی ایسا جو مسلسل ایک ہی رفتار سے اپنے گھوڑے کو دوڑا رہا تھا۔ آخری راؤنڈ میں وہی گھوڑا سب سے پہلے لگ گیا۔

فیصلہ کن

کنور بلراج اور دھنپت رائے جھنجھلا گئے۔ وہ جگہ جگہ شانتی کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ ماریہ کی پیش گوئی کے مطابق تھوڑی دیر کے بعد اعلان کیا گیا کہ صولت مرزا نے ڈبلی کی رقم جیت لی ہے۔

وہ حیران رہ گئے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟ اس رات وہ شانتی کو کالیاں دیتے رہے اور خوب پیتے رہے۔ ماریہ نے فون کے ذریعے کہا ”میں جانتی ہوں، تم دونوں بھونک رہے ہو۔ تمہارے منہ سے کتوں کی طرح رال پھٹتی جا رہی ہے۔ بھونکتے رہو۔ مجھے نہ کاٹ سکے۔ کسی کمزور کو کاٹنے رہو۔ میں تمہارے انڈیا سے بہت دور جا رہی ہوں۔ بیک یو گاؤں۔“

ماریہ ایک فلاٹ میں اپنے محبوب احمد زہیری کی طرف پرواز کر رہی تھی۔ اس فلاٹ میں شیوانی اپنے دو سراغ رساںوں کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ اس نے اسکاٹ لینڈ راز کے ڈی جی سے رابطہ کر کے کہا تھا کہ وہ ہانگ کانگ جا رہی ہے۔ وہاں اپنی ایک مضبوط ٹیم ہار کیچن کی طرف جائے گی۔ امریکی اکابرین سے کہا جائے کہ مضبوط ٹیم بنانے کے لیے کم از کم دو ٹیلی فنی جتنی جاننے والوں کو شیوانی کی ماتحتی میں دیا جائے۔

اب جو کچھ ہونے والا تھا، وہ ہانگ کانگ پہنچ کر ہونے والا تھا۔

○☆☆○

دانش مندی کا تقاضہ ہے کہ دوست بنائے جائیں، کسی کو دشمن نہ بنایا جائے لیکن الپا نے انتہائی برے حالات میں بولی اٹھتے جیسے وفادار کو بے وفائی پر مجبور کر دیا تھا۔

الپا کے سر کے پچھلے حصے سے وہ طلسمی کیل نکل چکی تھی۔ ٹیلی فنی جتنی جاننے والے دشمن اس کے دماغ میں آسانی سے آسکتے تھے۔ وہ اپنی کمزوریوں اور ناہمیوں کے باعث جھنجھلا تھی۔ یہ جانتی تھی کہ جبکی ہزار بولی اٹھتے کے سروں میں بھی وہ طلسمی کیلیں نہ رہیں۔ وہ اپنے ان دو معمولوں کے جو خیالات پر مبنی رہتا جانتی تھی۔

بولی نے اپنے سر سے وہ کیل نکالنے سے انکار کیا پھر اسے اسپتال میں چھوڑ کر چلا گیا۔ الپا کو یہ اطمینان تھا کہ پارس اس کا قیدی اور معمول بنا ہوا ہے۔ اس کے دماغ میں نہیں آئے گا اور ابھی دشمنوں کو خبر نہیں ہوگی کہ وہ اسپتال میں زخمی پڑی ہوئی ہے۔ وہ سب سے پہلے بولی کو غداری کی سزا دینا چاہتی تھی۔

پارس بڑی خاموشی سے اس کے دماغ میں تھا اور اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اسے پہلے تو یہ اہم بات معلوم ہوئی

کہ الپا، جسکی ہنر اور بولی اس سمجھ کے سروں کے پچھلے حصوں میں کیلیں پوست کی گئی ہیں۔ ان طلسمی کیلیوں کے باعث تمام ٹیلی پتھی جاننے والے ان کے دماغوں تک پہنچنے میں ناکام رہتے ہیں۔

پھر یہ معلوم ہوا کہ الپا کا خفیہ محل نما بنگلا کہاں ہے؟ اس بنگلے میں بہت سی اہم دستاویزات چھپا کر رکھی گئی ہیں۔ ان میں ازنا سر مرشین کا نقشہ بھی ہے۔ اسی بنگلے میں ایک خانہ ہے وہاں الپا ازنا سر مرشین تیار کرنا چاہتی تھی۔ افسوس کہ بڑی طویل جدوجہد اور دن رات کی محنت کے باوجود وہ ازنا سر مرشین بیشک کی طرح ایک خواب بن کر رہنے والی تھی۔

پارس نے اہم معلومات حاصل کرتے ہی اپنے سراغ رسانوں میں سے دو سراغ رساں کو الپا کے خفیہ بنگلے کا پتا بتایا۔ دو اور سراغ رسانوں کے ساتھ خود راہنسن اسٹریٹ کے ایک بنگلے میں گیا۔ اس بنگلے میں جسکی ہنر کو چھپا کر رکھا گیا تھا۔ دروازوں کو مقفل کیا گیا تھا۔ وہ دروازے کا لاک توڑ کر اندر پہنچا تو جسکی ایک کمرے میں شراب کا جام اٹھائے پڑی رہا تھا۔ اس نے پوچھا ”کون ہو تم لوگ؟“

پارس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اس کے دماغ میں پہنچے گا یا نہیں؟ وہ نہ پہنچ سکا۔ اس نے کہا ”ہم تمہاری مدد کرنے آئے ہیں۔ تم الپا کے غلام بنے ہوئے ہو۔ تمہارے سر میں ایک کیل مسمی ہوئی ہے تم اسے نکال نہیں پا رہے ہو۔ ہم اسے نکالیں گے۔“

اس نے کہا ”نہیں۔ یہ میری محافظہ کیل ہے۔ کوئی میرے اندر نہیں آسکتا۔ کوئی میرے خیالات پڑھ نہیں سکتا۔ میں یہ کیل نکالنے نہیں دوں گا۔“

دونوں سراغ رساں اس کے پاس پہنچ گئے۔ ایک نے دونوں بازوؤں میں اسے جکڑ لیا۔ دوسرے نے اس کے سر کے پچھلے حصے سے وہ کیل نکال دی۔ پارس نے خیال خوانی کی۔ اس بار وہ اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ غصے سے سوچ رہا تھا کہ اس کے پاس ایک ریو الوور ہے۔ وہ ان تینوں کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔

پارس نے کہا ”تمہارا ریو الوور دوسرے کمرے میں ہے۔ وہاں کیسے جا سکو گے؟ تمہارے دماغ پر ہماری حکمرانی ہے۔“ وہ پریشان ہو کر بولا ”تم سب بچتاؤ گے۔ میڈم الپا کو معلوم ہوگا تو وہ تم سب کو مار ڈالے گی پھر میرے سر کے پیچھے ایسی دو سری کیل ٹھوک دے گی۔“

”وہ نہ ٹھوکنے والا جاؤ گر مرچکا ہے اور تمہارے اسپتال میں ہے۔ ہم تمہیں اس کی غلامی سے نجات دلا دیں۔ کیا تم خوش نہیں ہو؟ کیا تم آزاد ہو کر اپنی بیٹی سے نہیں چاہتے؟“

اس نے چونک کر پارس کو دیکھا پھر خوش ہو کر ”میری بیٹی؟ میری ڈاٹا نکالنا ہے؟ کیا تم اسے جانتے ہو؟“ وہ ایک فابو اشارہ ہوئی میں پچھلے ایک صفحے سے امید پر ہے کہ کسی نہ کسی دن تم اس سے ضرور ملو گے۔“ ”آہ! میں بیٹی کو بھول گیا تھا۔ اپنی بیوی اور بچوں بھول گیا تھا۔ الپا نے مجھ پر بہت ظلم کیا ہے۔ پلیز مجھے بریٹی کے پاس جانے دو۔“

پارس نے کہا ”ضرور جاؤ مگر الپا نے تمہارا چہرہ بدل دیا ہے۔ اسے پہلے اس چہرے کو مٹاؤ پھر اپنے اصلی چہرے کے ساتھ گے تو پہنچ جائے گی۔“

جسکی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے چہرے کو چھو کر اپنے میں دیکھا پھر کہا ”او گاڈ! آئینے میں کوئی ایسی نظر آ رہی ہے میں خود کو پہچان نہیں پا رہا ہوں۔ مجھ پر ماسک میک اپ ہے میں اسے نکال دوں گا۔“

وہ اپنی گردن کے پیچھے دونوں ہاتھ لے جا کر مابہ اتارنے لگا۔ ایسے وقت بولی نے اگر باہر کے دروازے دیکھا۔ اس کے لاک کو فائرنگ کے ذریعے توڑا تو فائرنگ کا نشان دیکھتے ہی بولی سمجھ گیا، کوئی گڑبڑ ہے۔ فائرنگ کو جسکی کا سراغ مل گیا ہے۔ وہ لاک توڑ کر جسکی کو وہاں لے گئے ہیں۔

وہ ڈبے پاؤں چلتا ہوا اندر آیا۔ ڈرائنگ روم سے گزرتے وقت اس نے بیٹی کو دیکھا۔ وہ آن تھا۔ ذہن میں آئی کہ جسکی موجود ہے۔ شاید بیٹہ روم سے شراب بول لائے گیا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ لاک توڑنے والے بھی موجود ہوں۔

اس نے کچھ سوچا پھر بیٹی کی آواز آ کر اس کے دل والیوم پر آواز بڑھا دی۔ اسکرین پر دو دشمنوں کے فائرنگ ہو رہی تھی۔ وہ فائرنگ کی آواز اچانک تھم گئی۔ خائیں خائیں گولیاں چلنے لگیں تو پارس دیکھ کر اچھل پڑے۔ انہوں نے ابھر اُدھر چلا گئیں۔ انہوں نے بچاؤ کے لیے الماریوں اور دروازوں کے پیچھے چھپ کر بولی نے ایک نفسیاتی حملہ کیا تھا پارس بھی چھپ کر تھا پھر دیوار کے پیچھے پہنچتے ہی عقل آگئی۔ بیٹی کی آواز آئی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے دونوں دیکھا۔

رساںوں سے کہا ”جسکی کو پچھلے دروازے سے نکال کر اس کی بیٹی کے پاس لے جاؤ۔“ وہ دونوں جسکی ہنر کو پکڑ کر اس کمرے کے دوسرے دروازے سے چلے گئے۔ اب پارس نے ایک نفسیاتی حملہ کیا۔ ایک گھدانا اٹھا کر دوسرے دروازے کی طرف پھینکا۔ وہ گھدانا دروازے سے ٹکرایا۔ اس کی آواز سن کر بولی کی سمجھ میں آیا کہ وہ پچھلے دروازے سے بھاگ رہے ہیں۔ وہ بیٹی کی آواز بڑھانے کے بعد ایک جگہ چھپ گیا۔ فائرنگ دشمنوں کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ دروازے سے گھدانا کے ٹکرانے کی آواز سن کر چھپنے والی جگہ سے نکل آیا۔ وہ جسکی ہنر کو اپنے قابو میں رکھنا چاہتا تھا۔ الپا سے بدظن ہو کر اسے اسپتال میں چھوڑتے ہی یہ فیصلہ کرچکا تھا کہ وہ خود ایک ازنا سر مرشین تیار کرانے گا۔

وہ ایک جیو بی ہو کر پھانسنے کا عزم کرچکا تھا۔ اسی لیے الپا کو چھوڑتے ہی سب سے پہلے جسکی کو ساتھ لے جانے کے لیے اس بنگلے میں آیا تھا۔

وہ دبے قدموں ڈرائنگ روم سے گزرتا ہوا ایک کوریڈر میں آیا پھر جسکی کے بیڈ روم کے پاس آیا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس نے اندر آنے سے پہلے بھاٹک کر دیکھا۔ کمرہ خالی نظر آیا۔ دوسری طرف کے دروازے کے پاس فائرنگ پر ایک گھدانا پڑا ہوا تھا۔ صاف سمجھ میں آ رہا تھا کہ جسکی دشمنوں کے ساتھ اس دوسرے دروازے سے گیا ہے۔ بولی بیڈ اور سوپنے سمجھنے میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے فوراً ہی اس کمرے سے گزرنے کے لیے چوٹ کے اندر ایک قدم رکھا۔ اسی لمحے میں پارس نے دروازے کو ایک لات ماری دروازہ بولی کے منہ پر آکر لگا۔ اس کے حلق سے آواز نکلی۔ ریو الوور ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر کر۔ پارس نے اسے اٹھایا۔ بولی کو زیادہ چوٹ نہیں لگی تھی۔ وہ اچانک حملے سے بوکھلا گیا تھا۔ اسے سنبھلنے میں دیر نہیں لگی مگر ریو الوور اٹھانے میں دیر ہو گئی۔

وہ اپنے ہی ریو الوور کی زد میں تھا۔ اس نے پریشان ہو کر پوچھا ”تم کون ہو؟“

”تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا میں پارس نہیں ہوں؟“ ”نہیں۔ وہ میڈم الپا کی قید میں ہے میڈم کا معمول اور حکم بتاؤ۔“ ”تم بھی الپا کی قید میں تھے پھر اس کی غلامی سے کیسے آزاد ہوئے ہو؟“ دیو کا

وہ بے یقینی سے پارس کو دیکھنے لگا۔ اس نے ریو الوور کے جیمیر سے تمام گولیاں نکال کر جیب میں رکھیں۔ ریو الوور کو ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا ”تمام دوست اور دشمن یہ جانتے ہیں کہ فریاد علی تیمور کے خاندان کا کوئی فرد اپنے پاس کوئی ہتھیار نہیں رکھتا۔ ضرورت پڑے تو دشمنوں کا ہتھیار خود ان ہی پر استعمال کرتا ہے۔ ابھی مجھے ضرورت نہیں ہے اس لیے وہ ریو الوور بھی پھینک دیا ہے۔“

”ہاں مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم فریاد کے بیٹے ہو مگر بہت بڑی حماقت کر چکے ہو۔“ یہ کہتے ہی اس نے پارس پر چھلانگ لگائی۔ پارس نے جھک کر اسے اپنے سر پر سے اچھال کر دوسری طرف پھینک دیا۔ وہ فرش پر گرے ہی پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا اس نے گھوم کر پارس کو لک مار دی۔ لک خالی گئی۔ اس نے دوسری لک ماری۔ دوسری بھی خالی گئی۔ تیسری بار پارس نے دونوں ہاتھوں سے اس کی ٹانگ پکڑی پھر اسے پیچھے کر ایک دائرے کی صورت میں گھماتے ہوئے ایک دیوار پر دے مارا۔ وہ بیچتا ہوا فرش پر گر کر ترے لگا۔

پارس نے اس کے پاس آکر اس کی گردن کو اپنے ایک گھٹنے سے دبا دیا۔ ایک ہاتھ سے اس کے سر کو دبا پھر سر کے پچھلے حصے سے کیل نکال کر کھڑا ہو گیا۔

وہ تھوڑی دیر تک ہانپتا رہا۔ کانپتا رہا۔ پارس کو بے بسی سے دیکھتا رہا پھر آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پارس ایک طرف بڑے ہوئے ریو الوور کو اٹھا کر جب سے گولیاں نکال کر اسے لوڈ کرنے لگا۔ وہ سہم کر بولا ”مجھے گولی مارو گے؟“

پارس نے پوچھا ”زندہ رہ کر کیا کرو گے؟ میں نہیں ماروں گا تو الپا مار ڈالے گی۔ آری کا ایک اعلیٰ افسر الپا کے حکم سے تمہیں مصلح کرچکا ہے۔ اب تم آری اعلیٰ جنرل کے اعلیٰ افسر نہیں رہے ہو۔ تم یہاں سے جاؤ گے تو گرفتار کر لیے جاؤ گے۔“

”میں گرفتار ہونے سے پہلے ہی کہیں روپوش ہو جاؤں گا۔ پلیز مجھے جانے دو۔“

پارس نے وہ ریو الوور اس کی طرف اچھال کر کہا ”ٹھیک ہے۔ تم جا سکتے ہو۔“

بولی نے ریو الوور کو کچھ کر کے اسے جیرانی سے دیکھا۔ اس کے جیمیر کو چیک کیا۔ وہ پوری طرح لوڈ کیا ہوا تھا۔ اسے پورا یقین ہو گیا کہ بھرا ہوا ریو الوور اس کے ہاتھوں میں آگیا ہے۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا پھر پارس کو نشانے پر لے کر بولا ”تمہاری یہ حماقت سمجھ میں نہیں آئی۔ میں تمہیں گولی مار کر

سمجھوں گا۔“

پارس پٹ کر جانے لگا۔ اس نے لکارتے ہوئے کہا
”اے! امرکا کیڑے تھے تو یہاں کھڑا رہ۔ مجھے گولی مارنے دے۔
یہاں سے بھاگنا کیوں ہے؟“

پارس چاچکا تھا۔ وہ دوازے پر آکر بولا ”اے! کہاں
چلا گیا؟“

اسے اپنے اندر پارس کی آواز سنائی دی، مگر دھڑکے
بچے! یہ کیوں بھول گیا کہ تیرے سر سے طلسمی کیل نکل چکی
تھی۔ ہمارا ایک ٹیلی بیٹھی جانے والا تیرے اندر موجود ہے۔
وہ تجھے جہاں لے جائے گا، تو جاناے گا۔ میں الپا کے پاس جا رہا
ہوں۔“

الپا بستر پر پڑی تھی۔ مجبور تھی۔ خود کچھ نہیں کر سکتی
تھی۔ اس لیے آرمی کے اعلیٰ افسر کو حکم دیا تھا کہ اس کے
خفیہ جنگل میں اور رابنسن اسٹریٹ کے جنگل میں کسی کو داخل
نہ ہونے دیا جائے اور پولی کو گرفتار کر لیا جائے۔ فرماں بردار
بولی اس کے لیے خطرناک بن چکا تھا۔

آرمی کا اعلیٰ افسر الپا کو یقین دلا رہا تھا کہ اس کے
احکامات کی تعمیل کی جارہی ہے لیکن وہ اعلیٰ افسر اپنے طور پر
کچھ نہیں کیا رہا تھا۔ پارس نے اپنے ایک سراغ رساں کو
اس کے دماغ میں پہنچا دیا تھا۔ اس سراغ رساں نے پوری
طرح اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ الپا کی سیکورٹی کے
لیے اسپتال میں مسلح پولیس والوں کا سپرہ تھا۔ اعلیٰ افسر نے
ان پر سواروں کو دہاں سے ہٹا دیا تھا۔ اس سے زیادہ اس
نے اور کچھ نہیں کیا تھا پھر پارس اس کے دماغ میں آگیا۔
وہاں جو سراغ رساں تھا، وہ پولی کے دماغ میں چلا گیا۔

الپا اس خوش فہمی میں تھی کہ پارس اس کے قید خانے
میں ہے۔ پارس نے اعلیٰ افسر کی زبان سے کہا کہ پارس اس
کے قید خانے میں ہے۔ پارس نے اعلیٰ افسر کی زبان سے کہا
کہ اس کے خفیہ جنگل سے اہم دستاویزات کے علاوہ
ٹرانزفاں مرشین کا نقشہ بھی حاصل کیا جا چکا ہے اور جبکی ہنٹر
کو اس کی بیٹی ڈانکا کے ساتھ امریکا روانہ کیا جا رہا ہے۔
ٹرانزفاں مرشین کا نقشہ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچایا
جائے گا۔

الپا نے حیرانی سے پوچھا ”وہ ادارے والے کہاں سے!
آگئے؟“ اعلیٰ افسر کی زبان نے کہا ”جہاں سے پارس آیا ہے۔“
”کیا؟“ وہ حیرانی سے اٹھنے لگی۔ کمزوری کے باعث
تھر تھرائے لگی ”تم پارس کا نام کیوں لے رہے ہو؟“
اعلیٰ افسر نے کہا ”میں کیا نام لوں گا؟ اس نے میرا نام

نشان بھلایا ہوا ہے۔ میرے دماغ کے شاہانہ تخت پر بیٹھا
رہا ہے۔ تم نے اسے بچایا تھا۔ اب وہ تمہارا بھرانے لگا۔“
الپا خوف زدہ ہو کر شدید حیرانی سے دیکھنے لگا۔ پھر اعلیٰ
اعلیٰ افسر کو دیکھنے لگی پھر اس نے بے یقینی سے پوچھا ”تم
پارس! تم تو میرے معمول بن چکے تھے؟“
”میں چاہوں تو تمہیں اپنی معمول بنا سکتا ہوں مگر اس
کی ضرورت نہیں ہے۔ ضروری یہ ہے کہ میں تمہیں کئی
دماغی توانائی حاصل نہ کرنے دوں۔ اب تم خیال خوانی کرنا
بھول جاؤ۔ میرے حکم کی تعمیل کرو۔ انھو اور ناچو۔ ناچو بھیا
ناچو۔“

وہ کمزوری کے باوجود بستر سے اٹھ گئی مگر ناچنا نہیں
چاہتی تھی۔ پارس نے اس کے اندر آکر کہا ”میں تمہارے
اندرونی توانائی پیدا کر رہا ہوں۔ تمہیں ناچنا ہی ہو گا۔ ناچو۔“
وہ آہستہ آہستہ پاؤں اٹھا اٹھا کر ناچنے لگی اور گانے کے
انداز میں کہنے لگی
"ONCE I ORDERED
YOU TO DANCE FOR ME NOW I FREE
MY SELF TO DANCE FOR YOU"

(ایک بار میں نے تمہیں ناچنے پر مجبور کیا تھا۔ اب میں
خود مجبور ہو کر ناچ رہی ہوں)
اعلیٰ افسر نے حیرانی سے کہا ”مذہم! آپ ڈانس کیا
کر رہی ہیں۔ آپ بہت کمزور ہیں۔ مگر پڑیں گی۔ ڈانکا!
ڈانکا!“

وہ ڈانکا کو پکارتا ہوا باہر جانے لگا۔ ڈانکا اسی طرف آیا
تھا۔ اس نے کمرے میں آکر الپا کو ناچتے ہوئے دیکھ کر ہچکا
”آپ کیا کر رہی ہیں۔ زخموں کے ٹانگے ٹوٹ جائیں
مگر۔“

وہ کمزوری کے باعث آہستہ آہستہ ناچتی ہوئی بولی
”ناچنے والیوں کے ہتھکڑی ٹوٹ جاتے ہیں۔ میرے ٹانگے
ٹوٹیں گے تو تو نے نہ دو۔ مجھے ناچنے دو۔“

اس وقت ایک فائر کی آواز سنائی دی۔ بابا صاحب کے
ادارے کا سراغ رساں پارس کی ہدایت کے مطابق بولی
اسمٹھ کو دوڑاتا ہوا اسپتال میں لے آیا تھا۔ اس نے اسپتال
میں داخل ہوتے ہی ایک فائر کیا وہاں بھگدڑ مچنے لگی۔
ریوالور لے لکارتا ہوا الپا کے کمرے میں آگیا۔ وہ تلخ دہی
تھی۔ بولی جیسے دشمن کو ریوالور کے ساتھ دیکھنے لگی۔
اعلیٰ افسر سے پٹ کر بولی ”پارس! یہ مجھے مارا لے گا۔
گاؤ سیک مجھے بھاؤ۔“

پارس نے کہا ”تم اس اعلیٰ افسر سے کیوں پٹ رہی
دوبلہ“

میں تو تمہارے اندر ہوں۔ اعلیٰ افسر دماغی طور پر آزاد ہے۔
یہ دیکھو ریوالور نکال رہا ہے۔“
اعلیٰ افسر الپا کی سیکورٹی کے لیے آیا تھا۔ اس نے
ریوالور نکال کر فوراً ہی بولی کو گولی مار دی۔ ادھر وہ گولی کھا کر
گرا اور الپا شدید کمزوری کے باعث چکر اکر فرش پر گری پھر
بے ہوش ہوئی۔

○☆☆○

نارنگ اور بھیا کے درمیان ایک عرصے سے ٹھنی ہوئی
تھی۔ وہ ایک دوسرے کو کہیں سکون سے رہنے کا موقع نہیں
دے رہے تھے۔ انہوں نے یہ ٹھنا لی تھی کہ دو میں سے کسی
ایک کو زندہ رہنا ہے اور دوسرے کو اپنی آتما شکتی سمیت
مرنا ہے۔ اسی خمد اور دشمنی میں دونوں کی آتما شکتی کمزور
ہوئی جا رہی تھی۔

وہ دونوں جتنا کہ جسم میں سا کر بڑے ہی خطرناک کالے
علوم حاصل کرنا چاہتے تھے مگر جتنا کہ ایک جسم میں دونوں کی
آتما شکتی سامنے آتی تھی۔ وہ آگ اور پانی کی طرح ایک
جگہ نہیں رہ سکتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے جتنا کو مار ڈالا۔
دونوں میں سے کسی کو اس کا جسم نہ مل سکا۔

بھیا کی آتما جھوٹ پال کے جسم سے نکل کر کہاں گئی
ہے اور اب کس کا جسم حاصل کرنے والی ہے؟ یہ نارنگ
نہیں جان سکتا تھا۔

اور بھیا بھی نہیں جانتا کہ نارنگ کہاں ہے؟ اور کس
کے جسم میں لایا ہوا ہے؟ دیکھو وہ دونوں ایک دوسرے کی
آتما شکتی کو کمزور بناتے رہنے کے لیے پھر ایک دوسرے کو
ٹائش کرنے والے تھے۔ وہ دونوں آپس میں دشمنی کرتے
ہوئے کسی نہ کسی حوالے سے میری داستان میں گھسے چلے
آتے تھے۔ پارس پورس اور الپا وغیرہ کے راستوں میں آکر
اس داستان کا حصہ بن جاتے تھے۔

ان دونوں نارنگ ایک معصیت میں مبتلا تھا۔ کچھ دنوں
پہلے ایک کار کے حادثے میں وہ جسمانی طور پر مر گیا تھا۔ اس
نے ایک صحت مند جوان کا جسم حاصل کیا تھا۔ بعد میں پتا چلا
کہ اس جوان کے دونوں گردے ناکارہ ہو رہے ہیں۔ وہ
جگت میں اس کے اندر سامنے کے بعد بچتا رہا تھا۔

جسم میں فیصلہ کیا، آئندہ خوب سوچ سمجھ کر کسی اچھے
معلوم جگہ بنائے گا۔ ایسے وقت اسے جتنا کہ بارے میں
سب سے بدتر ہے کہ سدا جوان بن کر رہنے کا علم حاصل کر چکی
ہوئی تھی۔ اس کے دماغ میں وہ کرہ بنا کی مصروفیات معلوم کرنا
پہنچا تھا۔ کسی موقع پر اسے ہلاک کر کے اس کے جسم میں سا
ڈیو لیا۔

کر اس کے تمام کالے علوم حاصل کرنا چاہتا تھا۔
ایسے وقت پتا چلا کہ بھیا ایک جوان لڑکی کلپنا کے اندر
سایا ہوا ہے پھر اس نے کلپنا کو چھوڑ کر جھوٹ کے جسم میں
جگہ بنائی ہے۔ نارنگ نے فیصلہ کیا کہ پہلے بھیا کو دہاں سے
بھگائے گا لیکن بھیا نے وہاں سے بھاگنے سے پہلے جتنا کہ
جسم کو گولیوں سے چھلنی کر دیا تھا۔

ان حالات میں نارنگ کو انتظار کرنا بڑا کہ کسی صحت مند
جوان کی موت ہو تو وہ اس میں جا کر سا جائے۔ روزانہ کتنے ہی
جوان مرتے رہتے ہیں۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے مختلف
شہروں اور علاقوں میں جا کر مرنے والوں کے بارے میں
معلومات حاصل کرتا رہا تھا۔

ایک دن وہ یونہی لی وی پروگرام دیکھ رہا تھا۔ ایک چینل
سے خبر سنائی جا رہی تھی۔ نیوز ریڈر کہہ رہا تھا ”مشہور
معروف سائنس دان نیپس ہارورڈ کا اچانک انتقال ہو گیا
ہے۔ نیپس ہارورڈ نے ایک ایسا آلہ سماعت تیار کیا تھا، جس
کے ذریعے کسی بھی مطلب پر شخص کی آواز دینا کے آخری حصے
سے بھی سنی جاسکتی تھی۔ جس نے اس آلے کو اپنے ایک
کان سے اس طرح چسپاں کر دیا تھا کہ اب اس کی موت کے
بعد اسے آپریشن کے ذریعے ہی کان سے الگ کیا جاسکتا ہے۔
نیپس ہارورڈ کے درحالیے اجازت لی جا رہی ہے کہ مدفن
سے پہلے لاش کے کان کا آپریشن کر کے اسے اس کے کان
سے الگ کیا جائے۔“

نارنگ خیال خوانی نے ذریعے نیوز ریڈر کے دماغ میں
پہنچ کر جس ہارورڈ کے درحالیے کئی فون نمبر معلوم کیے پھر
ایک نمبر پر جس سے رابطہ ہوا، اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔
جیسے ہارورڈ کی دماغی اور جسمانی صحت مندی کے بارے میں
معلوم کرنے لگا۔ پتا چلا کہ وہ چھتیس برس کا تھا۔ قد اور صحت
مند تھا۔ اسے کوئی تشویش ناک بیماری نہیں تھی۔ وہ
اندھیرے میں ڈرتا تھا۔ پتا نہیں رات کی تاریکی میں اس نے
کیا دیکھا تھا کہ خوف سے دم نکل گیا تھا۔

نارنگ نے فیصلہ کر لیا کہ نیپس ہارورڈ ہر لحاظ سے مکمل
ہے۔ وہ اس کے جسم میں جائے گا پھر اس کے اندر رہ کر اس
کے دماغ سے ڈر نکال دے گا۔

نیپس ہارورڈ کا مردہ جسم اس کے ایک جنگل میں رکھا ہوا
تھا۔ اس کے کئی رشتے دار، چند سائنس دان اور فوجی
افسران وہاں موجود تھے اس کے رشتے داروں کو سمجھا رہے
تھے کہ جس ہارورڈ نے ایک غیر معمولی آلہ سماعت تیار کیا
تھا۔ اس آلے کو اس کے کان سے الگ کر کے اس کی

اسٹوڈی کی جائے گی تاکہ ویسے ہی دوسرے آلات تیار کیے جاسکیں۔

اس کے ماں باپ اور اس کی ہونے والی بیوی سب ہی اعتراض کر رہے تھے۔ مرنے والے کا آپریشن کرنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے لیکن سرکاری طور پر حکم دیا گیا کہ اس غیر معمولی آلہ سماعت کو مردے کے ساتھ مٹی میں نہ لایا جائے فوجی افسران اسے آپریشن حقیقہ پر پچانے کے لیے ایک اسٹریچر پر ڈال کر لے جا رہے تھے۔ اسی وقت جنس ہارورڈ نے آنکھیں کھول دیں۔ چیخ کر بولا ”ہاٹ! مجھے نیچے رکھو۔“

اسٹریچر اٹھانے والے ایک دم سے خوف زدہ ہو گئے۔ مردے کو زندہ ہوتے دیکھ کر ان کے ہاتھوں سے اسٹریچر چھوٹ گیا۔ مردہ نیچے گرے ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سب ہی لوگ حیرانی سے اور بے یقینی سے اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر فوجی افسر سے بولا ”مجھے باپ کا مال سمجھ کر میرا کان کاٹنے لے جا رہے تھے۔ کیا میری سائنسی خدمات کا یہی صلہ ہے؟ اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کیا دیکھ رہے ہو؟ کیا اب بھی میرا کان کاٹو گے؟ باہر جاؤ اور پریس والوں کو اندر بھیج دو۔“

پریس رپورٹرز اور فوٹو گرافرز آگے کئی فلیش لائٹ کی روشنیاں جلتے جھپٹے لگیں۔ اس کی تصویریں آداری جاری تھیں۔ سوالات کیے جا رہے تھے۔ وہ جواباً کہہ رہا تھا ”ہلے ان ڈاکٹروں کا محاسبہ کرو جنہوں نے میری موت کی تصدیق کی تھی۔ دراصل یہ سازش تھی۔ مجھے مردہ ظاہر کر کے میرے کان سے آلہ سماعت نکالنے کی پلاننگ کی گئی تھی۔ مجھے موت نہیں آئی تھی۔ میں کوما میں تھا۔“

اس کے ماں باپ اور رشتے دار خوش ہو رہے تھے۔ اس کی منگیتر مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔ بے چاری نہیں جان سکتی تھی کہ اپنے سرو کے دھوکے میں دوسرے مرد کو دیکھ رہی ہے اور وہی اس کا مقدر بننے والا ہے۔

تارنگ نے پریس والوں سے کہا ”میں ابھی کوما سے نکلا ہوں۔ کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔ پلیز مجھے آرام کرنے کا موقع دیں۔ مہربانی ہوگی۔“

وہ ان سے نجات حاصل کر کے اپنے رشتے داروں سے بولا ”میں اپنے بیٹہ روم میں جا رہا ہوں۔ اب آپ سے صبح ملاقات ہوگی۔“

وہ ایک بیٹہ روم میں آکر بستر پر لیٹ گیا۔ جس ہارورڈ کو اپنے طور پر سوچنے دیا۔ وہ سوچنے لگا ”یہ مجھے کیا ہو گیا تھا؟“

تھوڑی دیر تک اپنے آپ سے یوں غافل ہو گیا تھا جیسے مر ہوں۔ او گاؤ! میرے ساتھی سائنس دان اور فوجی افسران مجھے مردہ سمجھ کر آلہ سماعت حاصل کرنے کے لیے میرا کان کاٹنا چاہتے تھے۔ مجھے ان کی باتیں سننا چاہیے۔“

وہ ایک سائنس دان کا تصور کر کے اس کی طرف دھیان دینے لگا۔ ایسے وقت اس کے کان میں اس سائنس دان کی گفتگو ایسے سنائی دینے لگی جیسے کان سے فون کا ریسر لگا ہوا اور وہ فون پر اس کی باتیں سن رہا ہو۔ وہ سائنس دان اپنے دو ساتھیوں سے کہہ رہا تھا ”دو ڈاکٹروں نے اس کی موت کی تصدیق کی تھی۔ میں نے بھی اس کے سینے پر ہاتھ کر دیکھا تھا۔ دل کی دھڑکن بند ہو گئی تھی۔“

”جب سے؟“

ایک گھنٹے تک مردہ ہزار بار ”وہ زندہ کیسے ہو گیا؟“

”دوسرے نے کہا ”اس کا بیان ہے کہ وہ کوما میں تھا۔ کوما جیسی علامتیں نہیں تھیں۔ وہ بے شک دشبہ مرچکا تھا۔“

”شٹ۔ ہم سوچ رہے تھے“ اس کے کان سے کہ سماعت نکال لیں گے پھر ویسے ہی دوسرے آلات تیار کر لیں گے۔ کم بخت اس آلے کی تکنیک اور پروسس نہیں بتا رہے۔ ہمارے کہنا ہے کہ ابھی اس آلے کو آزاد رہا ہے۔ آزمائش پوری ہوگی۔ کامیابی ہوگی تو ہمیں فارمولا بتائے گا۔“

”ہم اس کے خلاف بول رہے ہیں۔ ایسا تو نہیں ہے۔“

وہ ہماری باتیں سن رہا ہو؟

”وہ ابھی اپنے ماں باپ اور رشتے داروں کی میزبانی ہو گا۔ اسے ہماری باتیں سننے کی فرصت نہیں ملے گی۔“

جیس ہارورڈ نے ان کی طرف سے دھیان ہٹا دیا پھر ان کی آوازیں یوں بند ہو گئیں جیسے اس نے فون کا ریسر لگا کر رکھ دیا ہو۔ اس کی منگیتر دروازہ کھول کر اندر آئی۔ مسکرا کر بولی ”تم نے سب ہی کو بیٹہ روم میں آنے سے منع کیا ہے۔ میں دیکھنے آئی ہوں کہ میری کیا حیثیت ہے۔ کیا میں زندہ جاؤں؟“

وہ قریب آنے لگی۔ وہ دونوں بازو پھیلا کر بولا ”سننے سے لگ کر دیکھو“ میرا دل دھڑک رہا ہے یا نہیں؟“

”زندہ ہوں یا نہیں؟“

وہ ہنسی ہوئی اور قریب آگئی پھر بولی ”میں نے آپ سے منوالی بھی کر شادی سے پہلے ہم دودھور رہیں گے۔“

”طرح محبت بڑھتی رہے گی۔“

تارنگ اس کے اندر پہنچ کر چور خیالات پڑنے لگا۔ سوچ رہی تھی ”میں اس سے دور رہنا چاہتی ہوں۔“

چھوٹے، پکڑنے اور جکڑنے کے چکر میں رہتا ہے۔ یہ...

والدین اس کی شہرت اور دولت کو دیکھ کر میری شادی اس سے کر رہے ہیں۔ مجھے تو وہی اچھا لگتا ہے۔ کتنی بار سے اپنی طرف اشارے کرنے کی کوشش کرتی رہی ہوں مگر وہ کس اور کا اہوانہ ہے۔ میں نہیں دے دامن بچاتی ہوں۔ وہی مجھ سے بڑا ہے۔“

وہ چپ چاپ کھڑی سوچ رہی تھی اور جیس ہارورڈ حیرانی سے سوچ رہا تھا ”کیسی عجیب سی بات ہے۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں سوزی کے دماغ میں پہنچ گیا ہوں اور وہ سوچ رہی ہے“ اسے میں سن رہا ہوں۔ اس طرح کسی کے دماغ میں پہنچنے کو اور خیالات پڑھنے کو ٹیلی پیٹھی کہتے ہیں۔ کیا میں کچھ ایسی سوزی کے خیالات پڑھ رہا تھا؟ کیا مجھے آپ ہی

سوزی نے پوچھا ”چپ کیوں ہو؟ کیا مجھے چھوٹا ضروری ہے صرف باتیں کرو۔“

جیس نے پوچھا ”کیا۔“ وہی چھوٹا چاہے تو تم تن من سے راضی ہو جاؤ گی؟“

سوزی نے چوک کر گھبرا کر اسے دیکھا پھر پوچھا ”کون کی؟“

”وہی جس کے بارے میں ابھی سوچ رہی تھیں۔“

آج پتا ہلا کہ تمہارا یا رہا ہے۔ مجھ سے تو صرف شہرت اور دولت کی وجہ سے شادی کر دی۔“

اس کے چہرے کا رنگ اڑنے لگا۔ تارنگ اس کے اندر کھنکھاتا ہوا ”وہ سوچ رہی تھی“ اسے میرے اندر کی بات کیسے معلوم ہو گئی؟ یہ ہزاروں میل دور کی آوازیں اور باتیں سن رہا ہے لیکن دماغ کے اندر کی باتیں صرف ٹیلی پیٹھی جاننے والے ہی سن سکتے ہیں اور اس نے بھی ٹیلی پیٹھی سیکھی نہیں ہے۔“

جیس نے کہا ”ہاں میں نے بھی ٹیلی پیٹھی سیکھی نہیں ہے لیکن قدرتی طور پر یہ علم حاصل ہو رہا ہے۔ تم پریشان ہو کر تمہارے اندر کی باتیں مجھے کیسے معلوم ہو رہی ہیں۔“

سوزی کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ وہ چیخے ہنسی ”تم نے ٹیلی پیٹھی جاننے ہو۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔“

”مجھے بھی یقین نہیں آ رہا ہے پھر میں تمہارے اندر چھوڑ دوں گی۔“

جیس نے اس کی سزا ملنے لگی۔“

دروازے کی طرف جاتی ہوں بولی ”نہیں۔ میں تم کو لپٹاؤں گی۔ تم بہت خطرناک ہو۔“ اندر کی بات

جان لیتے ہو۔ تمہارے ساتھ گزارا نہیں ہوگا۔“

”جاؤ مگر آدھی رات کے بعد آنا ہوگا۔ تمہاری سزا یہی ہے کہ تم اپنے حسن کی سوغات دہی کو دینے سے پہلے مجھے دو گلی اس کے بعد میں تم پر تھوک دوں گا۔ ڈاؤنٹ آؤٹ۔“

وہ تیزی سے چلتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔ جیس بستر سے اٹھ کر آئینے کے سامنے آیا پھر اپنے آپ کو دیکھتے ہوئے بولا ”میرا چہرہ اور میری شخصیت پر نقش نہیں ہے۔ اسی لیے سوزی کسی کی پر مر رہی ہے۔“

وہ اپنے اس کان کو آئینے میں دیکھنے لگا جس میں آلہ سماعت لگا ہوا تھا۔ تارنگ نے کہا ”ہیلو جیس ہارورڈ! تم پر کشش ہو۔“

وہ چوک کر آئینے میں اپنے عکس کو دیکھنے لگا۔ تارنگ نے اس کی زبان سے کہا ”غور سے دیکھو۔ آئینے میں تمہارا ہزاروں رہا ہے۔“

”ہزاروں؟ ہزاروں ایک خالی ہستی ہے۔ یا ہر انسان کا دوسرا روپ ہے۔ آج تک حقیقت کسی ہم زاد نے مجھے مخاطب نہیں کیا تھا۔“

”اب مخاطب کر رہا ہوں۔ آج سے ہمیشہ تمہارے اندر رہا کروں گا۔ تم میرے ذریعے کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر اس کے چور خیالات پڑھ سکو گے۔“

”ہاں۔ یہ عجیب و غریب علم مجھے حاصل ہو رہا ہے۔ میں بہت خوش نصیب ہوں۔“

”میں تمہیں ٹیلی پیٹھی کے ذریعے فائدہ پہنچاؤں گا۔ تم اپنے آلہ سماعت کے ذریعے میرے کام آتے رہو گے۔ مجھے ایک دشمن کی تلاش ہے۔ میں تمہارا دھیان اس دشمن کی طرف لگا رہا ہوں اس کی آواز اور لہجہ سنا رہا ہوں۔ تم اس کی آواز کو کچھ لو۔“

تارنگ بھیا کا دھیان کرنے لگا۔ دوسرے لفظوں میں جیس ہارورڈ پورے استراق سے بھیا سے رابطہ کرنے لگا لیکن دنیا کے کسی حصے میں بھیا کی آواز سنائی نہیں دی۔ تارنگ سمجھ گیا کہ وہ جس کے جسم میں پہنچا ہوا ہے۔ اسی کا لب و لہجہ اختیار کر رہا ہے۔ اپنی آواز میں نہیں بول رہا ہے۔ اس لیے ابھی اس کا سراغ نہیں ملے گا۔

جیس ہارورڈ نے کہا ”بھیا کی وجہ سے مسلسل خاموش ہے یا مگر یہ خندہ سو رہا ہے۔ جب وہ بولے گا تو میرے کان اس کی گفتگو سننے لگیں گے۔“

تارنگ نے کہا ”یہی بات ہوگی۔ تم کل صبح اس کی آواز کچھ کر۔“

دروازے پر دستک ہوئی۔ ماں اسے رات کے کھانے کے لیے بلا رہی تھی۔ وہ بند دروازے سے باہر گراں کی پیشانی کو چوم کر اس کے ساتھ جانے لگا۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔ جتنا اور بھیانک ایک دوسرے کو ہلاک کیا تھا۔ جسوت کا جسم بے جان ہوتے ہی بھیانک آتما لکڑی کر بھٹکنے لگی تھی۔ آتما روشنی اور آوازیں رفتار سے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کرتی ہے۔ بھیانک بھی اسی رفتار سے سفر کرتا ہوا کسی مردہ جسم کو تلاش کر رہا تھا۔ یوں تو دنیا کے ہر حصے میں انسان پیدا بھی ہو رہا تھا اور مرنا بھی جا رہا تھا۔ اسے کتنے ہی مردہ جسم مل سکتے تھے لیکن وہ اپنی پسند کے مطابق پروہٹوں کے ایک شاندار ہیکل پہنچا۔ ایک بہت ہی خوب رو اور پرکشش جوان کی میت رکھی ہوئی تھی۔ وہاں بے شمار لوگ تھے۔ ان میں حسین عورتوں کی تعداد زیادہ تھی۔ جس کی موت چار حسین عورتیں ماتم کرتی ہیں، اس کی شخصیت یقیناً پرکشش ہوتی ہے۔ حسینوں کا میلہ دیکھتے ہی بھیانک آتما اس جوان کے جسم میں داخل ہو گئی۔

مرنے والے کا نام جو ابن مستقیم تھا۔ جنازے کے قریب عورتوں کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ نوخیز دو شیرازیں، جوان عورتیں سیاہ لباس میں سوگوار بیٹھی ہوئی تھیں۔ ایسے وقت جواد کے جسم میں جان آئی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ سوچنے لگا "کیا میں سو رہا تھا؟ میرے آس پاس عورتوں اور مردوں کی آواز سنائی دے رہی ہیں۔ عورتیں میرا نام لے لے کر ماتم کر رہی ہیں۔ ماجر کیا ہے؟"

اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اسے کچھ نظر نہیں آیا کیونکہ وہ فن میں لپٹا ہوا تھا۔ کچھ کچھ اس کی سمجھ میں آئے لگا۔ آس پاس کچھ لوگ گلہ شادت پڑھ رہے تھے۔ جواد نے کچھ سوچا پھر اچانک ہی گلہ پڑھنے لگا تو یک لخت کمری خاموشی چھا گئی پھر کسی بوڑھی عورت نے چیخ کر کہا "مردہ بول رہا ہے۔ وہ گلہ پڑھ رہا ہے۔"

جواد بڑھتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سر کی طرف سے کفن کھل کر اس کی کمر تک آگیا۔ عورتیں اور بچے کچھ چیرانی سے کچھ خوف سے چیخ پڑے۔ جوان اور بوڑھے بے یقینی سے اسے سننے لگے۔ جواد نے ایک بوڑھے سے کہا "انکل! اس طرح کیا دیکھ رہے ہیں؟ میں مردہ نہیں زندہ ہوں۔ میری نبض دیکھیں۔"

اس نے اپنا ایک ہاتھ آگے بڑھایا۔ اس بوڑھے نے آگے بڑھ کر پہلے ہاتھ کو چھو کر محسوس کیا پھر اسے تمام کر بولا

"یا خدا! یہ کیسا معجزہ ہے؟ تم پچھلے پڑھ کھٹے سے مرد ہم سب تمہاری موت کے چشم دید گواہ ہیں۔"

"اور آپ سب میری نئی زندگی کے بھی چشم دید گواہ ہیں۔ میرے جسم پر لباس نہیں ہے صرف بے کفن خواتین کو پردہ کرنے کے لیے کہا جائے۔"

تمام خواتین وہاں سے اٹھ کر چلی گئیں۔ جواد کے لباس لایا گیا۔ وہ جنازے سے باہر نکلنے لگا۔ وہاں پہلے ماتم کھانا تھا۔ اب ہیکل کے اندر اور باہر تمام لاکڑی گودی گئی تھیں۔ دور تک روشنی پھیل گئی تھی۔ مگر گونجنے لگی تھی۔ عورتوں کے ہنسنے، ناچنے اور گانے آوازیں آ رہی تھیں۔

بھیانک خاموشی سے جواد کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ ہسٹری معلوم کر رہا تھا۔ پتا چلا، وہ اشتہارات کی دنیا کا ماڈل ہے۔ پچھلے پانچ برسوں سے لاکھوں ڈالر کمایا۔ کروڑ پتی بن گیا ہے۔ وہ ایسا عمل خوب رو جانے والے حسین ترین عورتیں اپنا غور بھول کر اس کے سامنے جاتی ہیں۔

عورت ہو یا مرد، سب ہی اسے چاہتے تھے۔ اسے ایسے عقیدت مند تھے، جیسے وہ آسمان سے اتر کر آئے مخلوق ہے۔ اس کے ہر حکم کی قیل کرتے تھے۔ اس کی بات پر اعتراض نہیں کرتے تھے۔ جواد کے بارے میں باتیں سننے والے یقین نہیں کرتے تھے کہ وہ جس سے تہہ سے اپنا محبوب اور محکم بنا لیتا ہے۔

کئی کے یقین نہ کرنے کے باوجود وہ ایسا ہی تھا۔ چاہتا تھا، اسے اپنے زیر اثر لے آتا تھا۔ بھیانک حقیقت معلوم ہوئی۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ سات برس کی عمر سے ایک بزرگ کی خدمت کرتا رہا۔ انہیں تینوں وقت اپنے ہاتھوں سے کھانا پاتا پڑتا۔ کمزوری کے دوران میں وہ غلیظ ہوجاتے تھے تو انہیں غلاتین صاف کرتا تھا۔ ہر ممکن طریقے سے انہیں صاف رکھ کر عبادت کرنے کے قابل بنائے رکھتا تھا۔

نے دس برس تک دن رات ان کی خدمت کی۔ ایک دن انہوں نے اسے اپنے حجرے میں بلا کر کہا "تم نے میری خدمت کی ہے۔ میری دعا ہے کہ جب تک دنیا میں حال رہو۔ اپنا دایاں ہاتھ میری طرف بڑھانا۔" اس نے دایاں ہاتھ بڑھایا۔ انہوں نے اسے اس کی ایک انگلی میں انگوٹھی پہنائی پھر کہا "جسوت نہیں بول سکے گا۔ کوئی تمہیں دھوکا نہیں

دے گا۔ یہ انگوٹھی جس کے بدن کو بولے گی۔ وہ خود بخود تم سے سچ بولنے لگے گا۔ اگر تمہیں دھوکا دے رہا ہو تو دھوکا دہی کا اعتراف کر لے گا۔ یہ انگوٹھی مارے بے خوش حالی اور ترقی کے راستے کو ہٹاتی جائے گی۔"

جواد نے کہا "آپ مجھ پر بڑا کرم کر رہے ہیں۔ ایک بات بتائیں، کیا میری زندگی میں ہمیشہ خوش حالی رہے گی؟"

"اس دنیا میں کسی بھی انسان کی زندگی ہمیشہ خوش حال رہتی ہے۔ ہر انسان کو سکھ ملتا ہے تو کدھ بھی ملتا ہے۔ قوتیں ملتے ہیں تو آنکھوں سے دور کے آنسو بھی بہتے ہیں۔ اسی زندگی میں مسائل پیدا ہوں گے۔ ایک وقت ایسا آئے گا جب کوئی تم پر حاوی ہونا چاہے گا۔ تمہارے منصوبوں کے جسم میں سا جائے گا۔ تمہیں پریشان لگے گا لیکن اس خبیث کو تمہارے جسم کے قید خانے سے نکلنے لے گی۔ وہ تمہارا پابند ہو کر رہ جائے گا۔"

بھیانک خیالات پڑھ کر پریشان ہو گیا۔ اس نے سوچا کیا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ مجھے اس جسم میں کوئی قید نہیں

کر سکتا۔ میری آتما لکڑی باقی ہے۔ میں جب چاہوں جواد کے جسم کو چھوڑ کر جا سکتا ہوں۔"

اس کی دوسری سوچ نے کہا "مجھے اس جسم سے نکل کر یہ دیکھنا چاہیے کہ اس بزرگ کی پیش گوئی درست ہے یا نہیں؟"

اس کی پہلی سوچ نے کہا "نہیں۔ میں اس جسم سے نکل جانے میں کامیاب ہوجاؤں گا۔ اس بزرگ کی پیش گوئی غلط ہوجائے گی لیکن میری آتما لکڑی حق اور کمزور ہوجائے گی۔ مجھے کسی دوسرے کے جسم میں جانا ہوگا۔"

وہ آزانس کے طور پر اس جسم سے نکل کر اپنا نقصان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے یہ طے کیا کہ کبھی کوئی مصیبت آئے گی تو جواد کو خودکشی کے ذریعے مرنے پر مجبور کر کے اس کے جسم سے نکل جائے گا۔

جواد اپنے رشتے داروں اور بے شمار عقیدت مندوں کے درمیان بیٹھا کہ رہا تھا "ایک خدا کی عبادت کرو۔ اس قادر مطلق کی قدرت کو کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ مجھے عارضی طور پر موت کیوں آئی تھی؟ اور تم نہیں

کتابیات پبلی کیشنز

کتابیات پبلی کیشنز کے شہر سے کتابیں دستیاب ہیں

اقلام

اقلام

اقلام

دوستی مکمل قیمت: 50/- روپے فی حصہ
ڈاک فرج: 16/- روپے

دوستی مکمل قیمت: 40/- روپے فی حصہ
ڈاک فرج: 16/- روپے

قیمت: 30/- روپے
ڈاک فرج: 16/- روپے

کتابیات پبلی کیشنز کے پانچ

کچھ کہتے کہ یہ نئی زندگی مجھے کیوں ملی ہے اور کیسے ملی ہے؟ میری عارضی موت سے پہلے بھی دنیا ہی تھی۔ نئی زندگی پانے کے بعد بھی دنیا یہی ہے۔ دنیا کا کچھ نہیں بگڑتا۔ ہمارا بگڑتا ہے۔ ایک دن ہماری زندگی بچھن جاتی ہے۔ لہذا ایوں بگڑنے سے پہلے نماز پڑھو۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ نماز کا وقت ہو چکا ہے۔ آج ہم مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کریں۔“

وہ سب اٹھ گئے اس کے پیچھے مسجد اقصیٰ کی طرف جانے لگے۔ خواتین بنگلے کے اندر رہا جماعت نماز کے لیے تیار ہونے لگیں۔ بھیا پریشان ہو گیا۔ وہ سیاہ ماتی لباس میں حسینوں کا سیلہ دیکھ کر آیا تھا۔ جواد کے اندر ساکر سمجھ رہا تھا کہ فلسطینی حسیناؤں کے ساتھ زندگی بڑی رنگین گزرے گی لیکن وہ ایک عابد کے اندر آیا تھا اور وہ عابد ایسا عبادت گزار تھا کہ اپنے ساتھ دو سرور کو بھی مسجد کی طرف لے جا رہا تھا۔ بھیا کی سب سے پہلی ضرورت یہ تھی کہ پہلی فرصت میں جواد کو کسی دیرانی کی طرف لے جائے پھر آتما شکتی کو مکمل کرنے کے لیے چالیس دنوں تک متزوں کا جاب کرتا رہے۔ اس نے جواد کے اندر کہا ”رک جاؤ۔“

جواد ٹھک جانے کے انداز میں ایک ذرا رکا پھر اپنے لوگوں کے ساتھ چلنے لگا۔ بھیا نے کہا ”میں کہتا ہوں رک جاؤ۔ ہمیں چالیس دنوں تک کسی دیرانی میں رہنا ہے۔ تم نہیں جانتے، میں نے تمہیں نئی زندگی دی ہے۔“

جواد نے سوچ کے ذریعے کہا ”زندگی دینے والا صرف خدا ہے۔ مجھے اپنے بزرگ کی پیش گوئی یاد ہے۔ اس پیش گوئی کے مطابق ایک خبیث میرے اندر سا گیا ہے۔ آتما یا روح میں خباثت نہیں ہوتی۔ تم کالے علوم کے ذریعے اپنی آتما کو ناپاک کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہتے ہو۔ آج سے تمہاری آتما میرے اندر دھلی رہے گی۔ مصفا اور پاک ہوتی رہے گی۔“

بھیا سوچ میں پڑ گیا ”ہے بھگوان! میں کہاں آکر پھنس گیا ہوں؟ مجھے اس کے دماغ میں ایسی بے چینی اور ایسی ہلچل پیدا کرنا چاہیے کہ یہ گھبرا کر میرا معمول بننے پر مجبور ہو جائے۔“

وہ اس کے دماغ میں ایسی ہلچل پیدا کرنے لگا جیسے نیلماں کبھی نامرودہ کے دماغ میں پیدا کرتی تھی۔ اس پر باگلین طاری کر دیتی تھی یا اسے موت کی دہشت میں مبتلا کر دیتی تھی۔ جواد نے سوچ کے ذریعے پوچھا ”کیا تم یوگا جانتے دانوں کے داغوں کو نقصان پہنچا سکتے ہو؟“

وہ بولا ”نہیں سچا سکتا۔ تم یوگا جانتے ہو تمہارے دماغ میں پہنچا ہوا ہوں۔“ ”جب ہے؟“

”میرے ایک ہاتھ کی انگلی میں ایک برگزیدہ ہوا عطیہ ہے۔ میرا دل، میرا دماغ اس ایمان پر دراز ہے۔ میرے اندر خاموش رہو اور اپنی طاقت رہنے کی اچھی کوشش کرتے رہو۔“

وہ سوچ کے ذریعے بولتا ہوا مسجد اقصیٰ کے اندر داخل ہو گیا۔

○●○

پورس نے آندرے، سامن اور ان کے دو جاننے والے ساتھیوں تک اپنے سراغ رساؤں کی ہمت بڑا کر نامہ انجام دیا تھا۔ ان کا صرف ایک براٹ گرفت میں آنے سے پہلے ہی کہیں رو پش ہو گیا۔ بابا صاحب کے ادارے کے سراغ رساں اکابرین اور امریکی ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کو اپنا اس خفیہ اڈے تک پہنچ گئے تھے جہاں ٹرانسفا رمر کار کر رکھی گئی تھی۔ ان سراغ رساؤں نے وہاں کاروں سے ٹرانسفا رمر مشین کے پرزے پرزے الگ تھے پھر انہیں سمندر میں پھونکا دیا تھا۔

جناب تیریزی نے پورس کو مخاطب کرتے ہوئے ”آفریں ہے تم پر۔ جمہوریہ چین میں ٹرانسفا رمر مشین جاری ہے، تم نے ایسے وقت امریکی ٹیلی پیٹھی جاننے والے معمول بنا کر انہیں مجبور اور بے بس کر دیا ہے۔ اب سے کوئی جمہوریہ چین جاکر وہاں ٹرانسفا رمر مشین میں رکاوٹیں پیدا نہیں کرے گا۔“

پورس نے کہا ”مرکا کے علاوہ چین کے خالقین بھی ہیں۔ وہ رکاوٹیں پیدا کریں گے۔ اس کے ہدایات چاہتا ہوں۔“

”اسکاٹ لینڈ یارڈ کے جاسوس چین کی طرف ہیں۔ اس سلسلے میں امریکن اکابرین کے خیالات کے علاوہ ایک عرصے تک روپوش رہنے والا چین عام پر آئے گا۔ اس نے حکومت فرانس سے جس کی رو سے وہ چین میں نہ ٹرانسفا رمر مشین اور نہ ہی چین کے کسی باشندے کو ٹیلی پیٹھی کے پچھلے ابواب میں تھپال کا ذکر مسلسل ہوتا ہے۔“

بت ہی ذہن، حاضر دماغ اور زبردست پلان میکر تھا۔ اپنے منصوبوں سے کامیابیاں حاصل کرتا تھا۔ اگر ناکام ہوتا تھا۔ تب بھی خالقین کے لیے مسائل پیدا کر دیتا تھا۔

تھپال کی رہنمائی میں چار ٹیلی پیٹھی جاننے والے تھے۔ ان میں سے ایک کانام بیڑوں، دوسرے کانام جوزف، تیسرے کانام مایک مورو اور چوتھے کانام بڈی رابرٹ تھا۔ بیڑوں کی بیوی مونو رہتی تھی ان کے ساتھ تھی۔ وہ سب تھپال کی ہدایت پر بھروسہ کرتے تھے اور اسی کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے محفوظ زندگی گزار رہے تھے۔

جناب تیریزی کی اطلاع کے مطابق تھپال نے حکومت فرانس سے دوستانہ معاہدہ کیا تھا اور اب اس معاہدے کے مطابق اپنے چار ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کے ساتھ جمہوریہ چین میں مسائل پیدا کرنے والا تھا۔

پورس نے اپنے ایک سراغ رساں سے کہا ”تھپال اور اس کے چاروں ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کا سراغ لگاؤ۔ وہ چین جانے والے ہوں گے یا خائفانہ کارروائیوں کے لیے چین میں اپنے آلہ کار پیدا کر رہے ہوں گے۔“

پورس اسے ہدایات دے کر ایک امریکی ٹیلی پیٹھی جاننے والے کے دماغ میں پہنچا پھر ایک عامل کی حیثیت سے اسکاٹ لینڈ یارڈ والوں سے معاہدہ کیا گیا تھا۔ ان کی ایک نم جمہوریہ چین کے لیے روانہ ہوئی تھی۔ ٹیم کی لیڈر شیفانی بھاسکر نے ٹیم سے ایک ٹیلی پیٹھی جاننے والے کا مطالبہ کیا ہے۔ موجودہ مشن میں اسے ایک خیال خوالی کرنے والے کی ضرورت ہے۔“

”شیوانی کو اطلاع دو۔ تمہارا ایک ٹیلی پیٹھی جاننے والا لیڈر گاؤس اسے ہانگ کانگ میں ملاقات کرے گا۔“

”تمہارے کسی بھی ٹیلی پیٹھی جاننے والے کو شیوانی کے ہاتھ نہیں جانا چاہیے۔“

”کیوں نہیں جانا چاہیے؟“

”شیوانی کی آنکھیں غیر معمولی اور خطرناک ہیں۔ وہ ہر شے کو محسوس کر دیتی ہے۔ وہ اپنی پیشانی میں حرارت کو محسوس کرنا ہے۔ پھر بے اختیار اس کے سامنے اپنے اندر کی شے کی بجائیں باتیں بولنے لگتا ہے۔ وہ نے ایک بار دیکھ لیتی ہے اس سے ہزاروں میل دور ہونے کے باوجود اپنی آنکھوں کے ذریعہ کچھ بھی ہے۔“

”پھر تو واقعی بڑی خطرناک ہے۔“

”صرف اتنا ہی نہیں، وہ زہریلی بھی ہے۔ یہ سب کچھ ہم نے اس کے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سروس ریکارڈ سے معلوم کیا ہے۔“

”اس کے بارے میں اور کوئی خاص بات؟“

”میری دو خاص باتیں ہیں۔ غیر معمولی خطرناک آنکھیں، جو غلام بناتی ہیں اور اس کا زہر ہلکا ہے۔“

”کل رائٹ۔ شیوانی کو اطلاع دو کہ لیزی گاؤس اس کی ٹیم میں شامل ہونے کے لیے ہانگ کانگ پہنچ رہا ہے۔ جبکہ لیزی گاؤس کی ایک ڈی وہاں جائے گی۔ ہم اسے دھوکا دیں گے۔“

پورس نے مجھے مخاطب کیا ”ایسا آپ کیسے ہیں؟“

”بجیریت ہوں۔ تم نے کیسے یاد کیا ہے؟“

”میں امریکی ٹیلی پیٹھی جاننے والے کے گاؤس کے روپ میں ہانگ کانگ جا رہا ہوں۔ وہاں شیوانی کی ٹیم میں شامل ہو کر چین پہنچوں گا۔“

”اس کا مطلب ہے، شیوانی کی شامت آگئی ہے۔ ویسے ایک بات بتا دوں۔ جناب عبداللہ واسطی کی ہدایت ہے کہ شیوانی کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ تمہیں بھی اس ہدایت پر عمل کرنا ہو گا۔“

”عجب ہے۔ وہ دشمن ارادوں کے ساتھ چین جاری ہے اور ہمارے بزرگ اسے تحفظ فراہم کر رہے ہیں۔“

”اس ہدایت کے پیچھے کوئی مصلحت ہوگی۔ تم اسے نقصان پہنچائے بغیر اس کی خائفانہ کارروائیوں سے اسے باز رکھ سکتے ہو۔“

”جناب عبداللہ واسطی اس کی خطرناک آنکھوں کے بارے میں جانتے ہوں گے۔“

”ہم سب جانتے ہیں۔ تم ہانگ کانگ میں رہو گے تو اس کی آنکھوں کی حرارت تمہاری پیشانی تک نہیں پہنچ سکے گی۔“

”ہانگ کانگ عام طور پر ایسے ریز کے ہوتے ہیں جو انسانی جسم کی کھال سے مناسبت رکھتے ہیں۔ کیا شیوانی کی آنکھوں کی حرارت ریز کے آر پار نہیں جاتی ہے؟“

”یقیناً یہ بات ہے۔ وہ زہریلی بھی ہے۔ ویسے تم کچھ کم زہریلے نہیں ہو۔ شیوانی کے معاملے میں تمہیں دس یوگڈ لک کہہ سکتا ہوں۔ چلے آؤ۔ اس ہمارے بت عرصے بعد ہم باپ بیٹے ملیں گے۔“

میں تھوڑی دیر تک بیٹے سے باتیں کرتا رہا۔ اسے بتایا کہ ٹرانسفا مر مشین کی تیاری شروع ہو چکی ہے لیکن اس کی تکمیل میں شاید دو چار ماہ لگ جائیں گے کیونکہ بیرونی اور اندرونی رکاوٹیں پیدا ہوتی رہتی تھیں اور ہم رکاوٹیں پیدا کرنے والوں کو بچتے رہتے تھے۔

بیرونی رکاوٹیں امریکا، فرانس اور یو کے کی طرف سے تھیں۔ یو کے سے مراد اسکاٹ لینڈ مارڈ کے سراغ رساؤں کی مداخلت تھی۔ احمد ذہیری اور ہمارے دوسرے سراغ رساں دشمن ٹیلی پیٹھی جانے والوں سے اور سیکرٹ ایجنٹس سے نمٹ رہے تھے۔ جناب عبداللہ واسطی بیچنگ سے کچھ درد بابا فرید واسطی کے نام سے ایک نئے ادارے کی عمارتیں تعمیر کروانے میں مصروف تھے۔ دلیر آفریدی ان کے ساتھ مصروف رہتا تھا۔ ان سے یوگا کی مشقیں کیجئے کے علاوہ جتنا زہیم کے ادارے میں جا کر مٹا سکی مشقیں کرتا رہتا اور بارشل آرٹ سیکھتا رہتا تھا۔ اس نے ملی سے شادی کر لی تھی۔

ٹرانسفا مر مشین کا کام پوری رازداری سے شروع ہوا تھا۔ حتی الامکان کو مشین کی تکمیل تھیں کہ جہاں وہ مشین تیار ہو رہی ہے، اس خفیہ اڈے کا علم کسی کو نہ ہو۔ میں، علی اور دوسرے چند سراغ رساں ٹیلی پیٹھی کے ذریعے اس اڈے میں کام کرنے والوں کے چور خیالات پڑھتے رہتے تھے۔

وہاں کام کرنے والوں میں آری کے دو افسران، تین کمینک اور چھ مسلح سیکورٹی گارڈز تھے۔ ان پر یہ پابندیاں تھیں کہ جب تک مشین تیار نہیں ہوگی وہ بیچنگ شہر اپنے گھروں میں نہیں جائیں گے اور نہ ہی فون کے ذریعے یا ٹیکس کے ذریعے اپنے پیویوں، بچوں اور دوسرے رشتے داروں سے رابطہ کریں گے۔

اتنی پابندیوں کے باوجود جو چور ہوتے ہیں وہ چور راستے نکال لیتے ہیں۔ جب کام شروع ہوا تو ایک ہفتے بعد علی نے مجھ سے کہا ”پاپا! ایک کمینک کچھ گڑبگڑ رہا ہے۔“ علی اور پارس ٹرانسفا مر مشین کے ماہر کمینک تھے۔ علی کو مشین کے تمام پرزوں اور اسمبلنگ کے سلسلے میں ٹھوس معلومات حاصل تھیں۔ اس کی نگرانی میں کوئی ماہر غلطی نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے پوچھا ”کیا گڑبگڑ ہے؟“

اس نے کہا ”ایک کمینک نے پہلے ہی دن پرزوں کے اسمبلنگ کے سلسلے میں جو چارٹ تیار کیا تھا۔ اس میں چند غلطیاں تھیں۔ میں نے ان غلطیوں کی نشان دہی کی۔ انہیں

درست کرایا۔ آپ نے آری افسران سے شکایت کی تھی۔ وہ چھن کا بہت ہی تجربے کار ماہر کمینک ہے پھر اس نے غلطیاں کیوں ہو رہی ہیں؟“ میں نے کہا ”افسران نے اس کمینک کو وارننگ دی تھی۔ وہ بے چارہ کمینک واقعی پریشان تھا کہ اس سے اس کے غلطیاں کیسے ہوئیں۔“

علی نے کہا ”ایک چھوٹا سا پرزہ بھی غلطی سے اپنی جگہ نہ لگے کسی دوسری جگہ لگ جائے تو یہ ٹیلی پیٹھی کھانے والی حساس مشین اپنی مکمل مطلوبہ کارکردگی نہیں کر سکے گی۔“

میں نے تاکید کر پھر پوچھا ”کیا اس کمینک نے پھر کڑبڑ کی ہے؟“ ”جی ہاں۔ ابھی وہ ایک اہم پرزے کو غلط جگہ لگا رہا ہے۔“

یہ سنتے ہی میں نے کام روک دینے کا حکم دیا۔ بری اور نضائی افواج کے تین اعلیٰ افسران بیچنگ میں تھے۔ اس سے خیال خوانی کے ذریعے کہا ”میں ایک کمینک مل گیا ہے۔ وہ مشین کے سلسلے میں بار بار غلطیاں کر رہا ہے۔ ایک افسر نے کہا ”مسٹر فریڈ! آپ وہاں ہر ایک دماغ میں موجود رہتے ہیں پھر غلطیاں کیسے ہو رہی ہیں؟“ ”ہم ٹیلی پیٹھی جانے والے جو ہیں سمجھنے کی کوشش میں نہیں رہ سکتے ہم کسی کے چور خیالات پڑھ کر مطمئن نہیں ہیں اور اس پر مجھو سا کرتے ہیں۔ اس کے باوجود یہ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ کسی دشمن نے پہلے سے ہمارے کسی کوئی معمول بنانے کے بعد اس کے چور خیالات کے خاتمے کو لگا کر دیا ہے۔“

دوسرے افسر نے کہا ”ایسا ہے تو اس کمینک کو بلا تھوڑے ہی عرصے میں اس کی جگہ بٹر کمینک سے نکال دیں ہم مشین کے لیے اس کی جگہ بٹر کمینک دے سکتے ہیں۔“

”ہو سکتا ہے۔ اس نے کمینک کے دماغ کے چور خیالات کو بھی لاک گیا ہو۔ بٹر طریقہ یہ ہے کہ اس خفیہ مشین کو کوئی باہر جانے اور نہ کوئی دوسرا اندر آنے جو کچھ ملھوک ہے، ہم اس کا برین واش کریں گے پھر اس پر عمل کر کے اس کے دماغ کو لاک کریں گے پھر وہ بٹرا بلا تر رہے گا۔“

”آپ ایسا ضرور کریں۔ ہم نے مشین کے آپ کو مکمل آزادی اور اختیارات دیے ہیں۔ آپ طور پر جیسا مناسب سمجھتے ہیں دیکھتے رہیں۔“

میرے حکم سے کام رک چکا تھا۔ علی نے اس کمینک کو اس کے کمرے میں جا کر آرام کرنے کی ہدایت کی۔ وہ بٹر کے کمرے میں آکر بستر لیٹ گیا۔ علی کے ذریعے اس کے باہر حال کی تمام باتیں اس کی یادداشت سے مٹانے لگا۔ یہ کوٹ جانے کا مطلب یہ ہے کہ یادداشت کے خاتمے کے بعد دشمن کا سلا تو بخوبی عمل بھی مٹ چکا ہے۔

علی نے اس کمینک کے لب دلیجے کو بھی حافظے سے مٹا دیا کہ سابقہ تحریک عمل کرنے والا دشمن پھر اس کے دماغ میں نہ آسکے۔ اس نے ہر پہلو سے مطمئن ہونے کے بعد اپنے طور پر اسے اپنا معمول اور محکوم بنایا۔ اس کے ذہن میں آواز اور لب دلیجے کو نقش کیا پھر اسے حکم دیا کہ وہ اپنے کمرے میں بند رہے گا۔ جب تک اسے حکم نہ دیا جائے، اس میں آنے گا۔

اسے کمرے میں قید کیا گیا۔ تاکہ دوسرے کمینک اور بیرونی گارڈز اس کی نئی آواز اور لہجہ نہ سن سکیں۔ یہ بات ہمیں آنے والی تھی کہ دشمن ٹیلی پیٹھی جاننے والے اس کمینک کے ذریعے وہاں دوسروں کے دماغوں میں بھی دبا دھکے ہوں گے۔

اب س کا برین واش کرنا ضروری تھا۔ اس اہم کام کی وجہ سے مشین کی تیاری کا کام کچھ دنوں کے لیے رک گیا۔ ہم اپنے بانی دو کمینک، وہاں کے دو آری افسران اور بیرونی گارڈز کے برین واش کرتے رہے اور نئے سرے سے مشین کو عملی کر رہے۔

یہ ایک طویل تھا دینے والا کام تھا۔ ہم نے ٹھہر ٹھہر کر نام سے اور مکمل احتیاط سے ان سب کے دماغوں کو لاک کر دیا۔ اب باہر کے دشمن ان کے نئے لب دلیجے کو نہیں جانتے تھے اور ان کی آوازیں اس خفیہ مقام سے باہر نہیں آتی تھیں۔ لہذا اب وہ دشمن مشین کی تیاری میں حائل نہیں ہو سکتے تھے۔

میں نے ہر طرح سے دوبارہ حفاظتی انتظامات کیے تھے۔ یہاں تیاری کا کام پھر شروع ہو گیا تھا۔ ہمیں یقین تھا کہ نہ کوئی باہر جانے اور نہ کوئی دوسرا اندر آئے گا جو کچھ ملھوک ہے، ہم اس کا برین واش کریں گے پھر اس پر عمل کر کے اس کے دماغ کو لاک کریں گے پھر وہ بٹرا بلا تر رہے گا۔“

”آپ ایسا ضرور کریں۔ ہم نے مشین کے آپ کو مکمل آزادی اور اختیارات دیے ہیں۔ آپ طور پر جیسا مناسب سمجھتے ہیں دیکھتے رہیں۔“

بچھل بار نارنگ نے کرشمہ کو آگہ کار بنا کر بیکر راسٹھو زہدست حملہ کیا تھا لیکن بیکری بی حاضر دماغی سے جان بچا کر جو ہو کے اپارٹمنٹ سے فرار ہو گیا تھا پھر نارنگ کو معلوم نہ ہو سکا کہ جس ٹیلی پیٹھی جاننے والے بیکر کو وہ اپنا معمول بنانا چاہتا ہے، وہ کہاں جا کر نہ چھپا رہا ہے۔

پورس نے آندرے، سامن اور ان کے دوستوں کو زیر کیا تھا۔ ان کے بعد بیکر کو بھی زہر کرنا چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے نارنگ نے مداخلت کر کے کہیں بگاڑا تھا۔ اب پورس بھی نہیں جانتا تھا کہ بیکر کہاں رو پڑا ہے؟

وہ اب بیکر کی اہمیت نہیں رہی تھی۔ وہ نہ تو اب اپنے ساتھیوں سے دماغی رابطہ کر سکتا تھا اور نہ ہی امریکی اکابرین اور امریکی ٹیلی پیٹھی جاننے والوں سے رابطہ کر سکتا تھا۔ وہ فرار ہونے کے بعد پونا کے ایک ہوٹل میں آیا تھا۔ وہاں ذرا آرام سے بیٹھ کر اپنے دوستوں آندرے اور سامن سے رابطہ کرنا چاہا تو پتا چلا ان کے دماغوں کو لاک کر دیا گیا ہے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے ان سے اور باقی دوستوں سے گفتگو نہیں کر سکے گا۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ امریکی اکابرین، ٹیلی پیٹھی جاننے والے اور ٹرانسفا مر مشین وغیرہ سب ہاتھ سے نکل گئے ہیں۔ جتنی تیزی سے ان پانچ ساتھیوں نے عروج حاصل کیا تھا، اتنی ہی تیزی سے پستی میں گر چکے تھے۔

بیکر راسٹھو چاکلی ہی اتنی بڑی دنیا میں تھا ہو گیا تھا۔ دوست احباب کے علاوہ اس کی زمین جائیداد بھی اپنی نہیں رہی تھی۔ وہ نیویارک کے شان دار بیٹنگ کو اپنا نہیں کہہ سکتا تھا۔ اس بیٹنگ کے احاطے میں قدم بھی نہیں رکھ سکتا تھا۔ اتنی عقل تھی کہ جس نے بھی اس کے ساتھیوں کو نیویارک سے لے کر لندن تک نہ لپکا کر لیا ہے وہ ایک دشمن یا اس سے زیادہ دشمن اس کی ناک میں بھی ہوں گے۔

اب اسے ایک نئے نام نئی شخصیت کے ساتھ کسی دوسرے ملک میں رہنا تھا۔ اس نے سوچا، فی الحال انڈیا مناسب رہے گا۔ وہ برٹش زبان بڑی روانی سے بولتا اور سمجھتا تھا۔ گوا کے کسی جمعی علاقے میں جا کر رہتا تو سب اسے گوا کا باشندہ سمجھتے رہتے۔ دیسے بھی وہ چرے سے امریکی دکھائی نہیں دیتا تھا۔

جب وہ نیویارک سے ممبئی کرشمہ سے ملنے آیا تھا۔ تب عارضی میک اپ میں تھا۔ اس نے عارضی میک اپ سے نجات حاصل کر لی۔ سرکاری ادارے میں جا کر نئے نام اور نئی تصویروں کے مطابق شناختی کاغذات تیار کرائے پھر نیا

پاسپورٹ بھی تیار کر لیا۔ یہ سب کچھ کرنے میں کئی دن لگ جاتے ہیں۔ بڑی بھاگ دوڑ کرنی پڑتی ہے۔ اس نے ٹیلی بیسی کے ذریعے ایک دن میں سب کچھ حاصل کر لیا۔

پھر وہ گوا کے ایک ساحلی علاقے باگا میں گیا۔ وہاں ساری زندگی گزارنے کا ارادہ نہیں تھا۔ وہ محفوظ اور دوش رہ کر اپنے حالات کا تجربہ کرنا چاہتا تھا۔ یہ سمجھتا چاہتا تھا کہ کس دشمن نے اس کے چار ساتھیوں کو مرپ کیا ہے؟ کیا دشمن اس کی ناک میں بھی ہے؟ کیا وہ جانتا ہے کہ وہ انڈیا میں گوا کے علاقے میں ہے؟

بیکرمی بم قحط تھا۔ اس نے طے کر لیا تھا کہ خوا خواہ خیال خوانی نہیں کرے گا۔ کسی کو جرات ہونے اور شہ کرنے کا موقع نہیں دے گا۔ تنہائی میں بیٹھ کر خیال خوانی کے ذریعے ٹیلی بیسی کی دنیا کے بدلے ہوئے حالات معلوم کرنا رہے گا۔ باگا کے علاقے میں ایک دریا بھی ہے جو سمندر میں اکر گرتا ہے۔ اس دریا کے کنارے خوب صورت کاغج بنے ہوئے ہیں۔ ہر کاغج کے پاس ہریالی ہوتی ہے۔ رنگ برنگے پھول کھلے رہتے ہیں۔ کاغج کے سامنے بیٹھ کر ساحل کا دل فریب نظارہ کیا جاسکتا ہے۔ ساحل پر رنگ رنگ کشتیاں ہوتی ہیں۔ بادبانی کشتیاں کا نظارہ خوب ہوتا ہے۔ جس طرح حرف پر پھلنے کے لیے آکس ایکسیٹک کی جاتی ہے۔ اسی طرح جوان لڑکیاں اور مرد تیز رفتار موٹر بوٹ کے پیچھے واٹر ایکسیٹک کرتے ہیں اور کمرے کے لباس میں نہانے والیوں کے نظارے تو بس دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

وہ ایک کاغج کے سامنے بیٹھا ساحل کی طرف دیکھ رہا تھا مگر وہاں کی چل پھل اور رنگینوں کی طرف دھیان نہیں تھا۔ وہ سوچ میں کم تھا۔ اپنے موجودہ حالت پر غور کر رہا تھا۔ ٹیلی بیسی جانے والے یہ خوب سمجھتے تھے کہ تنہا نہیں رہنا چاہیے۔ دو چار قابل اعتماد دوستوں کے ساتھ رہا جائے تو سب ہی برے وقت میں ایک دوسرے کے کام آتے ہیں۔ وہ آندریے ساٹرن اور بابائی دو ساتھیوں کے کام آتا چاہتا تھا مگر یہ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ انہیں کس نے مرپ کیا ہے؟

آندریے اور ساٹرن نے تھری جے کو شکست دے کر امریکا میں کامیابی حاصل کی تھی۔ بیکرمی سوچ رہا تھا کہ تھری جے نے جوانی کارروائی کی اگر تھری جے کا پتا چل جائے تو وہ اسے ساتھیوں تک پہنچ سکے گا۔ انہوں نے اس کے ساتھیوں کو گھیس پاتال میں بھی چھپایا ہو گا تو وہ کسی بھی طرح ان کے دماغوں تک پہنچ جائے گا۔

کماوت ہے کہ شیطان کو یاد کرو تو وہ حاضر ہو جاتا ہے۔

تھری جے شیطان تو نہیں تھے مگر اس علاقے میں بڑے والے تھے۔ جے کا فو اور جے فلو شیوانی سے بچا ہوا تھا۔ اسے استنبول کی طرف جارہے تھے۔ وہ استنبول پہنچنے سے ایک اپ کرنا چاہتے تھے تاکہ شیوانی کی خطرناک حرارت سے محفوظ رہ سکیں لیکن طیارے میں سڑ کر شیوانی کی آنکھوں کی حرارت ان کی پیشانیوں تک پہنچا اور بے اختیار بڑبڑانے لگے تھے کہ وہ اسے دھوکا دے گا۔ استنبول جارہے ہیں۔ جہاز میں فون کی سولت نہیں تھی۔ وہ فون کے ذریعے اس سے سچ بول دیتے لیکن ابو طبیعی پہنچ کر طیارے سے اتر گئے۔

انہوں نے ٹیلی بیسی کے ذریعے اگلے سڑ کر منظر پھر دہلی شیوانی کے پاس جانے کا ٹکٹ لینا چاہتے تھے وہاں سے ایک طیارہ ممبئی جا رہا تھا۔ وہ اسی طیارے سے گئے۔ جب وہ طیارہ وہاں سے روانہ ہوا تو جے سامنے کے پاس آنکھوں کے غلام بن گئے۔ وہ دلی سے اس چڑیل کی آنکھوں کے غلام بن گئے۔ وہ دلی سے جارہے ہو۔ میں ایک مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ تم نے مجھے کس لیے دور ہو گیا تھا۔ ان تین گھنٹوں میں تم نے ہارنے جارہے ہو۔ کیا اب بھی اس کی حرارت کر رہے ہو؟

وہ دونوں ایک گھنٹہ پہلے شیوانی کے زیر اثر آئے تھے۔ اب اس کی آنکھوں کی حرارت اور اثر نہیں رہا تھا۔ نے کہا "یار سامو! تم تو سمجھتے ہو" اس کی شیوانی آکھ سے بس کر دیتی ہیں۔ ہم اپنے اختیار میں نہیں تھے۔ ہمارے اندر ہوتے تب بھی اس بلا سے نجات نہیں تھے۔

"ہاں" یہ تو میں سمجھ رہا ہوں۔ اس بلا سے محفوظ رہنا ایک ہی راستہ ہے۔ تم دونوں کو میری طرح مانتے ہو۔

یہ جے سامو کا ذاتی تجربہ تھا۔ شیوانی نے اسے مرپ کرنا چاہا تھا لیکن وہ ماسک میک اپ میں تھا۔ طلسمی آنکھوں کی حرارت ماسک کے آدھار اس کی پہنچنے میں ناکام رہی تھی۔ جے کا فو اور جے فلو نے ہی پہلے ماسک میک اپ کا سامان خریدنا پھر ایک کمرالے کر انہوں نے اپنے چوں کو تیل میں ڈال دیا۔ ہو گیا کہ اب وہ بلا ہزاروں میل دور سے آیا تھا۔ بھی اپنی آنکھوں کی حرارت ان کی پیشانیوں تک پہنچا سکے گی۔

جے سامو نے کہا "تھینکس گاڈ! ہم تینوں بدترین غلامی کے غلاب سے نجات پا چکے ہیں۔ اب دانشمندی یہ ہوگی کہ جے پہلی طرح روپوش رہ کر سکون سے زندگی گزارتے رہیں اور عورتوں سے بیزش دور رہا کریں۔"

جے کا فو نے کہا "میں تم دونوں کو عورتوں سے دور رہنے کی تاکید کرنا تھا مگر عورت ایک ایسی باری ہے جو زندگی میں ایک بار مرد کو ضرور لگتی ہے۔ میں تم دونوں کو نصیحتیں کرتے کرتے خود شیوانی کے چکر میں پھنس گیا تھا۔"

"مہربان ہم تینوں نے بڑا ہی عبرتناک سبق سیکھا ہے۔ اس سبق کو ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ آئندہ ہم سانس لینا بھول جائیں گے یہ سبق نہیں بھولیں گے۔"

"آئندہ کے لیے لائحہ عمل تیار کرو۔ کہاں رہیں گے اور کیا کریں گے؟"

"آئندہ کے لیے سوچ سمجھ کر منصوبہ بنائیں گے۔ انال ہم ممبئی سے دور کسی علاقے میں رہیں گے۔ ہم یہاں کے شہروں اور دوسرے علاقوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہیں۔ ٹیلی فون ڈائریکٹری دیکھی جائے گی ڈورسٹ پیورو سے فون کے ذریعے یہاں کے خوب صورت تفریح مقامات کے بارے میں معلوم ہو سکے گا۔"

انہوں نے معلومات حاصل کیں۔ پتا چلا کہ گوا میں جب مغرب میں کئی ساحلی علاقے بڑی دلچسپ تفریحات کے لیے مشہور ہیں۔ ڈورسٹ پیورو ایک کوچ ان علاقوں کی طرف غیر ملکی سیاحوں کو لے جا رہی تھی۔ وہ دونوں اس کوچ میں بیٹھ کر گوا کے ساحلی علاقے میں پہنچ گئے، جہاں پہلے سے ایک بیکری بچا ہوا تھا۔

○☆☆○

وہ طیارہ ہانگ کانگ کی طرف پرواز کر رہا تھا۔ شیوانی نے دو سراغ رسالوں کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ وہیں ایک بیکری بچا ہوا تھا۔ وہ بھی موجود تھی۔ احمد زہیری نے دہلی کے دو تھاکر شیوانی کی اسی طیارے میں ہے۔

زہیری نے بھی پتا تو مارا ہے اسے اور اس کے دو سراغ رسالوں کو پہنچانی تھی لیکن شیوانی اب مارے کے بدلے سے جڑے کو نہیں پہچان سکتی تھی۔ اسے دہلی میں تلاش کرنے کے لیے ایک بار ہانگ کانگ جا رہی تھی۔ وہ اپنے کا فو اور جے فلو کو بھی تلاش نہیں کر سکی تھی۔ زہیری اپنی آنکھوں کی حرارت ان دونوں تک پہنچانی تھی۔ لیون تھا کہ وہ دونوں اس کی آنکھوں کے زیر اثر آگئے۔

ہیں۔ معمول بن کر اس سے رابطہ کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ رابطہ کرنے کی سہولتوں سے محروم ہیں۔

شیوانی نے سوچا۔ چند گھنٹوں کے بعد پھر انہیں اپنے زیر اثر لانے کی۔ اس وقت تک وہ رابطہ کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ چار گھنٹے کے بعد وہ طیارے میں سفر کر رہی تھی۔ تب اس نے باری باری جے کا فو اور جے فلو کا تصور کیا۔ ان کی پیشانیوں کو کھور کر دیکھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ دونوں اس کے موبائل فون پر اس سے رابطہ کریں گے اور یہ سچ اگلے دیں گے کہ اسے دھوکا دے کر وہ کس ملک میں گئے ہیں اور جہاں بھی گئے ہیں۔ اب اس کی غلامی کے لیے واپس آنا چاہتے ہیں۔

وہ انتظار کرنے لگی۔ اس کی خوش فہمی ختم ہونے لگی۔ وہ رابطہ نہیں کر رہے تھے۔ طلسمی آنکھوں والی ماکن کو گھاس نہیں ڈال رہے تھے وہ حیرانی سے سوچنے لگی "ہیابیات ہے؟ وہ رابطہ نہیں کر رہے ہیں۔ کیا دونوں مر چکے ہیں؟"

ایسے وقت جے سامو نے اس کے ایک سراغ رساں کے دماغ میں آکر اسے دیکھا پھر کہا "ہائے شیوانی! تمہارے ہاتھوں سے دونوں طوطے اڑ گئے ہیں۔"

شیوانی نے اپنے ماتحت سراغ رساں کو غصے سے دیکھا پھر پوچھا "کیا دماغ چل گیا ہے؟ مجھ سے کس انداز میں بول رہے ہو؟"

"میں جے سامو بول رہا ہوں۔ تمہارے ماتحت کی صرف زبان بلی رہی ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "میرا ماتحت یوگا کا ماہر ہے۔ تم اس کے اندر کیسے آگئے؟"

"تم جتنی مضبوط فہم بنا رہی ہو۔ وہ فہم اتنی ہی کھوکھلی ہوتی جا رہی ہے امریکی ٹیلی بیسی جانے والے تم سے فون پر رابطہ کرتے تھے۔ یہ ظاہر کرتے تھے کہ تم میں سے کسی کے دماغ میں نہیں پہنچ سکیں گے لیکن انہوں نے درپردہ تمہارے دونوں سراغ رسالوں کو اپنا معمول اور محکم بنالیا۔ میں اپنے وقت تمہارے اس ماتحت کے دماغ میں آیا تھا جب وہ امریکی موجود تھا۔ تب سے میں اس امریکی کالاب وجہ اپنا کر ان دو ماتحتوں کے اندر آتا جا رہا ہوں۔"

"وہ گاڈ! یہ کیا ہو رہا ہے؟ پہلے مارے نے دھوکا دیا۔ اب تم دونوں سراغ رساں میرے لیے قاتل اعتماد نہیں رہے ہو۔"

"شیوانی! تم عام آدمیوں کو اور ٹیلی بیسی جاننے والوں کو اپنا معمول بنانے کی غیر معمولی صلاحیتیں رکھتی ہو۔ بڑی

خطرناک ہو۔ تمہارے اندر زہر بھرا ہوا ہے۔ کسی کو بھی منہ لگاؤ گی، دانتوں سے کاٹو گی تو وہ مر جائے گا۔ اتنی زبردست ہونے کے باوجود امریکی ٹیلی ویژن جیسے جاننے والے تمہیں بے وقوف بنا رہے ہیں اور ہم ٹھہری بے تمہاری ٹھہری میں آتے آتے پھسل گئے ہیں۔ تم بیش ٹیلی ویژن جاننے والوں سے مات کھاؤ گی۔

”ایک بار دھوکا کھا چکی ہوں۔ اب نہیں کھاؤں گی۔ جس مشن پر جا رہی ہوں، وہاں سے لوٹوں گی تو تم ٹھہری بے کو خاک میں ملا کر رکھ دوں گی۔“

”تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ چین سے زندہ واپس آسکو گی۔ تم نے ہمارے ساتھ جو کچھ کیا، اس کی جوابی کارروائی ہماری طرف سے شروع ہو رہی ہے۔ یہ مشن تمہارے لیے آگ کا دریا ہو گا۔ ہم ہر قدم پر انگارے بچھاتے رہیں گے۔“

شیوانی نے سوچنی ہوئی نظروں سے اپنے ماتحت کو دیکھ کر کہا ”اگر تمہارا چیلنج ختم ہو چکا ہے تو جاؤ یہاں سے مگر نہیں یہاں مجھے تمہاری موجودگی اور غیر موجودگی کا پتا نہیں چلے گا۔ تم میرے ہی ماتحتوں کے ذریعے مجھ پر نظر رکھو گے میں یہاں سے جاتی ہوں۔“

وہ اپنا سا مختصر سادسی سامان لے کر وہاں سے اٹھ گئی۔ آگے پیچھے نظرس دوڑا۔ پچھلی قطاروں میں چند سٹیشن خالی تھیں۔ وہ وہاں سے چلتی ہوئی پیچھے ایک قطار کے پاس آئی اور ایک سیٹ پر بیٹھ گئی۔

وہ ماریے کے پاس آکر بیٹھ گئی تھی۔ ماریے اس وقت زہیری سے پیار بھری باتیں کر رہی تھی۔ شیوانی کو اپنے پاس دیکھ کر پریشان ہو گئی۔ کہنے لگی ”زہیری! کباب میں بڑی آگنی ہے۔“

شیوانی ٹھیک میرے ساتھ والی سیٹ پر آگئی ہے۔“

زہیری نے کہا ”آئے دو۔ دشمن جتنا قریب رہتا ہے، اتنی اس کی غلطیاں نظروں میں آتی رہتی ہیں۔ تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔“

”یہ بھی تو سوچو کہ اس نے مجھے پہچان لیا ہو گا۔ مجھ پر شبہ کر رہی ہو گی۔“

”شبہ کرنے کے باوجود تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکے گی۔ ذرا دیکھو تو کیا ہوتا ہے؟“

شیوانی نے ماریے کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ وہ اپنے گہڑے ہوئے حالات پر غور کر رہی تھی۔ اس کی پوری ٹیم کا شرانہ ٹکڑا تھا۔ اس کے اپنے ماتحت سراغ رساں بھی ٹیلی ویژن جاننے والوں کے آگ کاربن گئے تھے۔ وہ اچانک ہی بالکل تنہا ہو گئی تھی۔

موجودہ حالات کا تقاضا تھا کہ وہ موجودہ مشن کو ملتے کر دے۔ چین نہ جائے اسکاٹ لینڈ واپس جا کر سنے۔

”ایک نئی ٹیم بنائے۔ عقل یہی کہہ رہی تھی۔“

لیکن وہ بڑی ضدی اور ارادے کی بچی تھی۔ آگے بڑھ کر پیچھے ہٹنا نہیں جانتی تھی۔ اس نے فیصلہ کیا ”اگر نہیں جاؤں گی۔ ہانگ کانگ میں بھی اسکاٹ لینڈ یاڈ کے پتے سراغ رساں ہیں۔ وہ انہیں اپنی نئی ٹیم میں شامل کرے گی۔“

اس نے قسم کھائی کہ آئندہ امریکی ٹیلی ویژن جاننے والوں پر بھروسہ نہیں کرے گی۔ ان سے کیا ہوا معلوم کرے گی۔ اسکاٹ لینڈ یاڈ والوں نے امریکا سے لاکھ ڈالرز حاصل کرنے کے لیے یہ معاہدہ کیا تھا۔ پیچھے رہ کر وصول کر چکے تھے۔ دوسری چالیں چل رہے تھے۔ معاملہ کے مطابق شیوانی ٹرانسفا ر مشین کا نقشہ چرا کچھین مشین کو تیار ہونے سے روکنا چاہتی تھی پھر۔ چرایا ہوا آخر

امریکی حکام کو دینا چاہتی تھی۔ اس کی ایک فوٹو اینٹ ہا اسکاٹ لینڈ یاڈ میں بھی لانا چاہتی تھی۔ اب اس نے لے کر لیا کہ یہ کام صرف اپنے لیے کرے گی۔

طیارے کے اندر شراب کی ٹرائی گردش کر رہی تھی۔ ٹرائی ان کے پاس بھی آئی۔ ماریے نے کہا ”تو ٹیک پیو۔“

نہیں چچی۔ میرے لیے کالی ہے۔“

شیوانی نے ڈالرز نکال کر ہوش کو بے پھر دی ایک بوتل اٹھا کر بولی ”یہ ایک بوتل کم پڑے گی تو دوسری لوں۔“

ایک گلاس دو۔“

ہوش نے اسے جرات سے دیکھا پھر اس کے سامنے ایک خالی گلاس رکھ کر آگے چلی گئی۔ وہ بوتل کھول کر گلاس بھرنے لگی۔ ماریے نے کہا ”زہیری! اسے دیکھ رہے ہو؟ کیا اس کا داغ چل گیا ہے؟ پوری بوتل ہے گی تو مر جائے گی۔“

”تم بھول رہی ہو کہ یہ زہریلی ہے۔ شراب اس کے ہوش نہیں اڑائے گی۔“

”جب نشہ نہیں ہو گا تو کیوں پی رہی ہے؟ کیا لوگوں کو دکھا رہی ہے؟“

”نہیں! یہ خواستخواہ خود کو نمایاں کرنے والی عورت ہے۔“

”نہیں ہے۔“

شیوانی نے بیگ میں سے ایک ڈبیا نکالی۔ اس ڈبیا کو (زہر) لکھا ہوا تھا۔ اس نے ڈبیا کھول کر اس میں ایک ڈبیا نکالی پھر اسے بھرنے لگا۔ اس میں ڈبیا کو بیگ میں رکھ دیا۔ ماریے نے کہا ”او گاڈ! یہ زہریلی ہے۔“

زہیری نے کہا ”میں ایک اندازے سے کہہ سکتا ہوں کہ زہریلی شراب کے ذریعے اپنے اندر کے زہر میں اضافہ کرے گی تو اسے کچھ سرور حاصل ہو گا۔ یہ کچھ پریشان ہے۔“

پیشانی پھلانے کے لیے ایسا کر رہی ہے۔“

وہ بولی ”تم نے درست کہا تھا۔ دشمن قریب ہو تو اس کی الٹی سیدھی حرکتیں دکھائی دیتی رہتی ہیں۔ کیا اسے نشہ ہو گا تو اس کے دماغ میں جا کر خیالات بڑھ سکو گے؟“

”میں یہی سوچ رہا ہوں۔ شاید اس کے چور خیالات بڑھنے کا موقع مل سکے گا۔“

زہیری ماریے کے ذریعے اسے دیکھنے لگا۔ اس نے ایک ایک گھومت پتے ہوئے گلاس خالی کیا پھر دوسرا گلاس بھرتے ہوئے ماریے کو دیکھا۔ ماریے نے کہا ”آس پاس کے لوگ نہیں جراتی سے دیکھ رہے ہیں۔ میں ان سب سے زیادہ جرات ہوں کیونکہ انہوں نے تمہیں شراب میں زہر ملائے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔“

شیوانی نے پوچھا ”کیا تم سمجھ رہی ہو؟ میں یہ زہریلی کر زام موت مر جاؤں گی؟“

”میں سمجھتی ہوں خود کشی کرنے والے جان بوجھ کر زہر پیتے ہیں۔ ایم آئی رائٹ؟“

”راگنک میں مرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ ابھی تو میری شادی بھی نہیں ہوئی ہے۔“

ماریے نے کہا ”میں نے سنا ہے، جو نشے کی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں وہ خود کو سانیوں سے ڈسواتے ہیں۔ تب انہیں کچھ نشہ ہوتا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟“

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی ”ہیر پور آر۔ زہر پینے سے مجھے سرور حاصل ہوتا ہے۔“

اس نے دوسرا گلاس خالی کیا۔ تیسرا گلاس بھرتے ہوئے پوچھا ”تمہارا نام کیا ہے؟“

”ماریے۔“ وہ بے اختیار بول پڑی۔ زہیری نے چونک کر کہا ”تیس کیا ہوا ہے؟ اصل نام بتا رہی ہو؟“

شیوانی نے اسے چونک کر دیکھا ”مجھے ایک ماریے کی تلاش ہے۔ تم وہ نہیں ہو پھر بھی جانا چاہتی ہوں کہ کون ہو؟“

”کیا تم کو؟ کہاں جا رہی ہو؟ کیا تمہارا ہے؟“

زہیری نے اسے دیکھا ”ماریے کی پیشانی کو گھورنے لگی۔ زہیری نے کہا ”میرا اصل نام دو رہتا ہے۔ میری ممی اور ڈیڈ مجھے ماریے کہتے ہیں۔ میرا محبوب بھی یہی کہتا ہے۔ اب میں سب کو یہی کہتا ہوں۔ ہانگ کانگ اپنے محبوب سے ملنے جا رہی ہوں۔“

اور گھر سے بھاگ کر جا رہی ہوں۔ کیونکہ میرے ماں باپ میری مرضی سے مجھے شادی کرنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے مگر مجھے کیا ہوا ہے؟ میں اپنا راز تمہیں کیوں بتا رہی ہوں؟“

”میرے سامنے کوئی اپنا راز نہیں چھپاتا۔ میں زہر پیتی ہوں۔ میری آنکھوں میں زہریلی کشش ہے۔ تم اسی کشش کے تحت بول رہی ہو۔“

زہیری نے شیوانی کو خوش قسمی میں جتلا کر دیا۔ وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ ماریے اس کی زہریلی آنکھوں کے زیر اثر آکر بول رہی ہے۔ جبکہ وہ مامک میک اپ میں تھی اور شیوانی کی آنکھوں کی حرارت مامک کے آبر پار نہیں پہنچ رہی تھی۔

اس نے ٹھہر ٹھہر کر پتے ہوئے پوری بوتل خالی کر دی۔ دوسری بوتل پینے کا وقت نہیں رہا تھا۔ طیارہ ہانگ کانگ ائر پورٹ کے رن وے پر اترنے والا تھا۔ مسافروں سے درخواست کی جا رہی تھی کہ وہ سیٹ بیلٹ باندھ لیں اور جہاز سے اترتے وقت اپنا دستی سامان ساتھ لے جانا نہ بھولیں۔ ایسے وقت زہیری اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ بڑے سرور میں تھی۔ اس پر ہانگ کانگ طیارے زہیری اس کے خیالات کو بڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کے اندر پیچھے کے باوجود اس لیے کوشش کر رہا تھا کہ وہ اس کی کسی ایک سوچ کو پکڑ نہیں پا رہا تھا۔ ایک سوچ یا فقرہ پورا ہونے سے پہلے دوسری سوچ حاوی ہو جاتی تھی پھر اس سے پہلے کہ وہ دوسری سوچ کو پوری طرح پڑھتا۔ تیسری سوچ مسلط ہو جاتی تھی۔ اس طرح دماغ میں مختلف خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ اس سے پہلے کہ کاؤ، اندر سے اور سامنے نے بھی اس کے چور خیالات بڑھنے کی کوششیں کی تھیں اور ناکام رہے تھے۔ پھر شیوانی کی ممی سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی ”تے سامو“

کتابیات پبلی کیشنز

ایلیٹ کے قارئین کے لیے

خوشخبری

آپ اب ایلیٹ قارئین بن سکتے ہیں۔ ہر کتاب کے بارے میں On-Line معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ ہمیں مندرجہ ذیل پتے پر ایک E-mail کو ارسال کرنا چاہیے۔

ایلیٹ قارئین بننے کا سبب حاصل کریں۔

kitabiat@usa.net

kitabiat@hotmail.com

kitabiat1970@yahoo.com

! اتنے اونچے نہ اڑو۔ ابھی طفل کتب ہو۔ یہ شیوانی کا فولادی دماغ ہے جاؤ یہاں سے۔“

ذہیری کو اطمینان ہوا۔ وہ اپنے دماغ میں آنے والے کو بے سامو سمجھ رہی تھی۔ وہ طیارے سے اتر کر امیگریشن کاؤنٹر پر آئے شیوانی نے اس کاؤنٹر سے گزر کر باہر آتے ہوئے اپنے ماتحت سراخ رسائوں سے کہا ”میں بری طرح ناکام ہو رہی ہوں۔ ان حالات میں جین نہیں جاؤں گی۔ واپس اسکاٹ لینڈ ہیڈ آفس جا کر سنے سرے سے ایک نیم بناؤں گی۔ تم دونوں یہاں چھٹیاں مناؤ پھر جب چاہو واپس چلے جاؤ۔ میں کچھ دونوں کے لیے جاپان جاری ہوں۔“

اس نے دونوں ماتحتوں سے پیچھا چھڑا لیا۔ ایک جیسی میں بیٹھ کر ایک ہوٹل میں آئی۔ وہاں ایک کمرے کے اس کمرے میں بیٹھتی ہی اس نے فون کے ذریعے اسکاٹ لینڈیڈ کے ڈی جی سے رابطہ کیا پھر کہا ”دشمنوں نے مجھے زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ مارے بے کافور بے فلو میری گرفت سے نکل چکے ہیں۔ امریکی ٹیلی بیٹھی جانے والوں نے دوست بن کر دشمنی کی ہے۔ میرے دونوں ماتحت سراخ رسائوں کے اندر گھس کر اپنا معمول بنایا ہے۔“

ڈی جی نے کہا ”یہ قوت برا ہوا۔ اب ہم امریکی حکام کے لیے کام نہیں کریں گے۔ ان پر بھی بھروسہ نہیں کریں گے۔ تمہارا وقت ضائع ہوا ہے واپس آ جاؤ۔“

”میں میدان مارنے نکلے ہوں۔ میدان ہارنے نہیں۔ آپ امریکی اکابرین کو کھری کھری سانسوں اور کہہ دیں کہ میں واپس آگئی ہوں۔ ان کا کام نہیں کروں گی۔ یہ راز نہ کھلے کہ میں ایک نئی ٹیم بنا کر جین جاری ہوں۔“

”شیوانی! تمہارے پاس ٹیلی بیٹھی جانے والے نہیں رہے۔ تم ٹیلی بیٹھی جانے والے دشمنوں کے مقابلے میں جین نہ جاؤ۔ تم ہمارے لیے بہت قیمتی ہو۔“

”اب میں اسکاٹ لینڈیڈ کے لیے ٹرانزفا مر مشین کا نقشہ حاصل کیوں گی۔ آپ میری فکر نہ کریں۔ مجھے اپنے ادارے کے ان سراخ رسائوں کے کنٹیکٹ نمبر دیں۔ جو یہاں ہانگ کانگ میں ہیں۔ میں ابھی ان سے رابطہ کروں گی۔“

ڈی جی نے اسے فون نہرتا ہے وہ اخبار کے ایک صفحے پر ان نمبروں کو نوٹ کرنے لگی۔ ایسے وقت اس کی نظرس اخبار کی ایک سرخی پر جم گئیں۔ جلی حروف میں لکھا ہوا تھا ”مشہور معروف سائنس دان جیس ہارورڈ کی موت پھر جی زندگی۔“

جیس ہارورڈ کی ایک بڑی سی تصویر شائع ہوئی تھی۔ تصویر کے ساتھ خبر شائع ہوئی تھی کہ پچھلی شام کو جیس ہارورڈ کی موت واقع ہوئی تھی۔ دو ڈاکٹروں نے اس کی موت کی تصدیق کی تھی۔ اس کی تجزیہ دہشمن کے انتظامات کے چارے تھے۔ ایسے وقت وہ لاش اٹھ کر بیٹھ گئی۔ مرده زندہ ہو گیا۔ ڈاکٹر کی رپورٹ کے مطابق جیس ہارورڈ اپنی زندگی حاصل کرنے کے بعد پہلی طرح صحت مند اور تارل ہے۔ جیس ہارورڈ کی وجہ شہرت ایک آلہ ساعت ہے۔ جس کے ذریعہ وہ ہزاروں میل دور دنیا کے آخری سرے سے کی بولنے والے کی گفتگو یوں سن لیتا ہے، جیسے فون کے ذریعے آواز سن رہا ہو۔

اس نے آلہ ساعت تیار کرنے کے بعد اسے اپنے ایک کان سے آپریشن کے ذریعے مستقل طور پر منسلک کر لیا۔ وہ آلہ آئندہ آپریشن کے بغیر اس کے کان سے الگ نہیں ہو سکے گا۔ بین الاقوامی سائنس دانوں کی ایسوسی ایشن کی طرف سے اس پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ اسے اس غیر معمولی آلہ ساعت کا فارمولا دوسرے سائنس دانوں کو بھی بتا چاہیے۔ ٹیلی فون کی طرح اس آلہ کو بھی عام کرنا چاہیے۔ یہ خبر ایسی تھی کہ شیوانی کے دماغ میں جیس ہارورڈ گونجنے لگا۔ اس کے اندر چیخ چیخ کر بولنے لگا۔ میں تمہاری ضرورت ہوں۔ تم سے ٹیلی بیٹھی جانے والے جین گے۔ کوئی بات نہیں ایک چیز کم ہوتی ہے تو دوسری مل جاتی ہے۔ میں تمہیں مل گیا ہوں۔ تمہارے دشمن دنیا کے جس حصے میں رہیں گے۔ میں ان کی باتیں تمہیں سناؤں گا۔ ان کے فتنہ منصوبے ہٹاؤں گا۔ تمہارے خلاف ہونے والی سازشوں کا کام تمہیں پہلے سے ہو جایا کرے گا۔ تم ان سازشوں کا فوڈ کی۔ دشمنوں کو منہ توڑ جواب دو گی۔“

شیوانی کے اندر زبردست پھل پیدا ہو گئی تھی۔ وہ ایک غیر معمولی قوت سماعت رکھنے والے شخص کو اپنا معمول بنا سکتی تھی۔ اس نے کنٹیکٹ نمبر کے مطابق ایک سراخ رساں سے رابطہ کیا ”میں ہوں شیوانی اسٹنٹ ڈائریکٹر جنرل آف اسکاٹ لینڈیڈ۔ مائی کوڈ نیم اڈی کور فاؤر (FOE)“

”میں میڈم شی کور فاؤر (دشمنوں کے لیے جاننا) ہمیں آپ کے آنے کی اطلاع مل چکی ہے۔ حکم کریں۔“

ت میں حاضر ہو جائیں گے۔“

”میں بہت رازداری سے کام کروں گی۔ ان دو ماتحتوں میں رہا کروں گی۔ کبھی ان کے سامنے نہیں آؤں گی۔ تم ان کی تصویریں لے کر آؤ۔ میرا موبائل نمبر نوٹ کرو۔ میں بتا دوں۔ ان سے فون کے ذریعے رابطہ رہا کرے گا۔“

وہ اپنا موبائل نمبر بتانے لگی۔ اس نے نوٹ کر کے کہا ”جی ہاں۔“

”جسٹ اے منٹ۔ کیا تم نے آج کے اخبار میں جیس ہارورڈ کے بارے میں پڑھا ہے۔“

”میں میڈم! ہم اسے انوار کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔“

”ہمارے بہت کام آئے گا۔“

”شباب! میں یہی چاہتی ہوں۔ اسے انوار نہ کرو۔ میرا ہاتھ کرو۔ میں اسے اپنا غلام بنالوں گی۔“

”اس نے دوبارہ زندگی حاصل کرنے کے بعد خود کو اپنے آپ پر فخر کیا ہے۔ کسی سے ملاقات نہیں کرتا ہے۔ آپ سامنا کرنے کے لیے اسے انوار کرنا ہی ہو گا۔“

”میں بگمہ نہیں چاہتی۔ خاموشی سے کام کرنا چاہتی ہوں۔ کیا تم میرا موبائل نمبر اس کے پاس پہنچا سکتے ہو؟ یا اس کو فون کر سکتے ہو؟“

اس نے جیس ہارورڈ کا پرسل فون نمبر بتایا۔ وہ بولی ”میں تمہاری دیر بعد تم سے رابطہ کروں گی۔ میں دو سراخ رساں چاہتی ہوں۔ ان میں سے ایک تم ہو گے۔“

اس نے رابطہ ختم کیا۔ اخبار اٹھا کر اسے سامنے لاکر ہارورڈ کی تصویر کو توجہ سے دیکھتے دیکھتے اس کی پیشانی کو دھونے لگی۔

”ٹارگٹ اپنے بیڈ روم میں جیس ہارورڈ کی معیت کے وقت گزار رہا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ہارورڈ کی اس کی معیت صرف اس کی دولت کی خاطر اس کی معیت کرنا چاہتی تھی۔ ورنہ وہ کسی کی نام کے جوان سے ہارورڈ کی معیت نہ کرتی۔“

اس نے رابطہ ختم کیا۔ اخبار اٹھا کر اسے سامنے لاکر ہارورڈ کی تصویر کو توجہ سے دیکھتے دیکھتے اس کی پیشانی کو دھونے لگی۔

”ٹارگٹ اپنے بیڈ روم میں جیس ہارورڈ کی معیت کے وقت گزار رہا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ہارورڈ کی اس کی معیت صرف اس کی دولت کی خاطر اس کی معیت کرنا چاہتی تھی۔ ورنہ وہ کسی کی نام کے جوان سے ہارورڈ کی معیت نہ کرتی۔“

اس نے رابطہ ختم کیا۔ اخبار اٹھا کر اسے سامنے لاکر ہارورڈ کی تصویر کو توجہ سے دیکھتے دیکھتے اس کی پیشانی کو دھونے لگی۔

”ٹارگٹ اپنے بیڈ روم میں جیس ہارورڈ کی معیت کے وقت گزار رہا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ہارورڈ کی اس کی معیت صرف اس کی دولت کی خاطر اس کی معیت کرنا چاہتی تھی۔ ورنہ وہ کسی کی نام کے جوان سے ہارورڈ کی معیت نہ کرتی۔“

اس نے رابطہ ختم کیا۔ اخبار اٹھا کر اسے سامنے لاکر ہارورڈ کی تصویر کو توجہ سے دیکھتے دیکھتے اس کی پیشانی کو دھونے لگی۔

ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہیں۔ میں۔ میں۔ میرا دل کہہ رہا ہے کہ میں اپنے اندر کی تمام باتیں بولنے لگوں۔ بولوں گا تو حرارت ختم ہو جائے گی۔“

موبائل سے بزرگی آواز ابھرنے لگی۔ وہ فون کی طرف دیکھ کر بولا ”میں نے اسے بند کیا تھا۔ کس نے آن کیا ہے؟“

اس کی معیت نے کہا ”میں نے کیا ہے۔ یہ میری ہی کال ہو گی۔“

وہ غصے سے بولا ”سور کی بچی! فون بند کرو۔ باہر جا کر کسی یار سے باتیں کر۔ میرا فون ہو تو کہہ دیتا۔ میں سو رہا ہوں۔“

اس نے فون کا مٹن دبا کر اسے کان سے لگایا اور وہاں سے جاتی ہوئی بولی ”ہیلو۔ کون ہے؟“

دوسری طرف سے شیوانی نے کہا ”جیس ہارورڈ سے کہو۔ وہ مجھ سے باتیں کرے گا تو پیشانی ٹھنڈی ہوگی۔ ورنہ وہ آگ پورے جسم میں پھیل جائے گی۔“

وہ پلٹ کر نارنگ سے بولی ”ایک عورت کہہ رہی ہے اس سے باتیں کرے گا تو پیشانی ٹھنڈی ہو جائے گی۔ ورنہ پورے بدن میں آگ پھیل جائے گی۔“

نارنگ نے چونک کر فون کی طرف دیکھا۔ حیرانی سے سوچا ”کسی کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میری پیشانی جل رہی ہے؟“

وہ آگے نہ سوچ سکا۔ محسوس کرنے لگا ”نورا سر اور پورا چہرہ جلنے لگا ہے۔۔۔۔۔۔ وہ گھبرا کر۔۔۔۔۔۔ فون لے کر کان سے لگاتے ہوئے بولا ”تم کون ہو؟“

”میں ایک بخار ہوں۔ اس بخار سے نجات پانے کا ایک ہی علاج ہے۔ بچ بولنا شروع کرو۔ تم مر چکے تھے زندہ کیسے ہو گئے؟ کون ہو تم؟“

”میں ایک خطرناک جاوہ جاننے والے اور ٹیلی بیٹھی جاننے والے نارنگ کی آتما ہوں۔ جیس ہارورڈ کے جسم میں سا کر نارنگ کو نئی زندگی دے چکی ہوں۔ اس طرح جیس ہارورڈ کو بھی دوبارہ زندگی مل چکی ہے۔“

”تم ناقابل یقین باتیں کہہ رہے ہو لیکن بچ کہہ رہے ہو کیونکہ میرے پیدا کیے ہوئے بخار میں جلا ہونے والے پیشہ بچ بولے ہیں۔ تمہارا بچ کن کریں خوش ہو رہی ہوں۔ تم ٹیلی بیٹھی جانے ہو؟“

”ہاں جانتا ہوں۔ ٹیلی بیٹھی کی دنیا کے سب ہی لوگ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔“

”تم ابھی تنہا نہیں ہو۔ تمہارے آس پاس جو لوگ

ہیں۔ انہیں رخصت کرو۔“

نارنگ نے اس سنگیتز بننے والی کو حقارت سے دیکھ کر کہا
 ”یہاں کیوں کھڑی ہے؟ چل بھاگ یہاں سے۔ کسی سے
 میرے بارے میں کچھ بولنے کی تو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“
 وہ سسم کر دواں سے چلی گئی۔ اس نے فون پر کہا ”وہ
 جا چکی ہے۔ میں تنہا ہوں۔“
 ”تم میری بات مان رہے ہو۔ یہ محسوس کر رہے ہو کہ
 حرارت کم ہو رہی ہے۔“

”ہاں کم ہو رہی ہے مگر ہے، پلیز مجھے بتاؤ کہ کیا مجھ پر جادو کر رہی ہو؟“

”میں جادو نہیں جانتی۔ یہ میری ایک غیر معمولی صلاحیت ہے۔ میرا ایک موبائل نمبر یاد رکھو۔ جب بھی بخدا میں مبتلا رہو۔ میرے فون نمبر پر ج بولتے رہو۔ ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد تمہارے پاس ایک شخص آئے گا وہ جو حکم دیتا رہے گا تم بے چون و چرا اس پر عمل کرتے رہو گے۔“

نارنگ نے کہا ”میں تمہارے شخص کا ہر حکم مانتا رہوں گا۔“

شیوانی نے اپنا موبائل نمبر تارکون بند کیا پھر اپنے سراغ رساں سے رابطہ کرنے کے بعد کہا ”میں نے جیس باروڈ کو ٹریپ کیا ہے۔ تم ہمارے ایک پیٹناژ کرنے والے کو اس کے جنگل میں بھیج دو۔ اسے کہو کہ وہ اسے پیٹناژ کر کے میرا معمول اور دلکھوم بنادے۔ بھرتیہ ہوگا کہ توہمی عمل کے وقت تم بھی وہاں موجود رہو۔“

یہ تمام معاملات طے کرنے کے بعد وہ ہوٹل سے نکل کر ایک بہت بڑے شاپنگ سینٹر میں گئی۔ وہاں سے میک اپ کا ضروری سامان لے کر واپس ہوٹل کے کمرے میں آئی پھر آئینے کے سامنے بیٹھ کر اپنے چہرے کو تبدیل کرنے لگی۔

○☆○
وہ جانتی تھی کہ چین کے احکام اور وہاں کے تمام مسلمان ٹیلی جیسٹی جاننے والے اس بات سے باخبر ہیں کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کی اسے جی جی شیوانی ایک اہم مشن پر چین کے شریجک پہنچنے والی ہے اس لیے چین پہنچنے سے پہلے ہی اس کے خلاف ایسے اقدامات کیے گئے تھے کہ اس کی ٹیم ٹوٹ گئی تھی اور وہ بالکل تباہ ہو گئی تھی۔

اب وہ اپنا چہرہ اپنی شناخت چھپا رہی تھی۔ چہرہ بدل کر،
سر سے پاؤں تک حلیہ بدل کر جین جانے والی تھی۔ وہاں
جانے سے پہلے کچھ ضروری انتظامات کیے تھے۔ وہ چاہتی تھی،
آئندہ اس کی اپنی ٹیم کے سراغ رساں اور غیر معمولی

ملا جیتیں رکھنے والا نارنگ بھی اسے نہ پہچانیں۔
پہنچنے کے بعد بھی ان سے چھپ کر رہے اور ان سے اجازت
کراتی رہے۔

اس نے میک اپ کے بعد خود کو ایک نئے رنگ میں دیکھا۔ وہ خود کو نہیں پہچان رہی تھی۔ یوں لگ رہا جیسے کے اندر جیسے کوئی دوسری حسینہ اپنا جلوہ دکھا رہی ہے۔ ایسے وقت فنون کا برسرِ شانی دیا۔ وہ اسے آن کر کے "ہیلو"

دوسری طرف سے پورس نے کہا ”ہیلو میڈم! امریکی ٹیلی چیٹھی جاننے والا لیزی گارڈ ہوں۔ مجھ سے نام

ہے کہ آپ کو میری ضرورت ہے۔“
وہ ناکواری سے بولی ”یوٹان سنیس! تمہاری کار
سے ہم نے معاہدہ ختم کر دیا ہے۔ مجھے تمہارے پیسے دینا
بازیلی پیٹنٹی جاننے والوں پر بھروسہ نہیں ہے۔“
”میزم! جس ٹیلی پیٹنٹی جاننے والے نے آپ کا کار
کو دھوکا دیا تھا۔ اسے سخت سزائیں دی گئی ہیں۔ ٹیڈ
غلطی نہیں کروں گا۔“

”سوری“ اب میں تم لوگوں کے لیے کام کیا ہوں۔“

”ذرا سوچئے، آپ کی ذہانت اور حکمت عملی نے میری ٹیلی پیسجی سے کام نہ لے لیا تو وہ جاؤں میاؤں جنہاں کرنے والے ٹرانسفاہر مشین بنائیں گے۔“

”میرا نام شیوا ہے میں اسیں مشین بنانے اور

پیشگی سیکھے نہیں دوں گی۔“
 ”میں آپ کی اسی مستقل مزاجی کا عاشق ہوں۔
 اپنے دل کے اندر کی بات بتا رہا ہوں۔ ایک بار نہیں بتا
 میں دیکھا تھا۔ تب سے تم پر عاشق ہو گیا ہوں۔“

”کیا بکواس کر رہے ہو؟“
”سچے عاشق کو بکواس نہیں دیوانہ کہتے ہیں۔ مجھے اپنا دیوانہ کہو۔“
”جانتا نہیں تم نے کب دیکھا تھا اور آج دیوانہ کیا ہو۔“
”میں نے تین دن پہلے دیکھا تھا۔ تمہارا ہاتھ فون نمبر نہیں جانتا تھا۔ آج سرکاری طور پر تم سے مل گیا۔“
”میں نے تم سے پہلے کب مل گیا؟“

”میں کہہ چکی ہوں۔ معاہدہ ختم ہو چکا ہے۔“

”سرکاری معاہدہ ختم کرو۔ محبت کا معاہدہ کرو۔ میں
 غلط امر کا چھوڑ کر یہاں آنا ہوں۔ مجھ سے محبت کرو۔“

”مجھے آزمائشی ہو۔ میں تمہاری خاطر ہمیشہ کے لیے
”میرے“

وہ سوچنے لگی۔ اگر وہ دیوانہ ہو کر میرے سامنے آئے گا
انگوٹوں سے سحر زدہ ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ اس پر تنوکی

روٹی "ہیلو" میں سوچ رہی ہوں، وقت تو ضائع ہو گا مگر میں آناؤں گی۔"

”میرے کو چاہیہ ڈالا جاتا ہے مگر تم گھاس ڈال رہی ہو۔ اس کا بے سمجھے کہ گھاس نہیں سمجھ رہی ہو۔ گھوڑا سمجھ کر سوار کیلے۔ میں خوش نصیب ہوں۔ دوسرے شوہروں کی طرح ڈال دینے والا ہوں۔ مجھے شادی کرگوئی۔ جلدی سے بولو،“

”بائے خفیہ ملاقات! پیار میں دنیا والوں سے چھپ کر
”میں شام کو بانگ کانگ نائٹ کلب کے مار میں“

میں نے کہا: "میں نے تو اسے پہچان لیا ہے۔" وہ نے کہا: "میں نے تو اسے پہچان لیا ہے۔"

”یہاں! میں ہانگ کانگ میں ہوں۔ کسی
مٹانے خوش ہو کر کہا ”دیکھ مائی سن۔ میں تمہارا

انتظار کر رہا ہوں۔“

”جناب عبداللہ واسطی کی ہدایت ہے کہ شیوانی کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ میں آج رات اس کی خیر و عافیت کے لیے اس سے ملاقات کرنے والا ہوں۔“

”تم کسی کی چال میں کبھی نہیں پھنستے ہو پھر بھی اس خطرناک عورت سے ہوشیار رہنا۔“

”آپ کی یہ ہدایت یاد رکھوں گا۔“

”ناریہ“ احمد زبیری سے ملنے آ رہی ہے۔ وہیں ہانگ کاٹنگ میں ہے۔ میں تمہیں زبیری کے پاس پہنچا رہا ہوں۔ اس سے بارہ کا نام معلوم کرو۔ اس کا حفاظت لازمی ہے۔“

میں نے زبیری کے دماغ میں پہنچ کر کہا ”زبیری! میں ہوں
فرہاد۔“

وہ بولا ”ایونگ سر! آپ نے مجھے یاد کیا ہے۔ ضرور کوئی خاص بات ہوگی۔“

”میں پورس کو تمہارے پاس پہنچانے آیا ہوں۔ اس سے باتیں کرو۔“

پورس نے کہا ”ہائے زہیری!“
 زہیری نے خوش ہو کر کہا ”ہائے برادر! پہلی بار ہمارا
 رابطہ ہو رہا ہے۔“

”انشاء اللہ روبرو ملاقات بھی ہوگی۔ پایا نے کہا ہے،
 رہے مانگ کانگ مرے۔ مجھے اے کر حفاظت کرنی ہوگی۔

”آپ کے ماما بہت گریٹ ہیں۔ میرے بار کو تحفہ دے

پہلے سے چپکے چپکے ریت میں۔۔۔ میرے پیار کو سنبھال دے ہے ہیں۔“

”اگر پھر لڑا، تو مجھے ساتھ لے جا۔“

”او گاؤں! کیا وہی پورس جو مسٹر فرماؤ کے صاحب زادے“

”ہاں، وہی برادر پورس ہانگ کانگ میں ہیں۔ ان سے
تیں کرو۔“

وہ بولی ”ہائے برادر! یہ سن کر خوشی ہو رہی ہے کہ آپ
ی شہر میں ہیں۔“

پورس نے کہا ”تم زہیری کی امانت ہو۔ پایا نے مجھے مارا باجی گاڑ دیتا ہے۔“

وہ بستی ہوئی بولی ”شرمندہ نہ کریں۔ زبیری کی طرح میں
آپ کے پاپا کی اور بابا صاحب کے ادارے کی خدمت

رہوں۔ یہاں خدمت کرنے آئی ہوں۔“

”ہم سب بابا صاحب کے ادارے کے خدمت گار ہیں۔ چلو میں تمہارا باڈی گارڈ نہیں“ معاف بھائی تو ہوں۔“ وہ خوشی سے کھل کر بولی ”اوہ انڑمانی پیلز آئی ایم کلی بائی بینک یور سسٹر“ (یہ میری لیے خوشی کا مقام ہے۔ میں آپ کی بہن بن کر خوش نصیب ہو گئی ہوں) زہیری نے کہا ”تھینکس برادر! بہن بھائی کے درمیان میرا کوئی کام نہیں ہے۔ یہ ماریہ ابھی ہواؤں میں اڑتی رہے گی۔ میں جا رہا ہوں۔ گڈ بائی۔“ وہ چلا گیا۔ ماریہ نے کہا ”برادر! میں اپنا پتا اور فون نمبر بتا رہی ہوں۔“

”اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تمہارے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر لیا تھا۔“

”او گا! میں ٹیلی پیٹھی کی جا دو گری بھول گئی تھی۔ آپ آرہے ہیں؟“

”ابھی آرہا ہوں۔ ہم ہانگ کانگ کی سیر کریں گے اور خوب باتیں کریں گے۔“

ماریہ خوشی سے کھلی ہوئی تھی۔ یہ اس کے لیے بہت بڑی بات تھی کہ میرے ایک بیٹے نے اسے بہن کہہ کر میری ٹیلی کی ایک ممبر بنالیا ہے۔ اسے آدھے گھنٹے بعد اپنے اپارٹمنٹ کے سامنے کار کا بارن سنا کر دیا پھر اپنے اندر پورس کی آواز سنا کر دی ”ماریہ! اچلی آؤ۔ میں آیا ہوں۔“ وہ کھڑکیاں بند کر کے دروازے کو لاک کرنے کے بعد باہر آئی۔ سڑک کے کنارے تین کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ پورس کو چہرے سے نہیں پہچانتی تھی۔ پورس اسے اپنی شناخت بتانا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی ایک قریبی کار کے پچھلے دروازے سے ایک شخص باہر آیا۔ اس کا ہاتھ کوٹ کی جب میں تھا۔ اس نے ماریہ سے کہا ”میری جب میں ریوا اور ہے اور تم نشانے پر ہو۔ چپ چاپ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھو۔ ورنہ گولی مار کر چلا جاؤں گا۔“

پورس نے اس کے دماغ میں کہا ”ماریہ! ایسا اچانک ہو رہا ہے۔ میں سب سے آگے والی دہانت ٹوٹاؤں ہوں۔ تم خود کو خوف زدہ ظاہر کرتے ہوئے اس کے حکم کی تعمیل کرو۔“ ماریہ سسم کر اس کی جب کو دیکھ رہی تھی۔ جب کے اندر ریوا اور جیسی چیز تھی۔ وہ سسے ہوئے انداز میں بولی ”میں نے تمہارا کیا گاڑا ہے؟ تم کوں ہو؟“

وہ ڈانٹ کر بولا ”کوئی سوال نہ کرو۔ فوراً کار میں بیٹھ جاؤ۔ کم آن!“

وہ کار کی پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ پورس نے کہا ”میں

تمہارے پاس نہیں رہوں گا۔ مجھے مخاطب نہ کرنا۔ تمہارے پاس ہی دشمنوں کے اندر رہوں گا۔“

وہ کار وہاں سے آگے بڑھی۔ پورس اس کے پیچھے لگا۔ معلوم ہوا وہ اسکاٹ لینڈ یا روڈ کے جاسوس تھے۔ ان کے ہینڈ کو آرڈر سے اطلاع ملی تھی کہ ماریہ ”شیوانی کی قیمت“ ہو گئی ہے۔ دہلی میں کئی گھنٹوں تک تلاش کرنے کے بعد نظر نہیں آ رہی ہے۔

یہ اندازہ لگایا جا رہا تھا کہ اس کا محبوب احمد زکریا جیسی کے ذریعے تحفظ دے رہا ہے۔ وہ ہمیں دہلی کے پاس جانے کے لیے ہانگ کانگ یا تائیوان جانے کے جگہ کے سراغ رساؤں کو الٹ کر دیا گیا تھا۔ انہوں نے ماریہ کی مخصوص شناخت بتائی تھی۔ ہمیں بدلے کا باوجود اسے مخصوص شناخت کے ذریعے پہچانا جاسکتا تھا۔

پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے جاسوس نے جب سے وہ نکال کر کہا ”ماریہ! ہم اسکاٹ لینڈ یا روڈ کے ٹرینگ بیٹھ تھے۔ تم مجھ سے ایک سال جو نیڑ تھیں۔ مجھے بھول گئے لیکن میں نے تمہیں نہیں بھلایا ہے۔“

وہ بولی ”تم غلطی کر رہے ہو۔ میں ماریہ نہیں ہوں۔ ایسی تھی؟“

”ایسی نہیں تھی۔ جب چہرے سے میک اپ اٹا جائے گا تو اندر سے ماریہ نکل آئے گی۔ پورے بانی سوچو۔ میک اپ کے باوجود کیسے پہچانی گئی ہو؟“

وہ سوچنے لگی ”ظہارے میں شیوانی جیسی چلی عورت مجھے نہ پہچان سکی۔ کیا یہ جاسوس میرے بانی کا وجہ سے پہچان رہا ہے؟“

پورس نے کہا ”تم نے ظہارے میں شیوانی کے بانیوں ہاتھ استعمال نہیں کیا ہو گا اور تمہاری گردن دھبہ پیچھے چھپی رہی ہوگی۔“

وہ چونک کر بولی ”برادر! میری گردن پر ایک ذرا ہے لیکن اس نشان کو میں نے میک اپ کے ذریعے چھپایا ہے۔“

”تم نے ہانگ کانگ ائر پورٹ کے ایئر ٹریننگ بائیں ہاتھ سے دستخط کیے تھے جاسوس نے دور سے شبہ کیا تھا کہ تم بائیں ہاتھ سے کام کرنے والی تھیں۔ وہ تمہارا ماسک اتار کر گردن کے ذمہ کا نشان دیکھ کر تصدیق ہو جائے گی۔“

”برادر! کیا اس جاسوس نے شیوانی کو میرے میں اطلاع دی ہے؟“

”ابھی نہیں۔ پہلے یہ تصدیق کرنا چاہتا ہے۔ ویسے میں اسے شیوانی تک خبر پہنچانے میں دوں گا۔ وہ دو جاسوس ہیں۔ میں ضمانت سکتا ہوں مگر بڑا ہنگامہ ہوگا۔ بڑی خاموشی سے دونوں کو خاموش کرنا ہوگا۔“

اس نے زہیری کو ماریہ کے دماغ میں بلا کر کہا ”میں تمہارا ان دونوں سے فائنٹ کروں گا۔ انہیں کوئی ماروں گا تو شیوانی تک خبر پہنچے گی کہ وہ دونوں ٹیلی پیٹھی کا شکار ہونے کے بعد مارے گئے ہیں۔“

”آپ درست کہہ رہے ہیں۔ وہ ماریہ پر شبہ کرے گی۔“

”تم ایک جاسوس کے دماغ پر قبضہ جتاؤ میں دوسرے پر حاوی رہوں گا اور ماریہ! اچھے ہی یہ کارر کے تم میری کار کی انٹرنگ سیٹ پر آجانا۔“

اس بلا ٹانگ کے ساتھ ہی کار راکر گئی۔ ماریہ نے کار سے اتر کر پیچھے ایک واٹ ٹوٹا کو دیکھا پھر دوڑتی ہوئی آکر اس کی انٹرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ ساتھ والی سیٹ پر پورس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا ”تمہارا اشارت کرو اور ڈرائیو کرتی جاؤ۔ جب تک میں نہ بولوں۔ خاموش رہنا۔“

اس نے کار اشارت کر کے آگے بڑھائی پھر تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی ایک سمت جانے لگی۔ دونوں جاسوس اپنی کار میں آگے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک نے اگلی سیٹ سے کہا ”زہیری! پیچھے کیوں ہو؟ آگے آؤ۔“

دوسرا جاسوس اگلی سیٹ پر آگیا۔ کار آگے چل پڑی۔ زہیری نے اپنے آلہ کار کو ڈھیل دی۔ اس نے چونک کر آگے پیچھے دیکھا پھر حیرت سے پوچھا ”ماریہ کہاں ہے؟ میں پچھلی سیٹ پر تھا۔ آگے کیسے آگیا؟“

”مجھے سے کیا پوچھ رہے ہو؟ تم ماریہ کے ساتھ پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔“

”ہاں مگر گاڑی تو روکو۔ کچھ سمجھنے دو کہ وہ کیسے غائب ہوئی ہے؟“

”کوئی گم ہو۔ سیدھی سی بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ اسے ٹیلی پیٹھی لے گئی ہے۔“

”ہاں سمجھ گیا۔ گاڑی روکو۔ واپس موڑو۔ وہ دور نہیں آئے۔ ہم اسے پکڑ لیں گے۔ ارے تم رفتار کیوں بڑھا رہے ہو؟ یہ ساحلی علاقہ ہے۔ کیا سمندر میں ڈوبنا چاہتے ہو؟“

پورس نے مزید رفتار بڑھاتے ہوئے کہا ”زہیری! تم اس کے پاس جاؤ۔ میں ان دونوں کو آخری اسٹیشن تک پہنچا

کر آ رہا ہوں۔“

پورس نے رفتار کم کرتے ہوئے کہا ”سمجھا کرو گاڑی میں نہیں چلا رہا ہوں۔“

وہ حیرانی اور پریشانی سے بولا ”سمجھ گیا۔ ایسا ٹیلی پیٹھی کے ذریعے ہو رہا ہے۔“

چھوٹے بھری جہازوں اور لاناؤں کے لیے کئی برتھ سمندر میں دور تک چلے گئے تھے۔ ایسے برتھ پر جہازوں سے سامان اتارا جاتا تھا۔ پورس نسبتاً ایک خالی برتھ کی طرف کار کو موڑ کر پھر رفتار بڑھانے لگا۔ دوسرا جاسوس پیچھے ہوئے کہنے لگا ”نہیں۔ آگے سمندر ہے۔ گاڑی روکو۔ مجھے اترنے دو۔ میں ڈوبنا نہیں چاہتا۔“

اس کے پیچھے پیچھے کار برتھ کے آخری سرے سے آگے نکل گئی۔ اس کے پیچھے برتھ کا فرش نہیں رہا۔ وہ فضا میں دور تک اڑتی ہوئی سمندر کے پانی میں اتر گئی۔ پانی بہت گہرا تھا۔ وہ گہرائی میں اترتی گئی۔ پورس نے ان دونوں کو کار کا دروازہ کھولنے اور باہر نکلنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ کار ان کے لیے تابوت بن گئی۔

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر بولا ”ماریہ! کیا ہو رہا ہے؟ زہیری سے باتیں ہو رہی ہیں؟“

زہیری نے کہا ”ہم یہاں کار روک کر دشمنوں کی کار کو ڈوبتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ اب اطمینان ہے۔ شیوانی پہلے کی طرح ماریہ کو اس موجودہ میک اپ میں نہیں پہچان سکے گی۔“

پورس نے کہا ”ماریہ کو شیوانی کا سامنا نہیں کرنا چاہیے۔ ورنہ اس کا بایاں ہاتھ چٹکی کھا تارے گا۔“

ماریہ نے پوچھا ”کیا ٹیلی پیٹھی کے ذریعے میری عادت بدلی جاسکتی ہے؟“

”یہ ممکن نہیں ہے۔ پیدائشی عادت ہے۔ ہاں اگر کبھی شیوانی سے اچانک سامنا ہو جائے تو ہم خیال خوانی کے ذریعے تمہیں بائیں ہاتھ سے کام کرنے سے روکتے ہیں گے۔ ایسا عارضی طور پر ہو سکتا ہے۔ تمہیں محتاط رہنا چاہیے۔“

”میں نے ائر پورٹ سے شیوانی کا پیچھا کرنا چاہا تھا۔ یہاں اس کی قیام گاہ دیکھا جاہتی تھی مگر وہ ٹریفک کے جھوم میں کہیں گم ہو گئی۔“

زہیری نے پوچھا ”برادر! کیا آپ شیوانی کا پتا جانتے ہیں؟“

”جان جاؤں گا۔ میں امریکا کا ایک باغی ٹیلی پیٹھی جاننے

والا بن کر آج رات اس سے ملاقات کرنے والا ہوں۔ یعنی ٹھیک دو گھنٹے بعد۔“

ماریہ نے پوچھا ”کیا آپ نے ماک میک اپ کیا ہے؟ یہ بہت ضروری ہے۔“

”میں جانتا ہوں۔ اس کی آنکھوں کی طلسمی حرارت میری پیشانی تک نہیں پہنچے گی۔“

زہیر نے کہا ”ماریہ! برادری کی معلومات ہم سے بہت زیادہ ہیں۔ تم ان کی فکر نہ کرو اور اب میں تمہاری فکر نہیں کروں گا۔ میں جا رہا ہوں۔“

”زہیر! برادر دو گھنٹے بعد شیوانی سے ملنے جائیں گے۔ میں تمہارے جاؤں گی۔ اپنے اپارٹمنٹ میں تمہارا انتظار کروں گی۔ آؤ گے نا؟“

وہ آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔ ماریہ نے پوچھا ”آپ کافی پینا چاہیں گے؟“

”ہاں۔ کسی سی وورسٹوران میں چلو۔ سمندر کا نظارہ کرتے ہوئے کافی پیئیں گے۔“

وہ ڈائری کرتی ہوئی بولی ”میں نے ٹیلی ویشن کے بارے میں بہت کچھ پڑھا تھا اور سنا تھا۔ اب آنکھوں سے اس علم کے کلمات دیکھ رہی ہوں۔ میرا خیال ہے یہ دنیا کا سب سے حیرت انگیز علم ہے اور سب سے خطرناک ہتھیار ہے۔“

”یہ علم بے وٹوفوں کے پاس ہو تو خطرناک ہے۔ دانشمندیوں کے پاس ہو تو انسانیت کی بہتری اور سلامتی کا ایک مضبوط ذریعہ ہے۔“

”میرا دل بہت چاہتا ہے کہ میں بھی یہ علم حاصل کروں۔ کیا ممکن ہے؟“

”پہلے ممکن نہیں تھا۔ اب آسان ہو رہا ہے۔ چین میں نژاد مخالف مشین تیار ہوئی تو تمہیں اس کے ذریعے سکھایا جائے گا۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”جی؟ کیا آپ کے پیپا یہ چاہیں گے۔ کیا حکومت چین کو اعتراض نہیں ہوگا؟“

”کسی کو اعتراض نہیں ہوگا۔ جو ہمارے اپنے ہیں ہم انہیں یہ علم ضرور سکھاتے ہیں۔“

”برادر! آپ رحمت کا فرشتہ ہیں۔“

”تم باصلاحیت ہو۔ اسکاٹ لینڈ یا رڈ کی تربیت یافتہ ہو۔ تمہیں ہمارے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے خیال خوانی کا ہنر آئے گا۔ تم ہماری طرح بن کر رہو گی۔“

”سو یعنی تھینکس برادر! میں اپنی توقعات سے زیادہ خوش نصیب ہوں۔“

اس نے ایک ساحلی رستوران کے سامنے کارڈوک دی۔ پورس کے ساتھ اس رستوران کے گارڈن میں گڑ بٹھ گئی پھر کافی کا آرڈر دینے لگی۔ پورس نے اپنے ایک سراغ رساں کے دماغ میں پہنچ کر کہا ”ہانگ کانگ ہائٹ کلب میں ابھی جاؤ۔ وہاں کے بار میں ایک پھولی میز ریزو کرلو اور اس مخصوص میز پر لیزی گارڈ کی نیم پلیٹ رکھو اور پھر گئے ریزویشن کے بارے میں بتاؤ۔“

ماریہ نے پوچھا ”آپ کیا سوچ رہے ہیں؟“

”شیوانی سے ملاقات کے لیے ہانگ کانگ ہائٹ کلب کی ایک میز ریزو کر رہا ہوں۔“

”قتل سنگ، بیٹھے بیٹھے سارا کام ٹیلی ویشن کے ذریعہ ہو جاتا ہے۔ کمال ہے۔“

وٹرنے کافی کی ٹرے لا کر رکھی۔ ماریہ نے پوچھا ”کلم کافی پیئیں گے؟“

”جیسی چاہو، چلاؤ۔ مجھے سب ہی پسند ہے۔ ادھر سمندر میں بوتل اور وائٹ اسکیٹنگ ہو رہی ہے۔ اسکاٹ لینڈ نا

میں اسکیٹنگ سکھائی گئی ہوگی؟“

ماریہ نے سمندر کی طرف دیکھا پھر کافی بناتی ہوئی بولی ”میں نے آکس اسکیٹنگ اور وائٹ اسکیٹنگ دونوں میں سب سے زیادہ مارکس حاصل کیے تھے۔ مارشل آرٹ میں بلیک بیلٹ حاصل کر چکی ہوں۔ مجھے جموویہ چین سے نکال دیا گیا تھا۔ اگر میں اپنے مشن میں کامیاب ہو جاتی تو مجھے ہی شیوانی کی طرح اعلیٰ عہدہ مل جاتا۔“

وہ پانی اٹھا کر کافی کی چسکی لے کر بولا ”زہیر نے تمہاری زندگی کا رخ بدل دیا ہے۔ تم کیسا محسوس کر رہی ہو؟“

”محبت صرف زندگی ہی نہیں، قسمت بھی بدل دیتی ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ایک نئی دنیا میں آئی ہوں۔“

یہ دنیا میری سوچ سے زیادہ خوب صورت ہے۔“

پورس نے کہا ”تم بہت اچھی ہو۔ میں جدوجہد سے بھرپور زندگی گزار رہا ہوں۔ بیشد دشمنوں سے ٹکراؤ ہو رہا ہے۔ ایک مدت کے بعد تمہاری جیسی بین کے ساتھ بات گزارتے ہوئے ایک پاکیزہ تفریح کا لطف حاصل کر رہا ہوں۔“

”آپ سے زیادہ میں لطف حاصل کر رہی ہوں۔“

”تم بھائی بہن جیسے رشتوں سے محروم رہی ہو۔ مجھے جیسا باکمال محافظ بھائی ملا ہے۔ آپ میری مصروفیت احساسات کو اور جذبات کو بہت اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ ٹیلی ویشن جاننے والوں کو فیملی لائف گزارنے سے

ٹانڈ ناوری ملتے ہیں اور جب ملتے ہیں تو پورس کی طرح ایک بہن کی محبت سے سحر زدہ ہو جاتے ہیں۔ اس نے ماریہ کے ساتھ بہت اچھا وقت گزارنے کے بعد اسے اس کے اپارٹمنٹ میں پہنچا دیا پھر ہانگ کانگ ہائٹ کلب کے بار میں پہنچا تو اتھ بجتی ہی والے تھے۔“

اس کلب میں بڑے بڑے پرنس میں اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ آیا کرتے تھے جن کی گرل فرینڈز نہیں ہوتی تھیں۔ انہیں اس کلب سے اعلیٰ درجے کی گرل فرینڈز مل جاتی تھیں۔ پورس وہاں تنہا پہنچا تو فیغیر نے کہا ”اگر آپ نہیں تو گرین روم میں جائیں۔ وہاں کئی ممالک کا حسن نظر آئے گا۔ آپ کسی کو بھی ٹائٹ پارٹنر کے لیے حاصل کر سکتے ہیں۔“

پورس نے کہا ”اعلیٰ درجے کے ہوٹلوں اور کلبوں میں کئی ممالک کا حسن ہوتا ہے۔ ان حسیناؤں کے اندر کئی ممالک کی تیاریاں بھی ہوتی ہیں۔ مجھے ضرورت نہیں ہے۔ میری ایک فرینڈ ابھی یہاں آنے والی ہے۔“

وہ کلب کے بار میں آیا۔ اس شراب خانے میں بڑی رونق تھی۔ ایک تو وہاں نشہ تھا۔ اس پر نشہ لانے والی مہنائیں تھیں۔ ایک طرف ڈانس فلور تھا۔ بننے والے رنگ میں اگر اس فلور میں جاتے تھے اور وہاں لڑکیوں کے ساتھ رقص کرتے تھے۔ ایک میز پر لیزی گارڈ کی نیم پلیٹ رکھی ہوئی تھی۔ پورس اس میز پر گیا۔

آٹھ بج چکے تھے۔ اسے انتظار نہیں کرنا پڑا۔ شیوانی اپنے حسن و شباب کو نمایاں کرنے والے لباس میں قیامت بنائی ہوئی آئی۔ کتنے ہی لوگ اپنی حسین ساتھیوں سے نظر چرا کر اسے دیکھنے لگے تھے۔ وہ میز کے پاس آکر نیم پلیٹ رکھ کر بولی ”ویل، تم ہی لیزی گارڈ ہو؟ میں ہوں شیوانی۔“

پورس نے اٹھ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ”آج تم اندازہ کر سکتی ہو کہ تم سے مل کر مجھے کتنی خوشی ہوئی ہے۔ میں نے تمہیں سمجھ سکتی کہ تمہارا خوب صورت ہونا تم کو گرل کی دھڑکنیں شور مچانے لگی ہیں۔ کیا میری باتوں کو سنو گی؟“

”سکرا کر بیٹھتی ہوئی بولی ”بہت بولتے ہو۔ میں نے تم کو عام لوگوں کی طرح ہو گئے گردوسروں سے مختلف بنایا۔ تمہیں شنگ سے ملنا ہے۔ میرا خیال ہے تم

”ہو بلا“

”میں اسکاٹ لینڈ یا رڈ کی تربیت یافتہ ہو۔ تمہیں ہمارے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے خیال خوانی کا ہنر آئے گا۔ تم ہماری طرح بن کر رہو گی۔“

”سو یعنی تھینکس برادر! میں اپنی توقعات سے زیادہ خوش نصیب ہوں۔“

پورس نے کہا ”ماریہ! برادری کی معلومات ہم سے بہت زیادہ ہیں۔ تم ان کی فکر نہ کرو اور اب میں تمہاری فکر نہیں کروں گا۔ میں جا رہا ہوں۔“

”زہیر! برادر دو گھنٹے بعد شیوانی سے ملنے جائیں گے۔ میں تمہارے جاؤں گی۔ اپنے اپارٹمنٹ میں تمہارا انتظار کروں گی۔ آؤ گے نا؟“

وہ آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔ ماریہ نے پوچھا ”آپ کافی پینا چاہیں گے؟“

”ہاں۔ کسی سی وورسٹوران میں چلو۔ سمندر کا نظارہ کرتے ہوئے کافی پیئیں گے۔“

وہ ڈائری کرتی ہوئی بولی ”میں نے ٹیلی ویشن کے بارے میں بہت کچھ پڑھا تھا اور سنا تھا۔ اب آنکھوں سے اس علم کے کلمات دیکھ رہی ہوں۔ میرا خیال ہے یہ دنیا کا سب سے حیرت انگیز علم ہے اور سب سے خطرناک ہتھیار ہے۔“

”یہ علم بے وٹوفوں کے پاس ہو تو خطرناک ہے۔ دانشمندیوں کے پاس ہو تو انسانیت کی بہتری اور سلامتی کا ایک مضبوط ذریعہ ہے۔“

”میرا دل بہت چاہتا ہے کہ میں بھی یہ علم حاصل کروں۔ کیا ممکن ہے؟“

”پہلے ممکن نہیں تھا۔ اب آسان ہو رہا ہے۔ چین میں نژاد مخالف مشین تیار ہوئی تو تمہیں اس کے ذریعے سکھایا جائے گا۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”جی؟ کیا آپ کے پیپا یہ چاہیں گے۔ کیا حکومت چین کو اعتراض نہیں ہوگا؟“

تقریض کرتا ہے لیکن تم میری تقریض کر رہی ہو۔ یہ یقین ہو رہا ہے کہ محبت کا جواب محبت سے دوگلا۔“

”میں قیافہ شناس ہوں تمہیں دیکھ کر سمجھ گئی ہوں بہت بڑے قوت کرنے والے ہو۔“

”کمال ہے۔ میری تقریض کیے جا رہی ہو۔ کیا خطرے کی گھنٹی بج رہی ہو؟“

ایک ویٹرس ان کے پاس آئی۔ شیوانی نے کہا ”کوئی سی بلیک لیبل لے آؤ۔“

ویٹرس چلی گئی۔ پورس نے جراتی ظاہر کی ”تم اسکاٹ لینڈ یا رڈ ایک ڈتے دار آفیسر ہو۔ یہاں بیٹھ کر پوکی؟“

وہ میز پر جگمگ گئی۔ اسے گھور کر دیکھتی ہوئی بولی ”تمہیں بھی پلاؤں گی۔“

پورس سمجھ گیا کہ وہ اپنی آنکھوں کا سحر طاری کر رہی ہے۔ وہ پیشانی ظاہر کرتے ہوئے بولا ”یہ کیا ہو رہا ہے؟ میری پیشانی گرم ہو رہی ہے۔“

وہ اپنی پیشانی کو پھونکے لگا۔ شیوانی نے کہا ”اپنے اندر کی تمام جلی بائیں اگلے رہو۔ ورنہ پیشانی آگ کی طرح جلنے لگی۔ اس جلن سے مر سکتے ہو۔“

وہ سحر زدہ سا ہو کر بولنے لگا ”میں لیزی گارڈ نہیں ہوں۔ میں آندرے ہوں۔“

وہ بولی ”اچھا وہی آندرے جو ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں مجھ سے معاملات طے کرنا رہا تھا۔ تم مجھ سے جھوٹ کیوں بول رہے تھے؟“

”میں نے سوچا، تم نے آندرے کے ذریعے یعنی میرے ذریعے ہونے والے امریکی معاہدے کو ختم کر دیا ہے۔ تمہیں مجھ پر بھروسہ نہیں رہا ہے۔ یہ سوچ کر میں لیزی گارڈ کے نام سے دوستی کرنے میں آیا ہوں۔“

”تم نے میرے دو سراغ رساؤں کو ٹرپ کیا تھا۔ ان کے دماغوں میں رہ کر میری پلاننگ معلوم کرتے رہتے تھے۔ میں نے ان سراغ رساؤں کو اپنی ٹیم سے نکال دیا۔ ایک نئی ٹیم بنا رہی ہوں۔ ایسے وقت پھر مجھے دھوکا دینے آئے ہو۔“

”میں اس بار دھوکا دینے نہیں آیا ہوں۔ تم نے معاہدہ منسوخ کیا۔ امریکی اکابرین مجھے اس کی سزا دینے والے تھے۔ میں وہاں سے فرار ہو کر یہاں آیا ہوں۔ میں نے سوچا، تم بہت زبردست ہو۔ میں کسی نہ کسی طرح تمہاری ٹیم میں شامل ہو جاؤں گا۔“

”میری آنکھوں کی زد میں آنے والے مجھ سے جھوٹ نہیں بولتے۔ میں تمہارا یقین کر رہی ہوں۔ تم جھوٹ نہیں

کرتا۔“

”میں اسکاٹ لینڈ یا رڈ کی تربیت یافتہ ہو۔ تمہیں ہمارے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے خیال خوانی کا ہنر آئے گا۔ تم ہماری طرح بن کر رہو گی۔“

”سو یعنی تھینکس برادر! میں اپنی توقعات سے زیادہ خوش نصیب ہوں۔“

پورس نے کہا ”ماریہ! برادری کی معلومات ہم سے بہت زیادہ ہیں۔ تم ان کی فکر نہ کرو اور اب میں تمہاری فکر نہیں کروں گا۔ میں جا رہا ہوں۔“

”زہیر! برادر دو گھنٹے بعد شیوانی سے ملنے جائیں گے۔ میں تمہارے جاؤں گی۔ اپنے اپارٹمنٹ میں تمہارا انتظار کروں گی۔ آؤ گے نا؟“

بول رہے ہو۔ اب اس سوال کا جواب دو کہ میری نیم میں کیوں شامل ہونا چاہتے ہو؟

”تم پر دل آگیا ہے۔ میں تمہارے قریب رہ کر تمہیں دماغی کمزوری میں مبتلا کر کے تمہیں اپنی معمولہ بنانا چاہتا تھا پھر شادی کرنا چاہتا تھا۔“

”تم یکے بے معاش ہو۔ شادی کرنا اچھی بات ہے مگر تم شادی جیسا اچھا کام بھی بد معاشی سے کرنا چاہتے ہو۔ میں تمہارا دماغ درست کروں گی۔“

”تم جو بھی کرو۔ میں کچھ ربا ہوں۔ شادی کروں گا تو تم سے ہی کروں گا۔ ورنہ تمہیں بھی کسی سے شادی کرنے نہیں دوں گا۔ ہم دونوں کتوارے رہ کر بے شری کیے بغیر سیدھے جنت میں جائیں گے۔“

وہ جھینپ کر بولی ”بے شری؟ کسی بے شری؟ یہ سچ بولے کا کون سا انداز ہے؟ ویسے میں نے غلط اندازہ لگایا تھا۔ تم فطرت نہیں ہو مگر تمہاری زبان سے سچ جاننا چاہتی ہوں۔ کیا مجھ سے پہلے کوئی تمہاری زندگی میں آئی ہے۔“

ویٹرس شراب سے بھری ہوئی بول، شیشے کے جام، آکس کیوب اور پیس وغیرہ لا کر میز پر رکھ رہی تھی۔ شیوانی نے پورس کو جواب دینے سے روک دیا۔ جب ویٹرس چلی گئی تو بولی ”اب جواب دو۔“

”میری زندگی میں ایک عورت آئی تھی بلکہ میں اس کی زندگی میں آیا تھا۔“

”پھر تو میں تمہیں صرف غلام بنا کر رکھوں گی۔ تم بھروسے کے قابل نہیں ہو۔“

”تمہیں ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ میں سچ بول رہا ہوں۔ دنیا کے ہر مرد کی زندگی میں دو عورتیں ضرور آتی ہیں۔ تمہاری زندگی میں بھی دو مرد آئیں گے۔“

”یہ کیا بکواس ہے؟ میری آنکھوں کے سامنے ہر زبان سچ بولتی ہے پھر تم جھوٹی بکواس کیسے کر رہے ہو؟ ہر مرد کی زندگی میں دو عورتیں نہیں آتی ہیں۔“

”آتی ہیں۔ پہلے ماں آتی ہے یا ہم ماں کی زندگی میں آتے ہیں پھر دوسری عورت یو کی بن کر آتی ہے۔“

وہ کھٹکھٹا کر ہنسنے لگی ”بے شک میرے سامنے کو کوئی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ سچ کہہ رہے ہو۔“

”اور عورت کی زندگی میں دو مرد آتے ہیں۔ ایک باپ، دو سرا شوہر۔“

”تم بہت دلچسپ ہو۔ تم نے پینے کا موڈ بنا دیا ہے۔ چلو دو جام بناؤ۔“

”میں تمہارے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتا۔ مجھ شراب نہیں پیتا ہوں۔“

”آج پوچھو گے۔ ابھی پیشانی ٹھنڈی ہو رہی ہے۔ انکار کر گے تو جلن شروع ہوگی۔“

وہ بے بسی ظاہر کرتے ہوئے بول کھول کر دو جام بنائے لگا۔ شیوانی نے اپنے پرس میں سے ایک ڈیٹا نکالی پھر اس میں سے ایک ٹیلیٹ نکال کر اپنے بھرے ہوئے گلاس میں ڈال دی۔ پورس نے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے کہا ”اس ڈیٹا کے لیبل پر زہر لکھا ہوا ہے۔ تم؟ تم زہری رہی ہو؟“

”میری گا۔ لہو۔ میں زندہ رہوں گی۔ میں جب تک زہر نہ پیوں، مجھے سرور نہیں آتا۔ تم کام کی بات سنو۔ میں یہاں کچھ دیر پتی رہوں گی باتیں کرتی رہوں گی پھر تمہیں ایک جگہ لے جاؤں گی۔“

”مجھے پتا ہے۔“

”میں نے ابھی بتایا نہیں ہے۔ میرے بولنے سے پتا خود ہی کیسے جان گئے ہو؟“

”اس میں جاننے کی کیا بات ہے تم ایک جگہ لے جانا چاہتی ہو۔ یہ بات موتی عقل سے بھی سمجھ میں آجانی ہے کہ مرد اور عورت پینے کے بعد ایک جگہ جاتے ہیں۔“

”صاف صاف کہو وہ کون سی جگہ ہے؟“

وہ شرارتے ہوئے بولا ”کیوں منہ سے کون ہم پینے کے بعد گھر میں جائیں گے۔“

”مجھے نشہ نہیں ہو گا اور اس شر میں تمام گڑبگڑ دھک رہتا ہے۔“

”میں اس گھڑی کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ مجھے تو نشہ ہوگا۔ سمجھا کرو، مرد نے میں کہاں جا کر کرتا ہے۔“

شیوانی نے اسے گھور کر دیکھا پھر کہا ”تم میری باتوں کو کبھی دو باپ، کبھی دو ماؤں کی طرف لے جاتے ہو۔ کبھی بات کو گھڑیں گرا دیتے ہو۔ میں ناواں نہیں ہوں تمہارا بات کا مطلب سمجھ رہی ہوں۔ اب فضول باتیں نہ کرنا۔ بات تو میں کہہ رہی تھی کہ۔ کہ پتا نہیں کیا کہہ رہی تھی؟“

”گھڑے بارے میں کہہ نہیں سکتی۔“

”شٹ اپ! یہ بات تم کہہ رہے تھے۔ میں کہہ رہی تھی کہ تمہیں ایک جگہ لے جاؤں گی۔“

”میں نہیں جاؤں گا۔ مجھے شرم آئے گی۔“

”ارے تم پھر وہی بول رہے ہو۔ میں نے بھری ہوئی بولی تمہارے سر پر توڑوں گی۔ جہاں میں لے جاؤں گی وہاں تمہاری نوبت مل کر کیا جائے گا۔“

”وہ مجھ کو بلا۔ مجھے پتا نہ تھا کیا جائے گا؟ او گا! میں سمجھ گیا۔“

”بھئی سمجھ گئے؟“

”شادی کے بعد مرد، عورت کا مرید بن جاتا ہے۔ تم بھی نئی نئی کے ذریعے شادی سے پہلے اپنا مرید بناؤ گی۔ یہ بہ شرم کی بات ہے۔ اس سے اچھا ہے شادی کرلو۔ مرد نئی نئی کے بغیر دوسری صبح زن مرید بن جاتا ہے۔“

اسے غصہ آ رہا تھا مردہ اچانک ہنسنے لگی۔ کہنے لگی ”تم کچھ ہو؟ ویسے جو بھی ہو، خدا کی قسم لا جواب ہو۔ تمہارے ماؤ وقت اچھا گزرتا ہو گا۔ میں تمہیں نہیں پھونڈوں گی۔“

وہ ایک بھرا ہوا جام پی چکی تھی۔ دوسرا جام بھرنے کے لیے بولی رہی تھی۔ پورس نے پہلے ہی جام کے صرف دو گھونٹ پیچھے یہ ظاہر کر رہا تھا کہ وہ مدہوش ہونے کے خیال سے نکل رہا ہے۔

شیوانی نے تیسرا جام بھرتے ہوئے کہا ”کوئی بات نہیں، پھر کر بیٹے رہو۔ نشہ ہو گا تو میں سنبھال کر سامنے لے آؤں گی۔“

”نشہ کرنے والے ایسے کرتے ہیں کہ سنبھالنے سے بھی نکلنے زیادہ نشہ کرنے والوں کو تو کوئی اٹھا ہی نہیں لے۔“

”کیوں نہیں اٹھا سکتا؟“

”کیونکہ وہ قبر میں گرتے ہیں۔“

”وہ سکر کر بولی ”تم باتوں کو خوب گھما، پھر اکربولنے کے لے۔“

”تم زہری شراب پی رہی ہو۔ ورنہ میں کام کی باتیں نہ آلا تھا۔“

”تم کچھ رہے ہو۔ نہ مجھے موت آئی ہے نہ نشہ ہوا۔“

”یہ بکواس مرد رہے۔ کام کی باتیں کرو۔“

”نہجی نہجی ہوتے مشن پر جاری ہو۔ تمہارے تمام دشمن انڈیلا تمہارے ہیں میرے آنے سے پہلے کوئی نیلی چیتھی نہ لیا سچ کہہ رہی تھی۔ تم اتنے زبردست ہتھیار تیار کیا کوئی نیلی چیتھی نہ لیا۔“

”تمہارے ہاتھ میں نہیں آتے۔“

”تمہارے ہاتھ میں نہیں آتے۔“

”تمہارے ہاتھ میں نہیں آتے۔“

”تمہارے ہاتھ میں نہیں آتے۔“

جان لو کہ میں زہری ہوں۔ کسی کے بھی جسم کے کسی حصے میں اپنے دانت چوس کر اس کی تودہ میرے زہر سے ترپ ترپ کر مر جائے گا۔“

”او گا! تم خود کو زہری بنا گئیں کہہ رہی ہو۔ مجھے یقین کرنا چاہیے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ زہری شراب تم پر اثر نہیں کر رہی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ مجھے تم سے دور رہنا چاہیے۔ قریب رہوں گا تو کسی وقت بھی تمہارا دانت میرے جسم سے لگ سکتا ہے۔“

”میں تمہاری دشمن نہیں ہوں۔“

”دوستی سے بھی تمہیں گلے نہیں لگا سکوں گا۔ مجھے معاف کرو۔ میں جا رہا ہوں۔“

وہ اٹھ کر جانے لگا۔ شیوانی مسکرانے لگی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ اس نے دو گھنٹے والی اپنی آنکھوں کا سحر طاری کرے گی۔ وہ جاتے جاتے بار کے دروازے پر رک گیا۔ اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے پلٹ کر دیکھنے لگا۔ وہ دور نیچے ٹھوم کر اسے دیکھ رہی تھی۔ مسکرا رہی تھی۔

پورس پریشانی ظاہر کر رہا ہوا واپس آکر اس کے سامنے میز کی دو سری طرف بیٹھ گیا۔ وہ نظریہ انداز میں بولی ”کیا ہوا؟ تم مجھ سے دور جا رہے تھے؟“

اس نے بے بسی سے کہا ”پتا نہیں کیا بات ہے؟ میں آگے جا رہا تھا اور میز اوپر بیٹھتے تمہاری طرف کھنچا جا رہا تھا۔ پیشانی بھی جل رہی تھی۔ اب جلن نہیں ہے۔“

”تم مجھ سے ہزاروں میل دور رہ کر بھی میرے پاس آنے کے لیے ترپ رہے ہو گے۔ جب بھی میں تمہارا تصور دیکھتی ہوں، تمہاری پیشانی جلنے لگتی ہے۔“

”اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھ پر خوبی عمل کرنے سے پہلے ہی تم نے مجھے اپنا غلام بنالیا ہے؟“

”تمہیں اپنا اسیر بنالیا ہے۔ تم دنیا میں جہاں بھی رہو گے، میری آنکھوں کے ذریعہ اثر رہو گے۔ تم پر خوبی عمل اس لیے کرنا چاہتی ہوں کہ تمہاری مرید میں اور پختگی آئے گی۔ مجھے بار بار اپنی آنکھوں سے کام نہیں لینا پڑے گا۔“

”شیوانی! میں تمہاری محبت میں دیوانہ ہو کر تم سے شادی کرنا چاہتا تھا مگر تم مجھ سے بن سکیں تو دوست بھی نہ بن سکیں۔ دشمن کی طرح مجھے غلام بنا رہی ہو۔ کیا میں تمہاری دوستی اور محبت کے قابل نہیں ہوں۔“

وہ سنجیدگی سے بولی ”تم میرے زیر اثر آچکے ہو۔ اس لیے تم سے دل کی بات نہیں چھاؤں گی۔ میں نے سوچا تھا، کبھی شادی نہیں کروں گی۔ اگر کسی نے مجھے متاثر کیا تو پہلے

اسے اپنا معمول بناؤں گی پھر جون ساٹھی بناؤں گی۔ آج زندگی میں پہلی بار تمہیں دیکھتے ہی دل ہار گئی ہوں۔“ پورس نے جھک کر اس کا ہاتھ تھام کر کہا ”تو پھر پیار کرو۔ دشمنی نہ کرو۔“ مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں دشمنی سے نہیں، محبت سے تم پر تنوی عمل کرانے والی ہوں۔ دشمنی میں تو میں نے دوسرے کو چٹا تازہ کر لیا ہے۔“

”دوسرے کو؟ وہ دوسرا کون ہے؟“ ”وہ بھی تمہاری طرح ٹیلی پیٹھی جانتا ہے۔ کالا جادو بھی جانتا ہے بہت خطرناک ہے۔ اپنی آتما شکست سے کسی کے بھی جسم میں داخل ہو جاتا ہے۔“

پورس فوراً ہی سمجھ گیا۔ دو آتما شکست والے معروف تھے۔ ایک نارنگ تھا اور دوسرا بھیا۔ ابھی تین دن پہلے پورس مٹھنی میں کرشمہ کے خیالات بڑھ رہا تھا۔ تب اس نے بہت عرصے بعد نارنگ کی آواز سنی تھی۔ نارنگ ایک شخص کو آگ کا رہنا کر بیکر رات کو ٹریپ کرنے آیا تھا مگر ناکام رہا تھا۔ بیکر رات فرار ہو گیا تھا اور کرشمہ ماری گئی تھی۔

پورس نے شیوانی کے سامنے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا ”کیا ایسا ٹیلی پیٹھی جاننے والا بھی ہے جو اپنا جسم چھوڑنے کے بعد دوسرے کے جسم میں داخل ہو جاتا ہے؟ یہ تو ناقابل یقین بات ہے۔“

”میں بھی یقین نہ کرتی لیکن وہ میری آنکھوں کے زیر اثر تھا۔ اس کی پیشانی بل رہی تھی۔ ان حالات میں وہ مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔ جو بچ ہے، وہی بول رہا تھا۔ میں اسے دشمن سمجھتی ہوں کیونکہ وہ کسی وقت بھی مجھ سے دشمنی کر سکتا ہے۔ اس لیے میں نے اس پر تنوی عمل کر لیا ہے اب وہ ہمیشہ میرا معمول بن کر رہے گا۔“

”اس ٹیلی پیٹھی جاننے والے اور کالا جادو جاننے والے کا نام کیا ہے؟“

”نارنگ۔ میں نے اس کم بخت کے اندر سے سارا ڈھکا چھپا دیا۔ باہر نکلوا گیا ہے۔ وہ بہت ہی خود غرض اور مکار ہے لیکن مجھ سے کبھی مکاری نہیں کرے گا۔ میں تمہیں دشمن اور مکار نہیں سمجھ رہی ہوں مگر میں اس عادت سے مجبور ہوں کہ کسی بھی مرد سے تم نہیں رہنا چاہتی۔ تم سے برتر رہنے کے لیے تم پر تنوی عمل کراؤں گی۔ اس کے بعد دشمنی

نہیں کروں گی۔ بڑی محبت سے تمہاری لافنگ پارٹنر بنوں گی۔“

بول خالی ہو چکی تھی۔ وہ آخری گلاس پی رہی تھی۔ اس نے موبائل فون کے ذریعے ایک مانت سے کہا ”کلب کے سامنے لے آؤ۔ میں دس منٹ میں ایک ڈولن ساتھ باہر آ رہی ہوں۔“

اس نے گلاس اٹھا کر منہ سے لگایا پھر ایک سیڑھی میں غائب ہو گیا گلاس پی گئی۔ مسکرا کر بولی ”دیکھو میں پوری بول خالی کی ہے مگر نشے میں نہیں ہوں۔ بس ذرا تھک رہی ہوں۔ تمہیں دیکھ کر خوش ہو رہی ہوں۔ میرے ذہن جیسا آئیڈیل تھا، تم ویسے ہی ہو۔“

پورس پچھلے دنوں گوا کے ساحلی علاقے میں شراب کا آٹھ بھری ہوئی بوتلیں پی گیا تھا پھر بھی اسے نشہ نہیں ہوا تھا۔ وہ سو رہی تھی۔ پورس نے سمجھ لیا کہ وہ ایک ہی بوتلیں میں مست ہو رہی تھی۔ پورس نے سمجھ لیا کہ وہ ایک معمولی سا بک کی طرح زہریلی ہے۔ جب کبھی وہ اپنے زہر متعارف کرانے کا تو اس کے ہوش اڑ جائیں گے۔

اس نے بل ادا کیا پھر شیوانی کے ساتھ کلب کے آگیا۔ شیوانی کے ماتحت نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ پورس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ اس کا ماتحت کارڈز ایک کونڈرہاں سے اس ہوش کی طرف جانے لگا جہاں شیوانی کا ڈولن تھا۔

پورس کو چٹا تازہ کرنے کے انتظامات ہوئی کے لیے کمرے میں کیے گئے تھے۔ اسکاٹ لینڈ یاڈ سے تھے۔ والا ایک عامل وہاں موجود تھا۔ اس نے تقریباً تین بجے نارنگ کو چٹا تازہ کر کے اسے شیوانی کا معمول بنادیا تھا۔

پورس اور شیوانی وہاں بیٹھ شیوانی نے عامل سے پورس کا تعارف کرایا۔ عامل نے کہا ”آپ ایزی ہو جائیں۔ چاروں شانے چت ہو کر لیٹ جائیں۔ ذہن کو سکون ہو اور جسم کو ڈھلا چھوڑ دیں۔ اس طرح چٹا تازہ ہو جائیں۔“

وہ بیڈ پر لیٹے ہوئے بولا ”مجھے ایزی ہونے میں مدد لگیں گے۔ اس کے بعد آپ مجھ پر عمل کریں۔“ اس نے آنکھیں بند لیں پھر خیال خالی کے آگے آگے پاس پہنچ کر بولا ”ماما! مجھے چٹا تازہ کیا جا رہا ہے۔“

پورس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر آنکھیں کھول دیں۔ مگر اگر شیوانی کو دیکھا پھر گما ”ہائے سوئی! میں دل و دماغ تمہارا مرید بننے کے لیے تیار ہوں۔“

وہ عامل بیڈ کے پاس آیا پھر پورس کی آنکھوں میں دیکھیں ڈال کر اپنی بھرپور صلاحیتوں کے ساتھ اسے چٹا تازہ کر کے لگا۔



گوا کے ساحلی علاقے میں بڑی چم چم پھیل تھی۔ وہاں فرنگ کے لیے ملکی اور غیر ملکی سیاحوں اور دولت مندوں کی مدد دہا کر رہی تھی۔ جوان عورتیں اور مرد سمندر کی منہ ڈال رہی تھیں۔ پورس نے سمجھ لیا کہ وہاں بادیانی کشتیوں میں بیٹھ کر سمندر کی سطح پر اسکاٹنگ کرتے رہتے تھے۔

بیکر رات بھی بادیانی کشتی میں بیٹھ کر دور سمندر میں فرنگ کے لیے جانا چاہتا تھا۔ ایسی کشتیوں کے برتھ کے دلال فرنگے رہتے تھے۔ ایک دلال نے کہا ”بابو صاحب! آپ اگر وہاں سے ہوں گے پورس میں ایک مرد کے ساتھ ایک عورت لائے۔ یہ بادیانی کشتی سمندر کی ہر سکون پہ بڑی نزاکت سے بہت بہت چلتی ہے۔ بہت بہت رواں ہوتا ہے۔ بہت بہت جذبہ بھرتے ہیں۔ یہ سب کچھ کسی حینہ کے غرض میں ہوتا ہے۔ آپ کسی حینہ کے بغیر تھما یہ کرنا چاہتے ہیں۔“

پورس نے کہا ”میری کوئی گرل فریڈ نہیں ہے میں تمہارے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔“

”آپ کی گرل فریڈ نہیں ہے تو ہو جائے گی۔ یہاں کی عورتیں کئی لڑکیاں ابھی خود ہی آپ کے پاس آئیں گی۔ یہ کبھی سمندر میں لے جائیں گے۔“

پورس نے کہا ”میری کوئی گرل فریڈ نہیں ہے۔“ ”اب اس سے پتہ نہ چلے گا۔ یہاں فطرت کے خلاف کوشش کریں۔“ پورس نے کہا ”میری کوئی گرل فریڈ نہیں ہے۔“ ”اب اس سے پتہ نہ چلے گا۔ یہاں فطرت کے خلاف کوشش کریں۔“

ساتھی چاہتا تھا مگر تجربات ڈراتے تھے کہ عورت کے ذریعے ہی اکثر ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کی شامت آتی ہے۔ کوئی دو دن پہلے کرشمہ جیسی حسین ساتھی ملی تھی مگر اچانک ہی خلاف توقع نارنگ سے دعویٰ کرنا ہوا پہنچ گیا تھا کہ کرشمہ اس کی بیٹی ہے اور وہ بیکر کو اپنا معمول اور دانا دینے لگا۔ بیکر کی تقدیر اچھی تھی۔ وہاں سے بچ نکلا تھا۔ وہ آئندہ پھنسا نہیں چاہتا تھا۔ پہلے اپنے ساتھیوں کو دشمنوں سے نجات دلا کر پھر سے ایک مضبوط ٹیم بنانا چاہتا تھا۔ اس کے بعد کسی حینہ سے عارضی دوستی کر کے کھلونے کی طرح پیچھنک دینا چاہتا تھا۔

اسے شبہ تھا کہ قہری ہے نے اس کے ساتھیوں کو قیدی بنایا ہے۔ وہ قہری ہے کہاں رہتے ہیں؟ ان کا کوئی پتا نکھانا نہیں تھا۔ وہ کسی سے رابطہ نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے ان کا سراغ لگانا تقریباً ناممکن تھا۔

اس نے امریکی فوج کے ایک افسر کے خیالات بڑے تھے۔ اب وہاں نہیں ہے۔ کسی نے چرائی ہے۔ اس مشین کے بڑے بڑے کھول کر لے گیا ہے۔

یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ کون ایسا کر سکتا ہے؟ اگر قہری ہے نے آندے اور سائن وغیرہ کو ٹریپ کر کے دوبارہ امریکی اکابرین اور ٹیلی پیٹھی جاننے والوں پر قبضہ جمایا ہے تو وہ ٹرانزائر مرشین وہاں سے نہیں چرائیں گے کیونکہ وہ مشین خود قہری ہے نے وہاں بنوائی تھی۔

اس طرح یہ سمجھ میں آ گیا کہ قہری ہے نے امریکا میں دوبارہ اقتدار حاصل نہیں کیا ہے۔ اس نے ہمارے اور بابا صاحب کے ادارے کے بارے میں سوچا کہ ہمیں اس ٹرانزائر مرشین سے اور امریکی ٹیلی پیٹھی جاننے والوں سے دلچسپی نہیں ہے۔ ہم امریکی اکابرین کو ٹریپ نہیں کریں گے اور اس کے ساتھی آندے اور سائن وغیرہ کو بھی قیدی نہیں بنائیں گے۔

وہ ایک طرح سے درست سوچ رہا تھا۔ ہم کسی دشمن پر غالب آتے تھے تو اسے عارضی طور پر سزا دیتے تھے اور اپنا پابند بنا کر رکھتے تھے پھر اسے آزاد چھوڑ دیتے تھے۔ آندے اور اس کے تین ساتھیوں کو اور امریکی ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کو ہم نے عارضی طور پر اپنا معمول بنایا تھا۔ ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ جب چین میں ٹرانزائر مرشین تیار ہو جائے گی اور دیکھیں ناکام ہو جائیں گے تو آندے اور دوسرے تمام امریکی ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کو آزاد کر دیا جائے گا۔

رکھتا ہوں۔ تم ہمیں سمجھایا کرتے تھے کہ دشمنوں کے خلاف
معاذ آرائی کرتے وقت دماغ کو ٹھنڈا رکھنا چاہیے۔

”دماغ گرم ہو تو نصیحتیں کرنے والا خود ہی پر سکون
بھول جاتا ہے۔ کم درست کہتے ہو۔ میں ابھی غصے میں رہا
شیوانی کے بارے میں کچھ نہیں سوچوں گا۔“

”میں ٹھنڈے دماغ سے سوچ رہا ہوں۔ وہ ابھی بائو
کانگ میں ہوگی۔ میں معلوم کرتا ہوں کہ اب وہ ہم ٹکڑے
جانے والوں کے بغیر کیا کر رہی ہے؟“

وہ خیال خوانی کے لیے شیوانی کے ایک ماتحت مرزا
رساں کے اندر پہنچا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ
شیوانی نے اسے اور دوسرے ماتحت کو پھنسی دے دی ہے
ان دونوں سراغ رساؤں کو ہانگ کانگ میں کچھ وقت گزار کر
اسکاٹ لینڈ جانے کا حکم دیا ہے۔ انہیں یہ نہیں بتایا کہ وہ
دہاں رہ کر کیا کرنے والی ہے؟

اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر بے کافو سے کہا ہم
شیوانی کے صرف دو سراغ رساؤں کے دماغوں میں جا کر اس
کی مصروفیات کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے تھے
اب نہیں کر سکتے۔ اس نے دونوں کو اپنی ٹیم سے نکال دیا
ہے۔

”جب ہم بھی نکل آئے۔ ان دونوں کو بھی نکال دیا
ہے تو پھر ٹیم کہاں رہی۔“

”وہ ہانگ کانگ میں اکیلی ہے۔ یونی تو وہاں نہیں ہے
کچھ کر رہی ہوگی۔“

”ایک نئی ٹیم بنا رہی ہوگی مگر اسے ٹیلی پیٹھی جانے
والے کہاں ملیں گے۔“

”چین میں جن سے نکلنے جاری ہے وہ سب ٹکڑے
پیٹھی جانتے ہیں۔ وہ ہمارے بغیر جانے گی تو زندہ واپس نہیں
آئے گی۔ حرام موت ماری جائے گی۔“

”یار! وہ ایسی نادان نہیں ہے خود کسی سے کم نہیں
ہے۔ شیطانی آنکھوں سے کسی کو بھی غلام بنا لیتی ہے۔ بڑا
ناگن ہے۔ بڑی زبردست تیاریوں کے ساتھ چین جانے والی ہے۔
ہمیں کسی طرح کسی کو بھی آلہ کار بنا کر اس کے خفیہ
معلوم کرنا چاہیے۔“

ایسے وقت بے سامو نے آکر کہا ”ہائے گائیر ابا۔۔۔
ہے؟“

”جے کافو نے کہا ”میاں کچھ نہیں ہو رہا ہے۔“

”ہم نے اسکاٹ لینڈ مارڈ کے کسی بڑے افسران کو
دبوتا۔“

جے کافو اور بے فلو نے وہاں کے ایک مٹھے ہوٹل میں
کرا لیا۔ ہوٹل کے کاؤنٹر کے پاس کئی سینائیں گھومتی پھرتی
رہتی تھیں اور شکار پھانسی رہتی تھیں۔ انہوں نے ان
دونوں کو بھی بار بار سنگنز دیے۔ بڑی بے باکی سے قریب آکر
براہ راست آفر بھی دی لیکن وہ ان سے کترا کر اپنے کمرے
میں آگئے جے کافو نے بیڈ پر لیٹتے ہوئے کہا ”یار! اس دنیا میں
کوئی جگہ عورت سے خالی نہیں ہے۔“

جے فلو نے کہا ”ہمارا دل بھی اس کی طلب سے خالی
نہیں رہتا۔ انڈین بیوٹی میں بڑی کشش ہوتی ہے مگر ہم دوسری
دور سے دیکھ کر مہر کر رہے ہیں۔“

”ہم مہر کر رہے گے۔ برداشت کریں گے۔ جب کوئی بہت
زیادہ متاثر کرے گی تو اس سے شام کو ملیں گے۔ صبح بھول
جائیں گے۔“

”ظاہر ہے۔ ہم ہمیشہ پرہیز نہیں کر سکتے۔ گاڈ نے ہم
مردوں کو بہت طاقت ور بنایا ہے مگر ہم مرد جب بھی کمزور
پڑتے ہیں تو عورت ہی کے سامنے جت ہوتے ہیں۔“

جے کافو نے ہیزاری سے کہا ”کیا مصیبت ہے، ہم
عورت ہی کی باتیں کیے جا رہے ہیں۔ ہمیں اپنے مستقبل کے
لیے پلاننگ کرنی چاہیے۔ ہم ہمیشہ انڈیا میں نہیں رہیں
گے۔“

”پتا نہیں ہے سامو کہاں مصروف ہو گیا ہے۔ وہ آئے
گا تو پلاننگ کی جائے گی۔“

”مجھے شیوانی کا خیال آتا ہے تو غصہ آنے لگتا ہے۔
تمام ٹیلی پیٹھی جانے والے ہمیں تلاش کرتے رہتے تھے۔
کوئی ہمارے سائے تک کبھی نہ پہنچ سکا مگر اس عورت نے
مجھے زیر کر لیا تھا۔ میں اس سے ضرور انتقام لوں گا۔“

”انتقام لینے کی ضد میں شیوانی کے علاوہ اور نہ جانے
کتنے دشمنوں سے ٹکراؤ گے۔ ہم پہلے کی طرح روپوش اور
ناقابل شکست بن کر نہیں رہ سکیں گے۔“

”ہم حکمت عملی سے کام لیں گے اور خود کو کبھی ظاہر
نہیں کریں گے۔“

”تمہارے ارادے کیا ہیں؟ اتنا تو سمجھ رہا ہوں، تم
شیوانی کا پیچھا نہیں چھوڑو گے۔“

”ہاں۔ میں اسے چین کی سرحد میں داخل نہیں ہونے
دوں گا۔ خود کو ظاہر کیے بغیر اس کے مشن میں رکاوٹیں پیدا
کرنا رہوں گا۔ شی ازا سے بچ۔“

جے فلو نے ہنستے ہوئے کہا ”اس نے مجھے بھی ٹھپ کیا
تھا۔ مجھے بھی غصہ آتا ہے مگر میں ہنس کر اپنے دماغ کو پرسکون

کتابیات پبلی کیشنز

کار بنایا ہے۔ میں ان کے ذریعے معلوم کرنے کی کوششیں کر رہا تھا کہ شیوانی ہانگ کانگ میں کیا کر رہی ہے؟
”ہم بھی ان کے دماغوں میں جا کر معلوم کر چکے ہیں۔
شیوانی بڑی رازداری سے کام کر رہی ہے۔ اپنے ہیڈ کوارٹر والوں سے موجودہ مشن کے سلسلے میں رابطہ نہیں کر رہی ہے۔ ان دو سراخ رسالوں کی چھٹی کردی ہے۔ جو ہمارے آلہ کار تھے۔“

جے سامو نے کہا ”تم دونوں میں سے کسی ایک کی ہم شکل ڈی بنائی جائے اسے ہانگ کانگ بھیجا جائے ہم شیوانی کا موبائل فون نمبر جانتے ہیں۔ جے فلو میاں سے فون کے ذریعے شیوانی سے کہے گا کہ وہ ماسک میک اپ میں تھا۔ اس لیے اس کی آنکھوں کے سرخو بھول گیا تھا۔ اب اس نے بخار میں مبتلا ہونے کے باعث ماسک چہرے سے اتار دیا ہے اور اس کی آنکھوں کے زیر اثر وہ کر اس کے پاس آنا چاہتا ہے۔“

جے کا فون نے کہا ”پھر مجھے اپنے پاس بلائے گی مگر میں ماسک نہیں اتاروں گا۔“
”تم اس کے پاس نہیں جاؤ گے تمہاری ڈی جائے گی۔“
”اور جب شیوانی اس ڈی کو گھور کر دیکھے گی تو وہ سچ اگلے گئے گی کہ وہ جے کا فون نہیں بلکہ اس کی ڈی ہے۔ یا ر کیا بکواس آئیڈیا ہے۔“

”بکواس نہ کہو۔ ہم ڈی کو کوچ بولنے نہیں دیں گے۔ اس کے دماغ میں رہ کر تم بولتے رہو گے۔ وہ یقین کرتی رہے گی۔“
جے فلو نے کہا ”اس آئیڈیا میں جان ہے۔ واقعی کا فو اٹم ڈی کے اندر رہ کر شیوانی کو دھوکا دیتے رہو گے۔ ہم تینوں باری باری ڈی کے اندر رہا کریں گے۔ جب ڈی کی پیشانی گرم ہوگی۔ ہم سمجھ لیں گے کہ شیوانی اس سے کچھ اٹھوانا چاہتی ہے۔ ہم پھر ڈی کی زبان سے اس کے یقین کے مطابق سچ بولتے رہیں گے۔“

جے کا فون نے قائل ہو کر کہا ”میرے قد اور جسامت کے مطابق کسی شخص کو ٹیپ کر کے پینا ٹائز کیا جائے۔ اسے معمول بنانے کے بعد میرا ہم شکل بنایا جائے۔ اس کے ذہن میں یہ نقش کر دیا جائے کہ وہی ٹیلی پیٹھی جانتے والا ہے کا فو ہے۔“

جے کا فون نے کہا ”رات ہونے والی ہے۔ ہم ذرا تفریح کے لیے باہر جائیں گے اور جے کا فون کے قد اور جسامت والا کوئی نظر آئے گا تو اسے ٹیپ کریں گے۔“

جے کا فون نے کہا ”کوئی ضروری نہیں ہے کہ میرے ہوا۔ تمہارے جیسا بھی ہو گا تو اسے تمہاری ڈی بنایا جائے گا۔ تم بھی شیوانی کے معمول رہ چکے ہو۔“
”ٹھیک ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی اپنی ڈی شیوانی کے پاس بھیجے گا۔“

جے سامو نے کہا ”میں چاربا ہوں۔ تم دونوں تقریباً کرتے رہو گے۔ میں وقفہ وقفہ سے آکر تمہاری خیریت معلوم کرتا رہوں گا۔ اوکے گڈ نائٹ۔“

وہ چلا گیا۔ جے کا فون اور جے فلو نے غسل کیا۔ ہنر لباس پہنا پھر ہوٹل کے کمرے سے باہر آئے۔ باہر رات جو ان تھی۔ ہر طرف روشنیوں اور رنگ برنگے لمبوسات میں لوہائیں دکھانے والی حیثیوں نے رات کو جو ان ہی نہیں رنگین بھی بنا دیا تھا۔ وہاں مرد شراب ضرور پیتے تھے۔ جا ضرور کھیتے تھے۔ عورتیں ہر عمر کی تھیں۔ کچھ محبوبائیں تھیں۔ کچھ داشتائیں تھیں اور کچھ بکاؤال تھیں۔

وہ دونوں فی الحال عورتوں سے کترا رہے تھے تمام لمبوسات جیتھی جانتے والوں کی طرح شراب نہیں پیتے تھے۔ ان کے لیے تفریح کی ایک ہی جگہ تھی اور وہ جگہ بھی کیسینو وہاں ایک بہت بڑا کیسینو تھا۔ جہاں طرح طرح کا جو اکھلا جا آتا۔ جن کے دل شراب و شباب سے بھر جاتے تھے یا جو خمری تھے کی طرح ایسی چیزوں سے پرہیز کرتے تھے وہ جو کھیتے تھے۔ راتیں گزارتے تھے۔

وہ دونوں اس کیسینو میں آئے۔ وہاں سیکنڈ فلور سے کر ٹاپ فلور تک ہر قسم کا جو اکھلا اور وہاں بھی سب سے اوپر تک ہر عمر کی اور ہر قسم کی حیثیائیں کسی نہ کسی شکل والے کے ساتھ نظر آ رہی تھیں۔ وہ اس فلور میں آئے جہاں تاش کے پتے کھیلے جاتے تھے۔ وہ دو لاکھ روپے کے نوکن لینے کے لیے کاؤنٹر پر آئے۔ اس فلور کے انجانوں نے کہا ”آپ لاکھوں روپے سے کھیل شروع کرنے جا رہے ہیں۔ کھیل کے دوران میں آپ کی دل جوئی کے لیے خوب صورت لڑکیاں آپ کے ساتھ رہیں گی۔ کھیلنے کے لیے بکواس آئیڈیا ہے۔“

کاؤنٹر بنائی رہیں گی۔“
جے کا فون نے کہا ”سوری، ہمیں کسی حسین پارٹنر کی ضرورت نہیں ہے۔“
”آپ فکر نہ کریں۔ یہ لڑکیاں ہمارے کیسینو کی طرف سے پیش کی جا رہی ہیں۔“

جے فلو نے خیالی خوانی کے ذریعے کہا ”یا ر کاؤنٹر میں اس کے ساتھ تھامی میں وقت نہیں گزاریں گے۔“

ی رازو نیاز کی باتیں کریں گے۔ صرف کھیلنے وقت وہ ساتھ ہیں۔ ہمارا موز بٹا رہے گا۔“
جے کا فون راضی ہو گیا۔ اس کا دل بھی یکنی کستا تھا، کسی جینے سے رازو نیاز نہ سہی، اس کا ساتھ تو رہے گا۔ عورت رازو نیاز دور رہے تب بھی آج دیتی ہے۔

وہ دونوں ایک بڑے کمرے میں آئے۔ وہاں کئی میٹائیں تھیں۔ انہوں نے اچھی طرح دیکھ بھال کر دو زین کو پسند کیا پھر ان کے ساتھ سیمبلنگ بال میں آئے۔ بال دور دور تک کھیلنے والوں کے لیے میز پر بھیجی ہوئی تھیں۔ کھیلنے والے زیادہ تھے۔ کوئی میز خالی نظر نہیں آ رہی تھی۔

وہ ایک میز کے پاس سے گزرتے ہوئے رک گئے۔ ایک شخص بھجنا رہا تھا۔ ”آج میری قسمت خراب ہے۔ بس میں رہا رہنے کے لیے نہیں کھیلوں گا۔“
ان کی ایک حسین ساتھی نے کہا ”یہ میز خالی ہو رہی ہے بال کھیل سکتے ہیں۔“

اس میز پر تین جواری تھیں۔ ان میں سے دو مایوس ہو کر کھٹے ایک بیٹھا ہوا تھا۔ میز پر سے تمام نوکن سمیٹ کر پینک میں ڈال رہا تھا۔ اس کے پاس بھی ایک حسینہ بیٹھی تھی۔ وہی کھی۔ حالانکہ وہ بھی عورتوں سے کترا تا تھا اور شراب پسینا تھا کیونکہ یوگا کا ماہر اور ٹیلی پیٹھی جانتے والا بیکر لائٹ تھا۔

وہ دونوں میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ جے فلو نے بیکر سے کہا ”معلوم ہو تا، تمہاری قسمت کا ستارہ چمک رہا ہے۔“
”خفا ڈی کی طرح ہار کر گئے ہیں۔“

بیکر نے کہا ”شاید تم تینوں نہ کرو۔ وہ جیت کر گئے ہیں۔ وہ دونوں جیت رہے تھے اور جیتے ہوئے نوکن کاؤنٹر پر بھیجتے تھے۔ اتنا تو سمجھ میں آ گیا کہ وہ کیسینو کے مالکان کے خاص کھاؤ کی ہیں۔ میں... دھانی لاکھ کے نوکن لے کر کھیل رہا تھا۔ اب میرے پاس تین ہزار کے نوکن رہ گئے ہیں۔ اس نسبت وہ میرے ایک لاکھ ہیں ہزار جیت کر گئے ہیں۔“
جے فلو نے کہا ”بہنیں تم سے ہمدردی ہے۔ اب تمہیں کھیلنا چاہیے۔“

”بہنیں تم کھیلنا چاہیے؟ ابھی تو میری جیت شروع ہوئی تھی۔ میری تقدیر بدل رہی تھی۔ ایسے میں وہ اٹھ کر کھیلنے کا تم دونوں کھیلو گے؟“

”ہاں میں جیتتی ہوئی لڑی نے کہا۔“ میرا بٹائٹ پارٹنر لڑیوں میں جھوٹے گا۔ کیوں پارٹنر؟ کھیلنے کے لیے اور لڑیوں کا۔“

نوکن لوگ؟“
بیکر نے ان دونوں سے پوچھا ”کیا خیال ہے؟ مجھ سے کھیلو گے؟“

جے کا فون کے ساتھ بیٹھی ہوئی حسینہ نے کہا ”ہمارے ٹائٹ پارٹنرز دو لاکھ کے نوکن لے کر آئے ہیں۔ صبح تک کھیلنے دیں گے کیوں پارٹنر؟“
جے کا فون نے کہا ”تم کھیلنے کو کہہ رہی ہو تو نوکن کا کفار انکار کرے گا۔ ہم کھیلیں گے۔“

بیکر نے اپنے بیک سے نوکنوں کی ایک گڈی نکال کر اپنی ساتھی حسینہ کو دیتے ہوئے کہا ”کاؤنٹر پر جاؤ اور ایک لاکھ روپے کے نوکن لے آؤ۔“

۔ رقم لے کر چلی گئی۔ بیکر نے تاش کی گڈی پھینکتے ہوئے پوچھا ”کیا تم دونوں ٹیلی پیٹھی جانتے ہو؟“
ان دونوں نے چونک کر بیکر کو دیکھا۔ وہ بولا ”میرا مطلب ہے کیا تم ٹیلی پیٹھی کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟ میں نے سنا ہے، یہ کھیم جانتے والے دماغ میں کھس کر معلوم کر لیتے ہیں کہ ہمارے پاس تاش کے کون سے پتے ہیں۔“

جے کا فون نے کہا ”ٹیلی پیٹھی کے بارے میں ہماری معلومات محدود ہیں۔“
بیکر نے کہا ”مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ دونوں ٹیلی پیٹھی جانتے تھے۔“

”کون دونوں؟“
”وہی جو ابھی مجھ سے جیت کر گئے ہیں۔ جب میرے پاس بڑے پتے آتے تھے تو وہ اپنے پتے ڈراپ کر دیتے تھے۔ جیسے انہیں معلوم ہو گیا ہو کہ میں جیتنے والا ہوں لیکن وہ میرے دماغ میں کیسے کھس آتے تھے؟ میں تو یوگا کا ماہر ہوں۔“

جے فلو نے کہا ”ہم نے اسکول اور کالج کے زمانے میں ٹیلی پیٹھی کی کتابیں پڑھی تھیں۔ آج اتنے عرصے کے بعد تم سے ٹیلی پیٹھی کاؤنٹر سن رہے ہیں یقین نہیں آ رہا ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کے دماغ میں کھس جاتا ہے۔“

ان تینوں نے ایک ایک ہزار کے نوکن میز پر رکھے۔ جے فلو نے پتے کاٹے۔ بیکر پتے جانتے ہوئے بولا ”وہ دونوں ٹیلی پیٹھی جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں مگر اچھی خاصی رقم جیت کر گئے ہیں۔“

بیکر نے واقعی ان پہلے دو جواریوں کو دو لاکھ میں ہزار جیت کر جانے کا موقع دیا تھا لیکن دوسری صبح ان کے دماغوں پر قبضہ جما کر اپنی رقم کے ساتھ ان کے لاکھوں روپے بھی

جیت کر گئے ہیں۔“

بیکر نے واقعی ان پہلے دو جواریوں کو دو لاکھ میں ہزار جیت کر جانے کا موقع دیا تھا لیکن دوسری صبح ان کے دماغوں پر قبضہ جما کر اپنی رقم کے ساتھ ان کے لاکھوں روپے بھی

جیت کر گئے ہیں۔“

بیکر نے واقعی ان پہلے دو جواریوں کو دو لاکھ میں ہزار جیت کر جانے کا موقع دیا تھا لیکن دوسری صبح ان کے دماغوں پر قبضہ جما کر اپنی رقم کے ساتھ ان کے لاکھوں روپے بھی

وصول کرنے والا تھا۔

ابھی وہ تینوں نہیں جانتے تھے کہ کس کے پاس کون سے پتے آئے ہیں۔ وہ ابتدا میں ہزاروں روپے کی بلا سنڈ چال چلنے جارہے تھے بیکر کی پارنر ایک لاکھ روپے کے نوکس لے گئی تھی۔ اس کے پاس بیٹھ کر کھیل دیکھ رہی تھی۔ وہ تینوں دس دس ہزار روپے کی اندھی چالیں چلے رہے۔ جب میز مجموعی رقم تیس ہزار ہو گئی تو بیکر کی حسین پارنر نے اس کے ہاتھ اسے دیتے ہوئے کہا ”تم کافی ہار چکے ہو اور اندھی چالیں نہ چلو۔“

بیکر کے پاس ایک غلام ”ایک دہلا“ اور ایک منلا آیا تھا۔ بے کافو اور بے فلو نے اس کی حسین پارنر کے اندر پتچ کر معلوم کر لیا کہ بیکر کے پاس بیٹنے والے پتے آئے ہیں۔ بے فلو نے خیال خوانی کے ذریعے کہا ”یار! کافو! اس کے پاس بڑے پتے آئے ہیں؟ ہمیں بھی اپنے پتے دیکھنے چاہئیں۔“ بے کافو نے کہا ”اسے شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ پہلے اپنے پتے دیکھو پھر چال چلو۔“

بے فلو نے اپنے پتے دیکھے۔ بیکر کے مقابلے میں اس کے پتے کمزور تھے پھر بھی اس نے ایک چال چلی۔ پانچ ہزار کے نوکس آگے بڑھائے۔ بیکر اس کے پاس بیٹھی ہوئی حسینہ کے دماغ سے معلوم کر چکا تھا کہ اس کے پتے کمزور ہیں پھر بھی پانچ ہزار کی چال چل کر دھوکا دینا چاہتا ہے کہ اس کے پاس ٹکڑے پتے آئے ہیں۔

بے کافو نے اپنے پتے دیکھے پھر ان پتوں کو گڈی میں ملا کر کہا ”میں ڈراپ کر رہا ہوں۔“ بیکر اس کے پاس بیٹھی ہوئی حسینہ کے بھی دماغ سے اس کے کمزور پتے معلوم کر چکا تھا۔ بے فلو نے ڈبل رقم کے نوکس بڑھا کر کہا ”شو!“

بیکر نے اپنے پتے دکھائے اور وہ تمام رقم جیت لی پھر دوسری بازی شروع ہوئی پھر تیسری بازی اور چوتھی اور پانچویں بازی ان تینوں میں سے جس کے پاس کمزور پتے آتے تھے، وہ اپنا کھیل روک دیتا تھا۔ اس طرح بیکر کو ان پر شبہ ہوا اور ان دونوں کو بیکر پر شبہ ہوا کہ بیکر کو ان کے بڑے پتوں کا علم کیسے ہو جاتا ہے پھر بھی وہ ٹھیلے رہے اور ایک دوسرے کو آزماتے رہے تقریباً دس بازیوں ٹھیلنے کے بعد بے کافو نے بیکر سے کہا ”خوب ہے۔ جب بھی میرے پاس بڑے پتے آتے ہیں۔ تم دونوں کھیل آگے نہیں بڑھاتے۔ تو پتے ڈراپ کر دیتے ہو۔“

بیکر نے کہا ”میں میرے ساتھ ہو رہا ہے۔ میرے پاس

بڑے پتے آتے ہیں تو تم دونوں چال آگے نہیں بڑھاتے۔ پتے واپس رکھ دیتے ہو۔“

بے فلو نے بھی یہی شکایت کی پھر کہا ”ہم تینوں ہی جیتی نہیں جانتے ہیں پھر ہم تینوں یوگا جانتے ہیں۔ کوئی ٹیلی بیٹھی والا ہمارے دماغوں میں نہ آسکتا ہے نہ بھی گاہ پھر یہ کیا ہو رہا ہے؟“

وہ ایک دوسرے کے سامنے معصوم بن رہے تھے۔ اپنی خیال خوانی کی صلاحیتوں کو چھپا رہے تھے۔ بے کافو بے فلو سوچ رہے تھے کہ بیکر ان کے پتے کیسے دیکھ لیتا ہے؟ بیکر سوچ رہا تھا۔ ان دونوں کو اس کے پتوں کی خبر کیسے ہونا ہے؟

پھر بیکر نے میز پر ہاتھ مار کر کہا ”میں سمجھ گیا۔“ دونوں نے چونک کر پوچھا ”کیا؟“

وہ بولا ”ان پہلے دو کھلاڑیوں کی موجودگی میں ہی گئی ہو رہا تھا۔ اب میں تینوں سے کتا ہوں نہ وہ ٹیلی بیٹھی جانتے تھے نہ ہم میں سے کوئی جانتا ہے۔ جو جانتا ہے وہ ہم پر چھپا ہوا ہے۔ ہمارے ساتھ بیٹھی ہوئی لڑکیوں کے اندر پتچ رہے ہیں اپنے طور پر کبھی جیتے دیتا ہے۔ کبھی ہارنے پر مجبور ہوتا ہے۔“

وہ سب اپنی حسین پارنر کو شبہ کرتے ہوئے رہے۔ لگے ان لڑکیوں نے پریشان ہو کر کہا ”ہم پر شبہ نہ کرو۔ کچھ معلوم نہیں ہے۔“

بے کافو نے کہا ”تم تینوں کو معلوم بھی نہیں ہو سکتا۔ تمہارے اندر کوئی اگر چھپا رہے گا تو تمہیں بتا نہیں چکے۔ یہ بات دل کو لگ رہی ہے کوئی ٹیلی بیٹھی جانتے والا ہمارے ساتھ تمہارے کر رہا ہے۔“

بے فلو نے پوچھا ”صرف ہم تینوں کے ساتھ ایسا ہی کر رہا ہے؟ اس نے ان پہلے دو جواریوں کے ساتھ کیا حرکتیں کیوں نہیں کیں؟“

بیکر نے کہا ”ان کے ساتھ بھی یہی کیا تھا۔ وہ بھی رہے تھے کبھی جیت رہے تھے۔ آخری تین بڑی بازیوں جیت کر چلے گئے۔ شاید ہم میں سے بھی جیت کر چلے جائیں۔ مگر ہم نے کھیل روک دیا ہے۔“

”سال پیدا ہوتا ہے کہ کسی کی بھی بات یا جیتے اس ٹیلی بیٹھی جانتے والا کیا فائدہ حاصل کر رہا ہے؟“ بیکر نے کہا ”ایک اور بات سمجھ میں آئی ہے۔ ہم جانتے والے کا تعلق اس کیسینو کے مالکان سے ہے۔ جیت کر مرنے ہیں۔ ان کی بیٹی ہوئی رقم مالکان سے لے

اور ہم میں سے جو جیتے گا۔ اسے بھی نہ پکڑ کر کے اس کی بیٹی ہوئی رقم کو بھی انہی مالکان تک پہنچایا جائے گا۔“

بیکر نے کتنے ہی غصے میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا ”میں ابھی ٹاپ فلور پر جا کر ان مالکان کا کریبان پکڑوں گا۔“

وہ تیزی سے چل ہوا، کیمبلنگ ہال سے باہر جاتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ بے کافو اور بے فلو بھی اٹھ گئے انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے سے کہا ”خطرہ ہے۔ فوراً نکل چلو۔“

انہوں نے ان لڑکیوں کو پانچ پانچ ہزار روپے کر رخصت کیا۔ کلڈنر تمام نوکس دے کر کیش وصول کیا پھر لفٹ کے ذریعے نیچے جانے لگے۔ بیکر نے ان سے جھوٹ کہا تھا کہ پہلے دو کھلاڑی ٹیلی بیٹھی جانتے والے کے ذریعے جیت کر گئے ہیں لیکن بعد کے دو کھلاڑیوں سے کھیلنے وقت وہ حیران رہ گیا تھا۔ اس بار ٹیلی بیٹھی جانتے والے کی موجودگی کا یقین ہو رہا تھا اور اس کی موجودگی سے خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس لیے وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اس کیسینو سے باہر آ کر ایک طرف جاتے ہوئے یہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ کوئی ٹیلی بیٹھی جانتے والا اس کا تعاقب کر رہا ہے یا نہیں؟

بیکر نے اس کیسینو میں بے کافو اور بے فلو کے اندر جانے کی کوشش نہیں کی تھی کیونکہ ان کے ساتھ بیٹھی ہوئی لڑکیوں کے ذریعے ان کے پتے معلوم ہو رہے تھے۔ جب اسے واقعی کئی ٹیلی بیٹھی جانتے والے کی موجودگی کا یقین ہوا اور ان دونوں پر بھی شبہ ہوا۔ تب بھی اس نے سوچا کہ وہ اگر ٹیلی بیٹھی جانتے ہیں تو یوگا کے بھی ماہر ہوں گے۔ وہ سانس روک کر اس کے پھر انہیں معلوم ہو جائے گا کہ سامنے بیٹھا ہوا غلامی خیال خوانی کر رہا ہے۔

اسی طرح بے کافو اور بے فلو کو شبہ ہوا تھا مگر انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ بیکر یوگا کا ماہر ہے۔ اس کے دماغ میں جانا نہیں گئے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ سامنے بیٹھے ہوئے دو غلامیوں میں سے کوئی ایک ٹیلی بیٹھی جانتا ہے۔ اس کیسینو سے دور جانے کے بعد بے فلو نے کہا ”ہم چھپتے ہوئے اتنی بات نہ کر رہے ہیں۔ ہمارے ساتھ ٹھیلنے والا وہ جواری نہیں دکھائی دیتا۔“

انہیں وہ بڑی شکاری سے بھانٹ کر کے ہماری نظروں سے ”نہیں طرح ہم اس پر شبہ کر رہے ہیں۔ اسی طرح وہ ہم پر خیال خوانی کا شبہ کر رہا ہو گا۔ ہمیں چھپ کر ہمارے ہارے من شہادت کی تصدیق کر رہا ہو گا۔“

بے کافو نے کہا ”ہم عجیب الجھن میں پڑ گئے ہیں۔ دو باتیں الجھا رہی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ٹیلی بیٹھی جانتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر کوئی دشمن ٹیلی بیٹھی جانتے والا روپوش رہ کر ہمیں نہ پکڑ کرنے کی کوششیں کر رہا ہے اور اس سے پہلے ہمیں الجھا رہا ہے۔“

”وہ ہمیں الجھا چکا ہے۔ اب کہیں سے چھپ کر گولی مارے گا۔ ہمیں زخمی کرے گا پھر ہمارے دماغوں پر مسلط ہو جائے گا۔ دانش مندی یہ ہے کہ جتنی جلدی ہو گئے، ہم اس کے علاقے سے دور کہیں چلے جائیں۔“

وہ تیزی سے چلتے ہوئے ہوٹل کے کمرے میں آئے وہاں سے اپنا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات لے جانا چاہتے تھے اس وقت فون کی گھنٹی نے انہیں چونکا دیا۔ انہوں نے ایک دوسرے کو پریشان ہو کر دیکھا۔ بے فلو نے پوچھا ”کس کا فون ہو گا؟“

”ہمیں کوئی جانتا نہیں ہے۔“

بے کافو نے فون کی طرف جاتے ہوئے کہا ”ہوٹل والوں کا فون ہو سکتا ہے۔“

اس نے ریسپورڈر اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا ”ہیلو؟ کون؟“

دوسری طرف سے بیکر نے کہا ”ہیلو۔ ایک مشورہ ہے۔ خود کو ظاہر کر دو۔ ورنہ دور سے زخمی کروں گا اور دونوں کے دماغوں کو اپنے ٹکڑے میں لے لوں گا۔“

”او۔ یہ تم ہو؟ کیسینو کے کھلاڑی۔ ہمارا شبہ درست نکلا۔ تم ٹیلی بیٹھی جانتے ہو۔ ہم بھی تمہیں مشورہ دے رہے ہیں۔ اپنے دماغ کا دروازہ کھول دو۔ ورنہ ہم دروازہ تو ڈر اندر آنا چاہتے ہیں۔“

”تو پھر آؤ۔ ہم گوا کے رنگین اور عقلمن علاقے میں شکار کھیلنے گئے۔ دیکھتے ہیں شکار کون ہوتا ہے۔ شکاری کون کھاتا ہے۔“

بے کافو نے ایک شکاری کی طرح تن کر ریسپورڈر کو کڑیل پکڑ لیا۔

مفت آن لائن نسخہ دہانی و نابینائی کی دوا

74200

کتابیات پبلی کیشنز

74200

کتابیات پبلی کیشنز

پارس نے اسے خوب نچایا تھا۔ وہ زخمی اور کمزور ہونے کے باوجود ناچتی رہی تھی ایسی حالت میں اسے پکڑا کر گرتا ہی تھا لیکن پکڑانے کی وجہ صرف کمزوری نہیں تھی۔ کمزوری کی وجہ شکست فاش تھی۔ پارس نے اس کی جیتی ہوئی بازی پلٹ کر اسے بری طرح جکڑ لیا تھا۔

پکڑا کر گرنے کی وجہ یہ بھی تھی کہ پارس نے اس کی ٹرانسفارمر مشین تیار کرنے کی تمام تیار یوں کو خاک میں ملا دیا تھا۔ جسکی ہنر اور بولی اسمتھ کے سروں سے کیلیں نکال کر ان کے دماغوں میں گھس گیا تھا۔ جسکی ہنر کو اس کی قید سے رہائی دلا کر اسے اس کی بیٹی ڈانٹا کے پاس بھیج دیا تھا اور بولی کی زندگی تمام کر دی تھی۔

ان حالات میں وہ پھر بے ہوش ہو گئی تھی۔ اس بار بے ہوشی مختصر تھی جب وہ ہوش میں آنے لگی تو پارس نے اس کے ذہن پر مسلط ہو کر اسے پٹانائز کیا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی کہ جب وہ دماغی توانائی حاصل کرے گی اور یوگا کے ذریعے اپنے دماغ کا راستہ بند کرے گی۔ تب اپنے مقتول دماغ میں پارس کو آنے دے گی اور اس کی سوچ کی لہروں کو کبھی محسوس نہیں کرے گی۔

وہ اسے اچھی طرح جکڑنے کے بعد ہوش ملنے کے اس کمرے میں آیا جہاں ڈانٹا کا قیام تھا۔ وہ ایک طویل انتظار کے بعد اپنے باپ جسکی ہنر سے مل کر بہت خوش ہو رہی تھی۔ وہ باپ بیٹی کسی بھی پہلی فلائٹ سے امریکا جانا چاہتے تھے۔ پارس نے دروازے پر دستک دی پھر خیال خوانی کے ذریعے کہا ”میں پارس ہوں۔ دروازہ کھولو۔“

جسکی نے دروازہ کھول کر اس سے مصافحہ کیا۔ اسے اندر بلائے ہوئے ڈانٹا سے کہا ”یہ بیٹی مسٹر پارس ہیں۔ انہوں نے مجھے الپا کی قید سے رہائی دلائی ہے۔ مسٹر پارس! ہم آپ کا احسان کبھی نہیں بھولیں گے۔ ہو سکے تو ہمیں اسرائیل سے فوراً باہر نکالیں۔“

ڈانٹا نے کہا ”مسٹر پارس! الپا ایسی چمڑی ہے کہ اس سے نجات حاصل کرنا ممکن نہیں تھا مگر آپ نے اسے ممکن کر دکھایا ہے۔ آپ آخری احسان کریں۔ اس جنم سے نکل بھاگنے میں ہماری مدد کریں۔“

”الپا کا خوف دل سے نکال دو۔ وہ اسپتال میں ہے۔ زندہ ہے مگر مردوں سے بدتر ہے۔ خود کو الپا کی حیثیت سے ظاہر نہیں کر رہی ہے۔ دنیا والوں سے اپنی اصلیت چھپا رہی ہے۔“

ڈانٹا نے کہا ”وہ ٹیلی ویژن کے ذریعے پھر میرے ڈیڈی کو

ٹریپ کر لے گی۔“

”نہیں کرے گی۔ وہ خیال خوانی کرنے کے قائل نہیں رہی ہے۔ ابھی بے ضرر ہے۔“

جسکی نے کہا ”کسی دن بھی دماغی توانائی بحال ہو سکتی ہے۔ وہ سب سے پہلے میرے دماغ میں پہنچے گی۔ اس سے پہلے ہمیں یہ ملک چھوڑ دینا چاہیے۔“

”تم کہیں بھی جاؤ گے وہ تمہارے دماغ میں پہنچے گی۔ اس سے پہنچنے کی یہی ایک تدبیر ہے کہ تم باپ بیٹی کے دماغوں کو مقتول کر دیا جائے۔“

”کیا ہمیں پٹانائز کرنا چاہتے ہو؟ اپنا معمول بنانا چاہتے ہو؟“

”ہمیں نہ ٹرانسفارمر مشین تیار کرانا ہے اور نہ ہمیں معمول بنانے کا شوق ہے۔ میں تمہارے اور تمہاری بیٹی کے تحفظ کے لیے یہ مشورہ دے رہا ہوں۔“

”میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ ہم مشورہ نہیں مانیں گے تب بھی ہمیں پٹانائز کیا جائے گا۔ مجھ جیسے بیٹی تھی جانتے والے کو آسانی سے چھوڑا نہیں جائے گا۔“

پارس نے کہا ”سیدھی سی بات ہے۔ میں نہیں چاہوں گا کہ تمہارا دماغ اسی طرح کھلا رہے اور کوئی بھی دشمن تمہارے مسلط ہو کر تم سے ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ بنالے۔“

ڈانٹا پریشان ہو کر بولی ”اس کا مطلب ہے ہمیں رہائی نہیں ملی ہے۔“

پارس نے اس کے قریب آکر کہا ”تمہیں جو ان ہونے ہی بولی کی طرف سے محبت کا فریب ملا۔ ایک لڑکی اپنی بہن کا کام محبت کا صدمہ کبھی بھلا نہیں پاتی۔ میں تجھ کو نہیں ہوں بھائی ہوں۔ تمہیں بھائی سے دھوکا نہیں ملے گا۔ میں نے سے بحث نہیں کروں گا۔ جب اپنے باپ کے ساتھ اپنے وطن امریکا پہنچ جاؤ گی تو میری چٹائی کا تعین آجائے گا۔ باڈی، مسٹر جسکی! گڈ بائی اینڈ گڈ لک۔“

وہ وہاں سے چلا آیا۔ اپنے سراغ رسالوں کو سمجھا دیا کہ باپ بیٹی کے دماغوں کو لاک کرنے کے بعد انہیں وہاں سے امریکا پہنچا دیا جائے۔ الپا کے خفیہ حملے کے بعد انہیں مشین کا نقشہ اور ایسی دستاویزات ملی تھیں۔ جن میں ملک اسرائیل کے اہم راز چھپے ہوئے تھے۔

پارس نے انہیں پڑھنے کے بعد مشین کے نقشے کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں بھیج دیا۔ ایک دن فلسطینی مسلمانوں کو سختی سے پابند بنائے رکھنے کے لیے انہیں خفیہ منصوبہ کی تفصیلات درج تھیں۔ مسلمانوں کے

دیرپا

ہونے پر بڑے رہنماؤں کی سختی سے نگرانی کرنے انہیں زیادہ سے زیادہ روشنی دینے اور مراعات دے کر خریدنے کے احکامات پر عمل کیا جا رہا تھا۔ یہودی سراغ رسالوں کی رپورٹ کے مطابق صرف دو چار رہنما ایسے تھے جو خریدے نہیں جاسکتے تھے۔ وہ صرف مسلمانوں کے حقوق کے لیے جہاد کرتے رہتے تھے۔ انہیں کسی نہ کسی الزام میں گرفتار کیا جاتا تھا مگر مجاہدین کی جوانی کا رد انہوں کے باعث امن و امان کا مسئلہ پیدا ہوتا تھا۔ مسلمانوں کے علاوہ یہودیوں کی بھی جان و مال کو نقصان پہنچتا تھا۔ اس لیے گرفتار شدہ رہنماؤں کو رہا کر دیا جاتا تھا لیکن ان کی تحریک کو کچلنے کی سازشیں جاری رہتی تھیں۔

جو رہنما حکومت کی بلیک لسٹ میں تھے ان میں جو اوبین مستقیم کا بھی نام تھا۔ اسے اب تک گرفتار نہیں کیا گیا تھا کیونکہ اس نے حکومت اسرائیل کے خلاف باقاعدہ تحریک نہیں چلائی تھی۔ اس کے بارے میں یہ رپورٹ درج کی گئی تھی کہ مسلمانوں کی ہی نہیں عیسائیوں اور یہودیوں کی بھی اچھی خاصی تعداد جو اوبین مستقیم کی شخصیت سے متاثر ہے۔ لوگ اس کے اتنے عقیدت مند ہیں۔ اتنے وفادار ہیں کہ اس کے ایک اشارے پر حکومت کے خلاف بغاوت کر سکتے ہیں۔ اسے سیاست سے دلچسپی نہیں تھی وہ صرف فلسطینی مسلمانوں کے جائز حقوق کی باتیں کیا کرتا تھا۔ ایسی باتیں کرنے سے حکومت کے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگتی تھی۔

اسرائیلی اکابرین نے الپا سے ایک بار کہا تھا کہ وہ جو اوبین کے اندر کی بات معلوم کرے۔ وہ ایک پیر مرشد کی طرح اپنے کھول اور عقیدت مندوں کی تعداد بڑھا رہا ہے یا درپردہ حکومت کے خلاف باغیوں کی فوج بنا رہا ہے؟

الپا اپنے ملک میں ایسے کسی مسلمان کو برداشت نہیں کرتی تھی جو فلسطینی عوام میں مقبولیت حاصل کرے اور رفتہ رفتہ اس کا مسلط ہونے کا بے تاب بادشاہ بن جائے۔ وہ جو اوبین کو پکڑنا چاہتی تھی لیکن ایسے ہی وقت ٹرانسفارمر مشین کی افق سے اس کی تمام توجہ اپنی طرف مبذول کر لی۔ وہ مشین کے خفیہ حاصل کرنے کی بجائے ہنر کو اغوا کرنے، پھر پارس سے خفیہ نتیجے میں اسپتال پہنچ گئی۔

یوں جو اوبین کی خیال خوانی کے شرعے محفوظ رہا۔ یہ باب میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ جو اوبین دس برس تک بڑے بزرگ کی خدمت کی تھی۔ بزرگ نے اپنی وفات سے پہلے اسے دماغ دی تھی کہ وہ عام انسانوں کی طرح

نہایت

مصائب سے گزرے گا لیکن خوش قسمتی سے تحفظ حاصل ہوتا رہے گا۔

بزرگ کی پیش گوئی کے مطابق یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ الپا اس کے لیے مصیبت بننے سے پہلے خود مصائب میں گرفتار ہو گئی تھی۔

بزرگ نے اسے ایک انگوٹھی پہنائی تھی۔ جس کی یہ خاصیت تھی کہ وہ جس کو چھو لیتی تھی وہ جودا کی شخصیت سے متاثر ہو جاتا تھا اس کی ایمان پرور باتوں سے قائل ہو کر جھوٹ اور فریب سے باز رہتا تھا۔

اس کے پاس آنے والے اس سے مصافحہ کرتے تھے۔ مصافحہ کرتے وقت انگوٹھی انہیں چھو لیتی تھی۔ اس طرح اس کے چاہنے والوں کی تعداد بڑھتی رہتی تھی۔

یہ شخص انگوٹھی کی کرامات نہیں تھیں۔ اس کی وہ خصوصیات بھی تھیں جو ایک سچے مومن میں ہوتی ہیں۔ وہ بزرگ کے سامنے میں رہ کر بچپن سے عبادت گزار تھا۔ کسی کو دکھ نہیں پہنچاتا تھا۔ دوسروں کے برے وقتوں میں کام آتا رہتا تھا۔ یتیموں کی تیار داری کرتا تھا۔ اس طرح وہ ہر دل عزیز بن گیا تھا۔

بھیمیا کی شامت آئی تھی۔ اس نے جودا کی میت کے پاس حسین عورتیں دیکھی تھیں۔ سیاہ لباس میں سوگوار حسیناؤں کی دلکشی ایسی تھی کہ اس کا دل کھینچا چلا آیا اور وہ سیدھا جودا کے جسم میں داخل ہو گیا تھا۔

جودا کے اندر پہنچنے کے بعد اسے معلوم ہوا کہ وہ خوب رو جوان کوئی جادو نہیں جانتا ہے لیکن اس کی انگوٹھی کرشمے دکھاتی ہے۔ ان میں سے ایک کرشمہ یہ تھا کہ بھیمیا کی بدروح انگوٹھی کے زیر اثر آگئی تھی۔ جودا جب تک طبعی موت نہ مر تا تب تک وہ آتما اس کے جسم سے نہیں نکل سکتی تھی۔

بھیمیا کو یقین نہیں تھا کہ وہ جودا کے اندر قید ہو گیا ہے ابھی وہ سوچ کر مطمئن تھا کہ اسے رہائی نہ ملی تو وہ جودا کو خود کشی پر مجبور کر کے اس کے جسم سے نکل جائے گا۔

اس نے ایک جسم سے نکل کر دوسرے جسم میں پہنچنے کے کئی تجربات کیے تھے۔ جس کے جسم میں پہنچتا تھا اس کے دل و دماغ کو پوری طرح اپنے قابو میں کر لیتا تھا۔ جودا کے اندر آکر پہلی بار اسے بی بی کا احساس ہوا۔ روح انسان کو زندہ اور طبعی عمر تک قائم رکھنے کے لیے ہوتی ہے۔ بھیمیا کی آتما بھی طبعی عمر تک اسے ہی زندگی دے رہی تھی۔

روح کی توانائی سے دل و دماغ کو توانائی حاصل ہوتی ہے۔ روح کی ناپاکی سے انسان اکوڑہ ہوتا ہے لیکن دل میں

کتابت الیہ پبلی کیشنز

ایمان ہو، دماغ میں خوف خدا ہو تو روح کی ناپاکی زائل ہوتی ہے۔ بھیمانے محسوس کیا کہ اس کے ارادے کمزور ہو رہے ہیں۔ اس نے پہلی بار جواد کو مسجد اقصیٰ جانے اور عبادت کرنے سے روکا تو روک نہ سکا۔ جواد کا شوق عبادت اس پر حاوی ہو گیا۔

جواد سے صرف مردی نہیں، عورتیں بھی ملاقات کرتی تھیں۔ ان میں حسین دو شیراز بھی ہوتی تھیں۔ بھیمانے حسینہ کو دیکھا تھا اس کی طرف مائل ہو جاتا تھا۔ جواد کسی بھی حسینہ سے مل کر اخلاقیات پر توجہ دیتا تھا لیکن ان سے غلطہ رشتہ قائم کرنے کے بارے میں کبھی نہیں سوچتا تھا۔

بھیمانے جھجھکا کر کہا "پارسی کی حد ہوتی ہے۔ کیا یہ جوانی یونہی گزرا رو گئے؟"

جواد نے کہا "جتنی کنواریاں مجھ سے ملتی ہیں، وہ ایک نہ ایک دن کسی سے بیاہی جائیں گی۔ اسیں کسی کی شریک حیات بنتا ہے۔ یوں سمجھو وہ کسی نہ کسی کی امانت ہیں۔ میرا ایمان لکھتا ہے کہ مجھے دو سروس کی امانت میں خیانت نہیں کرنا چاہیے۔"

دراصل جواد ایک فلسفی دو شیرازہ حلیقہ کو چاہتا تھا۔ اس سے اکثر ملتا رہتا تھا۔ حلیقہ اسے دل و جان سے چاہتی تھی۔ اس کے والدین بھی چاہتے تھے کہ وہ دونوں رشتہ ازدواج میں مشغول ہو جائیں۔

وہ راضی ہو گیا تھا۔ نکاح کی تاریخ مقرر ہونے والی تھی لیکن نہ ہو سکی۔ اس کی عارضی موت واقع ہو گئی تھی۔

پھر اسے ایک نئی زندگی ملی۔ اس کی موت پر ماتم کرنے والی حلیقہ کو بھی جیسے ہی نئی زندگی مل گئی۔ اس نے کہا "جواد!۔۔۔ جو زندگی ملی ہے، اسے غنیمت جانو۔ مجھے اپنے نکاح میں لے آؤ مجھے انتظار نہ کراؤ۔"

"حلیقہ! تم سمجھ سکتی ہو کہ میں تمہیں دل و جان سے چاہتا ہوں۔ تم سے دور نہیں رہنا چاہتا لیکن ابھی نکاح کے لیے حالات موافق نہیں ہیں۔"

"کیوں موافق نہیں ہیں۔ تم راضی ہو۔ میں راضی ہوں پھر کیا بات ہے؟"

"بات ایسی ہے کہ بتائی نہیں جاسکتی۔ بتاؤں گا تو تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔"

"ایسی کیا بات ہے؟ کیا کون سا معاملہ ہے، جسے مجھ سے

چھپا رہے ہو؟"

"نہیں، تم سے کبھی کوئی بات نہیں چھپاتا۔ بس اتنا کہجواد کو کئی زندگی مل توئی ہے مگر روح کچھ آلودہ ہے۔ میں تمہیں آلودہ نہیں کرنا چاہتا۔ تمہیں ہاتھ لگانے سے پہلے روک دے۔ معاف۔ نامت سرور کی ہے۔"

اس کی بات حلیقہ کی سمجھ میں نہیں آئی لیکن وہ کبھی آئی تھی کہ جواد دوسروں سے زیادہ روحانیت کے بارے میں جانتا ہے۔ وہ روحانی علوم حاصل کرتا رہتا ہے۔ اس کی انگلی دلوں میں اتر جاتی ہیں۔ اس کی باتیں ذہنوں کو متاثر کرتی ہیں۔ وہ جسے چھو لیتا ہے اسے اپنا بنا لیتا ہے۔ اس کے بارے میں وہ بدکار نہیں ہے۔

حلیقہ نے اس سے بحث نہیں کی۔ کسی بربائی سے بحث کی جاتی ہے۔ وہ تو اس کا، صرف اسی کا تھا۔ اس لیے وہ خاموش رہی لیکن بھیمانے کہا "یہ کیا کر رہے ہو؟ اتنی سہی لڑکی ہماری آغوش میں آنا چاہتی ہے اور تم ٹال رہے ہو؟"

"تم چاہتے ہو، ہماری آغوش میں آئے۔ میں چاہتا ہوں صرف میری شریک حیات بن کر آئے۔ تم میرے اور حلیقہ کے درمیان آگے ہو۔"

"میں تو بیش تمہارے اندر رہوں گا۔ تم آخر کب تک حلیقہ سے شادی نہیں کرو گے؟"

"روح کو جسم کے ساتھ اور جسم کو روح کے ساتھ مل کر مطابقت رکھنی چاہیے۔ پہلے میری روح جیسی تھی وہی نہی تمہاری آتما پاک و مصفا ہو جائے گی تمہاری ناپاکی بے باور ہو جائے گی تو بھیمانے بھی اپنے کفر سمیت نابود ہو جائے گا۔ تمہاری آتما مکمل روحانی تقاضوں کے مطابق میری ہوگی۔"

"ہرگز نہیں۔ تم مجھے نابود نہیں کر سکو گے۔ میں اپنے آتما شکتی سے کسی دوسرے جسم میں نئی زندگی حاصل کرناں گا۔ تم پہلے کی طرح ایک لاش بن جاؤ گے۔"

"تم دوسروں کو مارنے اور خود کو زندہ رکھنے کے لیے تماشوں کو بھول جاؤ۔ کاتب تقدیر نے میری موت کا جوڈت مقرر کیا ہے اس سے پہلے مجھے موت نہیں آئے گی اور نہ ہی تم مجھے مار سکو گے۔ کوئی قتل کر کے دیکھ لو۔"

"مجھے چیلنج کر رہے ہو تو سنو۔ میں تمہیں خود بخود لے مجبور کر سکتا ہوں لیکن میں تمہاری حلیقہ کے دماغ میں جتا کر اس کے ذریعے تمہیں گولی ماروں گا۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر حلیقہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ دوسرے لفظوں میں جواد اپنی محبوبہ سے

اپنے بندہ روح میں لباس تبدیل کرنے والی تھی۔ جواد اس کے دماغ سے جانا چاہا۔ بھیمانے کہا "میں اسے تبدیل کرنے دوں۔ ہم قیامت جگانے والے حسن و بے کاظہ کر دیں گے۔"

اس نے اپنی حلیقہ کو نکاح سے پہلے اس میں دیکھ لیں گا۔"

"تم ٹی بی جی کے ٹیکے میں ہو۔ تم وہی کرو گے جو میں بنوں۔"

وہ حلیقہ کے دماغ سے واپس نہیں آتا چاہتا تھا۔ وہ راہ اس بننے کے لیے سلاہ لباس اتارنے والی تھی۔ جواد اپنا پایاں ہاتھ اٹھا کر انگوٹھی کو اپنی پیشانی سے لگایا۔ گویا خیال خوانی کرنے والے دماغ سے لگایا۔ ایک نکتہ وہ خیال الیٰ علیٰ کیا۔ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔

بھیمانے حیرانی سے پوچھا "تم میری مرضی کے بغیر واپس بے آئے؟"

"مجھ سے نہ پوچھو۔ اپنے تمام حربے استعمال کرتے ہو۔ عمل آئی رہے گی۔"

"ہاں ایسا آیا۔ تم نے انگوٹھی کو پیشانی سے لگایا تھا۔ یہ دماغی آئندہ بھی مجھے خیال خوانی سے روکتی رہے گی۔ میں

بھیمانے اسے اتار کر پھینک دو۔"

"تک اس راہوں سے خیال خوانی کی جائے گی تو یہ انگوٹھی ہمارے جسم کی بدھتی کے باعث یہ ٹی بی جی کو کمزور بنادے گا۔ یہ میری زندگی میں اسے میری انگلی سے کوئی نہیں اتار سکتا۔ یہ میری قوت کو کم کر کے دیکھ لو۔"

اب بھیمانے سمجھ میں آیا کہ اس کی ٹی بی جی اور اس کا

بھیمانے بدھتی سے روحانیت کے مقابل آگیا ہے۔ اب بھیمانے راستہ ہے کہ جواد کو موت کے گھاٹ اتارا جائے۔ بھیمانے جسم میں پہنچ کر آزادی حاصل کی جائے۔

بھیمانے سمجھ میں آیا کہ جب تک وہ کشتے دکھانے والی

بھیمانے اس کی انگلی میں ہے، وہ اسے ٹی بی جی کے ذریعے نہ بھیمانے لاسکے گا اور نہ ہی اسے خود کشی کرنے پر مجبور کر سکتا۔

"کوئی دوسرے کے دماغ میں جا کر اسے آگ کا رہنا کر بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ کسی کے دماغ میں پہنچتا تو وہ وہاں پہنچتا۔ وہ وہاں کے اندر رہ کر اس سے چھپ کر رہتا۔"

اس نے تسلیم کیا کہ وہ ایک فولادی جسم میں قید ہو رہا ہے۔ اپنے طور پر جوادی کی موت کا سامان نہیں کر سکتا۔

گا۔ اس کی طبعی موت کا انتظار کرنا پڑے گا۔ وہ بچتیں برس تک پچاس برس تک نہ جانے کب تک زندہ رہے گا؟ وہ کہہ چکا تھا کہ حلیقہ سے شادی کرنے سے پہلے اس کی آتما کی تمام آلودگی ختم کر دے گا۔ اس طرح بھیمانے نام و نشان مٹا دے گا۔ وہ جواد ہے۔ ایک معصوم روح کے ساتھ جوادی رہے گا۔

بھیمانے آتما جھجھکا گئی۔ اس نے کہا "میں بھیمانے ہوں۔ برسوں تک قیدی بن کر نہیں رہوں گا۔ تمہارے اندر زلزلہ پیدا کروں گا۔ تمہارا جسم تمہارا دماغ کمزور ہو جائے گا پھر میں تمہارے کمزور جسم کی دیواروں سے باہر نکل جاؤں گا۔"

نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ وہ وضو کر کے نماز کی نیت کرنے سے پہلے بولا "مجھے دھمکی نہ دو۔ تمہارے دل میں جتنی حسرتیں ہیں پوری کرتے رہو۔"

وہ نماز پڑھنے لگا۔ بھیمانے اس کے اندر زلزلہ پیدا کرنا چاہا مگر نہ کر سکا۔ اس کا ذہن عبادت میں گم ہو چکا تھا۔ جس دماغ میں زلزلہ پیدا کرنا چاہتا تھا۔ وہ دماغ اس کے قابو میں نہیں آ رہا تھا۔

اس نے سوچا، شاید نماز دھال بن گئی ہے۔ اسے بچا رہی ہے۔ اسے انتظار کرنا چاہیے۔ وہ نماز کے بعد رات کا کھانا کھانے لگا تو اس نے پھر کو کھانے کی خواہش کی۔ جواد کو ایک ذرا بے چینی کا احساس ہوا۔ اس نے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیوں خواہوہا پریشان کر رہے ہو؟"

"میں چالیس دنوں تک تپتا کرنا چاہتا ہوں۔ اگر مجھے تپتا نہیں کرنے دو گے تو میں پریشان کرنا رہوں گا۔ تمہیں سکون سے نہیں رہنے دوں گا۔"

"تم اپنے دھرم کے مطابق تپتا نہیں کرو گے۔ بلکہ دھرم کے خلاف کالے عمل کے لیے ایسا کرنا چاہتے ہو اور میں بھی ایسا نہیں کرتے دوں گا۔"

وہ پھر جواد کے جسم میں اور اس کے دل و دماغ میں بالکل پیدا کر کے لگا۔ جواد جانے نماز بچھا کر دو زانو بیٹھ گیا۔ بھیمانے خوش ہو کر کہا "اب قابو میں آئے۔ میں تپتا کے لیے تمہیں اسی طرح بٹھائے رکھوں گا مگر یوں دو زانو ہو کر نہ بیٹھو۔ میں تپتا کرنے کے لیے جتنی مار کر بیٹھتا ہوں۔"

وہ دو زانو بیٹھا رہا۔ وہ کلام پاک کا حافظ تھا۔ بلند آواز سے تلاوت کرنے لگا۔ بھیمانے اس کی زبان سے آتما شکتی کے لیے متر پڑھنا چاہتا تھا لیکن اسے تلاوت کرنے سے روک نہیں پا رہا تھا۔ جس زبان پر پاک آتیں رواں دواں تھیں۔ اس سے متر پڑھنے میں ناکام ہو رہا تھا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کرنے؟ اب تک جس

کے اندر بھی گیا تھا، اس پر حاوی رہا تھا۔ وہ کسی کے بھی جسم میں جانے کے بعد اس کے اندر سے نکلنے کی ہمتی رکھتا تھا۔ اب بھی وہ ہمتی تھی لیکن اس کرشماتی انگوٹھی کے زیر اثر وہ ہمتی کمزور ہو گئی تھی۔

وہ جواد کو مجبور نہیں کر سکتا تھا کہ اپنی انگلی سے انگوٹھی نکال دے۔ بھگوان سے پرارتھا کرنے لگا کہ کوئی ایسا حادثہ پیش آئے کہ جواد کے دونوں ہاتھ کٹ کر علیحدہ ہو جائیں پھر وہ انگوٹھی کبھی نہیں پہن سکے گا۔ ادھر ہاتھ کٹ کر انگوٹھی سمیت جسم سے الگ ہوگا۔ اُدھر وہ اس کے جسم کے قید خانے سے پیشہ کے لیے رہائی حاصل کر لے گا۔

افسوس ان انگوٹھوں پہ جو بن کھلے مرچا گئے

☆○

تج پال اپنے ٹیلی پیٹھی جانے والے ساتھیوں بیڑوں، جوزف و ہنسی، مائیک مورو، بڈی رابرٹ اور بیڑوں کی بیوی مونو ریٹا کے ساتھ یوں خاموش تھا۔ جیسے اس ٹیلی پیٹھی کی دنیا سے ان سب کا وجود مٹ گیا ہو۔

اس کے ساتھی پوچھتے تھے ”تج پال! ہم کب تک روپوش رہیں گے“

تج پال انہیں سمجھاتا تھا۔ ”روپوشی ایسی نہیں ہے کہ ہم کسی چار دیواری میں قید ہیں اور دشمنوں سے منہ چھپا رہے ہیں۔ ہم سب جہاں چاہتے ہیں، جاتے ہیں۔ گھومتے پھرتے ہیں اور عیش کرتے ہیں۔ کوئی دشمن ہمارے چہروں سے ہمیں پہچان نہیں پاتا ہے۔ تمہاری پہچان ٹیلی پیٹھی ہے۔ سرعام ٹیلی پیٹھی کا مظاہرہ کرو گے تو دشمنوں کی نظروں میں آجاؤ گے۔“

بیڑوں نے کہا ”ہم سب تمہیں اپنا رہنما مانتے ہیں۔ واقعی ایک بار خیال خوانی کا مظاہرہ کرنے کے باعث مجھے ٹریپ کر لیا گیا تھا۔ یہ تو بابا صاحب کے ادارے والوں کا دستور رہا ہے کہ وہ اپنے کسی بھی مخالف کو زیادہ دنوں تک اپنا معمول اور غلام نہیں بناتے ہیں۔“

”بے شک“ انہوں نے تمہیں آزاد کر دیا اور تم پھر ہماری ٹیم میں شامل ہو گئے ہو لیکن ہم تمہیں دوبارہ اپنانے کے باوجود اپنا پتا ٹھکانا اور موجودہ نام ’موجودہ شناخت‘ نہیں بتاتے ہیں۔“

مائیک مورو نے کہا ”یہ شبہ رہتا ہے کہ بابا صاحب کے ادارے سے آزادی ملنے کے باوجود ان کا کوئی ٹیلی پیٹھی جاننے والا تمہارے اندر یا تمہاری بیوی مونو ریٹا کے اندر چھپا رہتا ہوگا۔ تم قابل اعتماد نہیں رہے ہو۔“

جب بھی بیڑوں سے گفتگو کرنی ہوتی تو وہ سب بیڑوں کے دماغ میں آکر ایک دوسرے سے بولتے تھے۔ تج پال اور اس کے ساتھیوں نے مختلف ملکوں میں جیتھی نہیں جانتا تھا۔ لہذا خیال خوانی کے وقت بیڑوں سے اونچی آواز میں باتیں کی جاتی تھیں۔ اس طرح تج پال بیڑوں سے بولنے والی گفتگو کا علم ہوتا تھا۔

بیڑوں سے پہلے جیسی بھڑو رو دیتی تھی مگر یہ فرق یہاں تھا کہ جب کوئی رازداری کی باتیں ہوتی تھیں تو تج پال ان باتوں کی خیریت بھی معلوم کرتے تھے اور اس سے ضروری تھا کہ جب کوئی رازداری کی باتیں ہوتی تھیں تو تج پال ان باتوں کی خیریت بھی معلوم کرتے رہتے تھے۔

سب کو اپنے دماغ میں آنے دیتا تھا۔ ایسے وقت بیڑوں میں خفیہ میٹنگ میں بلایا نہیں جاتا تھا۔ اس طرح ایک خفیہ میٹنگ میں یہ فیصلہ کیا جا رہا تھا کہ وہ حکومت فرانسیسی کے لیے الپا کے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ معلومات حاصل کام کریں گے۔ چین میں فرانفار مر مشین تیار نہیں ہوتی۔

دیں گے اور وہاں سے مشین کا نقشہ چرا کر لائیں گے۔ تج پال نے کہا ”دوستو! ہم حکومت فرانسیسی سے معاہدہ کر رہے ہیں کہ ہم ایک بڑی طاقت سے شہنشاہ گے، ہم فرانسیسی کے سراغ رساؤں کو آگ لارہا کریم۔ چین بھیجیں گے۔ خود نہیں جائیں گے۔ کوئی مصیبت آئے تو وہ چھینیں گے۔ تم سب خیال خوانی کرنے والے بلو محفوظ رہو گے۔“

بڈی رابرٹ نے کہا ”اچھا آئیڈیا ہے۔ وہاں جیٹھو تمام مسلمان خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ انہیں بھی ہم نہیں ہو سکے گا کہ ہم نے ان کے خلاف کارروائی کرنا ہے۔ ہمارے آگ لاروں کو بھی ہماری اصلیت معلوم نہیں ہوئے۔ تج پال نے کہا ”تم سب کی یہ کوشش ہوئی چاہے کسی طرح بھی فرانفار مر مشین کا نقشہ حاصل ہو جائے ضروری نہیں کہ ہم وہاں مشین کی تیاری میں رکاوٹ پائیں۔ وہ مشین تیار کرتے ہیں اور چینی ٹیلی پیٹھی والے پیدا کرتے ہیں تو کرتے رہیں۔ دنیا کے دوسرے حصوں میں بھی خیال خوانی کرنے والے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ صرف مشین کا نقشہ حاصل کرتا ہے۔“

جوزف و ہنسی نے کہا ”ہم ٹیلی پیٹھی کے ذریعے بے حساب دولت حاصل کر سکتے ہیں۔ اس دولت سے فرانفار مر مشین تیار کر سکتے ہیں ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کی اپنی ایک فوج تیار کر سکتے ہیں۔ جس طرح فرانسیسی مختار ہے اور الپا خود مختار ہے۔ اسی طرح ہمیں بھی خود مختار ہونا چاہیے۔“

فرانسیس کی طرف سے پریس کے کئی رپورٹرز مسیحی سیاح چین جارہے تھے۔ تج پال کے ساتھی ان رپورٹرز کے کر کے انہیں اپنا معمول اور محکوم بناتے گئے۔

فرانسیس کی طرف سے پریس کے کئی رپورٹرز مسیحی سیاح چین جارہے تھے۔ تج پال کے ساتھی ان رپورٹرز کے کر کے انہیں اپنا معمول اور محکوم بناتے گئے۔

اسرائیل کے اہم امور کو نظر انداز کر کے یوں کہیں روپوش ہو جائے۔ وہ روپوش رہ کر بھی خیال خوانی کے ذریعے اہم معاملات سے بخفی رہتی تھی مگر اب ایسا نہیں کر رہی تھی۔ اس کی کسی مجبوری کا صاف پتا چل رہا تھا لیکن وہ مجبوری کیا تھی؟

آخرا تک ٹیلی پیٹھی جاننے والے نے ایک آرمی افر کے دماغ میں آکر معلوم کیا کہ کچھ دن الپا نے فون کے ذریعے اس سے رابطہ کیا اور اسے اپنا راز دار بنا کر یہ راز کی بات بتائی تھی کہ وہ ایک حادثے میں بری طرح زخمی ہو گئی ہے۔ اسپتال میں ایک عام مریض کی حیثیت سے ہے۔ کسی کو اپنی اصلیت نہیں بتانا چاہتی ہے۔ اپنے اکابرین کے سامنے بھی ایسی حالت میں آنا نہیں چاہتی ہے۔ اس نے افسر سے کہا تھا کہ وہ اس کے وفادار بن کر رہنے والے بولی کو گرفتار کر لے یا کوئی مار دے۔ اس کی برائیوٹ رہائش گاہ میں سخت پرہیزگاروں کے ساتھ رہا۔

یہ بڑی اہم معلومات تھیں۔ دشمنوں کی گرفت میں نہ آنے والی الپا اب ان کے قابو میں آسکتی تھی۔ تج پال کے تمام ٹیلی پیٹھی جاننے والے اس آرمی افسر کے دماغ میں پہنچ گئے۔ اسے جبراً اسپتال لے آئے الپا اپنے کمرے میں گہری نیند سو رہی تھی۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ کچھ چار گھنٹوں سے سو رہی ہے۔ وہ ٹیلی پیٹھی جاننے والے اس کی موجودہ آواز اور لہجہ سن کر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہتے تھے۔ ڈاکٹر نے ان کی مرضی کے مطابق اسے بگایا پھر کہا ”دوا اور کھانے کا وقت ہو چکا ہے۔ پلیز کچھ کھالیں پھر دوا میں دی جائیں گی۔“ وہ جمائی لے کر بولی ”مجھے بھوک نہیں ہے میں ابھی سونا چاہتی ہوں۔“

تج پال کے ساتھیوں نے اس کی آواز اور لہجے کو سننا پھر بڑی آسانی سے کسی رکاوٹ کے بغیر اس کے اندر پہنچ گئے۔ اب وہ کھاتی پیتی رہے یا جاتی سوتی رہے؟ اس سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اب وہ ہر حال میں اس کے خیالات پڑھ سکتے تھے اور وہ پڑھنے لگے اور تج پال کو اس کے اندر کی اہم باتیں بتانے لگے۔

ان سب کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ الپا کے دماغ پر چھا جانے کا مطلب یہ تھا کہ وہ پورے اسرائیل کے حکمران بن رہے تھے۔ انہیں یہ اہم بات معلوم ہوئی کہ پارس اس کی قید میں تھا لیکن آزاد ہو چکا ہے۔ اس نے رہائی حاصل کرتے ہی الپا کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اس کی رہائش گاہ سے اہم دستاویزات کے علاوہ فرانفار مر مشین کا نقشہ لے

گیا ہے۔ مشین کے ماہر مکینک جیکل بنٹر کو اس کی قید سے رہائی دلا کر اسے امریکا واپس جانے کا موقع دے رہا ہے اور اس کے دست راست بوبی کو آری افسر کے ذریعے ہلاک کر چکا ہے۔

تج پال نے کہا ”دوستو! ہم نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ ہماری طرح کامیاب ہونے والے اس وقت میں کریں گے کہ الپا کو چنا تا کر کے اسے اپنی معمولہ اور کنیز بنائیں گے تاکہ اسرائیل پر حکومت کر سکیں۔“

ایک ساتھی مائیک مورو نے کہا ”ہاں ایسا تو کرنا ہی چاہیے۔“

”تج پال نے کہا ”ایسا تو پارس نے بھی کیا ہوگا۔ اس کی اور الپا کی پرانی دوستی بھی ہے اور دشمنی بھی ہے۔ اس نے اسے معمولہ اور کنیز ضرور بنایا ہوگا۔“

بڑی رابرٹ نے کہا ”پارس اسے چنا تا کر تا تو اس کے دماغ کو لاک کر دیتا لیکن اس کا دماغ لاک نہ نہیں ہے۔ ہم الپا کے خیالات پڑھ رہے ہیں۔“

”پاما صاحب کے اوارے سے تعلق رکھنے والے کسی کو اپنا غلام نہیں بناتے۔ صرف اس کے دماغ میں جانے آئے گا چور راستہ بتا کر اسے آزاد چھوڑ دیتے ہیں پارس نے بھی اسے چنا تا کر کے اس کے اندر چور راستہ بتا کر اسے آزاد دی ہوگی۔“

”تم ٹھیک کہتے ہو۔ پارس نے ایسی کوئی چال چلی ہوگی۔ الپا کے دماغ میں ضرور رہ گیا ہوگا اور آئندہ اس کے متعلق بہت کچھ معلوم کرنے کا چور راستہ بنایا ہوگا۔“

”والٹن مندی یہ ہے کہ پارس کو الپا کے دماغ میں ہماری موجودگی کا پتہ نہ چلے۔ ہمارے لیے ٹرانزفاں مر مشین کا نقشہ سب سے اہم ہے اسے حاصل کرنا ہے۔“

”وہ نقشہ پارس اس کی رہائش گاہ سے لے گیا ہے۔ جوزف وینسکی نے کہا ”میں نے الپا کے چور خیالات سے معلوم کیا ہے۔ مشین کا ایک نقشہ واشٹن میں ہے۔ ایک بینک کے لاکر میں بوبی نے وہ نقشہ رکھا ہے۔ ہم وقت ضائع کیے بغیر وہاں سے نقشہ حاصل کر سکتے ہیں۔“

انہوں نے الپا کے خیالات پڑھ کر بوبی کے بینک اکاؤنٹ اور لاکر کے سلسلے میں مکمل معلومات حاصل کیں۔

تج پال نے کہا ”ایسا تو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ فوراً واشٹن میں کسی اہم افسر کے دماغ پر قبضہ جتا کر اسے بینک لے جاؤ۔ اپنے وقت تم نیلی پیٹی جانے والوں کو اس افسر کے ذریعے بینک فیجو ویرہ کے دماغوں پر بھی مسلط رہنا ہے۔ اس طرح تم

بہ آسانی لاکر سے وہ نقشہ نکال لاؤ گے۔“

بڑی رابرٹ نے کہا ”ہم ایک دوسرے کو یہ خبر دے رہے ہیں کہ ہم کس ملک اور کس شہر میں ہیں لیکن نقشہ کے پیش نظر کمرہ رہا ہوں کہ میں اس وقت واشٹن میں ہوں۔ جس آلہ کار کو ہم ٹرپ کر کے لاکر سے نقشہ لائیں گے۔ میں اس آلہ کار سے بینک کے باہر ہی وہ نقشہ لائیں کر لوں گا۔“

تج پال نے خوش ہو کر کہا ”اس طرح فوراً ہی وہ ہمارے ہاتھ آجائے گا۔ جاؤ فوراً یہ کام کرو۔“

وہ سب واشٹن کے ایک آری افسر کے دماغ میں آ گئے۔ جیسی پلاننگ کی گئی تھی اس کے مطابق کلیننگ بھی۔ تج پال بڑی بے چینی سے اس نقشے کا انتظار کر رہا تھا۔ مائیک مورو، بڑی رابرٹ اور جوزف وینسکی نے اپنے اپنے کاموں پر توجہ دینی شروع کر دی تھی۔

ایک اعلیٰ افسر کو اپنا آلہ کار بنایا۔ وہ ان کی مرضی کے مطابق بینک پہنچ گیا۔ اپنا شناختی کارڈ فیجو ویرہ کو دکھا کر وہاں کی طرف سے بوبی اسمتھ کے اکاؤنٹ اور لاکر کی چیکنگ آرڈر ز ہیں۔ کم آن لاکر کھولیں۔“

فیجو نے کہا ”سر! لاکر دو چابیوں سے کھلتا ہے۔ چابی مشروبی کے پاس ہے۔“

”بوبی اسمتھ مہرچکا ہے۔ اس کے گھر سے یہ دو کھانا حاصل کی گئی ہے۔“

ایک افسر نے وہ دوسری چابی دکھائی۔ فیجو لاکر کے سلسلے میں تحریری اجازت نامہ دیکھنا چاہتا تھا۔ جوزف وینسکی فیجو کے دماغ پر قبضہ جتا کر اعلیٰ افسر کے ساتھ لاکر میں آیا۔ وہاں اس نے بوبی کے لاکر کو کھول کر دیکھا۔

میں بوبی سے تعلق رکھنے والی دستاویزات تھیں۔ ان میں سے ایک یہ کیے ہوئے کاغذ کو کھول کر دیکھا۔ وہ انہیں مشین کا نقشہ تھا افسر نے اسے دوبارہ دیکھا اور وہاں سے لیا۔ لاکر میں ایک مائیکرو فلم تھی۔ اس نے وہ فلم بھی دیکھی۔

جیب میں رکھی۔ نقشہ لے کر بینک کے باہر آیا۔ پاتھ کے کنارے بڑی رابرٹ اپنی کار کی اینجنک سے بیٹھا ہوا تھا۔

وہ اپنی کار میں خاموش بیٹھا اس اعلیٰ افسر کے کنٹرول کر رہا تھا۔ اعلیٰ افسر نے اس کی مرضی سے اس کے پاس آکر اسے نقشہ اور مائیکرو فلم دی۔ اس نے جیپز لے کر اپنے پاس رکھیں پھر کار اشارت سے بڑھادی۔ کار اشارت کرنے اور ذرا پیچھے ہٹنے کے بعد دماغ رہنا لازمی تھا۔ ایسے وقت وہ افسر کے دماغ سے

نہ اب وہ افسر اپنا سر تھام کر سوچ رہا تھا کہ وہ بینک کے سامنے ایک فٹ پاتھ پر کیسے آگیا ہے؟ وہ غائب دماغ کیسے بن گیا تھا؟

اسی وقت فیجو دوڑتا ہوا بینک سے باہر آیا پھر اعلیٰ افسر سے ہوا ”سر! آپ نے لاکر کھولنے کا تحریری اجازت نامہ مجھے نہیں دیا ہے۔“

ایک افسر نے چرائی سے پوچھا ”کون سا لاکر؟ میں کسی کا لاکر کھولنے کے لیے تحریری اجازت نامہ کیوں دوں گا؟“

”سر! ابھی آپ بینک کے اندر آئے تھے آپ نے بوبی اسمتھ کا لاکر کھلوا دیا تھا۔“

”جو اس مت کرو۔ میں کسی کا لاکر کیوں کھلوں گا؟ میں بینک کے اندر نہیں گیا تھا۔“

”بینک کا اسٹاف گواہ ہے۔ آپ نے لاکر کھلوا دیا تھا۔ آپ کے پاس لاکر کی چابی ہے۔“

اس کی منہ میں ابھی تک وہ چابی تھی۔ اس نے چرائی سے چابی کو دیکھا پھر فیجو کے ساتھ آکر فون کے ذریعے کہا ”بڑی گاڑی کسی بھی نیلی پیٹی جانے والے کو فوراً میرے پاس بھیجو۔ بہت اہم معاملہ ہے۔“

فیجو یہ بات تمام امریکی نیلی پیٹی جانے والوں اور تمام اکابرین کو معلوم ہوئی کہ آری کے ایک اعلیٰ افسر کو غائب دماغ بنا کر بوبی اسمتھ کے بینک لاکر سے کچھ نکالا گیا ہے اور یہ ایک سے زیادہ نیلی پیٹی جانے والوں نے کیا ہے۔

یہ قیاس آرائیاں ہونے لگیں کہ ایسا کون لوگوں نے کیا ہے؟ پاما صاحب کے اوارے کے سراغ رسالوں نے پورس نے کہا ”واشٹن میں بوبی اسمتھ کا بینک اکاؤنٹ اور لاکر ہے۔ کچھ نیلی پیٹی جانے والوں نے اس لاکر سے اہم چیزیں نکالیں۔ امریکی اکابرین اور نیلی پیٹی جانے والے سمجھ رہے ہیں کہ لاکر سے کیا چرایا گیا ہے؟ اور کون لوگوں نے کیا کیا ہے؟“

پارس نے کہا ”بوبی اسمتھ کا تعلق اسرائیل اور الپا سے نہیں ابھی معلوم کرنا ہوں۔“

اس نے پارس کو مخاطب کیا ”ہیلو! اسرائیل میں خوب کام کر رہے ہو؟“

پارس نے کہا ”یار! بڑے دنوں کے بعد تمہارے نیکی کی فکر مصروفیات کے باعث عیش و عشرت کے لیے نکلیں۔ میں رہا ہوں اور میں سمجھتا ہوں تمہارے ساتھ بھی رہا ہوں۔ میں ٹھیک سمجھ رہا ہوں؟“

پارس نے کہا ”میں ٹھیک سمجھ رہا ہوں۔“

پھول کھانا مشکل نہیں ہے۔ میں ہانگ کانگ میں ہوں۔ اسکاٹ لینڈیا رڈ کی اسسٹنٹ ڈائریکٹر جنرل شیوانی جھ پر قربان ہو رہی ہے۔ اس نے مجھے چنا تا کر کرنے کے بعد مجھے اپنا تابع محبوب بنالیا ہے اور میں بن چکا ہوں۔“

”ہاں موت کو اپنی غلامی کا یقین دلاؤ تو وہ تن من دھن سے قربان ہوتی رہتی ہے۔ بانی دادے تم نے کیسے یاد کیا؟“

”الپا کے ایک ساتھی بوبی اسمتھ کے بارے میں جانتے ہو؟“

”بوبی اس کا دست راست تھا جو مہرچکا ہے۔“

”واشٹن میں اس کا بینک اکاؤنٹ اور لاکر ہے۔ کوئی نیلی پیٹی جانے والا یا جانے والے اس لاکر سے کچھ چرا کر لے گئے ہیں۔“

”او آئی سی۔ میں نے الپا کے چور خیالات سے معلوم کیا تھا۔ بوبی کے بینک لاکر میں ٹرانزفاں مر مشین کا نقشہ تھا۔ میں کسی وقت اسے وہاں سے نکال لینا چاہتا تھا۔ تم کہہ رہے ہو دوسروں نے وہ نقشہ چرایا ہے۔“

”وہ نیلی پیٹی جانے والے کون ہو سکتے ہیں؟“

”جو بھی ہیں۔ ان کی ایک ٹیم ہے۔ اندر سے کی نیلی پیٹی جانے والی ٹیم کو تم نے ٹھٹھا کر دیا ہے۔ اب ایک ٹیم تھری ہے کی ہے۔ دوسری ٹیم تج پال کی ہے۔“

”تھری ہے شیوانی کے پیچھے پڑے ہیں۔ ایک تج پال وہ گیا ہے۔ وہی اپنے نیلی پیٹی جانے والوں کے ساتھ ایکشن میں ہے۔ مہا! (سونیا) نے اس کے ایک نیلی پیٹی جانے والے بیڑوں کو ٹرپ کیا تھا۔ اس کے دماغ میں جاتے رہنے کے لیے راستہ بنایا تھا۔“

پارس نے سونیا کو مخاطب کیا۔ اسے بتایا کہ بوبی اسمتھ کے بینک لاکر سے ٹرانزفاں مر مشین کا نقشہ چرایا گیا ہے اور چوری کا فیجو پال کے نیلی پیٹی جانے والوں پر ہے۔

وہ سونیا کے ساتھ بیڑوں کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے خیالات سے پتا چلا کہ وہ اس چوری کے سلسلے میں کچھ نہیں جانتا ہے۔ سونیا نے اسے اخبار پڑھنے پر مجبور کیا۔ اس میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ پچھلے روز بوبی اسمتھ کے بینک لاکر سے پراسرار طور پر کوئی اہم چیز چرائی گئی ہے۔ بوبی اسمتھ مارا گیا ہے۔ اس کا تعلق اسرائیلی انتہائی جہمی سے تھا۔ چوری کی جانے والی چور کا تعلق اسرائیلی خفیہ ایجنسی سے ہوگا۔ چوروں کا سراغ لگانے کے لیے امریکی انتہائی جہمی والے سرگرم عمل ہیں۔

بیڑوں یہ خبر پڑھ کر سوچنے لگا ”کوئی نیلی پیٹی جانے والا

کتا بیات پبلی کیشنز

یہ بیک کے لاکر سے چوری کر سکتا ہے۔
سونیا نے اس کی سوچ میں کہا "شاید تاج پال نے چوری کرائی ہو۔"

"نہیں وہ ایسا کرتا تو مجھے ضرور بتاتا۔ میرے دوسرے ٹیلی پیٹھی جاننے والے ساتھی بھی ضرور بتاتے۔ یہ کسی دوسرے کا کام ہے۔"

سونیا نے اس کے دماغ سے واپس آکر پارس سے کہا "بیرون بے خبر ہے۔ تاج پال بہت ہی ذہین اور چال باز ہے۔ وہ بیرون کو اپنے ٹیلی پیٹھی جاننے والوں سے اور اپنے اہم معاملات سے بے خبر رکھتا ہے۔ جاننے ہو کیوں؟"

"میں سمجھ گیا تھا! آپ نے بیرون کو ٹریپ کیا تھا۔ تاج پال کو شبہ ہے کہ ہم اسے آزاد چھوڑ دینے کے بعد بھی چوری چھپے اس کے دماغ میں پیچھے ہیں۔ اگر وہ بیرون کو چیک لاکر سے چوری کرنے والی مہم میں شامل کرتے تو یہ بات ہمیں معلوم ہو جاتی۔"

"ویسے یہ ہمارا شبہ ہے۔ ہو سکتا ہے۔ تاج پال نے ایسا نہ کیا ہو۔"

"جس نے یہ کیا ہے؟ ہم اس کی کھوپڑی میں ضرور پنچیں گے۔"

"بیٹے! اپنے میں کتنی دیر لگتی ہے۔ آؤ ابھی چلتے ہیں۔" پارس اپنی ماں کے ساتھ پھر بیرون کے اندر پہنچ گیا پھر حیرانی سے بولا "مما! یہ کیا؟ آپ پھر اس کے پاس کیوں آئی ہیں؟"

"بیٹے! یہ تو ہم جانتے ہیں کہ تاج پال اور اس کے ٹیلی پیٹھی جاننے والے ساتھیوں نے اسے کھوٹا سکھ بنا دیا ہے۔ چلو! اب اس کھوٹے سکے کو طیش دلائیں۔"

بیرون اپنی بیوی مونورینا سے روباس کے موڈ میں تھا۔ وہ سونیا کی مرضی کے مطابق بولا "ایک میکینوزی مونو! ایک ضروری خیال خواتین کو رہا ہوں۔ پلیز انتظار کرو۔"

وہ خیال خواتین کی پرواز کرتا ہوا تاج پال کے پاس پہنچ کر بولا "واہ! بچ پال واہ! تم دوست بن کر خوب آؤ ہمارے ہو۔ تم سمجھتے تھے، مجھے تمہاری دوغلی خاتون کا پتا نہیں چلے گا۔"

تاج پال نے حیرانی ظاہر کی "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" بیرون نے کہا "بڑی رابرٹ وانگٹن میں بنے۔ وہاں کے چیک لاکر سے جو چھچھ چرایا گیا، وہ ابھی تک بڑی رابرٹ کے پاس ہے۔ میں نے اس کی ایک محبوبہ کے دماغ میں گھس کر یہ راز معلوم کیا ہے۔ تم انکار نہیں کر سکتے کہ تم نے اور میرے ٹیلی پیٹھی جاننے والے ساتھیوں نے مجھے اس معاملے

سے دور رکھا ہے۔"

تاج پال نے پریشان ہو کر کہا "تم اس کی محبوبہ تک کیے پہنچ گئے؟ دیکھو، ہمیں غلط نہ سمجھو۔ ہمیں شبہ تھا کہ سونا ہمارے دماغ میں آتی ہوگی۔ اسی لیے ہم نے اس اہم معاملے کو تم سے چھپایا تھا۔"

سونیا نے پارس سے کہا "کیوں بیٹے! ایک کھوٹے کے سے کیا کام لیا ہے؟"

"مما! آپ کا جواب نہیں ہے۔ ہم تو بوڑھے ہوں۔ تک آپ سے کچھ نہ کچھ سیکھتے رہیں گے۔"

وہ دونوں بیرون کے دماغ سے نکل آئے تھے۔ وہ ایک دم سے چونک کر بولا "تاج پال! میں تمہارے پاس کیوں آیا ہوں؟"

تاج پال کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ چیک لاکر سے تاج پال کی چوری کا بھید کھل چکا ہے۔



ٹیلی پیٹھی جاننے والے بڑے خوش نصیب ہوتے ہیں دوستوں اور دشمنوں کے دماغوں میں گھس کر ان کے اندر چھپی ہوئی سازشوں کو معلوم کر لیتے ہیں۔

اور ٹیلی پیٹھی جاننے والے بہت بد نصیب ہوتے ہیں دوسروں کی چھپی ہوئی باتیں معلوم کرنے والے خود مادی زندگی اپنے مخالفوں سے چھپ کر رہتے ہیں۔ یہ وہ کھاگنا ہے کہ کسی نے انہیں دیکھ لیا چرے سے بچان لیا یا ان کے خیال خواتین کرنے کے دوران میں انہیں تازلیا تو پھر ان کی نہیں ہے۔ ایک ٹیلی پیٹھی جاننے والا دوسرے ٹیلی پیٹھی جاننے والے کو ضرور ٹریپ کرنا ہے۔ کہیں سے چھپ کر مل جانے والے یا اعصابی کمزوری کی دوا کے ذریعے اپنی چلا کر زخمی کرتا ہے یا اعصابی کمزوری کی دوا کے ذریعے اپنی اور جسمانی طور پر کمزور بنا دیتا ہے اس طرح اسے مخالف پیٹھی جاننے والے کے دماغ میں پہنچنے کا موقع مل جاتا ہے۔

بیکر برائٹ کے ساتھیوں اندر سے نہیں آیا تھا۔ وہ ٹریپ کیا تھا صرف بیکر برائٹ گرفت میں نہیں آکر تھا۔ وہ سے فرار ہو کر گوا کے ایک علاقے گاٹا میں گھر چلا گیا۔

اس کا خیال تھا کہ کوئی دشمن ادھر نہیں آئے گا کیونکہ جنگل شامت کہیں بھی آجائے اس علاقے میں سے گزرنے والے بے فلو پیچھے ہوتے تھے وہ بھی دشمنوں سے چھپے اور بچنے کے لیے وہاں آگئے تھے۔

آدی بڑی خوش فہمی میں مبتلا رہتا ہے کہ موت اس کے قریب نہیں آئے گی اور وہ بیرون بھی ایک دوسرے کی بن کر وہاں پہنچے ہوئے تھے ایک بہت بڑے

کا آٹما سامنا ہوا تھا آتش کھیلنے کے دوران میں انہیں پتا کہ ان کے درمیان کوئی ٹیلی پیٹھی جاننے والا موجود ہے کی وجہ وہ کبھی بازی جیت رہے ہیں تو کبھی ہار رہے ہیں۔ ان کے دماغوں میں خطرے کی گھنٹی بجتی ہے وہ بیرون کی نہ انہیں کینو سے باہر نکل گئے باہر وہ انسانوں کی بھیڑ میں بھی چھپ سکتے تھے۔

وہ بیرون سے سمجھ گئے تھے کہ کوئی ٹیلی پیٹھی جاننے والا بھی چھپا ہوا ہے اور خیال خواتین کے ذریعے انہیں دیکھ رہا ہے۔ وہاں بھی چھپنے جائیں گے اس کی نظروں سے بچ نہیں سکتے۔

وہ بڑی الجھن میں تھے یہ سمجھ نہیں پارے تھے کہ ان ہاتھ آتش کھیلنے والا بیکر برائٹ ٹیلی پیٹھی جانتا ہے اور بیکر برائٹ نہیں جانتا تھا کہ اس کے مخالف کھلاڑی ہی دراصل اپنی جاننے والے ہے کا فوراً بے فلو ہیں۔

آتش کھیلنے کے دوران میں وہ ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے تھے لیکن انہوں نے ایک دوسرے کے دماغوں کے بارے کی کوئی شش نہیں کی تھی۔ یہ خیال تھا کہ وہ یوگا کے رہنے والے پانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی یہ سمجھ گئے کہ کوئی ٹیلی پیٹھی جاننے والا سامنے ہی موجود ہے۔

کینو سے باہر نکل آنے کے بعد بیکر برائٹ نے اپنے کے مطابق بے کا فوراً بے فلو کے دماغوں میں پہنچنا چاہا۔ معلوم ہو گیا کہ وہ بیرون ہی خیال خواتین کرنے والے کسی شخص سے ایک دوسرے کے قریب رہ کر دھوکا کھا رہے

ہے۔ جب ایک دوسرے کی حقیقت معلوم ہوئی تو وہ بیرون سے بے فلو کے لیے پہنچ بن گئے اب گوا کے اس علاقے میں بیکر برائٹ کو سلامت رہنا تھا یا پھر ان دونوں کو اپنی ہی خاطر بیکر برائٹ کو نشانہ بنانا تھا کسی بھی طرح اس کا ہتھکڑیا کرنا تھا۔ ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کے درمیان اسی طرح ہمارا موت کی جنگ جاری رہتی ہے۔

بے فلو وقت ان کا تیسرا ساتھی بے سامو موجود نہیں تھا۔ بے فلو دور پورپ کے ایک خسر میں تھا اس نے اپنے کے دماغوں میں آکر ان کے خیالات پڑھے پھر کہا "دونوں پھر کسی کی مصیبت میں پڑ رہے ہو۔ ابھی تو بے فلو پیچھا تھا۔"

بے فلو نے کہا "ہمیں کیا معلوم تھا کہ گوا کے اس علاقے میں ایک ٹیلی پیٹھی جاننے والا موجود ہو گا۔ وہ بے فلو نے کہہ دیا تھا۔"

بے فلو نے کہا "ہمیں کیا معلوم تھا کہ گوا کے اس علاقے میں ایک ٹیلی پیٹھی جاننے والا موجود ہو گا۔ وہ بے فلو نے کہہ دیا تھا۔"

بے فلو نے کہا "ہمیں کیا معلوم تھا کہ گوا کے اس علاقے میں ایک ٹیلی پیٹھی جاننے والا موجود ہو گا۔ وہ بے فلو نے کہہ دیا تھا۔"

بے فلو نے کہا "ہمیں کیا معلوم تھا کہ گوا کے اس علاقے میں ایک ٹیلی پیٹھی جاننے والا موجود ہو گا۔ وہ بے فلو نے کہہ دیا تھا۔"

بے فلو نے کہا "ہمیں کیا معلوم تھا کہ گوا کے اس علاقے میں ایک ٹیلی پیٹھی جاننے والا موجود ہو گا۔ وہ بے فلو نے کہہ دیا تھا۔"

بے فلو نے کہا "ہمیں کیا معلوم تھا کہ گوا کے اس علاقے میں ایک ٹیلی پیٹھی جاننے والا موجود ہو گا۔ وہ بے فلو نے کہہ دیا تھا۔"

"تم دو ہو اور وہ تھا ہے۔ بے فلو اس سے نہت سکتے ہو لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک تھا شخص دو چار بھاری پڑ جاتا ہے اگر ایسا ہوا تو میں اتنی دور رہ کر کم لوگوں کے لیے کچھ نہیں کر سکتا گا۔"

"تم چاہتے ہو ہم اس سے کتنا کر میاں سے دور چلے جائیں لیکن وہ بھی سہا ہوا ہو گا خود نقصان اٹھانے سے پہلے ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ ان حالات میں اس سے نمٹنا ہی ہو گا۔"

"جب ایسے حالات پیدا ہوں گے تو دیکھا جائے گا۔ فی الحال کسی بھی طرح اس علاقے سے بلکہ اس ملک سے دور چلے جاؤ۔"

ان تھری بے کی طرح بیکر برائٹ بھی اسی کوشش میں تھا کہ کسی طرح اس آفت زدہ علاقے سے بھاگ جائے۔ موجودہ حالات میں وہ علاقہ ان تینوں کے لیے آفت زدہ ہو گیا تھا۔

وہاں سے کہیں بھی جانے کے لیے ایک تو دریائی یا سمندری راستہ تھا یا پھر پانی وے کے ذریعے کسی بڑے شہر پہنچ کر وہ ہوائی جہاز کے ذریعے کہیں جاسکتے تھے۔ وہ تینوں اپنے اپنے طور پر سوچنے لگے کہ ان کے دشمن کس راستے سے جائیں گے ایک سیدھی سی بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ کوئی بھی فرار ہونے والا جگت میں آسمان راستے کا انتخاب کرے گا اور کسی شہر کے ہوائی اڈے تک پہنچنا نسبتاً آسان تھا۔

سمندری راستہ مشکل تھا اور اس راستے سے کسی گھنٹے بعد پہنچنا جاسکتا تھا۔

بے فلو نے فرار ہونے کے دوران میں اپنے چہروں پر تبدیلیاں کی تھیں ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے خود کو کسی حد تک ناقابل شناخت بنایا تھا۔ بوٹ میں مسافر کم تھے انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پہلی نظر میں کسی کو کسی پر شبہ نہیں ہوا انہوں نے کینو میں ایک دوسرے کو توجہ سے نہیں دیکھا تھا اور اب تو ان کے چہرے بدل گئے تھے اس لیے وہ ان الوقت ایک دوسرے کو نہیں پہچان رہے تھے۔

بے فلو نے فرار ہونے کے دوران میں اپنے چہروں پر تبدیلیاں کی تھیں ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے خود کو کسی حد تک ناقابل شناخت بنایا تھا۔ بوٹ میں مسافر کم تھے انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پہلی نظر میں کسی کو کسی پر شبہ نہیں ہوا انہوں نے کینو میں ایک دوسرے کو توجہ سے نہیں دیکھا تھا اور اب تو ان کے چہرے بدل گئے تھے اس لیے وہ ان الوقت ایک دوسرے کو نہیں پہچان رہے تھے۔

بے فلو نے فرار ہونے کے دوران میں اپنے چہروں پر تبدیلیاں کی تھیں ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے خود کو کسی حد تک ناقابل شناخت بنایا تھا۔ بوٹ میں مسافر کم تھے انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پہلی نظر میں کسی کو کسی پر شبہ نہیں ہوا انہوں نے کینو میں ایک دوسرے کو توجہ سے نہیں دیکھا تھا اور اب تو ان کے چہرے بدل گئے تھے اس لیے وہ ان الوقت ایک دوسرے کو نہیں پہچان رہے تھے۔

بے فلو نے فرار ہونے کے دوران میں اپنے چہروں پر تبدیلیاں کی تھیں ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے خود کو کسی حد تک ناقابل شناخت بنایا تھا۔ بوٹ میں مسافر کم تھے انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پہلی نظر میں کسی کو کسی پر شبہ نہیں ہوا انہوں نے کینو میں ایک دوسرے کو توجہ سے نہیں دیکھا تھا اور اب تو ان کے چہرے بدل گئے تھے اس لیے وہ ان الوقت ایک دوسرے کو نہیں پہچان رہے تھے۔

بے فلو نے فرار ہونے کے دوران میں اپنے چہروں پر تبدیلیاں کی تھیں ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے خود کو کسی حد تک ناقابل شناخت بنایا تھا۔ بوٹ میں مسافر کم تھے انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پہلی نظر میں کسی کو کسی پر شبہ نہیں ہوا انہوں نے کینو میں ایک دوسرے کو توجہ سے نہیں دیکھا تھا اور اب تو ان کے چہرے بدل گئے تھے اس لیے وہ ان الوقت ایک دوسرے کو نہیں پہچان رہے تھے۔

بے فلو نے فرار ہونے کے دوران میں اپنے چہروں پر تبدیلیاں کی تھیں ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے خود کو کسی حد تک ناقابل شناخت بنایا تھا۔ بوٹ میں مسافر کم تھے انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پہلی نظر میں کسی کو کسی پر شبہ نہیں ہوا انہوں نے کینو میں ایک دوسرے کو توجہ سے نہیں دیکھا تھا اور اب تو ان کے چہرے بدل گئے تھے اس لیے وہ ان الوقت ایک دوسرے کو نہیں پہچان رہے تھے۔

بے فلو نے فرار ہونے کے دوران میں اپنے چہروں پر تبدیلیاں کی تھیں ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے خود کو کسی حد تک ناقابل شناخت بنایا تھا۔ بوٹ میں مسافر کم تھے انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پہلی نظر میں کسی کو کسی پر شبہ نہیں ہوا انہوں نے کینو میں ایک دوسرے کو توجہ سے نہیں دیکھا تھا اور اب تو ان کے چہرے بدل گئے تھے اس لیے وہ ان الوقت ایک دوسرے کو نہیں پہچان رہے تھے۔

تو دہلی میں ہے ایک ضرور مارا جاتا ہے لہذا لڑائی سے پرہیز کرتا ہی دانش مندی ہے۔

جے کافو نے کہا ”اس بوٹ میں ہمارے علاوہ تین عورتیں اور پانچ مرد ہیں۔ ہمیں احتیاط سے ان کے خیالات کو پڑھنا چاہیے ہم کینوں میں دھوکا کھا گئے تھے یہاں نہیں کھانا چاہیے۔“

جے سامو نے کہا ”ان مسافروں میں کوئی یوگا کا ماہر ہوگا ضروری نہیں ہے کہ وہ یوگا کا ماہر نیلی جیسی جانتا ہو وہ سانس روکے گا تو ہم اس اندیشے میں مبتلا رہیں گے کہ وہی نیلی جیسی جانے والا دشمن ہے۔“

جے کافو نے کہا ”اگر یہاں کوئی یوگا کا ماہر ہوگا تو ہم اندیشوں میں مبتلا رہنے کے بجائے کسی طرح اس کے دماغ میں پہنچنے کا راستہ بنائیں گے۔“

جے کافو نے کہا ”کافو ٹھیک کرتا ہے ہمیں اس بوٹ میں دھوکا نہیں کھانا چاہیے اپنا شبہ دور کرنا چاہیے۔“

جے سامو نے کہا ”اچھی بات ہے میں ابھی تمہارے پاس ہوں۔ یہاں ایک ایک کے دماغ کو نڈل کر دیکھو ہم تین ہیں ایک تہا دشمن سے نمٹ لیں گے۔“

یہ فیصلہ کرتے ہی وہ دونوں ایک ایک مسافر کو کسی نہ کسی بہانے مخاطب کرنے لگے ان سے گفتگو کرتے ہوئے ان کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لینے لگے بیکر رات کو مخاطب کرنے اور اس سے گفتگو کرنے کا مطلب یہی تھا کہ ایسے وقت بیکر رات بھی ان کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے رہا تھا۔ ان تھری بے نے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ جو اب اس نے بھی ان کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو ان دونوں نے بھی اپنی سانسیں روک لیں۔

یہ عجیب تماشا ہو گیا۔ وہ تینوں جیسے والے ایک دوسرے کے سامنے اچانک ہی بے نقاب ہو گئے ایسا ان کی توقع کے خلاف ہوا تھا وہ تینوں ہی دنگ رہ گئے چند لمحوں تک ان کے ذہن خالی رہے وہ نہ سمجھ سکے کہ ایسے وقت کیا کرنا چاہیے پھر یکبارگی تینوں کا خطرے کا احساس ہوا۔ تینوں نے ہی بڑی پھرتی سے اپنے اپنے ریو اور نکالے اور ایک دوسرے کے نشانے پر آ گئے۔

بیکر رات نے کہا ”تم دو ہیں اکیلا مگر ایک ریو اور سے دو گولیاں نکلنے میں دیر نہیں لگے گی میں مرتے مرتے بھی تم دونوں کو لے موں گا۔ بولو کیا اس سمندری سز کو ہمارا آخری سزا ہونا چاہیے۔“

جے سامو نے کہا ”یاد رہے پھنس گئے۔ اس میں شبہ

نہیں کہ تم دونوں اسے مار ڈالو گے لیکن وہ بھی تم دونوں کے ساتھ لے ڈوبے گا۔“

ان تینوں کے ریو اور ایک دوسرے پر اٹھے ہوئے تھے اگر ایک فائر کرتا تو ساتھ ہی دوسرا بھی ہوتے ان میں سے کوئی سلامت نہ رہتا اس وقت ایک ہی بات سمجھ میں آئی ہے کہ اکثر ہتھیار ہوتے ہوئے بھی انہیں استعمال نہیں کیا جاسکتا نیلی جیسی کا خطرناک ہتھیار بھی ان کی ضمانت نہیں دے سکتا نہ طاقت نہ ہتھیار نہ ہی غیر معمولی صلاحیتیں کام آتی ہیں۔ ایسے وقت صرف وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

ان سب کے دماغوں میں اب ایک ہی بات غم کی سمجھو تا کرو ورنہ حرام موت مر جاؤ گے جے کافو نے پوچھا ”تم کون ہو؟“

بیکر رات نے کہا ”میں سوال میں کرتا ہوں تم دونوں کون ہو؟“

جے کافو نے کہا ”پہلے ہم نے سوال کیا ہے پہلے تم جواب دو پھر تمہیں بھی جواب ملے گا۔“

”میں ایک امریکی ہوں اپنے دشمنوں سے جان بچانے کے لیے یہاں چھپے آیا تھا اور شاید تم دونوں بھی چھپنے آئے تھے مگر تقدیر ہمیں بے نقاب کر رہی ہے۔ اب اپنے بارے میں بولو۔“

”ہم بھی امریکی ہیں۔ نیلی جیسی کا ظلم کبھی بھی عذاب بن جاتا ہے اور یقیناً ہم تینوں اس عذاب میں مبتلا ہیں۔“

”ہم تینوں ایک دوسرے کو اپنے نام نہیں بتا رہے ہیں اگر ہم نے ایک دوسرے سے کچھ چھپانے کی کوشش کی تو تینوں کو نقصان پہنچے گا بہتر ہے پہلے ہم اپنے اپنے ریو اور نکالیں۔“

ان تینوں نے اپنے اپنے ریو اور کو دیکھا جب انہوں نے درمیان بارود دیتا ہے تب تک ان کے انداز ہونے پر شبہ رہتا ہے وہ کسی وقت بھی دوندے بن سکتے ہیں بیکر رات نے پوچھا پہلے کون ریو اور نکالی کرے گا؟

”ہم تینوں ایک ساتھ اپنے اپنے ریو اور کے نیچے گولیاں نکالیں گے میں ایک سے گتا ہوں تین کتنے ہیں اپنے ریو اور کے سیفی بیچ کو لاک کریں گے اس طرح سے کوئی اندیشہ نہیں رہے گا۔“

جے کافو نے ایک سے گتا شروع کیا اس کے تین تین تینوں نے ایک ساتھ سیفی بیچ کو لاک کر دیا پھر وہ تینوں ایک ایک گولی نکال کر سمندر میں پھینکتے تھے اس طرح تینوں کے ریو اور خالی ہو گئے پھر انہوں نے اپنے اپنے

دیں کے اندر رکھ لیے۔

جے کافو نے کہا ”اب ہم ایک دوسرے سے خوف زدہ ہیں رہیں گے ہمارے پاس ہتھیار ہے مگر اسے استعمال کرنے میں دیر لگے گی ہم تینوں یہاں سے بھاگ کر نہیں بچے ہمارے چاروں طرف سمندر ہی سمندر ہے۔“

جے کافو نے کہا ”ان حالات میں ہم سب اپنی بہتری کے لیے سمجھو تا کر سکتے ہیں۔“

بیکر رات نے کہا ”میں اب بھی مطمئن نہیں ہوں ہمارے سامان میں کوئی خطرناک ہتھیار چھپا ہوگا۔ کسی لمحے یہ بھی موقع آکر وہ ہتھیار میرے خلاف استعمال ہو سکتے ہو۔“

جے کافو نے کہا ”ہمارے پاس اور کوئی ہتھیار نہیں ہے ہمارے سامان کی تلاشی لے سکتے ہو۔“

وہ آسانی سے کسی پر بھروسہ نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے کے سامان کی تلاشی لی پھر یہ اطمینان ہو گیا کہ اب وہ تینوں نشتے ہیں صرف خالی ریو اور ان کے لباس کا اندازہ کئے ہیں۔

بیکر رات نے کہا ”پہلے میں پوچھ رہا ہوں کوئی سوال یا غیر جواب دو تمہارے نام کیا ہیں؟ اور تم کتنے ساتھی ہیں؟“

جے کافو نے ایک دوسرے کو دیکھا وہ اپنی حالت نہیں بتانا چاہتے تھے بیکر رات نے کہا ”جھوٹ بولنے سے پہلے سوچ لو میں بھی جھوٹ بول سکتا ہوں اور جب ہمارا جھوٹ کھلے گا تو ہم پھر ایک دوسرے کے بدترین دشمن بن جائیں گے۔“

جے کافو نے کہا ”ہم تم سے کچھ نہیں چھپائیں گے میرا نام ہے جے میرے چار نیلی جیسی جاننے والے ساتھی ہیں۔ اس ساتھی کا نام سائن ہے۔“

بیکر رات نے ایک زوردار فتنہ لگایا۔ جے کافو نے بولنے نہیں رہے ہوئے بولا ”جے نہیں بولو گے ایسے لطیف سناؤ گے تو تمہیں پسند آئے گا۔“

”جے نہیں یقین نہیں آ رہا ہے جب کہ ہم جے بول رہے ہیں۔“

بیکر رات نے کہا ”پھر تو میں بھی تمہاری طرح جے بول رہا ہوں۔“

جے کافو نے ٹاکواری سے کہا ”منا سیشن کیا بکواس ہو تو ہم نے فریاد علی تیور کے قد اور جسامت کو دیکھ کر سب سے تمہیں بدل سکتے ہو مگر فریاد کے قد کو نہیں

بدل سکتے۔“

”تم بھی ہزار ہمیں بدل سکتے ہو مگر آندرے نہیں بن سکتے اور نہ ہی تمہارا یہ ساتھی سائن بن سکتا ہے کیونکہ آندرے اور سائن ایک ہفت پہلے میری گولیوں کا نشانہ بن چکے ہیں۔“

جے کافو نے پوچھا ”تم نے انہیں کیوں ہلاک کیا ہے تم کون ہو؟“

”یہ سوال پہلے میں نے کیا ہے کہ تم دونوں کون ہو۔ لہذا پہلے میرے سوال کا جواب دو۔“

”اب ہم جے بولیں گے کیا تم بھی اپنے بارے میں جے بتاؤ گے۔“

”ہاں آخری بار پوچھ رہا ہوں اس بار جے نہیں بولو گے تو ہمارے درمیان کوئی سمجھو تا نہیں رہے گا۔“

وہ دونوں سوچ میں پڑ گئے جے سامو نے ان سے کہا ”میری حقیقت نہ بتاؤ یہ تو یقینی بات ہے کہ کسی بھی مخالف نیلی جیسی جاننے والے پر کوئی بھروسہ نہیں کرتا یہ اپنے بارے میں سچ بھی بولے گا تو ہمیں یقین نہیں آئے گا۔ ممبئی پہنچنے تک اس سے محتاط رہو وہاں پہنچنے ہی اپنا راستہ الگ کرلو۔“

جے کافو نے بیکر رات سے کہا ”نہ تمہیں ہم پر یقین آئے گا نہ ہم تم پر بھروسہ کر سکیں گے بہتر ہے کہ صرف اپنی اپنی سلامتی کے لیے سمجھو تا کیا جائے۔“

”میں بھی یہی کہتا ہوں ہم ایک دوسرے پر اعتماد نہ کریں ممبئی پہنچنے تک ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچائیں پھر ہم مختلف فلاحیوں سے مختلف ملکوں کی طرف روانہ ہو جائیں۔“

جے کافو نے کہا ”ہمیں منظور ہے ہم اس بوٹ میں ایک ہی جگہ بیٹھے رہیں گے ایک دوسرے سے دور نہیں جائیں گے درجے کے اندیشہ رہے گا کہ ہم میں سے کوئی اپنا ریو اور لود کر رہا ہے۔“

وہ تینوں راضی ہو گئے ممبئی ابھی بہت دور تھا۔ پتا نہیں وہاں پہنچنے تک تقدیر کیا کچل کھلانے والی ہے؟ حالات کس طرح بدلنے والے تھے؟ ان کے دل کیوں ہونے والا ہے یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔

وہ تینوں ایک جگہ خاموش بیٹھے ہوئے تھے جے سامو نے کہا ”میں مصیبت ہے ہم شیوانی کے خلاف مجاہد بنانے والے تھے مگر یہ انہیں دشمن ہم پر مسلط ہو گیا ہے۔“

جے کافو نے کہا ”ہم اس اجنبی سے محتاط رہیں گے اور

کتابچیات پبلی کیشنز

(193)

دیوتا

دیوتا

جو ادھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا "لوہا بے کو کاٹنا ہے تمہاری ٹیلی پیٹھی کے ذریعے اس کی ٹیلی پیٹھی کا توڑ کیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک اچھا عمل ہوگا۔" اہل مسلمانوں سے اچھا سلوک کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔"

بھیانے خوش ہو کر کہا "شکر ہے اتنے دنوں کے بعد ہم ایک بات پر متفق ہوئے ہیں۔ میں ابھی اہل کے دماغ میں پیچھے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

وہ اہل کی آواز کو اور بولنے کو یاد کرنے لگا۔ ایک طویل عرصے تک اس سے رابطہ منقطع رہا تھا۔ ان دنوں اہل اپنا بول و لہجہ بدل کر بھیما سے گفتگو کیا کرتی تھی۔ بھیانے اسی بول و لہجے کو یاد کر کے خیال خوانی کی پرواز کی تو اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکا۔ جو ادھوڑے پوچھا کیا ہوا "کیا تمہاری ٹیلی پیٹھی کی صلاحیت کم ہو گئی ہے؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ اہل نے اپنا بول و لہجہ بدل لیا ہے۔ اس کے بارے میں اہم معلومات حاصل کرنی ہوں گی۔"

جو ادھوڑے کہا "میں بروٹھم میں بہت مقبول ہوں۔ میری شہرت اسرائیلی اکابرین تک پہنچی ہوئی ہے۔ تمہیں دشواری ہوگی تو میں کسی بھی زمانے ان اکابرین سے ملاقات کر سکتا ہوں۔ بلکہ اہل سے بھی ملاقات کر سکتا ہوں پھر تم میرے ذریعے اس کی موجودہ آواز اور لہجے کو سن سکو گے۔"

"مجھے دو چار اکابرین کے بول و لہجے یاد ہیں ابھی میں ان کے ذریعے سراخ لگا رہا ہوں۔ ناکامی ہوئی تو تمہارا تعاون حاصل کروں گا۔"

اس نے ایک آرمی افسر کا تصور کیا اس کے بول و لہجے کو یاد کیا پھر دوسرے ہی لمحے میں اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس کے خیالات سے پتا چلا کہ اہل ایک حادثے میں بری طرح زخمی ہوئی تھی وہ آج کل حیفہ کے ایک ملٹری اسپتال میں ہے۔ اس اسپتال میں اتنی رازداری سے زیر علاج ہے کہ دوسرے اکابرین بھی اس کے موجودہ حالات سے بے خبر ہیں۔

اہل نے صرف اس آرمی افسر کو اپنے زخمی ہونے کی اطلاع دی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے زخمی ہونے اور کمزور ہونے کی خبر پھیلے۔ اندیشہ تھا کہ دشمنوں تک بات سنبھلے گی تو وہ ایک جھگڑے کی آواز بنے گی۔ اس کے کمزور دماغ میں پہنچ جائیں گے اور اسے اپنا محکوم بنائیں گے۔

بھیانے آرمی افسر کے یہ خیالات پڑھتے ہی جو ادھوڑے کہا "ٹیلی پیٹھی کی دنیا میں ناقابل شکست کھلانے والی اہل

کمزور ہو گئی ہے ایک اسپتال میں بے یار و مددگار پڑی ہوئی ہے۔ ایک آرمی افسر کے سوا کسی سے مدد حاصل نہیں کر سکتی ہے۔ ہم آسانی سے اس کے دماغ میں پہنچ سکتے ہیں۔" ایسی بات ہے تو دیر نہ کرو۔ فوراً اس کے دماغ میں پہنچو۔

"پہلے میں اس کے سننے لب و لہجے کو سنوں گا پھر اس کے دماغ پر قبضہ کر جاؤں گا۔"

بھیانے اس آرمی افسر کے پاس پہنچ کر اس کے دماغ پر قبضہ کر لیا۔ اہل کے پاس اسپتال جانے پر مجبور ہوا۔ افسر فوری جپ میں بیٹھ کر ادھر جانے لگا۔ بھیانے کہا "اہل نے مجھے غلام بنایا تھا۔ میری بڑی توہین کی تھی۔ اب میں اسے اپنی کینز اور وارڈشپ بنا کر رکھوں گا۔"

"ایک نگاہ گاری طرح اسے داشتہ بنانے کی بات نہ کرو۔ اس نے تمہارے خلاف جو کیا تھا صرف اس کی سزا دو گے۔" جب وہ مجھے غلام بنا سکتی ہے تو کیا میں اسے داشتہ نہیں بنا سکتا۔"

"یہ نہ بھولو کہ جسم میرا ہے۔ تم ایسی حرکت کرو گے تو گویا وہ میری داشتہ بنے گی۔ میں نہیں چاہوں گا کہ تمہاری ایسی کسی حرکت سے میں گناہ گار بن جاؤں۔"

"کیا مصیبت ہے ہم اہل کے معاملے میں متفق ہوئے ہیں۔ پلیز اس معاملے میں اختلاف نہ کرو۔"

"جب بھی کوئی غیر اخلاقی اور غیر انسانی بات ہوگی تو میں اس کی مخالفت کروں گا۔ اس وقت تم میری مخالفت کرو گے تو میں تمہیں بھی خیال خوانی سے روک دوں گا۔"

بھیانے بڑی مجبوری سے بولا "تمہارے پاس یہ انگوٹھی ہے۔ اسے تمہارے اچھے بھی مجھے خیال خوانی سے روک نہ پائے۔ میں مجبور ہوں۔ ٹھیک ہے میں اسے داشتہ نہیں بناؤں گا۔" افسر اسپتال پہنچ رہا ہے۔ نہیں اس پر توجہ دینا چاہیے۔ وہ افسر اسپتال وارڈ کے اس کمرے میں پہنچ گیا۔ جہاں اہل بستر پر بیٹھی پھل کھا رہی تھی اور وہ دودھ پی رہی تھی۔ وہ جلد جسنانی اور دماغی توانائی حاصل کرنے کے لیے دوام اور اچھی غذا میں استعمال کرتی رہتی تھی۔ اہل اس نے کمرے میں پہنچ کر اسے سیلوٹ کیا پھر بولا "مینڈم؟"

کسی ہیں؟

وہ بولی "زخم بھر رہے ہیں۔ اس حد تک توانائی میں ہو چکی ہے کہ میں بستر سے اٹھ کر کمرے میں چلے پھرے گی۔"

مجھے اس وقت خوشی حاصل ہوگی۔ جب میں اچھی نہ پھرے اور جو گنگ کرنے لگوں گی۔ جو گنگ کرنے نہ کرنے سے جو دماغی توانائی حاصل ہوگی اس کے پھرے خیال خوانی کرنے لگوں گی۔"

جاس افسر کے ذریعے اہل کی آواز سننے ہی بڑی تھی اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ افسر سے کہہ رہی تھی کہ راز دار بن کر مجھ سے بھرپور تعاون کرتے رہے۔ ان توانائی حاصل کرنے کے بعد میں تمہیں مالا مال کر دوں گی۔ تمہاری ہر خواہش پوری کر دوں گی۔ تمہاری وجہ تمام دشمن اب تک مجھ سے بے خبر ہیں۔"

جاس افسر نے کہا "مینڈم آپ کو پارس کی طرف سے اہل اسکا تھا مجھے اپنی معمول بنا سکتا تھا لیکن اس میں کیا ہے۔"

جاس نے آرمی افسر کی زبان سے سوال کیا "کیا آپ کو پتا ہے کہ اس نے آپ پر توہین عمل نہیں کیا ہوگا؟" اہل پورا یقین ہے۔ اب سے پہلے بھی ایسا ہو چکا ہے۔ فیضی نے تمام مسلمان ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کو پتا ہے کہ مجھے چنانچہ نہ کیا جائے۔"

جاس بات تسلیم کر رہا تھا اگر پارس اسے چنانچہ نہ کرتا تو اہل کو لاک کر دیتا جبکہ اس کے دماغ کا دروازہ کھلا رہتا۔ وہ بڑی آسانی سے اس کے اندر پہنچا ہوا تھا۔

جاس نے اہل کی بات سن کر ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ اہل نے بولا "مجھے اپنے اندر کسی کی ہنسی سنائی دے رہی ہے۔"

جاس نے کہا "میری ہنسی نہیں پہچان رہی ہو۔ آواز کی ہم تم میں بھی ایک چاہے تھی تمہیں یاد ہو کہ نہ اتنی سے بولی "بھیانے تمہیں میری اس حالت کا پتا نہیں تمہیں نہیں ہو، تم پارس ہو، بھیما کی آواز نہیں سن کر رہے ہو۔"

جاس نے بولی "مسلمان ٹیلی پیٹھی جاننے والے ہنسنے نہیں کرتے ہیں۔ ابھی میں تم پر توہین عمل کر رہا ہوں۔ بھیانے بولے "توہین ہو جائے گی۔"

جاس نے بولی "ایک دشمن میرے دماغ میں آیا ہے۔ مجھے بچاؤ۔ ڈاکٹر کو بلاؤ وہ مجھے بچے گا۔"

ہوشی کا انجکشن لگائے گا پھر میرے بے ہوش ہونے کے باعث بھیما مجھ پر توہین عمل نہیں کر سکے گا۔"

آرمی افسر نے کہا "میں ابھی ڈاکٹر کو بلا کر آتا ہوں۔" وہ پلٹ کر جانا چاہتا تھا مگر چاک ہی پیچ مار کر فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ بھیانے اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا تھا۔ جو ادھوڑے کہا "اس افسر کی غلطی نہیں ہے۔ تم اسے کیوں تکلیف پہنچا رہے ہو میں آئندہ ایسا نہیں کرنے دوں گا۔"

بھیانے کہا "پلیز سمجھنے کی کوشش کرو اگر میں اسے نہیں روکوں گا تو وہ ڈاکٹر کو بلا کر لائے گا اسے بے ہوش کیا جائے گا پھر میں اس پر توہین عمل نہیں کر سکتا۔ وہ ایسے ہی ہتھکنڈوں سے اپنے بھانجے کی مذاہیر کر رہی ہے۔ یہ کامیابی حاصل کرنے کا سنہری موقع ہے۔ پلیز ابھی کسی بات پر اعتراض نہ کرو۔"

پھر اس نے اہل کے دماغ پر قبضہ کر لیا۔ آرمی افسر نے کہا "چلو انھوں نے دردی درست کرو اور خاموشی سے ہیڈ کوارٹر چلے جاؤ۔ کسی ڈاکٹر سے کچھ نہ کہو۔"

وہ بے چارہ اٹھ کر خاموشی سے چلا گیا۔ اہل پریشان ہو رہی تھی۔ اسے اپنے بچاؤ کا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے سر ہانے رکھے ہوئے موبائل فون کو دیکھا پھر سوچا فون کے ذریعے ڈاکٹر کو بلا دیا جائے لیکن بھیانے اسے لینے پر مجبور کر دیا۔ وہ بے بسی سے بولی "مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم بھیما ہو اگر پارس ہوتے تو ایسا سلوک نہ کرتے۔"

"زیادہ نہ بولو آنکھیں بند کرو۔ میں تمہیں ٹیلی پیٹھی کی لوری سنا رہا ہوں سو جاؤ۔"

وہ سوتا نہیں چاہتی تھی۔ آنکھیں کھلی رکھنا چاہتی تھی لیکن وہ اس کے دماغ پر مسلط ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھیں آپ ہی آپ بند ہونے لگیں وہ نہ چاہنے کے باوجود گہری نیند میں ڈوبنے لگی۔

وہ بڑے اطمینان سے بڑے یقین کے ساتھ اس پر توہین عمل کرنے لگا۔ اہل اس کے زیر اثر آگئی تھی اس کی معمول بنی جا رہی تھی۔ بھیانے اپنے عمل کا اختتام کرتے ہوئے کہا "آئندہ تم میری محکوم رہو گی اور میرے احکامات کی تعمیل کرتی رہو گی۔ اب تم آرام سے سو جاؤ۔"

اسے سو جانا چاہیے تھا مگر اس نے آنکھیں کھول کر کہا "یہ تم اتنی دیر سے میرے دماغ میں کیا کیا کر رہے تھے؟"



بھیا نے پوچھا کہ پوچھا "کیا اتنی دیر سے تم میرے زیر اثر نہیں تھیں؟ میں نے پتا نہ کر کے میں کوئی غلطی کی ہے۔ کوئی بات نہیں" میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔ اب پوری توجہ سے پتا نہ کروں گا۔"

"کبھی تمہارے باپ نے بھی کسی کو پتا نہ کیا ہے؟" وہ غصے سے بولا "کیسا اس مت کرو۔ ابھی تمہارے دماغ میں زلزلہ پیدا کروں گا۔ تم چپیں مارتی ہوئی بند سے نیچے گر کر تڑپتی نظر آؤ گی۔ میں حکم دیتا ہوں آنکھیں بند کرو۔"

"کیا بچ آنکھیں بند کروں؟"

"ارے تو کیا میں مذاق کر رہا ہوں۔"

"میرے آنکھیں بند کرتے ہی ہلک تو نہیں جاؤ گے۔" اس نے آنکھیں بند کیں اس کے ساتھ ہی سانس بھی روک لی۔ بھیا کی سوچ کی لہر اس کے اندر سے نکل گئیں۔ وہ جو اس وقت دماغی طور پر یرو غلٹم میں حاضر ہو گیا۔

جوانے پوچھا "یہ کیا ہوا؟" بھیا نے پریشانی سے کہا "کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ میں نے ابھی اس کے اندر رہ کر معلوم کیا تھا اس کے زخم بھر رہے ہیں لیکن وہ جسمانی اور دماغی طور پر اب تک کمزور ہے۔ زیادہ چلنے بھرنے کے قابل نہیں ہے۔ خیال خالی کرنا تو دور کی بات ہے۔ وہ چند سیکنڈ کے لیے سانس روکنے کے قابل بھی نہیں ہے۔"

جوانے کہا "لیکن ابھی اس نے سانس روک لی تھی۔ جس کے نتیجے میں ہم اس کے دماغ سے نکل آئے ہیں۔ میرا خیال ہے تم نے اس کے خیالات پڑھنے میں غلطی کی ہے۔ وہ اتنی کمزور نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو۔ وہ سانس روک سکتی ہے اور وہ اس کا ثبوت دے چکی ہے۔"

"میں مانتا ہوں میں نے اس کے خیالات پڑھنے میں غلطی کی ہے۔ وہ دماغی طور پر کمزور نہیں ہے۔"

"اگر وہ کمزور نہیں ہے تو تم اتنی دیر تک اس کے دماغ میں کیسے رہے اور بڑے یقین سے تو یہی عمل کرتے رہے۔ اس وقت اس نے سانس نہیں روکی تھی۔"

"وہ ہمیں الو بنا رہی تھی۔"

"ہمیں نہ کہو۔ تمہیں الو بنا رہی تھی۔ خواہ مخواہ میں تمہارے ساتھ لگا رہا۔"

"ایسا تو ہو گا تم میرے ساتھ لگے رہو گے اور میں تمہارے ساتھ لگا رہوں گا۔ ہم اس طرح جڑ گئے ہیں کہ موت کے بعد ہی الگ ہو سکتے ہیں۔"

"صرف اپنی بات کرو۔ تم ٹیلی پتھی کے معاملے میں کمزور ہو غلط خیال خواتی کرتے ہو غلط خیالات پڑھتے ہو۔"

"ایک بار غلطی ہو گئی۔ دوسری بار نہیں ہو گی۔" اسے دماغی طور پر کمزور بنائیں گے پھر اس کے اندر اسے پتا نہ کریں گے۔

"تم تو یہی عمل کرنا نہیں جانتے ہو۔ بڑی دیر نہ کرنے کے باوجود اسے زیر اثر نہ لائے۔ اس کے اندر کمزور بنانے سے پہلے تمہیں اچھی طرح تو یہی عمل چاہیے۔"

"فصل باتیں نہ کرو میں کالے جا دوں، ٹیٹا بیٹا اور تو یہی عمل کرنے میں استادوں کا استاد ہوں۔ میں کہہ رہا ہوں کہ وہ ہمیں، ہمیں نہیں سمجھے۔ کوئی بات نہ سمجھے جا رہا ہے۔ الپا بہت ہی چالاک اور بہت ہے۔ ایسی حکمران عورت کو تم دماغی کمزوری میں مبتلا کر گئے۔"

"ہمیں باپوس نہیں ہونا چاہیے۔ وہ زخمی ہے۔ ہم فیض جانیں گے اس سے پہلے کہ اپنا اس کی چھٹی ہو اور وہ کس روپوش ہو جائے۔ ہم اس کی کو آواز کرنا کر اسے دماغی کمزوری کی دوا کھلا دیں گے۔"

"ہوں وہاں جاتا ہی ہو گا۔ وہ تمہارے قابو نہ آئے گی تو میں اس سے ملاقات کروں گا۔ مجھے کرتے ہی وہ مجھ سے متاثر ہو جائے گی۔ میری کیا بات انکار نہیں کرے گی۔ میری مرضی کے مطابق نہیں عمل کرنے کی بھی اجازت دے دے گی۔"

"اوہ جو اب میں تو بھول ہی گیا تھا کہ تمہاری انگو آسکتی ہے۔ اگر تم اسے اپنی انگو پھنی پنا دو گے تو وہ محکوم بن جائے گی۔"

"اسے اپنی انگو پھنی پتانے کے لیے مجھے اپنی انگو پھنی اتارنی پڑے گی۔ یوں تمہاری زندگی کی آخری خواہش پوری ہو جائے گی۔ کیا تم اپنی طرف سے۔"

"میری نیت پر شبہ نہ کرو۔ میں تو اپنا کچھ نہیں کر رہا۔"

"ایسا کہہ رہا ہوں۔"

"وہ تمہارے غصے میں آجائے گی۔ میں وہاں جاؤں گا۔ اس سے مصافحہ کروں گا۔ بس اتنا ہی کافی ہو گا۔"

"وہ فیض جانے کی تیاری کرنے لگا۔ اسی وقت پر دستک ہوئی اس نے کہا "آجاء۔"

"دروازہ کھلا اس کی محبوبہ اس کی جان چات۔ آکر پوچھا "تم کہاں کم رہتے ہو۔ کتنے دن کمزور رہے۔ صورت بھی نہیں دکھاتے ہو۔ کیا مجھ سے۔"

وہ اس کے قریب آکر بولا "تم میری پہلی اور آخری بات سے تیز ار نہیں ہو سکتا۔"

"یہ بڑی بات نہیں تو اور کیا ہے۔ پہلے میرے قریب آئی تھی بازوؤں میں سمیٹ لیٹے تھے۔ دل کی دھڑکنوں کو دیکھتے تھے۔"

"میں نے اس کے اندر کہا "وہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ تم ایک ہفتے کی طرح سیدھے کھڑے ہو۔ یا رہا تھ بڑھاؤ۔"

"کچھ باتیں نہ کرو میں کالے جا دوں، ٹیٹا بیٹا اور تو یہی عمل کرنے میں استادوں کا استاد ہوں۔ میں کہہ رہا ہوں کہ وہ ہمیں، ہمیں نہیں سمجھے۔ کوئی بات نہ سمجھے جا رہا ہے۔ الپا بہت ہی چالاک اور بہت ہے۔ ایسی حکمران عورت کو تم دماغی کمزوری میں مبتلا کر گئے۔"

"فصل باتیں نہ کرو میں کالے جا دوں، ٹیٹا بیٹا اور تو یہی عمل کرنے میں استادوں کا استاد ہوں۔ میں کہہ رہا ہوں کہ وہ ہمیں، ہمیں نہیں سمجھے۔ کوئی بات نہ سمجھے جا رہا ہے۔ الپا بہت ہی چالاک اور بہت ہے۔ ایسی حکمران عورت کو تم دماغی کمزوری میں مبتلا کر گئے۔"

"ہمیں باپوس نہیں ہونا چاہیے۔ وہ زخمی ہے۔ ہم فیض جانیں گے اس سے پہلے کہ اپنا اس کی چھٹی ہو اور وہ کس روپوش ہو جائے۔ ہم اس کی کو آواز کرنا کر اسے دماغی کمزوری کی دوا کھلا دیں گے۔"

"ہوں وہاں جاتا ہی ہو گا۔ وہ تمہارے قابو نہ آئے گی تو میں اس سے ملاقات کروں گا۔ مجھے کرتے ہی وہ مجھ سے متاثر ہو جائے گی۔ میری کیا بات انکار نہیں کرے گی۔ میری مرضی کے مطابق نہیں عمل کرنے کی بھی اجازت دے دے گی۔"

"اوہ جو اب میں تو بھول ہی گیا تھا کہ تمہاری انگو آسکتی ہے۔ اگر تم اسے اپنی انگو پھنی پنا دو گے تو وہ محکوم بن جائے گی۔"

"اسے اپنی انگو پھنی پتانے کے لیے مجھے اپنی انگو پھنی اتارنی پڑے گی۔ یوں تمہاری زندگی کی آخری خواہش پوری ہو جائے گی۔ کیا تم اپنی طرف سے۔"

"میری نیت پر شبہ نہ کرو۔ میں تو اپنا کچھ نہیں کر رہا۔"

"ایسا کہہ رہا ہوں۔"

"وہ تمہارے غصے میں آجائے گی۔ میں وہاں جاؤں گا۔ اس سے مصافحہ کروں گا۔ بس اتنا ہی کافی ہو گا۔"

"وہ فیض جانے کی تیاری کرنے لگا۔ اسی وقت پر دستک ہوئی اس نے کہا "آجاء۔"

"دروازہ کھلا اس کی محبوبہ اس کی جان چات۔ آکر پوچھا "تم کہاں کم رہتے ہو۔ کتنے دن کمزور رہے۔ صورت بھی نہیں دکھاتے ہو۔ کیا مجھ سے۔"

"وہ فیض جانے کی تیاری کرنے لگا۔ اسی وقت پر دستک ہوئی اس نے کہا "آجاء۔"

نہیں ہو اور جو ہر چائی نہیں ہوتا۔ وہ تمام عمر کسی ایک سے ہی محبت کرتا ہے۔ مجھے تم پر اندھا اعتماد ہے۔ تم میرے اور صرف میرے ہو۔"

"اس اعتماد کو قائم رکھو اور میاں سے چلی جاؤ جب میرا عمل پورا ہو جائے گا تو میں خود تمہارے پاس آؤں گا۔"

"وہ خاموشی سے سر جھکا کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کمرے سے باہر گئی اور اس کی نظروں سے ادھل ہو گئی۔"

"جوانہ اسے دل و جان سے چاہتا تھا۔ اسے دن رات اپنے قریب رکھنے کی آرزو تھی مگر بڑی مجبوری تھی۔ ان دو محبت کرنے والوں کے درمیان ایک تیسرا ناخرم موجود رہتا تھا۔ اس ناخرم کو نیک اعمال سے محرم بنانا ہو گیا تھا۔"

"بھیا نے کہا "میں نے تمہارے جیسا فرشتہ نہیں دیکھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مرد عورتوں کی اس حد تک عزت کرتے ہیں۔ جیسے تم حدیقہ کی عزت کر رہے ہو۔ میں اس سلسلے میں تم سے ایک کونوں جب سے تمہارے اندر آیا ہوں تم نے مجھے کسی ایک حسد کی طرف بھی جھکنے نہیں دیا ہے۔ مجھے غصہ آ رہا ہے چلو اپنا سفری بیگ اٹھاؤ اور نکلو میاں سے۔"

"وہ اپنا سفری بیگ اٹھا کر فیض کی طرف روانہ ہو گیا۔ ادھر فیض کے اسپتال میں الپا بستر پر لیٹی ہوئی تھی اور یہ سوچ کر حیران ہو رہی تھی کہ وہ ابھی تک جسمانی اور دماغی طور پر کمزور ہے۔ ایسی کمزوری کے باوجود اس نے سانس کیسے روک لی تھی۔ بھیا کے تو یہی عمل کو کیسے ناکام بنادیا تھا بھیا کا عمل خود کسی وجہ سے ناکام ہو گیا تھا۔ یہ تمام باتیں اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں۔"

"وہ بستر اٹھ کر بیٹھ گئی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کمزور ہے یا اس کی توانائیاں بحال ہو چکی ہیں۔ وہ خود کو آزمانے کے لیے بستر سے اتر کر کھڑی ہو گئی پھر آہستہ آہستہ چلنے لگی۔ ادھر سے ادھر ٹھٹھنے لگی لیکن ایک منٹ کے اندر ہی تھک گئی۔ بستر کے سرے پر آکر بیٹھ گئی پھر پانچتے ہوئی بولی "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں تو بہت کمزور ہوں میں نے سانس کیسے روک لی تھی؟"

"وہ سر اٹھا کر خلا میں بکتی ہوئی بولی "مارس یہ تم ہو۔ تم دشمنی بھی کر رہے ہو اور میری حفاظت بھی کر رہے ہو۔ اب تم مجھ سے کبھی محبت نہیں کرو گے لیکن نفرت بھی نہیں کر رہے ہو۔ میں دنیا کی بدترین عورت ہوں۔ تم ہر برے وقت میں میری مدد کرتے رہے ہو۔ میں تمہاری جان لینے کی کوششیں کرتی رہی۔ میں تم سے انتہا کرتی ہوں۔ مجھ سے بات کرو۔ میں پورے یقین کے ساتھ کہتی ہوں کہ تم میرے

"وہ بستر اٹھ کر بیٹھ گئی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کمزور ہے یا اس کی توانائیاں بحال ہو چکی ہیں۔ وہ خود کو آزمانے کے لیے بستر سے اتر کر کھڑی ہو گئی پھر آہستہ آہستہ چلنے لگی۔ ادھر سے ادھر ٹھٹھنے لگی لیکن ایک منٹ کے اندر ہی تھک گئی۔ بستر کے سرے پر آکر بیٹھ گئی پھر پانچتے ہوئی بولی "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں تو بہت کمزور ہوں میں نے سانس کیسے روک لی تھی؟"

"وہ سر اٹھا کر خلا میں بکتی ہوئی بولی "مارس یہ تم ہو۔ تم دشمنی بھی کر رہے ہو اور میری حفاظت بھی کر رہے ہو۔ اب تم مجھ سے کبھی محبت نہیں کرو گے لیکن نفرت بھی نہیں کر رہے ہو۔ میں دنیا کی بدترین عورت ہوں۔ تم ہر برے وقت میں میری مدد کرتے رہے ہو۔ میں تمہاری جان لینے کی کوششیں کرتی رہی۔ میں تم سے انتہا کرتی ہوں۔ مجھ سے بات کرو۔ میں پورے یقین کے ساتھ کہتی ہوں کہ تم میرے

"وہ سر اٹھا کر خلا میں بکتی ہوئی بولی "مارس یہ تم ہو۔ تم دشمنی بھی کر رہے ہو اور میری حفاظت بھی کر رہے ہو۔ اب تم مجھ سے کبھی محبت نہیں کرو گے لیکن نفرت بھی نہیں کر رہے ہو۔ میں دنیا کی بدترین عورت ہوں۔ تم ہر برے وقت میں میری مدد کرتے رہے ہو۔ میں تمہاری جان لینے کی کوششیں کرتی رہی۔ میں تم سے انتہا کرتی ہوں۔ مجھ سے بات کرو۔ میں پورے یقین کے ساتھ کہتی ہوں کہ تم میرے

"وہ سر اٹھا کر خلا میں بکتی ہوئی بولی "مارس یہ تم ہو۔ تم دشمنی بھی کر رہے ہو اور میری حفاظت بھی کر رہے ہو۔ اب تم مجھ سے کبھی محبت نہیں کرو گے لیکن نفرت بھی نہیں کر رہے ہو۔ میں دنیا کی بدترین عورت ہوں۔ تم ہر برے وقت میں میری مدد کرتے رہے ہو۔ میں تمہاری جان لینے کی کوششیں کرتی رہی۔ میں تم سے انتہا کرتی ہوں۔ مجھ سے بات کرو۔ میں پورے یقین کے ساتھ کہتی ہوں کہ تم میرے

"وہ سر اٹھا کر خلا میں بکتی ہوئی بولی "مارس یہ تم ہو۔ تم دشمنی بھی کر رہے ہو اور میری حفاظت بھی کر رہے ہو۔ اب تم مجھ سے کبھی محبت نہیں کرو گے لیکن نفرت بھی نہیں کر رہے ہو۔ میں دنیا کی بدترین عورت ہوں۔ تم ہر برے وقت میں میری مدد کرتے رہے ہو۔ میں تمہاری جان لینے کی کوششیں کرتی رہی۔ میں تم سے انتہا کرتی ہوں۔ مجھ سے بات کرو۔ میں پورے یقین کے ساتھ کہتی ہوں کہ تم میرے

"وہ سر اٹھا کر خلا میں بکتی ہوئی بولی "مارس یہ تم ہو۔ تم دشمنی بھی کر رہے ہو اور میری حفاظت بھی کر رہے ہو۔ اب تم مجھ سے کبھی محبت نہیں کرو گے لیکن نفرت بھی نہیں کر رہے ہو۔ میں دنیا کی بدترین عورت ہوں۔ تم ہر برے وقت میں میری مدد کرتے رہے ہو۔ میں تمہاری جان لینے کی کوششیں کرتی رہی۔ میں تم سے انتہا کرتی ہوں۔ مجھ سے بات کرو۔ میں پورے یقین کے ساتھ کہتی ہوں کہ تم میرے

اندھ موجود ہو۔ پارس پلیر ایک بار اور آخری بار مجھے معاف کر دو۔

وہ چپ ہو گئی انتظار کرنے لگی لیکن اسے اپنے اندر پارس کی آواز سنائی نہیں دی۔ ایسا پہلے بھی ہو چکا تھا پارس خاموشی سے اس کے اندر رہ کر اس کے کام آتا رہا تھا۔ اس وقت الپانے کی سوچا کہ شاید وہ نفرت سے نہیں بول رہا ہے یا پھر ابھی موجود نہیں ہے۔

وہ بولی "کوئی بات نہیں۔ تم مجھ سے نہ بولو۔ مجھ سے نفرت ظاہر کرتے رہو لیکن اب مجھے پورا یقین ہو چکا ہے کہ تم مجھے کسی بھی دشمن ٹیلی پیٹھی جاننے والے کی معمول بننے نہیں دو گے۔ میں دوسروں سے برتر رہتی ہوں۔ تم مجھے کم تر نہیں ہونے دو گے۔"

وہ سوچتے سوچتے بستر لیٹ گئی۔ تھکی ہوئی تھی۔ لیٹنے ہی خیز آگئی۔ جواد وہاں شام تک پہنچ گیا اس نے کاؤنٹر پر آکر کہا "میں ۲۰ نومبر ۲۰۰۲ء میں ایک مریضہ ہے ایک حادثے میں زخمی ہو گئی تھی۔ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

کاؤنٹر گرل نے کہا "سوری کسی کو اس مریضہ سے ملنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔"

"لیکن میں ویریننگ آؤر میں آیا ہوں۔"

وہ انکار میں کچھ کتا جاتی تھی۔ اس سے پہلے ہی جواد نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ وہ بولتے بولتے رک گئی۔ جواد کو ایسے دیکھنے لگی جیسے اس کی شخصیت سے متاثر ہو رہی ہو۔ جواد نے کہا "پلیر تم میرے ساتھ چلو گی تو کوئی پرے دار مجھے نہیں روکے گا۔"

"وہ بڑی لگاوت سے بولی "تمہارے ساتھ ضرور چلوں گی۔"

پھر اس نے پلٹ کر دوسری لڑکی سے کہا "جولی! ذرا دیر کے لیے میری سیٹ پر آ جاؤ۔ میں ابھی آ رہی ہوں۔"

وہ کاؤنٹر کے پیچھے سے گھوم کر اس کے پاس آگئی۔ اس کے بازو سے لگ کر بولی "کم آن میں تمہیں اس کمرے میں پہنچاؤں گی۔"

وہ اس سے ایسے لگ کر چلتی گئی۔ جیسے چلتے چلتے اس سے چپک جانا چاہتی ہو۔ بھیما نے کہا "آپا تمہارے اندر سامنے کے بعد پہلی بار بہار آئی ہے۔"

جواد نے کہا "ابھی خزاں آجائے گی۔ میں مجبوراً اس کے ساتھ چل رہا ہوں۔"

ہسپتال کے جس کوریڈور میں الپا کا کمرہ تھا۔ وہاں مسلح فوجی جوان پرادے رہے تھے۔ وہاں کسی غیر ضروری شخص کو آنے کی اجازت نہیں تھی۔ ایک فوجی افسر نے کاؤنٹر گرل

سے پوچھا "یہ کون ہے؟"

وہ بولی "میں ڈاکٹر نجاسن نے وزٹ کے لیے بھیجا ہے۔"

فوجی افسر نے اسے کمرے کے اندر جانے کی اجازت دے دی۔ جواد نے کاؤنٹر گرل سے کہا "تم جاؤ۔ میں ابھی کاؤنٹر آؤں گا۔"

وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ جواد دروازہ کھول کر اندر آیا۔ الپا بیڈ پر سو رہی تھی وہ دروازہ بند کر کے آہستہ آہستہ چلا آیا۔ اس کے قریب آیا پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ الپانے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا کسی اجنبی کو اپنے کمرے میں دیکھ کر اسے غصہ آتا چاہیے تھا لیکن انگوٹھی اپنا اثر دکھا رہی تھی۔ اس نے متاثر ہو کر بڑے نرم لہجے میں پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے کہا "میرا نام جواد بن سیم ہے۔ میں تم سے بہت پہلے ہی ملاقات کرنا چاہتا تھا مگر تم نے فرصت لی ہے۔"

الپا نے کہا "ہاں میں نے تمہارا نام سنا ہے۔ تم برونڈ میں بہت مشہور ہو۔ لاکھوں افراد تمہارے عقیدت مند ہیں۔ کیا تم ان پر جادو کرتے ہو؟"

"کسی کا دل جیتنے کے لیے جادو کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ مجھے کردار اور شیٹے بول سے دل جیتے جاتے ہیں۔"

"تم بہت اچھے ہو۔ بیٹھو بائیں کرو۔"

وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ بھیما نے اس کے اندر کہا "کیا کرتے ہو۔ اس کے پاس بیڈ پر بیٹھو وہ تم پر فدا ہو رہی ہے۔"

"بھیما! ابھی میں تمہاری زندگی میں بار لایا تھا پھر خدا لے آیا۔ اب الپا کے پاس بیٹھو گا تو تمہارا بھلا ہوگا۔"

وہ کہا "میں دل توڑنے کی بات کرتے ہو۔ تم نہیں جانتے کہ میں الپا کو اپنی لائف پارٹر بنا چاہتا تھا لیکن اس نے حقارت سے مجھے ٹھکرا دیا تھا۔ اب اس سے انتقام لینا موقع مل رہا ہے۔"

"عورت سے انتقام لینا مردانگی نہیں ہے۔ میں نہیں پہلے کہہ چکا ہوں کوئی غلط کام کرنے نہیں دوں گا۔ مجھے صرف اپنے کام پر دھیان دو۔ اس کے دماغ میں جادو۔"

"وہ میری موجودگی سے بھڑک جائے گی۔ شاید پھر سنا روک لے گی۔"

"وہ تمہاری مخالفت نہیں کرے گی۔ میں اسے نہایت طرف مائل کروں گا۔ تم جاؤ اور وقت ضائع کیے بغیر اسے معمول بنادو۔"

بھیما خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا الپا کے اندر آکر بولا "میں پھر آ گیا۔ کیا پھر سانس روک لو گی؟"

اس نے بھیما کی بات سنتے ہی سانس روکنے کی کوشش کی اور ناکم رہی۔ یہ سمجھ گئی کہ پارس ابھی اس کے اندر موجود ہیں۔ وہ ہوا تو بھیما کو فوراً بھگا دیتا۔

جواد اور بھیما لازم و ملزوم تھے۔ لہذا بھیما کے ساتھ جواد الپا کے اندر موجود تھا۔ بھیما نے خوش ہو کر کہا "یہ اس روکنے میں ناکام ہو رہی ہے اب میں اس پر کامیابی سے مل کر سکتا ہوں۔"

الپا نے کہا "میں تمہیں عمل کرنے نہیں دوں گی۔ مارے زیر اثر نہیں آؤں گی۔"

بھیما نے قہقہہ لگایا پھر اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ کیا۔ اسی وقت پارس وہاں پہنچ گیا۔ الپا نے اچانک دماغی انفی محسوس کی۔ اس وقت بھیما کہہ رہا تھا اب بستر لیٹ جاؤ اور آنکھیں بند کرلو۔"

الپا نے کہا "اے کتے! تو بار بار بھونکتے کیوں آجاتا ہے؟"

بھیما پھر بولکھا گیا۔ جواد نے تعجب سے کہا "ابھی تو یہ زور تھی پھر اسے دماغی توانائی کیسے حاصل ہو رہی ہے؟"

بھیما نے کہا "میری ٹیلی پیٹھی کام نہیں آ رہی ہے۔ اب اسے زیر اثر لائے ہو۔"

جواد کرسی سے اٹھ کر الپا کے قریب آیا۔ وہ بولی "تمہارے لاکھوں عقیدت مند ہیں اب میں سمجھ رہی ہوں کہ جادوگر ہو۔ مجھے حیرت زدہ کر رہے ہو۔"

"میں مسلمان ہوں۔ میرے دین میں جادو دیکھنے اور دیکھنے کی ممانعت ہے۔ خدا گواہ ہے کہ میں جادو نہیں دیکھتا ہوں۔ فلسطینی مسلمانوں کی بہتری کے لیے تمہیں اپنی فکر اٹھا کر رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے جواد نے اپنا ہاتھ الپا کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ الپا نے اپنا ہاتھ اسے دیکھتی ہوئی بولی "تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں۔ تم آرام سے لیٹ جاؤ۔ آنکھیں بند کرو اور کرسی کیل و جت کے بغیر بھیما کو پنا تاز کرنے دو۔ میں اسے کاموقع نہیں دوں گا۔"

جواد اپنی شخصیت سے متاثر ہونے والوں سے کوئی بات نہ کہتے تھے۔ فوراً اس کی بات مان لیتے تھے۔ الپا نے بھی یہی کیا۔ فوراً اس کی بات مان لی۔ بستر لیٹ گئی۔ بھیما نے اسے لٹا کر رکھ دیا۔

پارس حیرانی سے جواد کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اس نے الپا پر کوئی عمل نہیں کیا۔ کچھ بڑھ کر اس پر نہیں چھوٹا۔ اس نے جبراً اپنی بات اس سے نہیں منوائی۔ اس کے باوجود الپا خود بخود بخوبی عمل کے لیے راضی ہو گئی۔

وہ الپا کے اندر رہ کر اس کے احساسات کو سمجھ رہا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آئی کہ الپا اس کی شخصیت سے متاثر ہو رہی ہے۔ صرف وہی نہیں یروشلم کے لاکھوں افراد اس سے متاثر ہیں اور اس کے عقیدت مند ہیں۔

بھیما بخوبی عمل کرنے میں مصروف تھا۔ ایسے وقت اس کا دماغ پارس کے اختیار میں تھا۔ وہ پارس کی مرضی کے مطابق بھیما کو یہ تاثر دے رہی تھی کہ وہ اس کے عمل کے زیر اثر آ رہی ہے اور اس کی معمول بن رہی ہے۔

بھیما نے اپنے عمل کے اختتام پر اسے حکم دیا کہ وہ اپنی توہی نیند پوری کر لے اور دو گھنٹے تک آرام سے سوئی رہے۔ یہ حکم دے کر وہ اس کے دماغ سے نکل آیا۔ جواد نے کہا "اب ہمارا میاں رہنا ضروری نہیں ہے۔ ہم دو گھنٹے حیرت میں گزاریں گے۔ جب وہ نیند سے بیدار ہو جائے گی تو تم اس کے دماغ میں جا کر اپنے بخوبی عمل کے کامیاب ہونے کا یقین کرو گے۔ ایسا نہ ہو کہ پہلی کی طرح تم پھر ناکام رہو۔"

وہ دو گھنٹے کے بعد الپا کے دماغ میں آئے والا تھا۔ ادھر پارس اس کے اندر موجود تھا لیکن اپنی موجودگی ظاہر نہیں کر رہا تھا۔ اس وقت بھی اس نے الپا کو مخاطب نہیں کیا بلکہ اس کی سوچ میں کہا "یہ مجھے کیا ہوا ہے؟ میں جواد بن سیم سے متاثر کیوں ہو رہی ہوں؟"

الپا نے جواباً سوچا "میں خود حیران ہوں۔ پتا نہیں جواد میں کیا بات ہے۔ اس میں نامعلوم سی کشش ہے۔ اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر جو بات کہی میں نے اسے مان لیا۔ میں حیران ہوں کہ حیرت زدہ کیسے ہو گئی۔"

ابھی یہ بات نہ الپا سمجھ سکتی تھی اور نہ پارس کو معلوم ہو سکتی تھی کہ اس کی انگلی میں ایک انگوٹھی ہے۔ وہ انگوٹھی جسے چھوکتی ہے اسے جواد کا مطلع اور فرماں بردار بنا دیتی ہے۔

الپا یہ باتیں سوچتے سوچتے چونک گئی پھر بولی پارس "ابھی تم میرے اندر ہو۔ بھیما مجھے پنا تاز کر رہا تھا۔ اگر ابھی تم نہ ہوتے تو میں اس کی معمول اور تابع بن چکی ہوتی۔ تم نے ایک بار مجھے بھی اس کے بخوبی عمل سے پہچانا تھا۔ بولو پارس بولو کب تک مجھ سے ناراض رہو گے۔"

وہ خاموش ہو کر اس کے جواب کا انتظار کرنے لگی لیکن وہ ایسے خاموش رہا جیسے واقعی موجود نہ ہو۔ اس کی مسلسل

خاموشی سے کوئی بھی یقین کر سکتا تھا کہ وہ موجود نہیں ہے لیکن الپا کبھی یقین نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے دل کی گھڑائیوں سے کہا "مٹی بڑی دنیا میں صرف تم ہو جو ہزار دشمنی کے باوجود مجھے ہزاروں بار آفات سے بچاتے رہو گے یہ میرا یقین میرا ایمان ہے"

اسے جواب نہیں مل رہا تھا مگر وہ کہہ رہی تھی "اب میں مرے دم تک تمہاری دشمنی سے بھرپور محبت اور فخر کرتی رہوں گی۔ کسی بھی مصیبت میں اپنے خدا سے پہلے تمہیں پکارتی رہی رہی گی۔"

وہ بول رہی تھی اور پارس جو اد کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ جو اد نے خدا کو حاضر و ناظر جان کر الپا سے کہا تھا کہ ہمیں کے تو بی عمل سے الپا کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہ فلسطینی مسلمانوں کی بہتری کے لیے اسے معمول بنانا رہا ہے۔ یہ بات پارس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ جو اد ایک سچا اور دین دار شخص ہے۔ اس کے برعکس بھی انتہائی گھٹیا خود غرض اور مکار ہے پھر یہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے کیسے بن گئے ہیں؟

پارس ابھی ان دونوں کا تھوڑا سا سمجھ سکتا تھا۔ اس نے سوچا فرصت ملے ہی جو اد کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرے گا۔ اس نے اپنے ایک سراغ رساں کو مخاطب کر کے کہا "بڑھ گھنٹے بعد الپا کے دماغ میں آؤ پھر اس کے اندر واقعے و غفے سے آتے جاتے رہو۔ اسپتال میں کوئی بھی اس کے قریب آئے یا اس کے دماغ میں آئے تو فوراً مجھے اطلاع دو میں ابھی دوسری جگہ مصروف ہوں۔"

وہ بابا صاحب کے ادارے کے اس سراغ رساں کو یہ ذمے داری سونپ کر الپا کے دماغ سے چلا گیا۔

○●○

نارنگ کا ذہن ہوجا کہ وہ اپنی آتما شتی کے ذریعے جیسے ہارورڈ کا جسم حاصل کرچکا تھا۔ جیسے ہارورڈ ایک سائنس دان تھا۔ اس نے ایک ایسا آلات سماعت ایجاد کیا تھا جس کے ذریعے وہ اپنے کسی مطلوبہ شخص کی گفتگو ہزاروں میل دور سے بھی سن سکتا تھا۔ جیسے ایک ریڈیو اسٹیشن سے نشر ہونے والی آواز دنیا کے آخری سرے سے لے کر ذریعے دنیا کے آخری سرے سے بھی اپنی مطلوبہ آواز سن لیتا تھا۔

اس نے اس آلہ سماعت کو آپریشن کے ذریعے اپنے ایک کان سے منسلک کرایا تھا۔ نارنگ کو اس کے جسم کے ساتھ وہ غیر معمولی آلہ سماعت بھی مل گیا تھا جو آپریشن کے بغیر جیسے ہارورڈ کے کان سے الگ نہیں ہو سکتا تھا۔

یوں دیکھا جائے تو نارنگ نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی ایک تو پہلے ہی لٹی بیٹھی کی غیر معمولی صلاحیت تھی وہ سرا یہ کہ غیر معمولی سماعت بھی مل گئی تھی اس کے دشمن دنیا کے کسی بھی حصے میں ہوتے تو وہ ان کی باتوں سے اور سازشوں سے آگاہ ہو سکتا تھا لیکن جیسا کہ دیکھا گیا تھا نارنگ بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد ٹھوکرین کھاتا رہتا تھا۔ اس بار بھی اس نے زبردست ٹھوکر کھائی۔ وہ شیوانی کی نظروں میں آگیا۔ شیوانی نے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رسانوں کے ذریعے نارنگ تک رسائی حاصل کی اپنے ایک بیٹا تاز کرنے والے کے ذریعے اسے اپنا معمول اور محکم بنالیا۔

شیوانی جین جانے اور وہاں ٹرانس فار مشین کی تیاریوں میں رکاوٹیں پیدا کرنے اور مشین کا نقشہ حاصل کرنے کے لیے ایک مضبوط ٹیم بنا کر لندن سے روانہ ہوئی تھی۔ اس ٹیم میں ٹیلی بیٹھی جانے والے سے کافی اور بے غور بھی تھے جو اسے دھاندلے گئے تھے وہ بانگ کانک بچہ بخترہ گئی تھی لیکن وہ ضدی تھی جس بات کا ارادہ کر لیتی تھی اسے پورا کر کے ہی رہتی تھی۔

حوصلے مضبوط ہوں تو قسمت ساتھ دیتی ہے۔ خوش قسمتی سے نارنگ اس کی گرفت میں آگیا پھر پورس ایک امریکی ٹیلی بیٹھی جانے والے کی حیثیت سے اس کے سامنے آیا۔ اس کی اور شیوانی کی ملاقات ہوئی تو یہ ملاقات باہمی دلچسپی میں بدل گئی۔ شیوانی نے اپنی زندگی میں بھی کسی گھاس نہیں ڈالی لیکن پورس سے متاثر ہو گئی۔

دیے وہ اندھ سی محبت کی قائل نہیں تھی۔ جذبات میں بہہ کر کسی مرد کے قریب میں نہیں آتا جانتی تھی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ نارنگ کی طرح پورس کو بھی بیٹا تاز کرے گی۔ اسے اپنا معمول اور محکم بنائے گی۔ نارنگ تو صرف ایک غلام بن رہا ہے گا لیکن پورس کو اپنا لائف پارٹنر بنائے گی۔ جب اس نے پورس پر تنوی عمل کرنا تو وہ راضی خوش اس کا معمول اور تابع بن گیا۔ شیوانی اب تک اپنے تازہ شکاروں کو اسی طرح اپنے قابو میں کرتی رہی تھی۔ اس خوش فہمی میں مبتلا ہو گئی کہ پورس بھی اس کا تابع بن گیا ہے۔

کسی کے زیر اثر آنا اور کسی کا تابع بننا میرے اور بہت بچوں کے مزاج کے خلاف تھا۔ ہم سب پر ایسا دھاتی تنوی عمل کیا گیا تھا جس کے بعد دنیا کا کوئی بھی عامل ہمارے ذہن پر اثر انداز نہیں ہو سکتا تھا۔

اسکاٹ لینڈ یارڈ میں کسی بیٹا تاز کرنے والے عامل تھے مجرموں کو بیٹا تاز کرتے تھے وہ ان عاملوں کے ذریعے

اپنے جرائم کا اقبال کرتے تھے۔ اس عامل نے شیوانی سے کہا "میں نے اس پر عمل تنوی عمل کیا ہے۔ اب یہ جین گھنٹے تک اس کے اثر سے سوتا رہے گا پھر بیدار ہونے کے بعد تمہارا تابع بن جائے گا۔"

شیوانی نے اس عامل کو وہاں سے رخصت کر دیا جس ہوئی میں اس کا قیام تھا اسی کے ایک کمرے میں پورس پر بھی عمل کرایا گیا تھا۔ اس نے عامل کے جانے کے بعد دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ بیڈ کے قریب آکر پورس کو دیکھنے لگی۔ وہ خوب رو اور قد آور تھا۔ صحت اور جسمت کے لحاظ سے باڈی بلڈر تھا۔ وہ تو پہلی ملاقات میں ہی اس کی اہم ہو گئی تھی۔

شیوانی ان عورتوں میں سے تھی جو جذبات کو ہوا نہیں دیتی۔ ایک بھر پور عملی زندگی گزارتی ہیں۔ کبھی کسی کو اپنا آئیڈل نہیں بنائیں یہ فیصلہ کرتی ہیں کہ تمام عمر تنہا زندگی گزاریں گی۔ شیوانی کا مزاج کیجہ ایسا ہی تھا۔ وہ کسی کو خود سے بڑا تسلیم نہیں کرتی تھی۔ کبھی کسی مرد سے متاثر نہیں ہوتی تھی۔ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ کبھی شادی نہیں کرے گی۔ شادی کرنے سے مرد خود کو بڑا سمجھتا ہے۔ پہلے تو جسم و جان کا مالک بننا ہے پھر تمام ذاتی معاملات میں مداخلت کرتا رہتا ہے اور وہ اپنے معاملات میں بھی کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرتی تھی۔

لیکن کوئی فطرت کے خلاف زندگی نہیں گزارتا۔ اپنی اصول پسندی اور انکار کے باوجود زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر مرد کو عورت کی اور عورت کو مرد کی ضرورت پیش آتی ہے۔ فطری تقاضوں سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

شیوانی کی زندگی کے اس موڑ پر پورس نے اسے متاثر کیا تھا۔ پہلی نظر میں دل بہت لینے والا لگا ہوتا ہے؟ اس میں کیا خوبیاں ہوتی ہیں؟ وہ کیوں دل و دماغ پر چھا رہا ہے؟ یہ تاثر ہونے والی بھی نہیں جاتی۔ شیوانی کے ساتھ بھی پہلی نظر میں یہی ہوا تھا۔ وہ کچھ سوچے سمجھے بغیر اس کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

پہلی ملاقات میں پورس نے اپنی باتوں سے "اپنی زندہ دلی" اسے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ وہ اس کے صرف موجودہ دشمن کے لیے ہی نہیں تمام عمر کے لیے لازمی ہو گیا ہے۔ وہ انسانی ایسی ضرورت ہے جس سے وہ اب انکار نہیں کر سکے۔

نہایت غفیری ملاقات میں دل بری طرح اس کے لیے چھلنے لگا۔ اسے یہ وقت اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کیا کہ وہ اپنے دشمن کے خلاف اسے اپنی زندگی میں آنے دے گی لیکن

اسے حاکم بننے نہیں دے گی۔ اس کی محکوم نہیں بنے گی۔ یوں بھی وہ نارنگ کی طرح پورس کو بھی بیٹا تاز کرنا چاہتی تھی تاکہ موجودہ مشن میں وہ اس کا تابع بن کر رہے۔ اس نے تمام عمر کے لیے اسے اپنا تابع بنائے رکھنے کا فیصلہ کیا تھا اور اس فیصلے پر عمل کر چکی تھی۔ اس کا معمول اور تابع بن کر اس کے بہتر گری فنڈ سو رہا تھا۔ وہ تنہی ہوئی تھی۔ اس کے پاس اگر آرام سے لیٹ گئی۔

وہ تین گھنٹے بعد بیدار ہونے والا تھا۔ ابھی اسے جگانا مناسب نہیں تھا۔ ایسے میں نہ اسے مخاطب کر سکتی تھی۔ نہ حال دل بیان کر سکتی تھی۔ وہ آئندہ اس کے ساتھ زندگی گزارنے کے سلسلے میں بہت دور تک سوچ رہی تھی۔ اسے چھوڑی تھی اس کے چہرے پر انگلیاں پھیر رہی تھی اور آپ ہی آپ مسکرا رہی تھی۔ اس نے پورس جیسے جوان مرد کو صرف اپنے مشن کے لیے ہی نہیں اپنی ضروریات اور اپنے جذبات کے لیے بھی دیتا تھا۔

اس نے ایک ٹائٹ کلب میں پورس کے ساتھ بیٹھ کر شراب پی تھی۔ اس شراب میں زہر کے چند قطرے ملائے تھے۔ پورس کو یہ دکھایا تھا کہ وہ کتنی زہریلی ہے۔ جب وہ اس کے ساتھ رینگیں دنگین لمحات گزارے گی تو اس کا زہر پورس کو اس طرح مدھوش کرے گا اور متاثر کرے گا کہ وہ آئندہ اس کی زہریلی محبت کا عادی ہو جائے گا۔ اس کا زہریلا پن پورس کو کٹھن کا اس طرح عادی بنائے گا کہ پھر وہ شیوانی کے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ اسے بھی چھوڑ کر نہیں جائے گا۔

ایک تو شیوانی نے تنوی عمل کے ذریعے اسے تابع بنایا تھا پھر یہ یقین تھا کہ اس کی زہریلی محبت اسے غلام بنائے رکھے گی۔ یہ شیوانی کا مزاج تھا جو بھی اس کے لیے ضروری ہوتا تھا، وہ اسے اپنی آنکھوں کی حرارت سے اور اپنے زہریلے پن سے جکڑتی تھی لیکن پورس کو پہلی بار ایک لائف پارٹنر کی حیثیت سے جکڑ رہی تھی۔

رات گزرتی جا رہی تھی۔ اس کے بیڈ پر پورس تھا پھر بھی وہ تنہا تھی۔ اسے فینڈ نہیں آ رہی تھی۔ پہلی بار اسے راتوں میں جگانے والا آیا تھا مگر خود سو رہا تھا۔ وہ اندھ کر بیٹھ گئی۔ اسے احساس ہوا کہ وہ اپنے اہم معاملات کو بھول کر جذبات میں بہہ رہی ہے۔ اس نے ریسپور اتھا کر نمبر ڈائل کیا۔ رابطہ ہونے پر دوسری طرف سے نارنگ کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو! کون ہے؟ رات کے دو بج رہے ہیں یہ بھی کوئی فون کرنے کا وقت ہے۔ دوسروں کی فینڈ خراب کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔"

وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا لیکن بولتے بولتے رک گیا۔

اپنی پیشانی پر حرارت محسوس کرنے لگا۔ یہ سمجھ گیا کہ کہیں دور سے شیوانی کی آنکھیں اس کی پیشانی کو گھور رہی ہیں۔ وہ غصہ بھول کر غصہ اڑا دیا۔ بڑی نرمی سے بولا "سوری میڈم! آپ ہیں؟ میں سمجھا تھا کوئی اتنی رات کو۔"

شیوانی نے بات کاٹ کر کہا "کچھ سمجھے بغیر فون پر بولا نہ کرو۔ فوراً اٹھو لباس تبدیل کرو اور سی ویو ہول کی ویزٹیز لابی میں چلے آؤ۔ میں وہاں انتظار کر رہی ہوں۔"

اس نے رسیور رکھ دیا۔ ہنڈ سے اتر کر اپنی سے ایک لباس نکال کر اسے پہننے لگی۔ کسی کی موجودگی میں وہ لباس تبدیل نہیں کرتی تھی اور کرنا بھی نہیں چاہیے تھا لیکن اسے یقین تھا کہ وہ گہری نیند میں ہے۔ اسے خواب میں دیکھ رہا ہوگا جب کہ وہ دروہو لباس تبدیل کر رہی ہے۔ ادھر وہ مٹار جاگ رہا تھا۔ نہ اس نے عامل کے توہی عمل کا اثر لیا تھا اور نہ ہی گہری نیند سو رہا تھا صرف آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا تھا۔ کبھی چوری سے آنکھیں کھول کر دیکھتا تھا۔ ایک بار اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو قیامت کا منظر دکھائی دیا۔ اس نے فوراً ہی آنکھیں بند کر لیں۔

آنکھیں بند کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ قیامت کا نظارہ ایک بار نظر میں آجائے تو آنکھ بند کرنے کے باوجود تصور میں پھول جاتا رہتا ہے۔ وہ آنکھیں بند کرنے کے باوجود بھی اسے دیکھتا رہا اور حیرت زدہ ہوتا رہا۔

شیوانی لباس تبدیل کر کے اپنا پیٹنڈ بیگ اٹھا کر کمرے سے باہر چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی پورس نے آنکھیں کھول دیں۔ شیوانی نے فون پر کسی سے کہا تھا کہ وہ سی ویو ہول میں چلا آئے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس نے نارنگ کو فون کیا تھا یا اپنے کسی سراغ رساں کو؟ ویسے وہ جس سے بھی ملنے لگی تھی اس کی کوئی اہمیت ہوگی اس لیے رات کو دوبارے گئی تھی۔

اس نے بھی بستر سے اٹھ کر لباس تبدیل کیا جو تپنے پھر اس کمرے سے نکل آیا۔ شیوانی کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات نہیں بڑھے جاسکتے تھے۔ اگر وہ پڑھ سکتا تو ہول کے کمرے میں بیٹھ کر معلوم کرنا رہتا کہ وہ اتنی رات کو کس سے ملاقات کر رہی ہے اور موجودہ مضمون کے سلسلے میں کیا کر رہی ہے؟

سی ویو ہول آدھے گھنٹے کی ڈرائیو پر تھا۔ پورس نے وہاں پہنچنے تک ڈرائیونگ کرنے کے دوران میں ریڈی میڈ میک آپ کیا۔ چہرے کو کسی حد تک تبدیل کیا۔ کار کے عقب نما آئینے میں خود کو دیکھ کر یقین کیا کہ شیوانی اسے نہیں پہچان سکے گی پھر وہ مطمئن ہو کر سی ویو ہول پہنچ گیا۔

دروہی سے شیوانی ویزٹیز لابی میں دکھائی دی۔ منہ ایک

انگریز کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ پورس کو یہ معلوم تھا کہ جیسے ہارورڈ ایک بار مرجکا تھا پھر اسے دوسری زندگی ملی تھی کیونکہ نارنگ کی آتما اس میں سما گئی تھی۔ اس وقت شیوانی کے ساتھ جیسے ہارورڈ بیٹھا ہوا تھا۔ یعنی وہاں نارنگ موجود تھا۔

پورس، جیسے ہارورڈ کی تصویر اخبارات میں دیکھ چکا تھا۔ یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ شیوانی اس وقت نارنگ سے باتیں کر رہی ہے۔ وہ ان کے قریب ایک میز پر بیٹھ گیا۔ اپنے لیے کافی کا آرڈر دے کر ان کی طرف کان لگا دیا۔ ان کی دھیمی دھیمی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ان کی باتیں کبھی واضح طور پر سنائی دیتی تھیں۔ کبھی وہ بہت سرگوشی میں بولے لگتے تھے۔ ویسے وہ ان کی باتیں کسی حد تک سن رہا تھا۔

شیوانی نے نارنگ سے کہا "میں یہاں آتی ہی بہت مصروف ہو گئی ہوں۔ تمہارے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل نہ کر سکی۔ اب تم بتاؤ کہ کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ اور اب تک ٹیلی فنیکی کی دنیا میں کیا کرتے رہے؟"

نارنگ اسے اپنی ہنڈی شانے لگا۔ پورس اس کے باضی کی تمام باتیں جانتا تھا۔ اسے زیادہ توجہ سے سننے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ شیوانی کو دیکھ رہا تھا۔ شیوانی کے چہرے سے حیرانی ظاہر ہو رہی تھی۔

وہ اس لیے حیران تھی کہ نارنگ کالے جادو کے واقعات سن رہا تھا۔ وہ کالے جادو کے بارے میں بہت کچھ جانتی تھی لیکن آتما منتی کے ذریعے ایک جسم سے نکل کر دوسرے جسم میں ساجانے والی بات ان کو بھی اور قابل یقین تھی۔ اس نے کہا "مجھے سن کر بھی یقین نہیں آ رہا جب کہ میں تمہیں اپنے دروہو دیکھ رہی ہوں۔ جیسے ہارورڈ مرجکا ہے مگر اس وقت میرے سامنے زندہ بیٹھا ہوا ہے۔"

شیوانی کی غیر معمولی صلاحیت جس کی پیشانی کو کربابی تھی۔ وہ بے اختیار چپ بولنے لگا تھا۔ جیسے ہارورڈ نے بھی ایک نئی زندگی پاکر شیوانی کی آنکھوں کے زیر اثر آنے کے بعد چپ کہا تھا کہ اب وہ جیسے ہارورڈ نہیں رہا۔ اب جیتنا آتما منتی جانے والا نارنگ بن گیا ہے۔ شیوانی نے یہ تمام حقائق اپنی صلاحیتوں سے معلوم کیے تھے۔

وہ بولی "میں جانتی ہوں تم میری آنکھوں کے زیر اثر ہو رہے ہو۔ معمول بن کر چپ بول رہے ہو۔ تم نے اپنے چہرے اور میرے معمول بن کر چپ بول رہے ہو۔ تم نے اپنے چہرے آتما منتی رکھنے والے بھیجا کا ذکر کیا ہے۔ وہ بھی میرے نام بندہ ہے۔ میں اسے بھی اپنا ماتحت بنانا چاہتی ہوں۔ تم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہو؟"

شیوانی نے کہا "میں کہہ چکا ہوں وہ میرا بہترین دشمن ہے۔"

یہی کوشش رہتی ہے کہ میں کسی بھی طرح اسے اپنے بچے میں سے آؤں۔" وہ تمہاری نگر کا آدمی ہے۔ وہ بھی تمہیں اپنے بچے لانے کی کوششیں کرتا ہوگا۔

"ہاں ہم دونوں کے درمیان ایک عرصے سے یہ جنگ رہی ہے۔ ہم ایک دوسرے سے چھپتے رہتے ہیں اور جب موقع ملتا ہے ایک دوسرے پر وار ضرور کرتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے اب بھیجا تم سے چھپ نہیں سکے گا۔ وہ باکے جس کوئے میں بھی ہو، تم اس کی آواز سن کر اس کا پتا پانا معلوم کر سکتے ہو۔ میں چاہتی ہوں کہ تم ابھی اس کا راز لگاؤ۔"

"میں خود بھی چاہتا ہوں اب تک کئی بار کوشش کر چکا لیکن اس کا سراغ نہیں مل رہا۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا تمہارے سننے کی غیر معمولی جوت تم ہو رہی ہے؟"

"کئی بات نہیں ہے۔ میرے کان سے جو حیرت انگیز بات منسلک ہے اس کے ذریعے میں کئی بار ہزاروں ہزاروں کی مطلوبہ آوازیں سن چکا ہوں لیکن بھیجا کا معاملہ وار ہے۔"

"وہ معاملہ کیا ہے؟"

"اس نے آتما منتی کے ذریعے کوئی دوسرا جسم حاصل کیا ہے اور جس شخص کے اندر گیا ہے اس کی آواز اور بولنے میں بول رہا ہے۔ جب تک وہ اپنی مخصوص آواز نہیں بولے گا۔ میں اس کی گفتگو نہیں سن سکوں گا اور نہ اس کے بارے میں کچھ معلوم کر سکوں گا۔"

"وہ ناجسم حاصل کر چکا ہے۔ نیا لب و لہجہ اختیار کر چکا ہے۔ اس کا مطلب ہے اب وہ اپنے لب و لہجے میں نہیں بولے گا۔"

"بولے گا۔ ہم کسی بھی نئے جسم میں داخل ہو کر اس کی زبان بولنے میں مدد کر سکتے ہیں۔ کبھی کبھی اس نئے جسم والے کو اپنی زبان کاٹ کر دیتے ہیں۔ میں جیسے ہارورڈ کے جسم میں گیا۔ جیسے ہارورڈ کا اپنا ذہن ہے۔ زندگی گزارنے کا طریقہ کار ہے۔ جب میں اپنے طریقہ کار کے مطابق اس کو اپنی جگہ پر لایا تو اس نے اپنے لب و لہجے میں

"میں سمجھ گئی۔ بھیجا جس کے بھی جسم میں ہوگا۔ اس کے جسم میں بولنے کے علاوہ کبھی کبھی اپنے لہجے میں بھی آتما منتی حکم دیتی ہوں۔ دن رات بھیجا کی آواز سننے پر توجہ دیتے رہو۔ کبھی نہ کبھی تو وہ اپنی آواز میں

بولے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ایسا ہی کروں گا۔"

"کروں گا نہیں۔ ابھی کرو۔ یہاں ابھی رات ہے۔ دنیا کے کئی ممالک میں دن ہوگا۔ وہ جاگ رہا ہوگا۔ کسی سے بول رہا ہوگا۔"

"آل رائٹ میڈم! میں ابھی ایک آدھ منٹ تک خاموش رہ کر اس کا سراغ لگا رہا ہوں۔"

نارنگ نے میز پر دونوں ہاتھ رکھے پھر اپنے سر کو جھکا لیا۔ شیوانی بولے "جس سے اسے دیکھنے لگی۔ یہ بات اس کے لیے بڑی خوش کن تھی کہ نارنگ کے ذریعے اپنے مطلوبہ اور اہم لوگوں تک پہنچ سکے گی۔ وہ ہزار ہزاروں میں چھپے رہیں گے، وہ ان کا سراغ لگاتی رہے گی اور بڑی ذہانت سے منصوبے بنا کر انہیں ٹرپ کر سکے گی۔"

نارنگ نے خاموشی سے سر جھکا کر اپنی تمام توجہ بھیجا کی آواز اور لہجے پر مرکوز کر دی۔ جیسے ٹیلی فون کے ذریعے اپنے مطلوبہ شخص سے گفتگو کرنے کے لیے اس کے مخصوص نمبر ڈائل کیے جاتے ہیں اسی طرح وہ بھیجا کی مخصوص آواز کو پار بار گرفت میں لے رہا تھا پھر اچانک ہی اس کی آواز سنائی دی۔ اس نے خوش ہو کر سر اٹھا کر شیوانی کو دیکھا پھر کہا "میں اس کی آواز پہنچ کر رہا ہوں۔ آپ ابھی مجھے مخاطب نہیں کریں گی۔"

اس نے پھر سر جھکا لیا پھر وہی آواز سننے لگا "بھیجا بڑی پریشانی سے کہہ رہا تھا۔ میں کہاں آکر پھنس گیا۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ تمہارے اس جسم سے کیسے نکل پاؤں گا؟"

نارنگ نے بھیجا کے جواب میں ایک اجنبی کی آواز سنی۔ وہ جواد کی آواز تھی اور جواد نارنگ کے لیے اجنبی تھا۔ اس نے بھیجا سے کہا۔

"تم سمجھتے ہو کہ میرے جسم میں آکر قیدی بن گئے ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ خدا نے تمہیں راہ راست پر لانے کے لیے میرے اندر پہنچا دیا ہے۔"

بھیجا نے کہا "میں اپنے راستے پر چلتا رہا ہوں اور اپنے ہی راستے پر چلتا رہوں گا۔ تم مسلمان ہو۔ عبادت گزار ہو۔ میرا تم سے بہانہ نہیں ہو سکے گا۔"

"جب میرے پاس آگئے ہو۔ تو تباہ کرنا ہی ہوگا۔ نہیں کرنا چاہو گے تو اسی طرح میرے جسم کے بچرے میں بے بسی سے پھنچ جاتے رہو گے۔"

"وہ تنہا کر بولا "جانتی ہوں تم نے یہ کیسی انگوٹھی پہنی ہے۔ اس انگوٹھی کی موجودگی میں میرا کالا جادو کام نہیں آ رہا ہے۔ میری آتما منتی ناکام ہو رہی ہے۔"

میں نے انگوٹھی کے ذریعے اور اپنے دین و ایمان سے تمہیں بے بس بنادیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تم کالے جادو کے ذریعے مجھے بے بس کر دیتے۔ جس کے پاس زیادہ طاقت ہوتی ہے وہی کامیاب اور برتر ہوتا ہے۔“

نارنگ نے سر اٹھا کر شیوانی کو دیکھا پھر کہا ”میزم! وہ بھی ایک مسلمان کے جسم میں سایا ہوا ہے۔ اس کا نام جواد ہے۔ اس جواد کے پاس ایک غیر معمولی انگوٹھی ہے۔ جس کی وجہ سے بھیجا کا کالا جادو ناکام ہو رہا ہے۔ بھیجا اس کے جسم سے رہائی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس جسم کی قید سے نکل کر کسی دوسرے جسم میں جانا چاہتا ہے لیکن ایسا لگتا ہے جیسے اس مسلمان کے جسم سے اسے کبھی رہائی حاصل نہیں ہوگی۔“

شیوانی نے کہا ”بھیجا میرے لیے بہت اہم ہے اور اس وقت بری طرح کسی کے شکنجے میں ہے۔ ہم اسے شکنجے سے نکال کر اپنا تابع کر سکتے ہیں۔“

”ہاں ہم اس پر یہ احسان کر سکتے ہیں لیکن اسے نجات دلاتے وقت ہم سے ذرا بھی بھول چک ہوگی تو بھیجا ہماری گرفت میں بھی نہیں رہے گا۔ وہ بہت ہی خود غرض اور مکار ہے۔ کسی کا ماتحت بن کر رہنا تو دور کی بات ہے۔ وہ کسی کا دوست بھی نہیں بنتا ہے۔“

”میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ایسی چال چلوں گی کہ اس کی مکاری دھری کی دھری رہ جائے گی۔ تم اسے نجات دلانے کے سلسلے میں اپنا طریقہ کار بتاؤ پھر میں فیصلہ کروں گی کہ تمہارا طریقہ کار مناسب ہے یا نہیں۔“

”میں کالا جادو جانتا ہوں۔ ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور اب ہزاروں میل دور سے سننے والی غیر معمولی صلاحیت بھی ہے۔ ان تمام صلاحیتوں سے کام لوں گا۔“

”پہلے اپنے دشمن کی صلاحیتوں کے بارے میں سوچو۔ بھیجا کی خاطر اس مسلمان سے نمٹنا ہو گا۔ اس کے پاس ایک ایسی غیر معمولی انگوٹھی ہے کہ بھیجا کا کالا جادو اور اس کی ٹیلی پیتھی ناکام ہو رہی ہے۔“

”ہاں جس سے نمٹنا ہے۔ وہ کمزور نہیں ہے۔ انگوٹھی کے حوالے سے اس کی ایک طاقت کا علم ہوا ہے۔ پتا نہیں وہ اور کیسی قوتوں کا مالک ہو گا۔“

”فی الحال دوست بن کر اس سے رابطہ کرو اور اس کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرو۔“

”اچھی بات ہے۔ میں ابھی اس سے رابطہ کرتا ہوں۔“

اس نے سر جھکا کر جواد کی آواز اور لیے کو اپنی گرفت میں لیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا۔ جواد کے دماغ میں

پہنچ گیا۔ وہ برائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی بے چین ہو گیا۔ نارنگ نے کہا ”ہیلو مسٹر جواد! میں ایک ٹیلی پیتھی جانتے والا ہوں۔ تم سے کچھ باتیں کرنے آیا ہوں۔“

جواد نے پوچھا ”پہلے تو یہ بتاؤ۔ تم کون ہو؟ اپنا اصل تعارف کراؤ پھر یہ بتاؤ کہ مجھے کیسے جانتے ہو؟“

بھیجا خاموشی سے نارنگ کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ جس ہارورڈ کے لیب وکچے میں بول رہا تھا اس لیے اسے نارنگ کی حیثیت سے نہ پہچان سکا۔ نارنگ اپنا اصل نام اور کام بتانا نہیں چاہتا تھا۔ اسے کوئی فرضی نام بتایا تھا۔ اس کے ذہن میں بے اختیار پورس کا نام آیا۔ اس نے کہا ”میرا نام پورس ہے۔ میں فریڈا علی تیور کا بیٹا ہوں۔“

وہ خود کو پورس کہہ رہا تھا اور پورس اس کے قریبی ایک میز پر موجود تھا۔ اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے اپنا کا نام سننا تو فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج کے پاس پہنچ کر بولا ”مجھے فوراً بھیجا کی آواز کا شپ سناؤ۔“

ایک منٹ کے اندر ہی اسے بھیجا کی آواز سنائی گئی۔ وہ آواز سننے ہی بھیجا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ بھیجا کی آواز جواد کے جسم سے اور دماغ سے منسلک تھی لہذا وہ جواد کے دماغ میں پہنچا۔ جواد اور بھیجا نے پورس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا کیونکہ وہاں نارنگ پہلے سے موجود تھا اور ایک ٹیلی پیتھی جانتے والے کی موجودگی میں دوسرے کو محسوس نہیں کیا جاسکتا تھا۔

پورس ان کے درمیان پہنچ کر خاموش رہا۔ ان کی باتیں سن رہا اور جواد کے خیالات پڑھ کر اس کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا۔

اسے بتا چلا کہ اس کا پورا نام جواد بن مستقیم ہے۔ اسرائیل کا عرب باشندہ ہے۔ یہ وہ خلم میں رہتا ہے اس کے بارے میں وہ سب کچھ معلوم ہو گیا جس کا ذکر پہلے باب میں ہو چکا ہے۔ اس نے فوراً ہی پورس کے پاس پہنچ کر کہا ”اسرائیل میں ہو اور بھیجا یہ وہ خلم کے ایک مسلمان جواد کے جسم میں سایا ہوا ہے۔“

پورس نے کہا ”مجھے معلوم ہے۔ بھیجانے والی کیونکہ سے فائدہ اٹھا کر اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ میری وجہ سے ناکام ہو گیا پھر جواد نہ جانے کیوں اپنے اسپتال آکر ملنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے بھی لے کا سونپ دیا۔“

”تم جواد کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ کیا وہ بھیجے اشارے پر چل رہا ہے؟“

”میں نے جواد کے متعلق سنا ہے کہ وہ بہت ہی نیک اور دین دار ہے۔ اس میں کچھ غیر معمولی صلاحیتیں ہیں۔ وہ جس سے بھی ملتا ہے۔ اس کا دل جیت لیتا ہے۔“

پورس نے کہا ”ابھی میں نے بڑی رازداری سے جواد کے خیالات پڑھے ہیں۔ اس کی انگلی میں ایک ایسی انگوٹھی ہے جو دوسروں کو اس کا معتقد بناتی ہے۔ یہ انگوٹھی اسے ایک بزرگ بنے دی تھی۔“

پورس نے پوچھا ”تم جواد کے بارے میں یہ باتیں کیسے جانتے ہو؟ کیا تم اس کے چور خیالات پڑھ چکے ہو۔“

”میں ابھی اس کے دماغ میں ہوں۔ وہاں بھیجا کے علاوہ نارنگ بھی موجود ہے۔ نارنگ کی موجودہ پوزیشن تمہیں بتاؤں؟ ابھی تم میرے ذریعے جواد کے دماغ میں آ جاؤ۔“

پورس بھی وہاں پہنچ گیا۔ اب جواد کے ایک دماغ میں پارٹنر پیتھی جانتے والے تھے۔ پورس، نارنگ اور بھیا۔ اس وقت بھیجا نارنگ سے کہہ رہا تھا ”ہم کیسے یقین کریں کہ تم فریڈا علی تیور کے بیٹے پورس ہو۔ اگر ہو تو ہمارے بارے میں کیا جانتے ہو؟ اور ہمارے پاس کیوں آئے ہو؟ فریڈا اور اس کے بیٹے بڑے اہم اور پیچیدہ معاملات میں مصروف رہتے ہیں۔“

نارنگ نے کہا ”یہ بھی ایک پیچیدہ معاملہ ہے کہ جواد کا دماغ ایک بے گروڈ آواز سنائی دے رہی ہیں۔ یہ دوسری آواز تمہاری ہے۔ یہ بتاؤ تم کون ہو۔“

بھیجانے نے پوچھا ”پہلے تم اپنی حقیقت بتاؤ۔ تم پورس نہیں ہو سکتے۔“

جواد نے کہا ”میرے اندر جو دوسرا بول رہا ہے اس کا نام بھیجا ہے۔ تم پورس ہو یا کوئی بھی ہو۔ یہ بتاؤ کہ میرے ذہن کیوں آئے ہو؟“

نارنگ نے کہا ”میں یہ وہ خلم کے ایک پولیس افسر کے ہاں میں تھا۔ اس کے خیالات پڑھ کر تمہارے بارے میں معلوم ہوا کہ ایک بار تمہاری موت واقع ہو چکی تھی۔ تمہاری موت کی تصدیق بھی ہو گئی تھی۔ اس کے بعد بھی تم جانتے ہو کیا یہ حیرانی کی بات نہیں ہے؟“

جواد نے کہا ”بے شک میری اس نئی ذتے داری کے باعث سب ہی حیران ہیں۔“

”تم نے ابھی کہا ہے کہ تمہارے اندر دوسری آواز بھیجا بن رہی ہے اور تمام ٹیلی پیتھی جانتے والے نارنگ اور بھیجا کو اس کی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔ وہ دونوں آتما کشی کے ذریعے ایک دوسرے کے جسم میں سفر کرتے رہتے ہیں۔ میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ تم بھیجا کی آتما کے ذریعے یہ دوسری زندگی پارہے ہو سکتا ہے۔“

”ہو۔“

بھیجانے پریشان ہو کر کہا ”نہیں تم پورس نہیں ہو۔ تم نارنگ ہو۔ جواد میرا یقین کر لے یہ نارنگ میرا بہت ہی پرانا دشمن ہے۔ یہ مجھے تمہارے جسم سے نکال کر اپنا غلام بنانے آیا ہے۔“

جواد نے کہا ”یہ پورس ہو یا نارنگ، دوست ہو یا دشمن، میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا پھر تم کیوں گھبرا رہے ہو۔ تم میرے اندر ہو اور یہاں محفوظ رہو گے۔“

”جواد تم کسی سے نہیں ڈرتے پھر بھی اپنے پاس آنے والوں سے محتاط رہنا چاہیے۔ سانس روکو یہ تمہارے دماغ سے بھاگ جائے گا۔“

جواد نے نارنگ سے کہا ”مسٹر پورس تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ میرے اندر بھیجا کی آتما ہے۔ اب تم اور کیا چاہتے ہو۔“

”میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کیا اس آتما کے ساتھ تمہارا نہ ہو رہا ہے؟“

”ابھی تو نہیں ہو رہا مگر ہو جائے گا۔ یہ اب اس وقت تک میرے اندر رہے گا جب تک کہ کاتب تقدیر نے میری زندگی کی حد مقرر کی ہے۔ میں اور بھیجا ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ میں اسے اپنے اندر سے جانے کی اجازت دوں گا تو مریضوں گا۔ میں کاتب تقدیر کی مرضی کے خلاف ایسا نہیں کروں گا۔“

نارنگ نے کہا ”بھیجا تم تو بری طرح جھنسن گئے ہو۔ یہاں سے کیسے نکلو گے؟ تم چاہو تو میں تمہیں یہاں سے نکال سکتا ہوں۔“

بھیجانے نے کہا ”میں یہاں سے نکلنا چاہتا ہوں مگر تم پر بھروسہ نہیں ہے۔ تم مجھے یہاں سے نکال کر اپنا غلام بنالو گے۔“

”تم بے وقوف ہو۔ ذرا سوچو تم جواد کو چھوڑ کر کسی دوسرے جسم میں جاؤ گے تو دوسرے دماغ میں مجھے نہیں آنے دو گے۔ یہاں تو جواد کے آگے بے بس ہو اس لیے مجھے جواد کی فراخ دلی سے اتنی باتیں کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ اپنے حالات پر غور کرو اور فیصلہ کرو کہ کیا جواد سے نجات حاصل کرنے کے لیے مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہو۔“

”میں تم پر بھروسہ کروں گا لیکن جواد کے خلاف کچھ نہیں کر سکو گے۔ اس کی انگلی میں ایک غیر معمولی انگوٹھی ہے۔“

”میں جانتا ہوں۔ ابھی باتوں کے دوران میں جواد کے چور خیالات پڑھ چکا ہوں۔ میں اپنی کھستہ محلی سے تمہیں نجات دلاؤں گا۔“

تھا لیکن اس مسئلے کا حل سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بھیا کی آتما بھکتی ہوئی جس شخص کے اندر بھی جائے گی۔ اس شخص کا سراغ کیسے ملے گا۔

بعض اوقات ایک سیدھی سی بات بھی ذرا دیر سے سمجھ میں آتی ہے۔ شیوانی نے کہا ”یہ ٹیٹ یہ تو آسان سی بات ہے تم تھوڑی دیر پہلے نہیں جانتے تھے کہ بھیا کس کے جسم میں چھپا ہوا ہے۔ تم نے اپنی غیر معمولی سماعت کے ذریعے اسے جواد کے اندر ڈھونڈ نکالا اسی طرح تم اپنے اس آلہ سماعت کے ذریعے آئندہ بھی بھیا کو ڈھونڈ نکالو گے۔“

نارنگ نے کہا ”واقعی سامنے کی بات ہے اور ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ میں یروٹلم کے دو چار لوگوں کو اپنا آلہ کار بناتا ہوں۔ جتنی جلدی جواد کا خاتمہ ہوگا اتنی ہی جلدی ہم بھیا کو عارضی رہائی دلا کر ٹرپ کر سکیں گے۔“

شیوانی نے سوچتی ہوئی نظروں سے نارنگ کو دیکھا پھر کہا ”اپنی ایک مضبوط ٹیم بنانے کے لیے بھیا بھی میرے لیے اہم ہے لیکن ابھی ایک آدھ گھنٹے کے لیے اسے بھول جاؤ۔ میں ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں پہلے کچھ اہم معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ یہ معلومات تمہارے ذریعے حاصل ہوں گی۔“

”میں حاضر ہوں۔ حکم دیں مجھے کیا کرنا ہے۔“

”تھوڑی دیر پہلے تم نے اپنی پوری ہسٹری سنائی تھی اور یہ کہا تھا کہ تم ٹیلی ویشن کی دنیا میں فریاد علی تیور کے ساتھ کچھ عرصہ رہ چکے ہو اس کی فیملی کے دوسرے افراد سے بھی ملنے رہے ہو۔“

”ہاں ان سب سے میری اچھی واقفیت رہی ہے۔“

”مجھے جو اطلاعات ملی ہیں۔ ان کے مطابق فریاد علی تیور چین میں ہیں۔ یقیناً ان کی نگرانی میں وہ ممکن تیار ہو رہی ہوگی۔ تم ابھی فریاد یا علی تیور کی آوازیں سنو۔ وہ ضرور کسی نہ کسی سے گفتگو کر رہے ہوں گے۔“

”اچھا آئیڈیا ہے۔ میں ان دونوں کی گفتگو سنتا رہوں گا۔ وہ مشین کے سلسلے میں کبھی ایک دوسرے سے اور کبھی متعلقہ افسران سے باتیں کرتے ہوں گے۔ ان کی باتوں سے معلوم ہو جائے گا کہ مشین کی تیاری کس مرحلے پر ہے۔“

”میں یہی جانتی ہوں۔ ابھی ان کی آوازیں سنو اور مجھے ایک بات بتاتے رہو۔ تمہاری یہ غیر معمولی سماعت میری معلومات کا بہت بڑا ذریعہ بن گئی ہے۔“

نارنگ نے پھر دونوں ہاتھ میز پر رکھے سر کو جھکا پھر میری آواز اور لمبے کو یاد کرنے لگا۔ اسی وقت پورس نے مجھے مخاطب کیا۔ پایا یہ تو آپ کو معلوم ہو گا کہ نارنگ کو جیت آئیے دیوتا

”تم اتنے یقین سے کہہ رہے ہو تو میں دیکھوں گا کہ تم مجھے کس طرح اس جسم سے رہائی دلاؤ گے۔“

جواد نے مسکرا کر کہا ”اگر تم دونوں کے درمیان سمجھوتا ہو چکا ہے اور معاملات طے ہو گئے ہیں تو اب یہ ملاقات ختم کر دو اور یہاں سے جا کر میرے خلاف خیالی چھڑی پکاتے رہو۔“

یہ کہتے ہی جواد نے سانس روک لی۔ نارنگ کے علاوہ پارس اور پورس بھی اس کے دماغ سے نکل گئے۔ نارنگ دماغی طور پر شیوانی کے سامنے حاضر ہو گیا۔ پورس نے پارس سے کہا ”شیوانی نے نارنگ کو اپنا تابع بنایا یہ ابھی اسی کے حکم کے مطابق بھیا کو شیوانی کا معمول بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔“

پارس نے کہا ”اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ جواد اور بھیا مل کر آپا کو ٹرپ کرنے کی کوششیں کیوں کر رہے تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں لہذا جو ایک کرتا ہے، دوسرا بھی کرتا ہے۔ میں یہاں تل ابیب میں ہوں دیکھوں گا کہ وہ آپا کو کیوں ٹرپ کرنا چاہتے ہیں؟“

پارس وہاں سے چلا گیا۔ پورس اپنی میز پر تنہا بیٹھا شیوانی اور نارنگ کی باتیں سننے لگا۔ نارنگ اسے جواد اور بھیا کے بارے میں بتا رہا تھا۔ شیوانی نے تمام باتیں سن کر کہا ”یہ کام کچھ مشکل نظر آ رہا ہے۔ تم بھیا کو اس کے جسم سے کیسے نکال سکو گے؟“ جب بھی خیال خوانی کے ذریعے بھیا کے پاس جاؤ گے اسے وہاں سے نکالنے کی سازش کرو گے تو جواد کو خبر ہو جائے گی۔“

”ہاں کام مشکل ہے مگر ناممکن نہیں ہے۔ میں یروٹلم میں کچھ لوگوں کو آلہ کار بنادوں گا۔ ان کے ذریعے دوری سے جواد کو گولی ماروں گا تو پلک جھپکتے ہی بھیا کی آتما آزاد ہو جائے گی۔ اہم مسئلہ یہ ہے کہ بھیا کی آزاد اور بے لگام آتما کو کیسے قابو میں کروں گا؟“

”کیا تم بھیا کے دماغ کو کنٹرول نہیں کر سکو گے؟“

”مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ اس کی آتما نے کون سا نیا جسم حاصل کیا ہے۔ جب تک اس نے جسم کا اس نے شخص کا پتا نہیں چلے گا تب تک بھیا کا بھی سراغ نہیں ملے گا۔“

”ہاں اس نے شخص کا پتا چلے گا تو میں اسے آنکھوں سے محرزہ کر لوں گی۔ جب وہ میرے سحر سے نکل نہیں پائے گا تب تم اس کے دماغ میں گھس کر اسے میرا معمول اور تابع بنا سکو گے۔“

وہ دونوں سر جھکا کر سوچتے رہے۔ بھیا کو ٹرپ کیا جا سکتا

قوت ساعت حاصل ہوگئی ہے، وہ شیوانی کا معمولی بن چکا ہے اور اس کے حکم کے مطابق اپنی قوت ساعت کے ذریعے آپ کی اور علی کی باتیں سننے کی کوششیں کر رہا ہے۔
میں نے کہا ”شیوانی کی کھوپڑی میں شیطان داغ ہے۔ وہ مشین اور نقشے تک پہنچنے کے لیے طرح طرح کے جھنڈے آزما رہی ہے۔ میں علی کو اور احمد زہیری وغیرہ کو محتاط رہنے کے لیے کہوں گا۔“

پورس میرے داغ سے چلا گیا۔ اس وقت میں اور علی دو ماہرین کے ساتھ ایک خفیہ اڈے میں تھے۔ مشین کی تشکیل کا کام دن کو ہوتا تھا لیکن اس رات پرزوں کی اسمبلنگ میں کچھ غلطیاں ہوگئی تھیں۔ انہیں درست کرنے میں پوری رات گزر رہی تھی۔

علی میرے پاس تھا۔ میں اس سے بول سکتا تھا لیکن میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے شیوانی اور نارنگ کے متعلق بتایا اور ہم باپ بیٹے نے یہ طے کیا کہ آئندہ ہم تمام باتیں خیال خوانی کے ذریعے کریں گے۔ ان کے علاوہ جو بھی باتیں کریں گے، وہ نارنگ کے لیے گمراہ کن ہوں گی اور جب دونوں ماہرین سے مشین کے سلسلے میں اہم گفتگو ہوگی تو ہم اپنی آواز اور لہجہ بدل کر بولیں گے اس طرح نارنگ تبدیل شدہ آواز اور لہجے تک نہیں پہنچ پائے گا۔

ادھر نارنگ سر جھکا کر میری اور علی کی آوازوں کو سچ کرنے کی کوشش کر رہا تھا پھر اس نے سر اٹھا کر شیوانی کو دیکھا اور کہا ”یہ رات کا پچھلا پہرہ ہے۔ وہ دونوں باپ بیٹے سو رہے ہوں گے۔ میں اتنی دیر سے کوشش کر رہا ہوں۔ اگر وہ جاگ رہے ہوتے تو ضرور پچھلے کچھ بولتے رہتے۔“

شیوانی نے قائل ہو کر کہا ”میرا بھی یہی خیال ہے۔ وہ مشین کے سلسلے میں مصروف رہتے ہیں۔ اسی وقت سو رہے ہوں گے۔ تم کل دن کے کسی وقت ان کی آوازوں کو سچ کرنا۔“ وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی پھر بولی ”میں جا رہی ہوں۔ کل تم سے رابطہ کروں گی۔ صبح دیر تک نہ سونا، آنکھ کھلتے ہی ان باپ بیٹے تک پہنچنے کی کوششیں کرتے رہنا۔“

پورس بھی اپنی جگہ سے اٹھ گیا پھر تیزی سے چلتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔ اسے شیوانی سے پہلے ہوئی پہنچ کر توئی نیند پوری کرنے کا ذرا مالچہ کرنا تھا۔



پورس اور شیوانی پچھلی رات کے جاگے ہوئے تھے۔ صبح دس بجے تک گہری نیند سو رہے۔ پچھلی رات وہ سی دیو ہوٹل میں نارنگ سے ملنے گئی تھی۔ اس وقت یہ سمجھ رہی تھی کہ پورس پر بخوبی عمل کیا گیا ہے۔ وہ اگلے تین گھنٹے تک

گہری نیند سوتا رہا تھا۔ ابھی وہ پورس کی مکاری کو سمجھ نہیں سکی تھی۔ اس بات سے بے خبر رہی کہ پورس بھی اس کے تعاقب کرتے ہوئے سی دیو ہوٹل پہنچ گیا تھا اور نارنگ سے ہونے والی گفتگو سن رہا تھا۔
شیوانی، نارنگ کی غیر معمولی ساعت سے خوب ناامید اٹھا رہی تھی۔ اس کے ذریعے وہ بھجا اور جواو تک پہنچ چکی تھی پھر علی تیمور اور مجھ تک پہنچنے کی کوششیں کر رہی تھی۔ ہماری آواز اور لہجے تک پہنچنا اور ہماری گفتگو سننا نارنگ کے لیے کچھ مشکل تھا۔

دوسری صبح دس بجے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ شیوانی اور پورس کی آنکھ کھل گئی۔ پورس نے ریسپور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے پوچھا ”ہلو کون؟“

نارنگ نے پوچھا ”تم کون ہو؟ کیا یہ میڈم شیوانی کا فون نہیں ہے؟“
پورس سمجھ گیا کہ وہ نارنگ ہی ہے۔ اس نے کہا ”ہاں یہی نمبر ہے۔ لو بات کرو۔“

اس نے شیوانی کو ریسپور دیتے ہوئے انجان بن کر کہا ”چائیں کون ہے۔ تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔“

شیوانی نے ریسپور کان سے لگا کر نارنگ کی آواز سنی پھر کہا ”وہ تم ہو۔ میں نے تم سے کہا تھا صبح اٹھتے ہی فرباد کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لو۔“

میڈم میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ یہ خوشی بات ہے کہ میں نے فرباد اور علی تیمور کی آوازوں کو گرفت میں لیا ہے اور ان کی کچھ گفتگو سن رہا ہوں۔“

شیوانی نے خوش ہو کر کہا ”اوہ ونڈر فل! تمہارا آلہ ساعت تو کمال کر رہا ہے۔ جلدی بتاؤ وہ باپ بیٹے کیا باتیں کر رہے تھے؟ کیا مشین کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی؟“
”ہاں فرباد چینی فوج کے کسی اعلیٰ افسر سے کہہ رہا تھا کہ ٹرانسفا رمر مشین کل تک مکمل ہو جائے گی۔ اسے علی کی آوازیا جانے گا اور آزمائشی طور پر کسی چینی افسر کو اس مشین سے گزارا کرے۔ نیلی چینی سکھائی جائے گی۔“

”اوہ گاڈو! مشین تیار کر چکے ہیں اور میں اب تک ہانگ کانگ میں ہوں۔ ہمیں اس سلسلے میں کچھ کرنا ہوگا۔ تمہارے علاوہ میرا ایک اور نیلی چینی جاننے والا ساتھی ہے جس کا نام آندرے ہے۔ یہ ابھی فون پر تمہاری آواز سننے کا چہرہ اسے اپنے داغ میں آنے دو گھنٹے میں چاہتی ہوں کہ وہ دونوں خیال خوانی کے ذریعے چین کے اعلیٰ افسران کو اپنا کاربناؤ۔“

پورس نے شیوانی کو اپنا نام آندرے بتایا تھا۔ شیوانی نے اسے ریسپور دیا۔ پورس نے اسے کان سے لگا کر کہا ”وہ تا“

ہر شیوانی نے تمہارا ذکر کیا تھا۔ تم جیسے ہارورڈ ہو۔ میرا مآندرے ہے۔ آئندہ ہم ایک دوسرے سے تعاون کریں گے۔“
نارنگ نے کہا ”میں میڈم کا خادم ہوں۔ ان کے حکم کے مطابق تم سے تعاون کرتا رہوں گا۔ ابھی یہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ ہم چینی فوج کے افسران کے داغوں میں بے چہیں گے۔ ان کی آوازوں کو اور لہجوں کو سننا ضروری ہے۔“

پورس نے کہا ”یہ کوئی بڑا اہم نہیں ہے۔ چین سے شائع ہونے والے اخبارات اور رسائل میاں دستیاب ہیں۔ ان میں چینی لیزروں کی تصویریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ ہم ان موزوں کی آنکھ میں جھانک کر ان کے اندر پہنچ سکتے ہیں پھر ان کے ذریعے چینی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے فون تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔“

نارنگ نے کہا ”یہ طریقے تو میں بھی جانتا ہوں۔“
”اے طریقے جانتے ہو مگر بھول جاتے ہو۔ بہر حال میں بنیاد لایا ہے۔ میڈم کا حکم ہے۔ فوراً چین کے اہم متعلقہ افراد کو آلہ کاربناؤ۔ میں بھی یہی کر رہا ہوں۔“

پورس نے ریسپور شیوانی کو دیا۔ اس نے نارنگ کو حکم دیا کہ فوراً پورس کی ہدایت پر عمل کرے پھر اس نے ریسپور فرباد اور پورس سے کہا ”جاؤ غسل کرو پھر فریش ہو کر خیال پالنے کے ذریعے چین میں مصروف رہو۔“

وہ ہاتھ روم میں چلا گیا۔ شیوانی کے اندر یہ پہل پیدائشی کہ ٹرانسفا رمر مشین کل تک مکمل ہو جائے گی اور اسے ٹیار آزمایا جائے گا۔ فرباد وغیرہ تجربہ کار ماہر ہیں۔ انہیں کامیابی ضرور ہوگی اور وہ اب تک ہانگ کانگ میں بیٹھی ہوئی ہے۔

ایسے وقت میں پورس اور نارنگ اس کے دو اہم بازو تھے۔ دونوں اس مشین کے مکمل ہونے سے پہلے اسے بنائے تھے اور اس مشین کا نقشہ حاصل کر سکتے تھے۔

اس نے بے چینی سے ہاتھ روم کے دروازے کی طرف غائب ہو کر غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر اٹھیا تھا اور لباس پہنا تھا۔ وہ بے چینی سے بولی ”کیوں دیر کر رہے ہو۔ پورا پورا پختہ ضروری نہیں ہے۔ فوراً خیال خوانی کرو۔ کسی نہ کسی افسر کو آلہ کاربناؤ جو تمہیں ابھی مشین اور نقشے بتا دے۔“

وہ اس کے پاس آکر بولا ”میں کبھی وقت ضائع نہیں کرتا۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ غسل کرتے ہوئے متعلقہ افسران تک پہنچ چکا ہوں۔“

نیلو تھا

وہ خوش ہوگئی مگر بے چینی سے بولی ”تم نے کسی چینی افسر کی آواز نہیں سنی کسی کی تصویر نہیں دیکھی پھر کیسے پہنچ گئے۔“
میں ابھی ہاتھ روم میں ریڈیو لے گیا تھا۔ بیجنگ ریڈیو اسٹیشن سے چینی لیڈر کی تقریر شروع ہو رہی تھی۔ میں اس کی آواز سننے ہی اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اپنی مختصر تقریر کے بعد ایک آری افسر سے بات کر رہا تھا۔ میں اس افسر کے بھی اندر پہنچ گیا۔ ایک کے بعد دوسرا۔ دوسرے کے بعد تیسرا میری نیلی چینی کے نشانے پر آتا رہا۔ وہ میری مرضی کے مطابق آری افسران سے فون پر رابطے کرتے رہے۔ اس طرح میں ایسے دو افسران تک پہنچ گیا جن کا تعلق اس خفیہ اڈے سے ہے۔ جہاں وہ مشین کل تک مکمل ہونے والی ہے۔

وہ خوشی سے اچھل کر قریب آئی اور اس سے پلٹ کر بولی ”تم میری توقع سے زیادہ تیز رفتار ہو۔ کیا تم نے ان دو افسران کے خیالات پڑھے ہیں۔ پلیز میری بے چینی کو سمجھو۔ مجھے فوراً بتاؤ۔“

”ابھی میں ان کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ تم ہاتھ روم جاؤ فریش ہو کر آؤ۔ تب تک میں بہت کچھ معلوم کر کے تمہیں بتاؤں گا۔“

وہ اچھٹی سے اپنا ایک لباس نکال کر ہاتھ روم میں چلی گئی۔ پورس نے ایک صوفے پر بیٹھ کر مجھے مخاطب کیا۔ ”ہیلو پاپا، نارنگ نے شیوانی کو رپورٹ دی ہے کہ اس نے آپ کی اور علی کی گفتگو سنی ہے۔“

میں نے کہا ”ہاں بیٹا، ہم نے خود اسے اپنی گفتگو سنائی ہے اور آئندہ بھی سناتے رہیں گے۔“
پورس نے مسکرا کر کہا ”میں سمجھ گیا۔ آپ نارنگ کو ہنر بارغ دکھا رہے ہیں۔ وہ بہت خوش ہو رہا ہے۔ کیا واقعی کل تک مشین مکمل ہو جائے گی۔“

”ہم کامیاب ہو رہے ہیں۔ کل وہ مکمل ہو جائے گی۔ اسے آزمایا جائے گا۔ اس کے ذریعے ایک چینی افسر کو نیلی چینی سکھائی جائے گی۔ اس آزمائش میں کامیابی ہوگی تو پورے چین میں جشن منایا جائے گا۔“

پورس نے کہا ”شیوانی کی طرح دوسرے دشمن بھی اس مشین کو تیار کرنے اور نقشہ حاصل کرنے کی کوششوں میں ہوں گے۔ کیا آپ اس مشین کے خفیہ اڈے کی حفاظتی تدابیر سے مطمئن ہیں؟“

”میں مطمئن ہوں اور دشمنوں کو بھی اطمینان دلا رہا ہوں کہ ان میں سے جو چاہت اس خفیہ اڈے تک پہنچ سکتا ہے نقشہ حاصل کر سکتا ہے اور اس اڈے کو مشین سمیت تباہ کر سکتا ہے۔“

”میں نے بھی لگایا ہے۔ جن افسران تک پہنچا ہوا ہوں۔ ان کے خیالات سے پتا چلتا ہے کہ وہ خفیہ ازا بیجنگ

لے کسی ٹھوس پلاننگ پر عمل کرنا ہوگا۔
 ”ٹھیک ہے“ وہ نقشہ ہم بعد میں بھی حاصل کرے گی۔

اس رات پورے چین میں آتش بازی کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ وہاں کے لوگ خوشی سے رقص کر رہے تھے۔ دوسرے چین کی تباہی کا پتہ سن کر خیر نشر کی گئی تھیں لیکن شام کو خوش خبری سنائی گئی تھی کہ نراناغہ سریشین مکمل ہو چکی ہے۔ اے زمانا! کیا ہے ایک آرمی اسفر کو ٹیلی فنی کھائی لیو کا

ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا ”ہم چاہتے ہیں کہ آپ لوگ ٹیلی فون پر سیکھ کر یہاں مستقل رہائش اختیار

کریں۔

دوسرے اعلیٰ عہدے دار نے کہا ”آپ کے جتنے ٹیلی پیٹھی جانے والے ہمارے ملک میں مصروف ہیں ان کی فرض شناسی کے باعث دشمن ہماری مشین کو تباہ کرنے میں ناکام رہے ہیں۔“

ایک آری افسر نے کہا ”آپ اور آپ کے ٹیلی پیٹھی جانے والے اتنی رازداری سے کام کر رہے ہیں کہ آج تک کوئی دشمن اس خفیہ اڈے کا سراغ نہیں لگا سکا جہاں وہ مشین موجود ہے۔“

ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا ”آپ دشمن کی بات کر رہے ہیں۔ ہم تو تھوڑی دیر پہلے ہی میں ہم بھی نہیں جانتے کہ وہ خفیہ اڈا اور وہ مشین کہاں ہے؟“

بے شک میں نے علی یومر نے اور جناب عبداللہ واسطی نے نہایت رازداری سے کام لیا تھا۔ چین کی بحری بری اور فضائی افواج کے صرف تین اعلیٰ افسران کو اس سلسلے میں رازدار بنایا تھا اور رازدار بنانے سے پہلے جناب عبداللہ واسطی نے ان کے دماغوں پر روحانی ٹیلی پیٹھی کے ذریعے توہی عمل کیا تھا۔ ان تینوں کے دماغ اس طرح مقفل ہو گئے تھے کہ کوئی دشمن انہیں نہ پکڑ سکتا تھا۔

ہماری دنیا کا کوئی معاملہ ہمیشہ راز میں نہیں رہتا اور اب تو سیٹلائٹ کے ذریعے جاسوسی کی جاتی ہے۔ اس مشین اور خفیہ اڈے کا راز بھی کسی دن کھل سکتا تھا۔ لہذا پہلے سے احتیاطی تدابیر کی گئیں تھیں۔ جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے اور خفیہ الیکٹرانک آلات کے ذریعے ایسے انتظامات کیے گئے تھے کہ اس خفیہ اڈے کے اطراف دس مربع میل تک ایک سوئی بھی زمین پر گر کر تو ہمیں خبر ہو جاتی کہ دشمن اس ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کی تمنا کر رہے ہیں۔ حماقت اس لیے کہ وہاں چھپ کر جانے والوں کے لیے قدم قدم پر موت کا سامان کیا گیا تھا۔

پہلے تو یہ خبر پھیلائی گئی تھی کہ اس خفیہ اڈے کو مشین سمیت تباہ کر دیا گیا ہے۔ دشمن اپنی کامیابی پر تازاں تھے اور یقین سے کہہ رہے تھے جب بھی چین میں وہ مشین تیار کرنے کی کوشش کی جائے گی تو ان کی کوششوں کو اسی طرح ناکام بنا دیا جائے گا۔ چین کے لوگ اس مشین کا خواب دیکھتے ہی رہیں گے انہیں خواب کی تعبیر نہیں ملے گی۔

لیکن اسی شام کو تعبیر مل گئی۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے اچانک یہ خبر ساری دنیا میں گونجی پھیلی گئی کہ ٹرانسفارمر مشین عمل ہو چکی ہے۔ اسے آزمایا گیا ہے ایک آری افسر کو ٹیلی پیٹھی سکھائی جا چکی تھی ہے یہ خبر بڑے ممالک کے

اکابرین پر بجلی بن کر گری۔ انہیں یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ ٹیلی پیٹھی کے ذریعے چینی عوام کو خوشیاں مناتے دیکھ رہے تھے۔ چین کے اعلیٰ حکام اور آری افسران ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے ساری دنیا سے کہہ رہے تھے ”پہلے ہمیں سپر ہیرا تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔ اب تسلیم کرنا پڑے گا۔ پہلے ہمارے پاس انہم تھے اب ٹیلی پیٹھی کا اختیار ہے۔ ہم ٹیلی پیٹھی جانے والوں کی فوج تیار کریں گے۔“

ایک اعلیٰ حاکم وارنٹک دے رہا تھا ”ہمارے ملک میں جو مخالفین تخریب کاری کے لیے جیسے ہوئے ہیں۔ ہم ان مخالفین سے تعلق رکھنے والے ممالک کو متنبہ کر رہے ہیں کہ وہ جو ہمیں گھنٹوں کے اندر اپنے سیکرٹ ایجنٹس اور تخریب کاروں کو واپس بلا لیں ورنہ یہاں ان کی لاشیں بھی نہیں ملیں گی۔“

بارہ گھنٹے کے بعد چین کی طرف سے ٹیلی پیٹھی کا مظاہرہ کیا گیا۔ ایک ٹیلی پیٹھی جانے والے نے امریکا کے ایک اعلیٰ عہدے دار کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا ”ہیلو مسٹر ونسن! پہلے تو میں چینی زبان بول رہا ہوں تاکہ تمہیں یقین ہو جائے کہ ہم چینی باشندے بھی ٹیلی پیٹھی جانتے ہیں۔“

اس اعلیٰ عہدے دار نے بے یقینی سے پوچھا ”کیا واقعی تم واقعی چینی باشندے ہو؟ فرہاد اور اس کے بیٹے بھی چینی زبان بولتے ہیں۔“

”میں یقین دلانا ضروری نہیں سمجھتا۔ جب ہمارے ملک کے جاسوس اگلے بارہ گھنٹے کے بعد یہاں گرفتار ہوں گے اور مارے جائیں گے اور آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا تو یقین ہو تا رہے گا کہ ہمارے بھی میں ٹیلی پیٹھی جانے والوں کی فوج تیار ہو رہی ہے۔“

تمام بڑے ممالک تشویش میں مبتلا ہو گئے تھے۔ فرانس کے اعلیٰ حکام نے برطانیہ اور امریکا کے اعلیٰ حکام سے رابطہ کیا اور کہا ”کچھ دیر پہلے وہ ٹیلی پیٹھی جانے والے ہمارے وہ اعلیٰ عہدے داروں کے دماغوں میں آئے تھے۔ وہ انگریزی کے علاوہ چینی زبان بھی بول رہے تھے۔“

برطانیہ کے ایک حاکم نے کہا ”ایک چینی ٹیلی پیٹھی جاننے والا میرے بھی دماغ میں آیا تھا۔ وارنٹک دے رہا تھا کہ چین میں ہمارے دو جاسوس چھپے ہوئے ہیں۔ وہ حرام موت مارے جائیں گے۔“

ایک امریکی حاکم نے کہا ”ہمارے دماغوں میں بھی ٹیلی پیٹھی کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ وہ ہم سب کے پاس آکر اپنے چینی ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کی بدست پیدا کر رہے ہیں۔“

عمل ہو چکی ہے اور چینی ٹیلی پیٹھی جاننے والے پیدا ہو رہے ہیں۔“

دوسرے نے کہا ”بابا صاحب کے ادارے نے ہم سے بدترین دشمنی کی ہے۔ ہمارے امریکا میں کئی ٹیلی پیٹھی جاننے والے ہیں۔ وہ آخر کیا کرتے رہے۔ اس ادارے سے فرہاد ایک ٹیم کے ساتھ چین گیا اسے اور اس کی ٹیم کو کوئی روک نہ سکا۔“

”ہم روکنے کی حتی الامکان کوششیں کرتے رہے مگر وہ بت چال باز اور مکار ہے۔“

برطانیہ اور فرانس کے حکام نے کہا ”تمہارے پاس ٹرانسفارمر مشین ہے۔ تم نے امریکا میں ٹیلی پیٹھی جاننے والے پیدا کیے لیکن اس مشین سے کبھی ہمارے لوگوں کو ٹیلی پیٹھی نہیں سکھائی اگر آج ہمارے ملکوں میں بھی خیال خوانی کرنے والے موجود ہوتے تو ہم تینوں ممالک متحد ہو کر بابا صاحب کے ادارے سے فرہاد کی ٹیم کو چین تک جانے کا موقع نہ دیتے اب بھی خود غرضی سے باز آؤ اور ہمیں بھی اپنی ٹرانسفارمر مشین سے فائدہ اٹھانے دو۔“

فرانس کے حاکم نے کہا ”وہ چینی ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کی فوج تیار کر رہے ہیں۔ ہم امریکا، فرانس اور برطانیہ کے ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کی ایک متحدہ فوج تیار کریں گے۔ ہمیں جلد سے جلد ان کے خلاف ایک مضبوط محاذ بنانا ہو گا۔“

امریکی حاکم نے کہا ”بے شک ہمارا اتحاد بہت ضروری ہو گیا ہے لیکن میں بڑے افسوس کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ اب ہمارے پاس ٹرانسفارمر مشین نہیں رہی ہے۔“

”خدا نخواستہ جھوٹ نہ بولوں صاف لفظوں میں کہہ دو کہ ہمارے لوگوں کو ٹیلی پیٹھی سیکھنے نہیں دو گے۔“

برطانیہ کے حاکم نے کہا ”بڑے افسوس کی بات ہے۔ تم اپنا خود غرضی کے باعث چین کے مقابلے میں ہمارے جیسے دوستوں کو کمزور بناتے رکھنا چاہتے ہو۔“

”تم لوگوں کو میری بات کا یقین نہیں ہو گا مگر یہ سچ ہے۔ کسی نے ہماری لاعلمی میں اس ٹرانسفارمر مشین کو غائب کر دیا ہے۔“

”کیا اس مشین کو سخت پہرے میں نہیں رکھا گیا تھا؟ کیا وہ اتنی چھوٹی ہے کہ دشمن اسے اپنی جیب میں رکھ کر چلا گیا اور تمہارے پہرے داروں کو خبر بھی نہ ہوئی۔“

”تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ بابا صاحب کے ٹیلی پیٹھی جاننے والوں نے ایسا کیا ہے۔ تمہارے ٹیلی پیٹھی جاننے والے چین میں تیار ہونے والی مشین کو تباہ نہ کر سکے۔ انہوں نے تمہاری مشین کو تباہ کر دیا یا چر لے گئے۔“

”بے شک انہوں نے کیا ہے مگر تم لوگوں کو یقین نہیں آئے گا۔“

فرانس کے حاکم نے کہا ”اگر وہ ٹرانسفارمر مشین آج تمہارے پاس ہوتی تو کیا تم ہمارے لوگوں کو ٹیلی پیٹھی سیکھنے کا موقع دیتے؟“

”بے شک۔ میں کہہ چکا ہوں موجودہ حالات میں چین کے خلاف ہمارا اتحاد بہت ضروری ہے۔“

برطانیہ کے حاکم نے کہا ”یہ اتحاد اب بھی ہو سکتا ہے۔ ہم اپنے تینوں ملکوں میں ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کی فوج بنا سکتے ہیں۔“

”میں کہہ رہا ہوں۔ مشین نہیں ہے اور تم فوج بنانے کی بات کر رہے ہو۔“

”مشین نہیں ہے مگر مشین کا نقشہ تمہارے خفیہ ریکارڈ روم میں ہے۔ ہم تینوں ممالک مل کر جلد سے جلد ایک نئی مشین تیار کر سکتے ہیں۔“

امریکی حاکم نے کہا ”میں ابھی دوسرے تمام اکابرین سے اس سلسلے میں بات کروں گا اور انہیں مشین تیار کرنے کے معاملے میں آپ دونوں ممالک سے تعاون کرنے پر آمادہ کروں گا۔“

”بہتر ہے یہ فیصلہ آج ہی کر دو۔ دیر ہوگی تو ہمارے پاس بچھتاوے کے سوا کچھ نہیں رہے گا۔“

وہ تینوں ممالک ایک نئے اتحاد کے سلسلے میں مصروف ہو گئے۔ چین کی طرف سے وارنٹک دی گئی تھی کہ وہ اپنے سیکرٹ ایجنٹس اور تخریب کاروں کو چوبیس گھنٹوں کے اندر بلا لیں۔ ایسی وارنٹک تمام ممالک ایک دوسرے کو دیتے ہی رہتے ہیں اس کے باوجود غیر ملکی جاسوس اور تخریب کار دنیا کے ہر ملک میں موجود رہتے ہیں۔ چین کی اس دھمکی کو سنجیدگی سے نہیں لیا گیا۔

چوبیس گھنٹوں کے بعد انٹرنیٹ کے ذریعے تمام بڑے ممالک کو اطلاع دی گئی کہ ان کے سیکرٹ ایجنٹس کو ٹیلی پیٹھی کے ذریعے پیش کیا جا رہا ہے۔ ان بڑے ممالک میں روس اور جاپان بھی شامل تھے۔ سب سے پہلی دی اسکرین پر برطانیہ کے ایک سفارتی افسر کو پیش کیا گیا جو اپنے بیوی بچوں کے ساتھ پچھلے دو برس سے چین میں رہائش پذیر تھا۔ اس افسر نے ٹیلی پیٹھی اسکرین پر کہا ”میں پچھلے دو برسوں

سے یہاں برطانوی سفارت خانے میں بطور افسر متعین ہوں لیکن درودہ جمہوریہ چین کے خلاف جاسوسی کرتا رہا ہوں۔ میرا طریقہ کار ایسا تھا کہ چین کے سراغ رساںوں نے کبھی مجھ پر شبہ نہیں کیا لیکن اب یہ چینی میرے دماغ میں پہنچ گئے ہیں۔ انہوں نے میرے خیالات پڑھ کر میرے اور دو دوسرے سامھی سراغ رساںوں کے کوڈورڈز معلوم کیے ہیں۔ ہماری خفیہ دستاویزات ان کے ہاتھ لگ گئی ہیں ان کے پیش نظر میں اپنے جرم سے انکار نہیں کر سکتوں گا۔ وہ افسر ایک مکمل جگہ فائرنگ اسکو اڑکے سامنے کھڑا ہوا بیان دے رہا تھا۔ ایک چینی افسر اس کے تمام خفیہ دستاویزات کو اسکرین پر دکھا رہا تھا۔ پھر اس افسر نے کہا ”اس برطانوی افسر کو سزائے موت دی جا رہی ہے اور اس کے بیوی بچوں کو واپس لندن بھیجا جا رہا ہے۔“

امریکا، روس، برطانیہ، فرانس اور جاپان کے تمام اکابرین نے اور دنیا والوں نے دیکھا اس سفارتی افسر کو گولی مار دی گئی۔ اس کے جو سراغ رساں سامھی گرفتار ہوئے تھے انہیں بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ پھر ایک چینی افسر نے کہا ”آج اس ٹی وی چینل سے مجرموں کو سزائے موت دینے کا سلسلہ جاری رہے گا اور ہم ان کے خلاف محسوس دستاویزی ثبوت پیش کرتے رہیں گے۔ انصاف کے تقاضے پورے کرتے رہیں گے تاکہ ہمیں یہ الزام نہ دیا جائے کہ ہم نے دوستانہ سفارتی تعلقات کی کمی کی ہے۔“

پھر کئی امریکی، فرانسیسی اور روسی سیاہوں اور اخبارات کے صحافیوں کو اسکرین پر پیش کیا گیا۔ وہ سب سیاحت اور صحافت کی آڑ میں چین کے خلاف سرگرم عمل تھے ان سب کی موت کا منشا اسکرین پر دکھایا نہیں گیا صرف یہ کہا گیا کہ ان کی لاشیں مردہ خانوں میں رکھی رہیں گی۔ ان سے تعلق رکھنے والے ممالک یہ لاشیں لے جاسکتے ہیں۔

چینی حکام نے جو ذرا تنگ دی تھی اس پر عمل کر رہے تھے۔ ان کا یہ عمل ان تمام ممالک کو سوچنے پر مجبور کر رہا تھا کہ وہ سب تھم نہیں ہوں گے اور اپنے اپنے ملک میں ٹیلی قتی جاننے والوں کی فوج تیار نہیں کریں گے تو چین ان کے لیے بیشہ درد رہتا رہے گا اور ان پر برتری حاصل کرتا رہے گا۔

یہ بڑے ممالک کے لیے ایک لمحہ فکریہ تھا۔

○☆☆○

شیوانی کو بھی پہلے یہ خوش خبری ملی تھی کہ چین میں اس

خفیہ اڈے کو مشین سمیت تباہ کر دیا گیا ہے لیکن وہ خوش دینا نہیں تھی۔ اسی شام اس نے یہ دل توڑنے والی خبر سنی کہ مشین مکمل ہو گئی ہے۔ وہ جھنجھلا کر پورس سے بولی ”کیا یہ ہو گیا؟ تم اور نارنگ کہہ رہے تھے کہ وہ خفیہ اڈا تباہ ہو چکا ہے۔“

پورس نے کہا ”بے شک ہم نے خیال خوانی کے ذریعے یہی معلوم کیا ہے اور یہ جھوٹ نہیں ہے۔“

”اگر یہ سچ ہے تو وہ مشین تباہ کیوں نہیں ہوئی؟“

”ہو سکتا ہے وہ مشین اس تباہ ہونے والے خفیہ اڈے میں نہ رہی ہو۔ انہوں نے بڑی چال بازی دکھائی ہم دھوکا کھا گئے ہیں۔“

”میں کچھ نہیں جانتی مجھے وہ مشین کا نقشہ چاہیے۔ تم نے کہا تھا کہ اسے آری بیڈ کو رز کے ریکارڈ روم میں رکھا ہوا ہے۔“

”ہاں میں ان کے انچارج کے خیالات پڑھ کر یہی معلوم کیا ہے لیکن ایک بار خیالات پڑھ کر ہم دھوکا کھا گئے ہیں وہ مشین مکمل ہو گئی اور وہ خفیہ اڈا ہمیں تھا۔ اسی طرح وہ خفیہ بھی ریکارڈ روم میں نہ ہو وہاں کے انچارج کو اور دوسرے افسران کو یہ بتایا گیا ہو کہ نقشہ وہاں ہے تاکہ مخالف خیال خوانی کرنے والے وہاں بھی دھوکا کھا جائیں۔“

”کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہر جگہ دھوکا کھایا جائے تم اس ریکارڈ روم کے سیف تک پہنچو۔ وقت برباد نہ کرو۔“

”تم جتنا آسان سمجھتی ہو۔ یہ کام اتنا آسان نہیں ہے اس ریکارڈ روم میں چھ بڑے افسران ہیں ان سب کو باری باری بیٹا تاز کرنا ہو گا اور یہ ایک دن کا کام نہیں ہے۔ جلد بازی میں کام مگرے گا تو دوسرے افسران کو شبہ ہو گا پھر بتا ہوا کام بھی بجز جائے گا۔“

”وہ اس کی باتوں سے قائل ہو کر بولی تم ابھی کیا کرنے والے ہو؟“

”ابھی وہ سب جشن منا رہے ہیں ایک دوسرے سے رابطہ کر رہے ہیں۔ ایسے وقت میں کسی ایک کو نپ کر دیا جائے اسے اپنا معمول اور تابع بناتا رہوں گا تو دوسرا کوئی افسر اس سے رابطہ کرے گا پھر اسے غائب دماغ بنائے گا۔ میں اپنی پہلی کوشش میں ہی ناکام ہو جاؤں گا۔ ذرا صبر کرو۔ آج انہیں خوشیاں منانے دو میں کل سے کام شروع کر دیا ہے۔ بد

شیوانی نے کہا ”ٹھیک ہے۔ میں ایک ہفتے کے بعد دوسری بار ناکام نہیں ہونا چاہتی۔ تم درست کہہ رہے ہو۔ ہمیں صبر اور سہولت سے کام کرنا چاہیے۔ چلو کہیں آؤ گے لے چکیں۔“

دیوتا

وہ دونوں ہوٹل سے باہر آئے پھر ایک ریڈیو کار میں کر تفریحی مقامات کی طرف جانے لگے۔ شیوانی نے کل فون کے ذریعے نارنگ کو مخاطب کر کے کہا ”تم غار مشین کے سلسلے میں ناکام رہے ہو۔ بڑے دعوے کیے تھے کہ خفیہ اڈے کا سراغ لگا دیتے ہو لیکن فرہاد کی خوش فہمی میں جھلا کر رہا تھا اور تم التوجہ نہ رہے۔“

”مجھے افسوس ہے میں فرہاد سے پہلے بھی قریب کھا چکا ہوں اسے سمجھ نہ سکا۔ آئندہ وہ مجھے دھوکا نہیں دے سکے گا۔ اب پھر بڑھیں نہ مارو۔ مشین تو تیار ہو چکی ہے اب تم ہمارے بار دو گے۔“

”میں معلوم کروں گا کہ اس مشین کو کہاں چھپایا گیا۔“

”ٹھیک ہے اپنے طور پر معلوم کرتے رہو لیکن اب بھیما طرف توجہ دو۔ وہ ٹیلی پیچی اور کالا جادو جاننے والا میرے پاس ضروری ہے۔“

وہ غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والوں کو نپ کر رہی تھی اپنی ایک مضبوط ٹیم بنانا چاہتی تھی۔ پہلے اس نے ایک کو نپ کیا۔ اس کے پاس تین صلاحیتیں تھیں۔ کالا جادو، ٹیلی پیچی اور غیر معمولی قوت ساعت، پورس ٹیلی پیچی تھا۔ اس کے بت کلام آسکتا تھا پھر یہ کہ اس کا دل دیکھ کر اس کی طرف مائل ہو گیا تھا۔ ان دونوں کو نپ کرنے اور ان کے بے ہوش بنانے کے بعد اسے بھیما کو بھانسا جاتی تھی۔

نارنگ یہ معلوم کر چکا تھا کہ بھیما یہ دھوکہ میں ہے اور یہ مستقیم کے جسم میں سلیا ہوا ہے۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اس بار بھیما جادو کے جسم میں جا کر قید ہو گیا ہے۔ اس کے پاس ایک ایسی انگوٹھی ہے جو بھیما کو اس کے اندر بٹانے ہوئے ہے بھیما کو وہاں سے رہائی دلانا بظاہر نہیں تھا لیکن نارنگ نے ایک سیدھی سادی سی تدبیر کی کہ وہ جسم میں دو چار کام کے آدمیوں کو اپنا آئنا کار بنائے ان کے ذریعے جادو کو زخمی کرے گا یا ہلاک کر دے اس طرح بھیما کی آتما کو اس کے جسم سے رہائی مل جائے گی۔

نارنگ نے ٹی وی آن کیا اور اسرائیل سے نشر ہونے والے پروگرام دیکھنے لگا۔ ایک ٹاکر پروگرام میں دو چار افراد نے ہتھیاروں کی گفتگو کر رہے تھے نارنگ ان کی گفتگو سنتے ہوئے غصے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے خیالات بڑھنے لگے۔ یہ وہی جادو تھا۔ اس وقت اپنے گھر میں بیوی

217

بچوں کے ساتھ موجود تھا اور ٹی وی پر اپنا ریکارڈ کیا ہوا پروگرام دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ آئندہ الیکشن میں وہ میز کے عہدے کے لیے انتخاب لڑے گا تو اس بار جواہرین مستقیم اس کے مقابلے پر ہو گا۔

وہ جواہر کی شہرت اور مقبولیت کو خوب سمجھ رہا تھا۔ لاکھوں افراد اس کے عقیدت مند تھے۔ الیکشن سے پہلے ہی کہا جا رہا تھا کہ جواہر نمایاں کامیابی حاصل کرے گا اور اپنے حریفوں کو بری طرح شکست دے گا۔ بیوٹی لابی کے سیاست دان ایک مسلمان کی کامیابی نہیں چاہتے تھے۔ وہ سب جواہر کو سیاسی محاذ پر رکھ کر اور کم تر بنانے کی کوششیں کر رہے تھے۔ اپنی کوششوں کے باوجود سمجھ رہے تھے کہ آئندہ جواہر کو وہاں کا میز بننے سے روک نہیں جائیں گے۔

اس وقت موجودہ میز کی نظر ٹی وی پر تھیں لیکن اس کا ذہن جواہر کے خلاف سوچ رہا تھا۔ اس کے ذہن میں بار بار یہی بات آ رہی تھی کہ جواہر یہ دھوکہ میں نہیں رہے گا یا اس دنیا میں نہیں رہے گا تب ہی وہ آئندہ بھی میز کا عہدہ حاصل کر سکے گا۔

گویا اس کے دماغ میں یہ سازش پک رہی تھی کہ جواہر کو اس دنیا میں نہیں رہنا چاہیے اور یہی نارنگ چاہتا تھا۔ اب بھی وہ میز کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ اس لیے اس کے وفادار اور خدمت گارے بے شمار تھے۔ ان وفاداروں میں سیاسی غنڈے بھی تھے۔ نارنگ نے اس کی سوچ میں کہا ”مجھے ابھی ان غنڈوں سے کام لیتا جا ہے۔ الیکشن سے بہت پہلے جواہر کو قتل کیا جائے گا تو کسی کو میز کی سیاسی سازش کا شبہ نہیں ہو گا۔“

اس نے موبائل کے ذریعے ایک غنڈے سے رابطہ کیا پھر کہا ”ہیلو میں بنجامن فرینک بول رہا ہوں۔ تم نے کہا تھا اپنے جھکنڈوں سے جواہر کو الیکشن میں حصہ نہیں لینے دو گے اس سلسلے میں کیا کر رہے ہو؟“

اس غنڈے نے دوسری طرف سے کہا ”میں جواہرین مستقیم سے ملاقات کرنے گیا تھا۔ اس نے بڑی محبت سے مجھے اپنے ذرا تنگ روم میں بلایا اور خوش آمدید کرتے ہوئے مجھ سے مصافحہ کیا۔“

میز بنجامن فرینک نے ناگواری سے کہا ”تم اپنی ملاقات کا حال اتنی تفصیل سے بیان نہ کرو کہ کام کی بات کرو۔“

”کام کی بات کیا کروں وہ تو اتنا اچھا اور نیک انسان ہے کہ اسے ہلاک کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔“

”بھلا اس مت کرو۔ میں نے سنا تھا کہ جو اس سے ملاقات کر کے اس سے دو گھڑی بائیں کر لیتا ہے۔ اس کا

کتابیات بیل، کشن

”ہلے آؤ تھا۔ اب آدمی بن گیا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اسے ہلاک نہیں کروں گا۔ آج تک بھاری معاوضے لے کر کسی وجہ کے بغیر کسی کو بھی قتل کرنا رہا ہوں مگر جو آدمی کو نہیں کروں گا۔“

جو غنڈا جواد کا عقیدت مند ہو گیا تھا اس کا نام کرکس
 ڈگلس تھا۔ نارنگ نے ڈگلس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس پر
 مسلط ہو کر اس کی سوچ میں بولا "قتل کرنا میرا پیشہ ہے۔ اس
 بار مجھے لاکھوں ڈالرز ملیں گے۔ اگر جو اد ایک فشر ہے تو ہوا
 کرے۔ میں نے میسر سے وعدہ کیا ہے میں وعدہ پورا کروں گا
 اور اس سے رقم وصول کروں گا۔"

ڈکلس فون پر منتقل ہو کر کرتے خاموش ہو گیا تھا۔ میسر
بجاسن فرینک پوچھ رہا تھا ”تم خاموش کیوں ہو اگر میرا کام
کرنے سے انکار کر رہے ہو تو میری ایڈوانس میں دی ہوئی رقم
واپس کرو۔“

ڈگلس نے نارنگ کی مرضی کے مطابق کہا ”میں تمہارا کام کروں گا۔ ابھی جا رہا ہوں آپ کے راستے کا کاٹنا ہٹا کر خوش خبری سناؤں گا۔“

ڈھکس نے ریسپور رکھ دیا۔ میز کی دراز کو کھول کر ایک شات گمن نکالی اس کے میگزین کو چیک کیا پھر اپنی رہائش گاہ سے باہر آکر اپنی موٹر سائیکل پر بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔

میسز بنجامن فرینک نے سوچا۔ وہ اسے ہلاک کرنے گیا ہے ایسے وقت مجھے جواد سے ملاقات کرنے کے لیے جانا چاہیے۔ میں جواد کے قریب رہوں گا اور ایسے وقت کہیں سے گونا گونا گویا کچھ رشہ نہیں کرے گا۔

وہ یہی سوچتا ہوا اپنی رہائش گاہ ہا ہر آیا پھر اپنی کار میں بیٹھ کر جو اد کے عالی شان بنگلے میں پہنچ گیا۔ جو اد وسیع و عریض لان میں کئی معزز لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ ان میں

شہر کے میز کو آتے دیکھ کر سب ہی اس کے استقبال کے لیے اٹھ کر کھڑے ہو گئے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کرنے لگے جو اُن نے بھی آگے بڑھ کر کہا "مسٹر فریک آپ یہاں شہف لائے ہو یہ میرے لیے ایک بہت بڑا کام ہے۔"

دونوں نے آگے بڑھ کر ایک دوسرے سے مصافحہ کیا۔
مصافحہ کرتے ہی جیسے میز کی عاقبت روشن ہو گئی۔ وہ ماحول کو
خود نواد کو بڑی اپنائیت اور محبت سے دیکھنے لگا۔ کہنے لگا "میں نے
خباہرات میں آپ کے متعلق بہت کچھ پڑھا ہے۔ آپ کی
بڑی شہرت ہے یہاں آپ کے لاکھوں عقیدت مند ہیں۔
میں بھی آپ کا عقیدت مند ہو گیا ہوں۔"

جوانے گنا ”آپ تشریف رکھیں۔ مجھے بھی آپ سے مل کر مسرت حاصل ہو رہی ہے۔ آپ نے یہاں آنے کی رحمت کی مجھے بلاتے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔“

میرزاخان فریدک اندر ہی اندر بے چینی سی محسوس کر رہا تھا۔ ایک خیال یہ پیدا ہوا تھا کہ کیونکہ جو اسے مٹا رہا ہے وہ سراسر خیال غالب آتا تھا کہ انسانوں کی دنیا میں کوئی فرشتہ آجائے تو سب ہی اس سے مٹا رہتے ہیں سب ہی اس کی قدر کرتے ہیں۔ میں بھی اس کی قدر کر رہا ہوں تو کیا اگر رہا ہوں؟

جواو نے پوچھا ”فرمائیے“ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟“

وہ بڑے ادب سے بولا ”خدمت تو مجھے کرنا چاہیے۔
میں سوچ رہا ہوں۔ اس بار الیکشن میں آپ کے مقابلے
میں نہیں آؤں گا۔ آپ جیسے فرشتہ صفت انسان کو بلا مقابلہ اس
شہر کا میئر بننا چاہیے۔“

وہاں بیٹھے ہوئے ایک معزز شخص نے کہا "مسٹر فریٹ
آپ فرخ دلی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ بے شک مسٹر جواد کو
س شہر کا میر بننا چاہیے۔"

نارنگ اس قابلِ دلکس کے دماغ پر مسلط تھا۔ دو روز
سائیکل ڈرائیو کرتا ہوا جو اد کے سامنے والے بنگلے میں آیا۔
اس بنگلے کی چھت پر چڑھ گیا اس نے ہیملٹ پہنا ہوا تھا۔

اس ہیلٹ کے باعث چہرہ چھپا ہوا تھا۔ اس کے لئے معزز سرے پر آکر دیکھا سامنے والے بنگلے کے لان میں جو آدمی کرسی پر فرائڈ کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ دانی کرسی پر

نوا کو گولی ماری ہے۔“

نئے شات مہمن کے ذریعے دور بیٹھے ہوئے جواد کا ایسے وقت باتیں کرتے کرتے جواد کی نظر اس شخص پر پڑی۔ اس نے چونک کر ڈھک کو دیکھا جو اس کا نشانہ بن رہا تھا۔ ٹیکر داکر گولی چلائے ہی والا تھا۔ جواد نے اس پر ہاتھ اٹھا کر کہا ”رک جاؤ!“

اس سے اُکے چھتہ نہ سکے۔ اُکس رتیر لوہا چکا
نے جو ادا کاشانہ لیا تھا اور اس کاشانہ کبھی چوکتا
رکھن ایسے ہی وقت جو ادا نے ہاتھ اٹھا کر اسے رک
نے لے کہا تھا۔ اس طرح جو ادا ورثاٹ گمن کے
اور انکو بھی گنتی تھی اور اس انکو بھی ک طرف گولی
چلتی تھی۔ لہذا کاشانہ ذرا سا بیک گیا۔ وہ گولی سیدھی
کے کتے کے منہ میں گئی۔

نہایت پریشان ہوئی۔ وہاں سب
چونک کر اور سہم کر کھڑے ہو گئے۔ جہاں سے
ان کی آواز سنائی دی تھی اوھر دیکھنے لگے۔
انہوں نے انکس کے خیال سے معلوم کیا کہ گولی جو ادا کو

”میرا باب تو پہلے ہی مر چکا ہے۔“

ن خالی ہو چکی تھی۔ مزید فائرنگ کے لیے دوسرا

اس نے شیوانی کے موبائل پر رابطہ کیا پھر اس سے کہا

نہانی نے پوچھا "تم اب تک کیا کر رہے تھے؟"

بے بزاری سے کہا ”تم سے کوئی کام نہیں ہوگا۔
سپاس غیر معمولی صلاحیتیں ہیں مگر عقل نہیں ہے۔“

نئے ان فون پر بول رہی تھی اور پورس کارڈ رائیو کر رہا
 "یوں تو تفریح کر لے، کچھ نہ بچے۔"

یہی بڑی بڑی رپورٹ پیش کر رہا ہے۔ کیا کامیاب

شیوانی نے جل کر کہا ”وہ تو بالکل گدھا ہے۔ جو ادھیسے ایک شخص کو ہلاک کرنے میں ناکام ہو رہا ہے۔ اب کوئی نیا آئیڑا پیش کرنا چاہتا ہے۔“

پھر وہ فون پر بولی ”کیا ہے وہ نیا آئیڈیاز۔“
 ”میڈم! آپ نے اسرائیل کی ٹیلی بیٹھی جانے والی الپا
 کا نام سنا ہوگا۔ وہ ٹیلی بیٹھی کی دنیا میں ناقابل شکست کھلاتی

ہے اور برسوں سے اسرائیل پر حکمرانی کرتی آرہی ہے۔
 ”میں اسے جانتی ہوں۔ میں نے اسکاٹ لینڈ یا روم میں
 اس کا ریکارڈ دیکھا ہے۔ آگے بولو کیسا چاہتے ہو۔“

”میں الپا کا تعاون حاصل کروں گا۔ وہ بھیجا کی دشمن ہے۔ بھیجا اسی ملک میں ہے وہ میرا ساتھ ضرور دے گی۔“

سے بھیہما کی آتما کو کسی نہ کسی طرح رہائی دلائے گی لیکن اسے اپنے مقصد کے لیے ٹریپ کر کے اپنا تابع بنالے گی اور ہم دیکھتے رہ جائیں گے۔“

”وہ بھیجا کہ ٹرپ نہیں کر سکے گی میرے پاس ایک اور آئیڈیا ہے۔“

TO HELL WITH YOUR IDEAS”

(جہنم میں گیا تمہارا آئیڈیا) تم الپا سے رابطہ نہیں کرو گے
اے اپنی آواز بھی نہیں سناؤ گے۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ
تمہیں مجھ سے جھین کر لے جائے۔“

”پھر میں کیا کروں؟ ٹھیک ہے میں کوئی دوسرا آئیڈیا سوچتا ہوں۔“ تھوڑی دیر بعد رابطہ کروں گا۔“

یہی گویا ہے۔ اس کے ذریعے میں دور تک پہنچ سکتی ہوں مگر کچھ حاصل نہیں کر سکتی۔“

پورس نے کہا ”اے انبی عقل سے کام نہ کرنے دو۔“

”اب اس کی باتیں چھوڑو۔ ہم تفریح کے لیے نکلے

پورس نے سمندر کے کنارے ایک ہوٹل کے سامنے گاڑی روک دی۔ اس ہوٹل کے گراؤنڈ فلور پر ڈائننگ ہال

اور شراب خانہ تھا۔ وہاں بڑے پیمانے پر جو اٹھایا جاتا تھا۔ ایک رات میں لاکھوں ڈالرز ادھر سے ادھر ہو جاتے تھے۔ اس کے فرسٹ اور سیکنڈ فلور پر ایسے کمرے بنے ہوئے تھے

کہ ہر کمرے سے دور تک سمندر کا نظارہ کیا جاسکتا تھا۔
شیوانی نے وہاں رات بھر کے لیے ایک کمرہ حاصل کیا۔
شراب اور کباب کا آرڈر دیا پھر وہ دونوں اس کمرے میں

کتابیات پبلی کیشنز

سامنا ہوتے ہی اسے گولی مار دوں گا۔ پہلے راستے کا کھانا ہٹاؤں گا پھر شیوانی تو بے ہوش ہے اسے آسانی سے کھینچے میں لے لوں گا۔“

وہ دوم نمبر ۱۲ کے دروازے پر آیا پھر اپنے لباس کے اندر سے ریو اور نکال کر دروازے پر دستک دی۔ دستک کے جواب میں کسی نے دروازہ نہیں کھولا۔ اس نے سوچا ”مجھے دستک نہیں دینا چاہیے یہ کال تیل کس لیے ہے؟“

اس نے کال تیل کے ٹن کو دیا۔ اندر بچنے والی کھنکی کی آواز باہر سنائی دی۔ اس نے انتظار کیا مگر پورس دروازہ کھولنے نہیں آیا اس بار اس نے دستک دینے کے لیے دروازے پر ذرا زور سے ہاتھ مارا تو دروازہ کھٹکا چلا گیا۔ کھٹے ہوئے دروازے سے دور ایک بیڑ پر شیوانی گری نیند میں نظر آ رہی تھی۔

وہ مقام انداز میں اندر آیا۔ دبے قدموں آگے بڑھتے ہی دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ اسے پورس نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے اونچی آواز میں کہا ”آندرے کیا بات ہے؟ مجھے یہاں بلا کر کیوں چھپے ہوئے ہو؟ مجھے شبہ تھا کہ تم ایسی کوئی حرکت کرو گے کہاں ہو تم؟“

اسے پورس کی آواز سنائی دی ”کبھی پیچھے بھی دیکھا کرو۔“

وہ ایک دم سے چونک کر پلٹ گیا۔ پلٹتے ہی منہ پر ایسا زبردست گھونسا پڑا کہ آنکھوں کے سامنے تارے نچنے لگے۔ اس کے ہاتھ سے ریو اور گر گیا وہ کالا جادو اور قہر پھینکی جاتا تھا اور غیر معمولی قوت ساعت رکھتا تھا لیکن فائزر نہیں تھا۔ دشمنوں سے دو دو ہاتھ کرنا نہیں جانتا تھا وہ ایک ہی گھونٹے میں چکرا کر گر پڑا۔

پورس نے فرش پر سے ریو اور اٹھاتے ہوئے کہا ”چلو اٹھو۔“

وہ آہستہ آہستہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا ”یہ اچھی بات نہیں ہے میں تمہیں دوست سمجھ کر ملنے آیا ہوں اور تم میرے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہو۔“

پورس نے کہا ”مجھے دوست سمجھ کر ریو اور تنھے میں دینے آئے ہو۔ ہمیں کبھی ہتھیار کی ضرورت نہیں پڑی۔“

اس نے ریو اور کو تارنگ کے قدموں میں پھینک دیا۔ اس نے حسرت سے ریو اور کو دیکھا اس وقت یہ شدید خواہش تھی کہ فوراً ریو اور اٹھا کر پورس کو گولی مار دے۔

پورس نے اس کے دماغ میں آنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ پریشان ہو کر کہا ”میں تمہیں اپنے اندر نہیں آنے

دوں گا۔“ ”میں سمجھ رہا تھا ایک ہی گھونٹے میں تمہارے دماغ کا دروازہ کھل جائے گا مگر نہیں کھل رہا تھا۔ سو رہی اب مجھے تالا توڑنا ہو گا۔“

پورس نے اس کے منہ پر دوسرا گھونسا رسید کیا۔ وہ لڑکھاتا ہوا ذرا دور جا کر فرش پر گر پڑا پہلے ہی گھونٹے میں ناک سے اور بانچھوں سے لور سے لگا تھا۔ دوسرے گھونٹے میں دودانت ٹوٹ کر باہر آ گئے۔

پورس نے اس کے اندر کہا ”سوری میں نے دماغ کا تالا توڑا تمہاری دانت بھی ٹوٹ گئے۔ آرام سے یہیں فرش پر لیٹے رہو۔ تمہیں تکلیف ہو رہی ہے یہیں آرام کرو تمہیں بند کر کے اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔“ وہ گہرا گرولا ”نہیں میں تمہیں چٹا ٹائز کرنے نہیں دوں گا۔“

”مجھے کچھ نہ کرنے دو مگر اچھے بچے کی طرح چپ چاپ سو جاؤ۔“

وہ جانتا تھا کہ سونے کا تو اپنی آزادی کھوئے گا۔ شیوانی کی قید سے نکل کر اس کا قیدی بن جائے گا۔ وہ نہیں سونے گا۔ اس آندرے کو اپنے اور مسلط نہیں ہونے دے گا۔ وہ سوچ رہا تھا اور غیر شعوری طور پر زیر اثر آتا جا رہا تھا۔ آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں۔ اس طرح وہ رفتہ رفتہ گہری نیند میں ڈھلتا چلا گیا۔ اس کے بعد وہ سمجھ نہیں سکتا تھا کہ اس کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے۔

○☆☆○

بیکر رانٹ اور قہری جے بوٹ میں تھے ان کے علاوہ اور چھ مسافر تھے۔ جن میں دو عورتیں اور چار موٹے دو بوٹ وسیع و عریض سمندر میں ایک ٹنکی کی طرح بہتی جا رہی تھی۔ جہ نظر تک پانی ہی پانی تھا۔ زمین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ساحلی علاقے اتنی دور تھے کہ بندے بھی اڑتے ہوئے دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ اور صرف آسمان تھا۔ نیچے صرف پانی تھا۔ ایسی جگہ ایک دشمن دوسرے دشمن کو نقصان پہنچا کر وہاں سے فرار نہیں ہو سکتا تھا۔

بیکر رانٹ ’جے کا فو اور جے فلو نے ایک دوسرے کو جانی نقصان پہنچانے کی کوششیں کی تھیں لیکن وہ ایک دوسرے کے قابو میں نہیں آئے تھے۔ ان تینوں کے پاس ریو اور بھی تھے اور ٹیلی پیچی کے ہتھیار بھی تھے۔ بعض حالات میں کوئی بھی ہتھیار کام نہیں آتا۔ حالات سے کر کے کسی شہری موقع کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ انہوں نے یہی کہا تھا ”ایک دوسرے کو ہلاک کرنے کے

دیوتا

اپنے اپنے ریو اور خالی کمرے تھے اور یہ طے کیا تھا اس بوٹ میں اسن ولمان سے رہیں گے اور لمبئی پیچ کر دوسرے سے دور ہو جائیں گے۔ بوٹ کے دوسرے کمرے میں اس فیلے سے مطمئن ہو گئے تھے۔

فران کے پاٹک نے کہا ”تم تینوں سمجھ دار ہو یہاں بوٹ چلاتے تو دوسرے مسافروں کو نقصان پہنچتا پھر تم ہا ایک دوسرے سے کم نہیں ہو فائزنگ کے نتیجے میں تینوں مارے جاتے۔“

بیکر رانٹ ایک سیٹ پر آکر بیٹھ گیا تھا۔ جے کا فو اور جے اس کے پیچھے دوسری جگہ جا کر بیٹھنا چاہتے تھے۔ بیکر نے ہلکے سے ہاتھ کر کہا ”سنو میرے پیچھے جا کر نہ بیٹھو۔ پیچھے ہ کی وقت بھی حملہ کر سکتے ہو۔“

جے کا فو نے کہا ”یکو اس مت کرو۔ ہمارے درمیان ٹوٹا ہوا رکنا ہے۔“

”تم یکو اس مت کرو۔ سمجھوتے کے بعد بھی دھوکا دیا جاتا ہے۔ ہم لمبئی پیچتے تک ایک دوسرے کے سامنے بٹہ رہیں گے۔“ بیکر وہاں سے اٹھا اور ان کے سامنے ایک سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ وہ دونوں اسے غرا کر دیکھنے لگے۔ انہوں نے اپنی اپنی دہائی کے لیے سمجھوتہ کیا تھا مگر کسی راہ اعتماد نہیں کیا تھا۔ تینوں کے ذہنوں میں یہ بات تھی کہ ہمیں پیچھتے تک ایک ہی طرف سے دھوکا ہو سکتا ہے۔ ان میں سے کوئی ایک طرف سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ وہ تینوں اپنی اپنی جگہ بٹھ سوچ رہے تھے۔

ٹیلی پیچی جانتے والے کبھی کسی پر بھروسہ نہیں کرتے یا لگے کی جان لے لیتے ہیں یا اسے زخمی کر کے اپنا غلام بناتے۔ جے سامو نے دونوں ساتھیوں کے اندر موجود ہوشیاری سے سمجھ رہے تھے کہ ایک ٹیلی پیچی جانتے والا ان کو ہلاک کر سکتا ہے۔ کسی طرح اسے زخمی کیا جاسکتا ہے۔ بیکر رانٹ سوچ رہا تھا ”یہ دو نہیں ہیں۔ کوئی تیسرا بھی ہے۔ اسے پاس آتا ہے اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ تیسرا ہی ہے۔ مجھے غلام بنانے کے لیے کسی طرح کی بھی شہرت یا زینس آئیں گے۔“

جے فلو نے ناگواری سے کہا ”اے! ہمیں اس طرح بٹھ کر دیکھ رہے ہو؟“

”میں تم دونوں کو پہچان رہا ہوں ایک تیسرا ٹیلی پیچی ہے۔ اس کا ہمارے کئی ٹیلی پیچی جانتے والے ساتھی

ہیں۔“

”تم صرف تین ہو کوئی چوتھا نہیں ہے۔“ ”کوئی چوتھا نہیں ہے تو کیا فرق پڑتا ہے؟“ ”تو پھر مانتے ہو کہ تم صرف تین ٹیلی پیچی جانتے والے

ہو۔“ ”تم کتنا کیا چاہتے ہو؟“ ”یہی کہ میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔ تم قہری جے ہو۔“

وہ دونوں ہنسنے لگے پھر ایک نے کہا ”تم ہمارے متعلق جو بھی رائے قائم کرتے رہو۔ ہم نے تمہارے بارے میں سوچنا چھوڑ دیا ہے کہ تم کون ہو؟“

دو عورتیں بیکر رانٹ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں ان میں سے ایک نے کہا ”تم تینوں آپس میں باتیں نہ کرو۔ خواہ بات بڑے گی تو اس چھوٹی سی بوٹ کا امن و امان ختم ہو جائے گا۔“

جے فلو نے اس عورت کی بات سن کر بے کافو سے خیال خوانی کے ذریعے کہا ”میں اس عورت کے دماغ میں رہوں گا یہ ہمارے دشمن کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے پاس کوئی چھوٹا بڑا تو بھی ہے۔“

جے کا فو نے کہا ”کوشش کرو۔ ہمیں کسی طرح بھی اسے زخمی کرنا ہے۔ میں پاٹک کے دماغ میں ہوں اس کے ذریعے اس شخص کے دماغ میں پہنچوں گا جو ہمارے دشمن کے پیچھے بیٹھا ہوا ہے۔“

جے سامو نے کہا ”پیچھے سے کیا ہوا حملہ ضرور کامیاب ہوتا ہے۔ میں بھی کوشش کر رہا ہوں اس کم بخت کی تقدیر اچھی ہے ابھی تک ہمیں کوئی موقع نہیں مل رہا ہے۔“

دو چار دشمن آئے سامنے ہوں تو سازشوں سے باز نہیں آتے۔ بیکر رانٹ بھی موقع کی ناک میں تھا۔ جے کا فو اور جے فلو کے قریب ایک جوان خوب صورت لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ بیکر اس کے اندر پہنچا ہوا تھا اس کا نام اعلیٰ تھا۔ وہ عیسائی تھی۔ اور بچہ کھر کے اسکرٹ اور بلاؤز میں اپنے عمر کی بہاریں دکھا رہی تھیں۔ وہ اکثر فضائی راستے سے یا بحری راستے سے گوا سے لمبئی اور لمبئی سے گوا جاتی آتی رہتی تھی اس کا ایک چھوٹا سا گینگ تھا۔ اس گینگ کے افراد ہیرے اور ڈرگس ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے تھے۔ کسی انڈر ورلڈ کے لیے کام کرتے تھے اور خوب مال کماتے تھے۔

اس وقت اعلیٰ کے بیٹہ بیک میں دو کوڑے کے ہیرے

کتابیات پبلی کیشنز

تھے۔ وہ گوا کے کسٹرو والوں کو بے وقوف بنا کر ہیرے لے آئی تھی۔ اب فکر مند تھی کہ ممبئی کے کسٹرو والوں سے کس طرح بچ کر نکلے گی؟ اگرچہ انڈور و لڈوالوں کے ہاتھ بہت لمبے تھے۔ وہ شاید ہی کبھی قانون کی گرفت میں آتے تھے۔ اتفاقاً کبھی کسی کی شامت آجاتی تھی۔ اعلیٰ کی شامت بھی آسکتی تھی وہ کسی سوچ کریشان ہو رہی تھی۔

بیکرنے اس کی سوچ میں کہا "میں ٹیلی بیٹھی کے بارے میں کیا جانتی ہوں؟ اگر کوئی ٹیلی بیٹھی جانے والا میرے دماغ میں آجائے تو میں کیا کروں گی؟"

اعلیٰ نے اپنی سوچ میں کہا "میں خوشی سے پاگل ہو جاؤں گی۔ اس ٹیلی بیٹھی جاننے والے کی مدد سے ممبئی کے کسٹرو والوں کو غائب دماغ بنا کر آسانی سے ہیرے لے جاؤں گی مجھے دو کوڑے کے ہیروں کے عوض کمیشن کے طور پر پانچ لاکھ روپے ملیں گے۔"

اسے پہلے کبھی اتنی بڑی رقم نہیں ملی تھی۔ ہمیشہ خطرات سے کیلے کے بعد پچاس ساٹھ ہزار مل جایا کرتے تھے۔ وہ خوب دولت کمانا چاہتی تھی۔ اس بار یکمشت پانچ لاکھ روپے ملنے والے تھے۔ وہ خوشی کے مارے اپنے ساتھیوں سے الگ ہو کر تھامسندری راستے سے ہیرے اسمگل کر رہی تھی۔

بیکرنے اس کی سوچ میں کہا "میری مدد کے لیے کوئی میرے دماغ میں آئے گا تو میں حیرت کا اور مسرت کا اظہار نہیں کروں گی۔ ایسا کرنے سے آپ پاس کے لوگوں کو شبہ ہو گا۔ وہ پوچھیں گے کہ میں اچانک پاگلوں کی طرح کیوں خوش ہو رہی ہوں؟"

اعلیٰ نے سوچا "میں میں اپنے چہرے سے خوشی ظاہر نہیں کروں گی۔ بڑی رازداری سے ٹیلی بیٹھی جاننے والے سے مدد مانگوں گی۔"

تب بیکرنے اس کے دماغ میں کہا "ہیلو اعلیٰ! انسان جو سوچا ہے وہ نہیں ہوتا مگر تم جو سوچ رہی تھیں وہ ہو رہا ہے۔"

اعلیٰ نے ایک ہاتھ سے اپنے سر کو تھام لیا تھا۔ بڑی حیرانی سے ایک اجنبی کی آواز سن رہی تھی۔ بیکرنے کہا "تمہارے چہرے سے حیرانی ظاہر ہو رہی ہے اپنا ہاتھ سر سے ہٹاؤ۔ ایسی حرکتوں سے لوگ تمہاری طرف متوجہ ہوں گے۔"

اعلیٰ نے فوراً اپنا ہاتھ سر سے ہٹالیا۔ کوشش کرنے لگی کہ چہرے سے حیرانی ظاہر نہ ہو۔ بیکرنے کہا "شباباش بالکل نارمل اور پرسکون رہو۔ جیسے کوئی غیر متوقع حالات پیش

نہ آ رہے ہوں۔"

وہ بولی "بس۔ میں نارمل ہوں مگر مجھے یقین نہیں آتا ہے۔ ابھی میں نے ایسی خواہش کی تھی جو کبھی پوری نہیں ہو سکتی تھی ایسی خواہش ایک مذاق سے زیادہ اور کچھ نہیں ہوتی۔ مگر تم۔"

"مگر یہ مذاق نہیں ہے اور تمہاری یہ خواہش پوری ہو رہی ہے۔ میں تمہارے اندر بول رہا ہوں۔ تمہیں یقین دلانے کے لیے تمہارے اندر کی بات بتا سکتا ہوں۔"

"ہاں کچھ ایسی باتیں بتاؤ کہ مجھے یقین ہو جائے۔"

"تمہارے ہینڈ بیگ میں بیش قیمت ہیرے ہیں۔ تم ان ہیروں کو مراد بازار کے سینٹر گر دھاری لال کے پاس پہنچاؤ گی یہ دو کوڑے کے ہیرے ہیں۔ گر دھاری لال تمہیں پانچ لاکھ روپے دے گا۔ کچھ اور پوچھو۔ کچھ اور بتاؤں! میں کسی کے کسٹرو والوں کو غائب دماغ بنا دوں گا تم بڑی سبے بالی سے یہ ہیرے لے جا سکو گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "وگاڈ! سوئی تھینکس میں جو باتیں تم ہی میرے لیے کرنا چاہتے ہو۔ میں کیا بتاؤں میں اپنی خوشیوں کو کس طرح اپنے اندر دبا رہی ہوں۔ میرا کوئی پھانسا ہے کہ خوشی سے اٹھ کر نہ پڑے لگوں۔"

"اس طرح ناپے ناپے جیل پہنچ جاؤ گی۔ رافٹ منڈی میں ہے کہ خوش ہونا بھول جاؤ گری سنجیدی اختیار کرو۔"

"میں یہی کوشش کر رہی ہوں۔ تم میرے اندر دھکی میری حالت کو سمجھ رہے ہو گے۔"

"تم اسی طرح میری ہدایات پر عمل کرتی رہو گی تو میں ممبئی تک تمہارے ساتھ رہوں گا۔ تمہارے کام آنا رہوں گا۔"

"میں تمہارے ایک ایک حکم کی تعمیل کرتی رہوں گی۔ بتاؤ تم میرے اندر کیسے پہنچ گئے؟ کیا مجھے پہلے سے جانتے ہو؟"

دیوتا

ایں ہوں۔ اب مجھ سے خوشیاں برداشت نہیں ہوں گی۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر تیزی سے چلتی ہوئی ایک ٹائلٹ میں بیٹھی۔ اندر جاتے ہی دروازے کو بند کر کے دونوں ہاتھوں کے پٹے منہ کو دبا کر مارے خوشی کے ہنسنے لگی اور ہنسی کو نہ لگی۔ ایک بدن میں ایک ہی وقت میں اسے وہ سب مل رہا تھا۔ جس کی تنہا ہر جوان لڑکی کو ہوتی ہے۔

دوسری طرف بے فکراس عورت کے دماغ میں پچھا ہوا کہ جو بیکر کے پاس بیٹھی ہوئی تھی وہ اعلیٰ کی طرح ایک بہن دو شیزہ تو نہیں تھی لیکن ایک بہرہ ور جوان عورت تھی۔ یہ کوئی چھانٹا ہو تو پہلے اس کی ضرورتوں کو سمجھا جاتا ہے پھر کسی کی ضرورتیں پوری کرتے رہو تو پھر وہ دل و جان سے قربان ہو رہی ہے۔ بے فکری سے اس عورت کے خیالات بڑے بڑے ہو رہے تھے۔ وہ بڑی ہی نوکری میں بڑی بڑی سکھائی ہوئی پچھلیاں

ساحلی علاقوں کے مای گیر پچھلیاں پکڑ کر مہاجنوں کو بھرت کر دیتے تھے جو پچھلیاں بچ جاتی تھیں۔ انہیں اچھی طرح ننگا مارا کر دھوپ میں سکھاتے تھے ایسی پچھلیاں کو بچا جانے کے بعد کبھی خراب نہیں ہوتیں میمنوں تک اعلیٰ کے قابل رہتی ہیں۔ بڑے بڑے شہروں میں ایسی پچھلیاں کے اچھے دام مل جاتے ہیں۔

وہ عورت جو سوچی پچھلیاں لے جا رہی تھی۔ اس کا نام کلا بانی تھا۔ وہ پچھلیوں کے پیٹ کے اندر جس بھر کر لے رہی تھی۔ وہ پانچ سو روپے کی پچھلیاں تھیں لیکن وہ ممبئی کے بڑے بڑے بازار روپے کمانے والی تھی۔

کلا بانی کے ساتھ بھی یہی مسئلہ تھا۔ وہ بھی ممبئی کے کسٹرو والوں سے خوف زدہ تھی۔ دل ہی دل میں بھکوان سے بات کر رہی تھی کہ کسٹرو والوں سے بچ کر نکل جائے گی اور وہ بڑے بڑے کمالے کی تو مندر میں پانچ سو روپے کا چڑھاوا

کمانے لگی۔

بے فکری سے بھی وہی طریقہ استعمال کیا جو بیکرنے اعلیٰ کے ساتھ کیا تھا۔ اس نے پہلے کلا بانی کو اس کی ہی سوچ کے مطابق اس بات پر آمادہ کیا کہ ایک ٹیلی بیٹھی جاننے والا اس کے لیے اس کے اندر آئے گا تو وہ اچانک حیرت اور حیرت کا اظہار نہیں کرے۔ گی ورنہ پچھل جلائے گا کہ وہ اس اسمگل کر رہی ہے اور کوئی ٹیلی بیٹھی جاننے والا اس کے اندر آ رہا ہے۔

بے فکری سے جب یقین ہو گیا کہ کلا بانی کوئی کام نہیں کرے گی تو اس نے خود کو اس کے اندر ظاہر کیا اسے یقین

دیوتا

دلایا کہ وہ اپنی تمام پچھلیوں کو کسٹرو والوں کے سامنے لے جائے گی اور اسے کوئی نہیں روکے گا۔ وہ خوش وہ کر بولی "بابو صاحب! تم کون ہو؟ میرے کو کیسے جانتے ہو؟"

بے فکری سے "یہ نہ پوچھو کہ میں کون ہوں اور تمہیں کیسے جانتا ہوں۔ میں تمہارا کام کروں گا۔ تم میرا کام کرو گی۔ بولو منظور ہے؟"

"میرے کو سرے پاؤں تک منظور ہے۔ تمہارا جو بھی کام ہو گا میں کروں گی۔ میرے کو کام بتاؤ۔"

"جس بڑے نوکے میں تم نے پچھلیاں رکھی ہیں۔ اس میں پچھلیاں کانٹے کے لیے ایک بڑا سا چاقو بھی رکھا ہوا ہے۔ تم اس چاقو سے میرے ایک دھن کو زخمی کر دو گی۔"

وہ گھبرا کر بولی "ہائے رام! میں زندہ پچھلیوں کو مارتی ہوں مگر کبھی کسی آدمی کو نہیں مارا۔ مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکے گا۔"

"تم میرے دشمن کو جان سے نہیں مارو گی۔ صرف زخمی کر دو گی۔"

"میں پکڑی جاؤں گی یہ لوگ میرے کو پولیس کے حوالے کر دیں گے۔ بابو صاحب! کوئی دوسرا کام ہو لو؟"

"بس یہی ایک کام ہے اور یہ کام تم خود نہیں کر سکتی۔ میں تم سے کراؤں گا۔ تمہیں پتا بھی نہیں چلے گا کہ پک بھینکتے ہی کیا کر چکی ہو۔"

"بابو صاحب! تمہارا وہ دشمن کون ہے؟"

کتا بیات پہلی کیشنز

پھر وہ ایک دم سے چونک کر بولی "ہائے رام کہ تم وہی دشمن ہو۔ میرے اندر بھی ہو اور سامنے بھی بیٹھے ہو۔"

"تمہارا نہیں اس کم بخت کا دشمن ہوں! میں توجہ سے نہ دیکھتا ہوں شہ ہو رہا ہے۔"

"میں تمہیں نہیں دیکھوں گی مگر مجھے اچھی طرح پتا ہے کہ تم مجھے کس طرح پولیس والوں سے بچاؤ گے۔ میں عورت ہوں میرا ہزاروں روپے کا مال پولیس والوں کے ہاتھ لگ جائے گا۔"

کتا بیات پہلی کیشنز

پھر وہ ایک دم سے چونک کر بولی "ہائے رام کہ تم وہی دشمن ہو۔ میرے اندر بھی ہو اور سامنے بھی بیٹھے ہو۔"

"تمہارا نہیں اس کم بخت کا دشمن ہوں! میں توجہ سے نہ دیکھتا ہوں شہ ہو رہا ہے۔"

"میں تمہیں نہیں دیکھوں گی مگر مجھے اچھی طرح پتا ہے کہ تم مجھے کس طرح پولیس والوں سے بچاؤ گے۔ میں عورت ہوں میرا ہزاروں روپے کا مال پولیس والوں کے ہاتھ لگ جائے گا۔"

بے فکری سے سمجھا لے گا۔ دوسری طرف بیکرا اعلیٰ کو سمجھا رہا تھا کہ ہاتھ دھو م سے نکل کر اسے کیا کرنا چاہیے۔

کتا بیات پہلی کیشنز

پھر وہ ایک دم سے چونک کر بولی "ہائے رام کہ تم وہی دشمن ہو۔ میرے اندر بھی ہو اور سامنے بھی بیٹھے ہو۔"

"تمہارا نہیں اس کم بخت کا دشمن ہوں! میں توجہ سے نہ دیکھتا ہوں شہ ہو رہا ہے۔"

"میں تمہیں نہیں دیکھوں گی مگر مجھے اچھی طرح پتا ہے کہ تم مجھے کس طرح پولیس والوں سے بچاؤ گے۔ میں عورت ہوں میرا ہزاروں روپے کا مال پولیس والوں کے ہاتھ لگ جائے گا۔"

بے فکری سے سمجھا لے گا۔ دوسری طرف بیکرا اعلیٰ کو سمجھا رہا تھا کہ ہاتھ دھو م سے نکل کر اسے کیا کرنا چاہیے۔

کتا بیات پہلی کیشنز

کتابیات بلی کیشنز

بیکر اور تھری بے پھر بھی کرنے والے تھے اور پھر نے سمجھوتے کی آڑ میں ایک دوسرے کا سکون برپا کرنے والے تھے ابھی یہ اندازہ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ کھلے سمندر میں ان کی دشمنی کا اونٹ کس کوٹ بیٹھے والا ہے۔

○☆☆○

تج پال کے ٹیلی بیٹھی جانے والے ساتھی ٹرانزفار مرزا مشین کا نقشہ حاصل کرنے میں کامیاب رہے تھے وہ نقشہ واشٹن کے ایک بینک کے لاکر سے حاصل کیا گیا تھا۔ ان کا ایک ٹیلی بیٹھی جانے والا ساتھی بڑی رابرٹ واشٹن میں رہتا تھا۔ اب وہ نقشہ اسی کے پاس تھا۔

اگرچہ تج پال ٹیلی بیٹھی نہیں جانتا تھا لیکن وہ تمام ٹیلی بیٹھی جانے والے اس کی ذہانت اور حاضر دماغی کے معترف تھے اسے اپنا گائیڈ یا استاد تسلیم کرتے تھے۔ اس کے مشورے کے بغیر کوئی اہم قدم نہیں اٹھاتے تھے۔

بڑی رابرٹ نے نقشہ حاصل کرنے کے بعد تج پال کے دماغ میں آکر پوچھا "اس نقشہ کو کس طرح تمہارے پاس پہنچایا جائے؟ کیا تم اپنا موجودہ پتہ ٹھکانا بتاؤ گے؟"

تج پال کے دماغ میں دوسرے ٹیلی بیٹھی جانے والے ساتھی بھی موجود تھے۔ اس نے کہا "ہم سب ایک دوسرے پر اعتماد کرتے ہیں۔ اس کے باوجود ہم میں سے کوئی کسی کو یہ نہیں بتاتا کہ وہ کس ملک اور کس شہر میں ہے۔"

بڑی رابرٹ نے کہا "میں نے بھی اب تک اپنے بارے میں بہت کچھ چھپایا تھا لیکن نقشہ حاصل کرنے کی خاطر تم سب پر یہ ظاہر کر دیا کہ میں میساوا واشٹن میں رہتا ہوں۔"

اس کے ایک ساتھی مائیک مورونے کہا "نقشے کی خاطر تج پال کو بھی اپنا پتہ ٹھکانا بتانا چاہیے۔ بڑی دہاں پہنچ کر وہ نقشہ اس کے حوالے کرے گا۔"

دوسرے ساتھی جوزف ولسکی نے کہا "ہم تج پال پر اندھا اعتماد کرتے ہیں۔ اس اہم نقشہ کو تج پال کے پاس ہی رکھنا چاہیے۔"

تج پال نے کہا "بات صرف اتنی سی نہیں ہے کہ اس نقشہ کو میرے پاس رکھنا چاہیے۔ اس کے آگے بھی کئی اہم مسائل ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہمیں اس نقشہ کے مطابق جلد سے جلد ایک ٹرانزفار مرشین تیار کرنی چاہیے۔ اس سلسلے میں ہمیں سب سے پہلے ایک خفیہ اڈا بنانا ہوگا۔"

ایک نے پوچھا "وہ خفیہ اڈا کہاں ہوگا؟"

"ظاہر ہے کسی ایسی جگہ ہوگا جہاں کوئی نہ پہنچ سکے لیکن مشین کی تیاری کے دوران میں ہم سب کو وہاں جاتے آتے

رہنا ہوگا۔ وہ مشین ہم سب کی نگرانی میں تیار ہوگی۔"

"تو کیا ہمیں اس اڈے میں رہنا ہوگا؟"

تج پال نے کہا "گوئی ضروری نہیں ہے کہ تم سب اس خفیہ اڈے میں جسمانی طور پر حاضر رہا کرو۔ تم سب اپنا ایک ایک آلہ کار بنناؤ گے تو بھی عمل کے ذریعے ان آلہ کاروں کے برین واش کر دے گا اس طرح وہ سب اپنے آپ کو بحال کر اس خفیہ اڈے میں دن رات مصروف رہا کریں گے۔ وہ تمام آلہ کار مارہر مینیک بھی ہوں گے۔"

وہ انہیں بہترین طریقہ کار بتا رہا تھا اس کے تمام ساتھی توجہ سے سن رہے تھے۔ اس نے کہا "تم سب پیش کی طرح رازداری سے اپنی اپنی جگہ رہو گے اور اپنے گھر بیٹھے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے مشین تیار کرتے رہو گے۔"

جوزف ولسکی نے کہا "یہ بہترین طریقہ کار ہے۔ ہم محفوظ رہیں گے اور ہم سے دور کسی خفیہ اڈے میں وہ مشین تیار ہوتی رہے گی اور ہم تیاری کے سلسلے میں تج پال کو دن رات رپورٹ دیتے رہیں گے۔"

بڑی رابرٹ نے کہا "ہم سب اس فیصلے سے متفق ہیں۔ اب یہ بتاؤ کہ یہ نقشہ کہاں پہنچایا جائے گا؟"

تج پال نے کہا "میں آج سے دو دن بعد لندن جاؤں گا۔ جانے سے پہلے بڑی کو اطلاع دوں گا۔ بڑی دہاں آئے گا اور وہ نقشہ مجھے دے دے گا۔ کیا یہ مناسب رہے گا؟"

سب نے تائید کی۔ بڑی نے کہا "یہ میرے لیے بھی بہتر ہوگا۔ اب میں امریکا سے لکھنا چاہتا ہوں۔ یورپ یا افریقہ میں کہیں جا کر رہوں گا۔"

ان کے درمیان یہ تمام معاملات طے پا گئے۔ اس کے مطابق وہ نقشہ کم از کم چار یا پانچ دنوں تک بڑی رابرٹ کے پاس رہنے والا تھا۔ تج پال نے کہا "میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم سب یہ ٹیلی بیٹھی جانے والے جگہ بدل بدل کر جہاں بھی رہتے ہو۔ محتاط رہتے ہو پھر بھی میں بڑی رابرٹ کو اور زیادہ محتاط رہنے کا مشورہ دے رہا ہوں۔ جب تک وہ نقشہ میرے ہاتھوں میں نہ آئے تب تک بڑی کو گوشہ نشین رہنا چاہیے کسی بھی اہم یا معمولی شخص سے ملاقات نہیں کرنا چاہیے۔ خاص طور پر آئندہ پانچ چھ دنوں تک کسی کو کرمل فرینڈ نہیں بنانا چاہیے۔"

بڑی نے قسم کھا کر یقین دلایا کہ اس کی کوئی کرمل فرینڈ نہیں ہے اور یہ درست تھا۔ ان دنوں اس کی کوئی کرمل فرینڈ نہیں تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وقت گزارنے کے لیے کسی سے دوستی کرے گا۔ کسی گھب یا تفریح گاہ میں تنہا جاتے وقت

دیکھتا

یوں لگتا تھا جیسے وہ ٹیلی بیٹھی کی دولت حاصل کرنے کے لیے لڑ رہا ہے اور اس دنیا کے حسین نظاروں سے محروم

وہ ٹیلی بیٹھی کے ذریعے کسی بھی حینہ کو ایک جھپٹے ہی طرف مائل کر سکتا تھا لیکن ایسے ہی وقت نقشے کو سنبھال لینے کی ذمہ داری عائد ہو گئی تھی۔ اس نے سوچا پہلے کچھ کر وہ نقشہ تج پال کے حوالے کر لے گا پھر اسی شہر میں اسے دل لگانے گا۔

بسیا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اس مشین کے نقشے کے میں اپنے ایک ٹیلی بیٹھی جانے والے ساتھی بیڑون کو خبر رکھا گیا تھا۔ تج پال اور اس کے ٹیلی بیٹھی جانے والے ساتھیوں کو شبہ تھا کہ سونیا اس کے دماغ میں آئی جاتی ہے کیونکہ بہت عرصہ پہلے سونیا نے اسے ٹرپ کیا تھا

بڑی رابرٹ صاحب کے ادارے کے دستور کے مطابق اسے پھوڑ دیا تھا لیکن تج پال اور اس کے ساتھی سمجھ رہے تھے کہ سونیا بیڑون کے ذریعے ان سب کا سراغ لگائے گی۔

وہ درست سمجھ رہے تھے۔ سونیا نے سراغ لگانے کی ٹک کی تھی۔ بیڑون کے خیالات سے چلا کر تج پال اور اس کے تمام ٹیلی بیٹھی جانے والے مختلف ملکوں اور شہروں میں ہیں اور کسی کو اپنا پتہ ٹھکانا نہیں بتاتے ہیں۔

بڑی رابرٹ اور سونیا کو یہ معلوم کرنا تھا کہ واشٹن کے بینک کے لاکر سے کیا چرایا گیا ہے؟ اور کس نے چوری کی؟

بیڑون کے خیالات سے یہ پتا چلا تھا کہ وہ بڑی رابرٹ کے ہاتھوں ہاتھ لگا کر جاتا ہے اور وہ اس طرح کے بیڑون کا نقشہ میں تھا۔ اس نے ایک گولف کلب میں بڑی کو اتفاقاً ان دنوں بڑی کے ساتھ اس کی ایک کرمل فرینڈ کرمل فرینڈ تو آئی جاتی چیز ہوتی ہے وہ جاچکی تھی۔ فی

میں سونیا نے بیڑون کے دماغ پر قبضہ بجا کر اس کے ہاتھوں میں نقشہ کو اس کی بڑی کی ایک محبوبہ ہے۔ اس نے پتا چلا ہے کہ بڑی نے بینک کے لاکر سے کچھ چرایا ہے۔ اس چوری میں تج پال کی پوری ٹیم شامل ہے مگر اس ٹیم کے بیڑون کو خارج کر دیا گیا ہے۔

بیڑون نے تج پال کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میں برسوں سے ان لوگوں کا مقابلہ انعام کا ساتھی ہوں لیکن تم لوگوں نے اس بڑی کے معاملے سے مجھے بے خبر رکھا ہے۔"

تج پال نے بات بتائی اس نے کہا "تم اب بھی ہمارے

قابل اعتماد ساتھی ہو۔ ہمیں غلط نہ سمجھو ہمارے ساتھیوں نے کسی بھی بینک کے لاکر سے کوئی چیز نہیں چرائی ہے۔"

بیڑون نے کہا "ایک جھوٹ اور فریب کو چھپانے کے لیے دوسرا جھوٹ بول رہے ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بڑی رابرٹ کی ایک کرمل فرینڈ ہے میں نے اس کے دماغ میں گھس کر یہ سب معلوم کیا ہے۔"

اس بات پر تج پال چپ رہا اگر ایسے وقت کوئی دوسرا ٹیلی بیٹھی جانے والا ساتھی موجود ہوتا تو اس کے ذریعے یہ معلوم ہو جاتا کہ بیڑون جھوٹ کہہ رہا ہے۔ بڑی رابرٹ کی کوئی کرمل فرینڈ نہیں ہے۔

پھر تج پال اور اس کے ساتھیوں کے سوا یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ بینک کے لاکر سے کیا چرایا گیا ہے۔ صرف سونیا اور پارس کو بولی امتحان کے حوالے سے معلوم ہوا تھا کہ مشین کا نقشہ چرایا گیا ہے۔

جب بیڑون نے نقشہ چرانے کی بات کی تو تج پال کو یقین کرنا پڑا کہ بڑی رابرٹ کا تعلق ضرور کسی لڑکی سے ہے اور بیڑون نے اس لڑکی کے دماغ میں گھس کر یہ بھیجید معلوم کیا ہے۔

تج پال نے کہا "بیڑون! جب تمہیں یہ معلوم ہو ہی چکا ہے تو میں یہ صاف طور پر کہہ دیتا چاہتا ہوں کہ جب سے سونیا نے تمہیں ٹرپ کیا ہے تب سے ہم تمام ساتھیوں کا اعتماد تم پر سے اٹھ گیا ہے تم اب بھی ہمارے بہترین ساتھی ہو لیکن دشمنوں سے اپنے اہم راز چھپانے کے لیے تم سے بھی بہت کچھ چھپانا پڑا ہے۔"

"تو پھر مجھے خوش کرنے کے لیے بہترین ساتھی نہ کو کیونکہ جب میں راز دار ساتھی نہ رہا تو بہترین ساتھی کیسے کھلا سکتا ہوں۔"

"تمہیں ہم سے بدظن نہیں ہونا چاہیے۔ تم بہت جلد پھر سے ہمارے راز دار ساتھی بن جاؤ گے۔"

"وہ کیسے؟"

"ہم جلد ہی تمہیں پہنچا کر کریں گے تمہارا برین واش کریں گے تمہارے دماغ سے سونیا کے توخی عمل کو مٹائیں گے۔"

"بہت خوب ایک تو اب تک مجھے بہترین دوست کہتے رہے اور مجھے اوتو بتاتے رہے۔ اب میں اتنا اوجھی نہیں ہوں کہ کسی بھی ٹیلی بیٹھی جانے والے کو اپنا برین واش کرنے کی اجازت دوں اور اس کا معمول بن جاؤں۔"

"بیڑون ہمیں سمجھنے کی کوشش کرو۔ ہم تمہارے دماغ کو

بڑی رابرٹ اس کی ہدایات پر چھل کرنے لگا۔ اس نے
نقشے کی ایک کاپی کو وہیں ایک بینک کے لاکر میں رکھا پھر اپنا
مختصر سامان ایک سفری بیگ میں رکھ کر ہائیوٹ فلائنگ
کمپنی کے دفتر میں آیا۔ وہاں سے ایک طیارہ نئیوارک جانے

یہ بات اسے معلوم نہ ہو سکی کہ بڑی وطن ہے۔

دیوتا

وہ بولی ”یوٹھ آپ! ہمارا راستہ چھوڑو۔“

”نہیں آج میں فیصلہ کر کے آیا ہوں۔ تم میرے ساتھ جاؤ گی۔ اپنے اس ہیرو کی جمنی کرو۔“

بڑی رابرٹ نے کہا ”مسٹر! جب یہ تمہارے ساتھ راضی نہیں ہے تو زبردستی نہ کرو سامنے سے ہٹ جاؤ۔“

ایسا کہتے ہوئے اس نے ایک ہاتھ سے ہلکا سا دھکا دیا لیکن خیال خوانی کے ذریعے زور کا دھکا مارا۔ وہ پیچھے کی طرف لوٹ کھڑا ہوا ایک تار سے ٹکرایا پھر وہاں سے زمین پر گر پڑا۔ بڑی رابرٹ ریکا کا ہاتھ پکڑ کر اپنی کار کی طرف جانے لگا۔ ایسے وقت وہ اس مخالف کے دماغ میں تھا اور اسے نہ دیکھتے ہوئے بھی دیکھ رہا تھا۔ وہ زمین سے اٹھ کر جھنجھلا تا ہوا اس پر حملہ کرنے آیا تھا۔ جیسے ہی اس نے قریب آکر اس پر چلا گیا لگائی وہ ریکا کے ساتھ ایک طرف ہٹ گیا۔ چلا گیا لگائے والا منہ کے بل زمین پر گر گیا۔

ریکا نے جیرانی سے کہا ”آج اسے کیا ہو گیا ہے۔ دو بار زمین پر گر چکا ہے تم نے تو اسے ہلکا سا دھکا دیا تھا۔“

”شاید اس نے زیادہ پانی پی ہے اپنے ہوش میں نہیں ہے۔“

بڑی رابرٹ اپنے رقیب سے زیادہ الجھتا نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی خیال خوانی کا مظاہرہ کر کے دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا تھا۔ وہ ریکا کے ساتھ کار میں آکر بیٹھ گیا۔ کار اشارت کر کے اسے پارکنگ ایریا سے نکالتے وقت دماغی طور پر حاضر رہنا لازمی تھا۔

اپنے رقیب کی طرف سے اطمینان تھا کیونکہ دوسری بار زمین پر گرنے سے اسے سخت چو نہیں آئی تھیں۔ وہ کراہتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بڑی رابرٹ کار ڈرائیو کرتے ہوئے اس کے قریب سے گزرنے لگا۔ ایسے ہی وقت اس نے اپنے لباس سے ریو اور نکال کر گولی چلا دی۔ کراہتیں رہی تھیں نشانہ ذرا چوک گیا۔ گولی اس کے بازو میں لگی۔ وہ اسٹیرنگ کو سنبھال نہ سکا۔ گاڑی بمک کر ادھر سے ادھر گئی پھر ایک دیوار سے ٹکرا کر رک گئی۔

اس نے اپنے زخمی بازو کو تھام کر کہا ”ریکا! گولی میرے بازو میں پڑی ہوئی ہے۔ پلیز مجھے کسی قریبی اسپتال میں پہنچاؤ۔“

ریکا دروازہ کھول کر دوسری طرف سے گھومتی ہوئی اسٹیرنگ سیٹ کی طرف آئی۔ کئی لوگ دوڑتے ہوئے وہاں پہنچ گئے تھے اور حادثے کی وجہ پوچھ رہے تھے۔ ایک نے کہا ”میں نے اس پر گولی چلائی ہے۔“

ریکا نے کہا ”پلیز ہم سے کوئی سوال نہ کریں۔ اسے

اسپتال پہنچانا بہت ضروری ہے۔“

وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی وہاں سے جانے لگی۔ جسم میں گولی پیوست رہے تو تکلیف کا قابل برداشت ہو جاتی ہے بڑی کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اسے کسی اسپتال میں پہنچا دیا ہے۔ وہاں تک پہنچنے سے پہلے ہی وہ تکلیف کی شدت سے بے ہوش ہو گیا تھا۔

یہی ہوتا ہے ہر ٹیلی جینی جاننے والے کے ساتھ یہی ہوتا ہے جو شراب اور شباب سے دامن نہیں بچتا۔ اسے شراب پل پل ہی ہے یا عورت چبا جاتی ہے اگرچہ ریکا نے اس سے کوئی دشمنی نہیں کی تھی لیکن یہ تو ازل سے دیکھنے میں آیا ہے کہ عورت جانے اتنا بے میں فساد پیدا کرتی ہے۔

اسے بروقت طبی امداد ملی آپریشن کے ذریعے بازو سے گولی نکال دی گئی۔ تکلیف کم ہو گئی مگر ہوش میں آنے کے بعد پریشانی بڑھ گئی۔ یہ خوف طاری ہوئے لگا کہ وہ ہسپتال اور دماغی طور پر کمزور ہو چکا ہے۔ کوئی بھی اس کے دماغ میں اسکا ہے۔ وہ سانس روکنے کے قابل نہیں رہا ہے۔ کوئی بھی اسے چٹا بنا کر کے اسے اپنا معمول بنا سکتا ہے۔

ابھی کوئی اس کی حالت زار سے واقف نہیں تھا۔ اب اس کے دل میں ایک ہی خواہش تھی کہ کسی دشمن کے چہرے سے پہلے اس کا کوئی ٹیلی جینی جاننے والا سامنے اس کے دماغ میں آجائے اور اس کے دماغ کو لاک کر دے۔

وہ تمام سامنے ایک دوسرے کو اپنا ہتھیار نہیں بتاتے تھے اور نہ ہی اپنے پاس فون رکھتے تھے۔ فون کی بھی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے جی پال کے دماغ میں پہنچ کر ایک دوسرے سے گفتگو کرتے تھے۔

پہلی بار زخمی ہونے کے بعد شدت سے یہ احساس ہوا تھا کہ انہیں کم از کم ایک ٹیلی فون اپنے پاس رکھنا چاہیے۔ خیال خوانی کے ذریعے رابطے میں ایسی رکاوٹیں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔

ریکا نے اتنی مہربانی کی تھی کہ اسے اسپتال پہنچا دیا تھا پھر پلٹ کر نہیں آئی تھی۔ وہ کوئی اس کا گناہ نہیں تھا۔ راستے چلتے جو دوستی ہوتی ہے وہ راستے ہی میں ختم ہو جاتی ہے۔

اسے دوسرے دن اپنے مقررہ وقت پر جی پال کے دماغ میں پہنچنا چاہیے تھا لیکن وہ خیال خوانی کی پرواز نہیں کر سکا۔ اس کے دوسرے سامنے مائیک مورو اور جوزف ولسکی نے پہنچ جی پال سے کہا ”ہم اتنی دیر سے گفتگو کر رہے ہیں اور بڑی رابرٹ اب تک نہیں آیا۔“

جی پال نے کہا ”ابھی میں یہی کہنے والا تھا۔ معلوم کرو وہ

کیوں نہیں آیا ہے۔“

وہ دونوں خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے بڑی کے اندر پہنچ گئے یہ معلوم ہو گیا کہ وہ زخمی ہے اور دماغ اس حد تک کمزور ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا ہے۔

انہوں نے جی پال کے پاس آکر بڑی کے حالات بتائے۔ وہ سب ہی تشویش میں جھلا ہو گئے۔ جی پال نے کہا ”ابھی جو واقعہ اس کے ساتھ ہو چکا ہے اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اتفاقاً ریکا سے اس کی ملاقات ہوئی پھر اتفاقاً ریکا کے دوسرے عاشق نے رقابت کا اعلان کیا اور گولی چلا کر اسے زخمی کر دیا۔ بظاہر یہ ایک عام سا واقعہ ہے۔ ایک حسین عورت کی خاطر جھگڑے ہوتے ہیں لیکن میرا دل نہیں مانتا۔ اس واقعے کے پیچھے کسی دشمن کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔“

مائیک مورو نے کہا ”دشمن کو کیا پتا کہ وہ بڑی رابرٹ ہے ہم نے بڑی کے خیالات پڑھے ہیں۔ وہ نیویارک میں ہے اس نے ریکا کے سوا کسی بھی عورت یا محو سے گفتگو نہیں کی ہے۔“

جوزف ولسکی نے کہا ”میں نے بھی توجہ سے اس کے خیالات پڑھے ہیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ اس نے کہیں بھی ٹیلی جینی جاننے والا سامنے اس کے دماغ میں جھلا نہیں کیا ہے۔“

بڑی بہت محتاط تھا۔ کوئی دشمن اس کی ناک میں نہیں تھا۔ جب کسی کو معلوم ہو گا کہ وہ ٹیلی جینی جانتا ہے تب ہی کوئی اس پر حملہ کرتا ہے۔ بڑی کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا وہ عداوت سے نہیں بلکہ رقابت سے ہوا۔

جی پال نے کہا ”ہمیں کسی بھی پہلو کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ ایسے وقت بیرون کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے وہ ہم سے بدظن ہو گیا ہے ہماری دوستی سے مایوس ہو کر ایسی کوئی انتقامی کارروائی کر سکتا ہے۔“

”لیکن اسے یہ کیسے معلوم ہو گا کہ بڑی نیویارک میں ہے کی گری فریڈ کے ساتھ وقت گزار رہا ہے لہذا ایسے وقت اس پر حملہ کرنا چاہیے؟“

”معلومات حاصل کرنے کے کئی ذرائع ہوتے ہیں۔ کوئی ذریعہ نہ ہو تو کبھی اتفاقاً ایک دشمن دوسرے دشمن تک پہنچ جاتا ہے۔ سونیا نے بھی بیرون کو اتفاقاً ٹرپ کیا تھا۔“

”بلے شک اتفاقاً بہت کچھ ہو جاتا ہے۔ میں پھر بڑی کے دماغ میں جا رہا ہوں۔ وہاں خاموش رہ کر کسی دشمن کی موجودگی کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔“

دیوتا

”تم دونوں اس کے دماغ میں باری باری جاتے رہو۔ وہ اسپتال میں ہے وہاں آدھی رات ہو رہی ہے صبح تک خاموشی سے اس کے دماغ کو ٹوٹتے رہو۔ صبح تک یقین ہو جائے کہ اس کے اندر کوئی دشمن نہیں ہے اور کوئی اسے بخوبی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور محکم نہیں بنا رہا ہے تو پھر تم اسے چٹا بنا کر دو اور اس کے دماغ کو لاک کر دو۔“

وہ جی پال کے مشورے کے مطابق باری باری بڑی کے اندر پہنچتے رہے اور یقین کرتے رہے کہ ان کے سوا کوئی اس کے دماغ میں نہیں ہے۔

جب کہ بیرون موجود تھا اور اس کی موجودگی اتفاقاً نہیں تھی۔ وہ تو بڑی خاموشی سے جی پال کے دماغ میں جاتا آتا رہتا اور اس کے ٹیلی جینی جاننے والے ساتھیوں کی گفتگو سنتا رہتا تھا۔ اس نے اپنی خاموش حکمت عملی سے معلوم کیا تھا کہ فی الوقت بڑی کن حالات سے گزر رہا ہے۔

مائیک مورو اور جوزف ولسکی صبح تک خاموشی سے پہلو دیتے رہے۔ وہ بھی خاموشی سے وہاں چپ رہا۔

مائیک مورو نے صبح جی پال کے پاس آکر کہا ”ہم پوری طرح مطمئن ہیں۔ بڑی کے زخمی ہونے کی خبر کسی بھی دشمن تک نہیں پہنچی ہے۔ ہمیں جلد سے جلد بڑی کے دماغ کو لاک کر دینا چاہیے۔“

جی پال نے کہا ”ہمیں اس کی سلامتی کے لیے یہی کرنا چاہیے اب ہم مطمئن ہو چکے ہیں۔ لہذا ابھی جاؤ اور اپنے ساتھی کو تحفظ دو۔“

وہ دونوں بڑی کے پاس گئے۔ بیرون بھی ان کی آمدورفت کے مطابق بھی ان کے ساتھ چوری چوری جی پال کے اندر پہنچتا تھا اور بھی بڑی کے پاس آ جاتا تھا اس بار وہ بڑی کے اندر مستقل چپ رہا۔ جوزف ولسکی اسے چٹا بنا کر رہا تھا اور مائیک مورو احتیاطاً وہاں موجود تھا اس کے باوجود وہ دونوں بیرون کی موجودگی کو نہ سمجھ سکے اور اسے چٹا بنا کر کرتے رہے۔

انہوں نے بخوبی عمل مکمل کر لیا پھر اسے گری بخوبی ختم ہونے کے لیے چھوڑ دیا۔ اس دوران میں بیرون چپ چاپ بڑی کے لاشعور میں موجود رہ کر اسے معمول بننے سے محروم کرتا رہا۔ جب انہوں نے اپنے اطمینان کے مطابق اسے معمول بنا کر اس کے دماغ کو لاک کر دیا تب بھی وہ اس کے اندر موجود رہا۔

دماغ کو لاک کرنے کے بعد صرف اسے چٹا بنا کر کرنے والا ہی اس کے اندر جا سکتا تھا ایسے میں باقی ٹیلی جینی جاننے

دلوں کے لیے راستے بند ہو جاتے ہیں لیکن بیڑوں کے لیے راستہ کھلا رہا کیونکہ جوزف و سکی نے اس کے دماغ کو لاک رکھنے کے لیے جوب و لوجر اس کے دماغ میں نقش کیا تھا۔ بیڑوں اسی لب و لہجے کے سہارے اس کے اندر موجود رہا آئندہ بھی وہ جب چاہتا اس کے دماغ میں خاموشی سے بیچ سکتا تھا ایسے وقت بڑی بھی اسے اپنے اندر محسوس نہ کرتا۔ بیڑوں کی وقت بھی اسے اپنی مرضی کے مطابق معمول بنا سکتا تھا لیکن وہ صبر کرنے اور انتظار کرنے لگا کیونکہ وہ اسپتال میں تھا۔ مائیک مورڈ اور جوزف و سکی اس کی مزاج پرسی کے لیے آتے جاتے رہتے تھے۔ ایسے میں وہ بڑی کو پھانسا نہیں کر سکتا تھا۔

اسے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ بڑی نے ٹرانسفار مرشٹن کے نقشے کی ایک فوٹو اسٹنٹ کاپی کرائی ہے۔ دو کاپی اس نے واشٹنٹن کے بینک لاکر میں رکھی ہے۔ اس کی دوسری کاپی اس کے پاس سفری بیگ میں رکھی ہوئی ہے۔ وہ دونوں کے بعد لندن جا کر اس نقشے کو بیچ پال کے حوالے کرنے والا تھا لیکن بد قسمتی سے زخمی ہو کر اسپتال پہنچا ہوا تھا۔

بیڑوں نے سوچا کہ فوراً نیویارک پہنچے اور اس کے سفری بیگ سے وہ نقشہ حاصل کر لے پھر اس نے سوچا ”مجھے خوب سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے میں وہ نقشہ بڑی آسانی سے حاصل کروں گا لیکن مائیک مورڈ اور جوزف و سکی کو اس نقشے کی چوری کا علم ہو جائے گا۔ وہ سب محتاط ہو جائیں گے پھر میں بڑی کو پھانسا نہیں کر سکوں گا۔“

وہ بڑے مہربان اور سنجیدگی سے سوچنے لگا ”اس نقشے سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ بڑی کو اپنا معمول بنایا جائے۔ اس کے ذریعے وہ آئندہ بہت کچھ کر سکے گا۔ وہ اسپتال سے ڈسچارج ہونے کے بعد بیچ پال سے ملاقات کرنے لندن جائے گا۔ ایسے وقت بیچ پال میری نظروں میں آئے گا تو میں اسے بھی ٹریپ کر سکوں گا۔“

”مہربان سنجیدگی، ذہانت اور پوری توجہ سے منصوبے بنائے جائیں تو ان منصوبوں کے تمام پہلو پوری طرح واضح ہوتے رہتے ہیں۔“

اس نے جو منصوبہ بنایا اس کے مطابق وہ واشٹنٹن کے بینک لاکر سے کسی وقت بھی اس نقشے کی کاپی حاصل کر سکتا تھا۔

دوسرے دن بڑی اسپتال سے اپنے ہوٹل کے کمرے میں آگیا۔ گولی کا زخم ابھی بھرا نہیں تھا۔ جسمانی اور دماغی کمزوری باقی تھی۔ ابھی وہ خیال خوانی کے قابل نہیں تھا۔

اس کے دونوں ساتھی اس کے پاس آیا کرتے تھے۔ اس کی خیریت معلوم کرنے کے علاوہ یہ اطمینان حاصل کرتے رہتے تھے کہ بڑی دماغی کمزوری کے باوجود محفوظ ہے۔ انہوں نے توہمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ اب کوئی دشمن اس کے اندر نہیں آسکے گا۔

وہ بڑی کے لیے ہوٹل کے کمرے میں کھانے پینے اور علاج کرانے کی سہولتیں فراہم کر رہے تھے تاکہ وہ جلد سے جلد توانائی حاصل کر سکے۔ جب وہ رات کو آرام سے کمری نیند سو رہا تھا تو ایسے وقت وہ اس کے دماغ میں نہیں آتے تھے ایک تو وہ مطمئن ہو گئے تھے پھر یہ کہ ان کے لیے بھی آرام کرنا اور نیند پوری کرنا ضروری تھا۔ ایسے ہی وقت بیڑوں نے بڑی کو پھانسا کر لیا اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی کہ وہ بدستور جوزف و سکی کا معمول بنارہے گا لیکن جب وہ اس کے دماغ میں ایک مخصوص کوڈ وڈ دہرائے گا تو وہ جوزف و سکی مائیک مورڈ اور بیچ پال سے یک سرہ غن ہو جائے گا اور صرف بیڑوں کا معمول بن کر اس کے احکامات کی تعمیل کرنا رہے گا۔

اس نے بڑے انتظار کے بعد بڑی کامیابی سے بڑی کو اس طرح اپنا معمول بنالیا کہ وہ دوسری طرف جوزف و سکی کا بھی فرماں بردار بن کر رہا ایسا فرماں بردار جو بیڑوں کے ایک اشارے پر کسی وقت بھی جوزف و سکی کی غلامی سے انکار کر سکتا تھا۔

ادھر بیچ پال نے بڑی کو مشورہ دیا تھا کہ وہ ابھی ایک آدھ ہفتے تک اسی آرام و ہونٹ میں قیام کرے۔ جب پوری طرح جسمانی اور دماغی توانائی حاصل ہو جائے گی تب اسے بتایا جائے گا کہ وہ آئندہ کب اور کہاں بیچ پال سے ملاقات کرے گا اور مشین کا نقشہ اس کے حوالے کرے گا۔

بیچ پال نے بہت سوچ سمجھ کر بڑی سے ملاقات کرنے کا پروگرام تبدیل کیا تھا وہ بہت غلطی تھا۔ اپنے سامنے پر بھی مجبوراً نہیں کرتا تھا۔ اسے اب بھی شبہ تھا کہ کوئی دشمن بڑی کے دماغ میں ہو سکتا ہے۔

مائیک مورڈ اور جوزف و سکی اس سے کہتے تھے کہ وہ۔۔۔ فوٹو ادا کر رہا ہے۔ انہوں نے بڑی کو بڑے یقین کے ساتھ پھانسا کر لیا ہے اور اس کے دماغ کو لاک کیا ہے اور وہ کئی دنوں سے دن رات اس کے دماغ میں جا کر معلوم کرتے رہے ہیں۔ بڑی دشمنوں سے پوری طرح محفوظ ہے۔

بیچ پال نے کہا ”بڑی کا زخم بھرا ہے۔ وہ ایک ہفتے میں اچھی خاصی توانائی حاصل کر لے گا اس سے کہو کہ وہ ٹھیک

ایک ہفتے بعد اس سے لندن میں ملاقات کر کے مشین کا نقشہ حاصل کرے گا۔“

ملاقات کا دن مقرر ہو گیا۔ بیڑوں بڑی آسانی سے اپنے معمول بڑی کے دماغ میں رہ کر یہ ساری معلومات حاصل کر رہا تھا۔ فی الحال ایک ہفتے تک بڑی کے ساتھ لگے رہنا ضروری نہیں تھا۔ وہ واشٹنٹن میں تھا۔ اس بینک کے اہم عہدے داروں کو ٹریپ کرنے لگا جس کے لاکر میں وہ نقشہ رکھا ہوا تھا۔ ٹیلی پیج بھی جانے والوں کے لیے کسی خفیہ خزانے تک یا اپنی کسی اہم مطلوبہ چیز تک پہنچنا کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ مختلف ہتھیاروں سے نامکون کو ممکن بنایا جاتا ہے۔ اس نے بھی بڑی چال بازی سے وہ نقشہ لاکر سے حاصل کر لیا۔

وہ دو بڑے اہم مرحلے طے کر چکا تھا۔ ایک تو اس نے بڑی رابرٹ کو اس کے ساتھیوں کی ٹاک کے نیچے اپنا معمول اور فرماں بردار بنالیا تھا اور وہ اس کی اس بڑی کامیابی سے بے خبر تھے۔ اس نے مشین کا نقشہ حاصل کر کے دوسرا اہم مرحلہ طے کیا تھا۔ اس نقشے کی چوری کا علم بیچ پال اور اس کے ساتھیوں کو نہیں ہو سکتا کیونکہ بڑی فی الحال واشٹنٹن آئے والا نہیں تھا۔ جب وہ آتا بینک جانا اور لاکر کھولنا تب اسے چوری کا علم ہوتا اور ابھی ایسا ہونے والا نہیں تھا۔

ایک ہفتہ گزر گیا۔ مائیک مورڈ نے بڑی کے پاس آکر کہا ”تم بڑی حد تک توانائی حاصل کر چکے ہو۔ اب خیال خوانی کی پرواز کرو۔ بیچ پال کے دماغ میں آؤ۔ ہم سب وہاں اہم مسئلے پر گفتگو کریں گے۔“

اسے جسمانی اور دماغی توانائی حاصل ہو چکی تھی۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا بیچ پال کے اندر پہنچ گیا پھر بولا ”بیچ پال! میں بہت دنوں کے بعد تم سے رابطہ کر رہا ہوں۔“

بیچ پال نے کہا ”دوبارہ صحت مند ہونے پر مبارک باد دے رہا ہوں۔ مجھے اس بات کی زیادہ خوشی ہے کہ تم دماغی کمزوری کے دوران میں محفوظ رہے۔ کسی دشمن کو بھی تمہارے بارے میں کسی طرح کی خبر نہیں ملی۔“

”مجھے بھی اس بات کی خوشی ہے کہ تم سب نے دن رات مجھ پر توجہ دی۔ میری حفاظت کی، میرے دماغ کو لاک کیا، اس عذاب سے گزرنے کے باوجود میں تم لوگوں کی نظروں میں قابلِ اعتماد ہوں۔“

”تم ہمیشہ قابلِ اعتماد رہو گے۔ اب اس نقشے کو جلد سے سزگ میرے حوالے کر دو۔ تمہارے بازو کا زخم کیسا ہے۔ کیا تم

”زخم بھر چکا ہے۔ کوئی تکلیف کوئی پریشانی نہیں ہے۔ تم جس ملک اور جس شہر میں ملاقات کرنا چاہو گے میں وہاں چلا آؤں گا۔“

بیچ پال نے کہا ”میں برسوں لندن کے شیریں ہوٹل میں پہنچوں گا۔ وہاں جو بیس کھٹے تک قیام کروں گا۔ وہاں میرا نام کارٹیل ڈیوڈ ہوگا۔ تم کس نام سے ملاقات کرنے آؤ گے؟“

”میرا نام راجر ولسن ہوگا۔ میں برسوں شام چار بجے ہوٹل میں آکر تم سے ملاقات کروں گا۔“

بیچ پال نے کہا ”ہمیں آج سے لے کر ملاقات کرنے تک پوری طرح محتاط رہنا چاہیے۔ لٹڈ جوزف و سکی دن رات میرے دماغ میں آتا جاتا رہے گا۔ اسی طرح مائیک مورڈ تمہارے ساتھ رہا کرے گا۔ ہم دونوں میں سے کسی کو خطرہ پیش آئے گا تو باقی تینوں خیال خوانی کرنے والے فوراً احتیاطی تدابیر پر عمل کر سکیں گے۔“

”یہ طریقہ کار بہتر ہے۔ ملاقات کے دوران میں ہم دونوں بڑی حد تک محفوظ اور مطمئن رہیں گے۔“

بیڑوں اپنی بیوی مونو رینا کے ساتھ تفریح کر رہا تھا۔ اس رات اس نے سوتے وقت بڑی کے دماغ میں آکر اس کے خیالات پڑھے تو اسے پتا چلا کہ وہ دوسرے دن لندن جا رہا ہے اور بڑی ہی احتیاطی تدابیر پر عمل کرتے ہوئے بیچ پال سے ملاقات کرنے والا ہے۔

وہ سوچنے لگا۔ ایسے وقت کیا کرنا چاہیے؟ ان کی ملاقات کے دوران وہ بڑی کے دماغ میں موجود رہنے والا تھا اسے آکر کارٹیل ڈیوڈ بیچ پال کو زخمی کر کے اسے بھی اپنے زیر اثر لاسکتا تھا۔

لیکن یہ اتنا آسان نہیں تھا۔ بیچ پال زخمی ہوتا تو مائیک مورڈ اور جوزف و سکی اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر بیٹھ جاتے۔ کسی بھی دشمن خیال خوانی کرنے والے کو اسے نقصان پہنچانے کا موقع نہ دیتے۔ اس طرح وہ اس تیسرے مرحلے میں ناکام ہو جاتا۔

دانشندی یہ تھی کہ وہ بیچ پال کو ٹریپ نہ کرے اسی طرح خاموشی سے بڑی کے اندر رہ کر ان کے ایک ایک اہم منصوبے کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہے۔ آئندہ یہ معلوم ہو سکے گا کہ وہ نقشہ حاصل کرنے کے بعد ٹرانسفار مرشٹن تیار کرنے کے سلسلے میں کیا کر رہے ہیں۔

بڑی رابرٹ پروگرام کے مطابق لندن پہنچ گیا۔ شام کو چار بجے شیریں ہوٹل میں بیچ پال کو اطلاع دی کہ وہ کارٹیل ڈیوڈ سے ملاقات کرنے آیا ہے اور اس کا نام راجر ولسن ہے۔

ہوٹل کی کاؤنٹر گرل نے کہا ”مسٹر راج! آپ روم نمبر ۳۰۷ میں شرف لے جائیں۔ بڑی نے لفٹ کے ذریعے تھڑے فلور پر پہنچ کر کمر نمبر ۳۰ کے دروازے پر دستک دی۔ سچ پال نے دروازہ کھول کر کہا ”مسٹر راج! کم ان۔“ وہ اندر آیا۔ سچ پال نے دروازے کو بند کرتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا ”بڑی کیسے ہو؟ ہم بند کمرے میں ایک دوسرے کو اصل نام سے مخاطب کر سکتے ہیں۔ آؤ بیٹھو کیا پیو گے؟ ٹھنڈا یا گرم؟“

بیڑوں بڑی کے اندر موجود تھا اس کے ذریعے سچ پال کو دیکھ رہا تھا۔ اگرچہ وہ سوپ میں تھا۔ چہرے سے پچانائیں جاسکتا تھا لیکن قد اور جمات آواز اور لہجہ سب ہی سچ پال کا تھا۔ اس نے بڑی سے پوچھا ”تم مجھے بہت غور سے دیکھ رہے ہو؟“ بڑی نے کہا ”میں نقشہ تمہارے حوالے کرنے سے پہلے خود کو مطمئن کر رہا ہوں۔ میرے دماغ میں مائیک موو ہے یہ یقین دلا رہا ہے کہ تم سچ پال ہی ہو۔“

”اور میرے دماغ میں جوزف و سکی ہے یہ یقین دلا رہا ہے کہ تم بڑی رابرٹ ہو۔“ بڑی رابرٹ نے اپنے بیگ سے ایک بڑا سا لٹاف نکالا پھر اسے سچ پال کو دیتے ہوئے کہا ”یہ مشین کا نقشہ ہے اسے کھول کر دیکھ لو۔“

سچ پال نے اسے لے کر کھولتے ہوئے سینئر ٹیبل پر بچھایا پھر اسے دیکھنے اور سمجھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا ”اس مشین کے نقشے کو ماہرین سمجھ سکتے ہیں۔ اب ہماری کوشش یہ ہوگی کہ ہم ایسے تجربے کا کمینک کی خدمات حاصل کریں جو اس نقشے کو پوری طرح سمجھتا ہوں۔“

مائیک موو اور جوزف و سکی خیال خوانی کے ذریعے ان کے پاس موجود تھے۔ جوزف و سکی نے کہا ”ہم جلد سے جلد ایک نہیں کئی ماہرین کو آزماؤں گے۔ فی الحال دانش مندی یہ ہے کہ تم دونوں کو زیادہ دیر ایک جگہ نہیں رہنا چاہیے۔ بہتر ہے فوراً ایک دوسرے سے دور ہو جاؤ۔“

بڑی رابرٹ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا ”یہی بہتر ہے۔ یہ نقشہ ہم چاروں کی مشترکہ ملکیت ہے۔ میں اسے تمہارے حوالے کر چکا ہوں۔ اپنا فرض ادا کر چکا ہوں۔ مجھے اجازت دو۔“

اس نے ہاتھ بڑھا کر سچ پال سے مصافحہ کیا پھر اس سے رخصت ہو کر کمرے سے باہر آگیا۔ لفٹ کے ذریعے نیچے پہنچا۔ وہاں سے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ایئر پورٹ کی طرف جانے لگا۔ اس کے اندر مائیک موو موجود تھا۔ اس نے

پوچھا ”کہاں جا رہے ہو؟“

”میں ابھی یہاں سے کسی بھی فلائٹ سے روم بمیں چلا فرینکفرٹ کہیں بھی ایک دن کے لیے جاؤں گا۔ اس طرح سچ پال کو اطمینان ہوگا کہ نقشہ حوالے کرنے کے بعد کسی دشمن نے مجھے نہ پکڑ لیا ہے اور نہ ہی سچ پال کو کسی طرح کا خطرہ ہے۔“

وہ ایئر پورٹ پہنچ گیا۔ اسے ایک ٹیلیارے میں سیٹ مل گئی۔ جب وہ فرینکفرٹ کی طرف روانہ ہو گیا تو مائیک موو نے سچ پال کے پاس آکر کہا ”ہمارا بڑی رابرٹ ہر طرح کے شیعے سے بالاتر ہے۔ وہ یہاں سے بہت دور فرینکفرٹ گیا ہے۔ اب ہمیں کسی دشمن سے خطرہ نہیں ہے۔“

سچ پال نے کہا ”تم میری ڈی سچ پال کے پاس جاؤ۔ جوزف و سکی اس ڈی کے دماغ میں ہے۔ اس سے بولو کوئی کو میری طرف لے آئے۔ میں وہ نقشہ اس سے لے لوں گا۔“

سچ پال آج تک کسی دشمن کے ٹھکانے میں نہیں آیا تھا۔ اس وقت بھی بڑی رابرٹ کے ذریعے بیڑوں کے ٹھکانے میں آسکتا تھا لیکن وہ نادان نہیں تھا۔ اس نے شیریں ہوٹل میں اپنی ڈی کو بھیجا تھا۔ جب اطمینان ہو گیا کہ بڑی جرمنی کی طرف گیا ہے تب اسے یقین ہوا کہ وہ خواہ مخواہ اب تک بڑی جیسے قابل اعتماد ساتھی پر شبہ کرنا رہا۔

سچ پال بہت دیرین بہت چالاک تھا لیکن اس بار بیڑوں سے دھوکا کھارہا تھا۔



پورس ہوٹل کے اس کمرے میں شیوانی کے ساتھ ایک بیڈ پر عمری خند سو رہا تھا اور نیچے قالین پر نارنگ چاروں شانے چت ہاتھ پاؤں پھیلائے زوردار خراٹے لے رہا تھا۔ شیوانی اس بات سے بے خبر تھی کہ نارنگ اس کے کمرے میں آکر سو رہا ہے۔ یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ اس زہریلی پورس کا زہربری طرح مدہوش کرنے کے بعد عمری خند سلا رہا ہے۔

شیوانی کو براہِ زعم تھا کہ وہ بہت زہریلی ہے کوئی اس کے زہر کا توڑ نہیں کر سکتا۔ اس نے آج تک کسی کو اپنا آئینہ نہیں بنایا تھا اور نہ ہی کسی کو جذباتی انداز میں قریب آنے دیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ جذباتی لمحات میں اگر اس کا لہجہ دہن کسی بد نصیب عاشق کے ہونٹوں کے راستے اس کے اندر پہنچے گا تو وہ انہی لمحات میں زہر زہر کر دم توڑے گا۔ چند گھنٹے پہلے اس نے پورس کو بھی دار تک دی تھی کہ

وہ جذباتی انداز میں اس کے قریب نہ آئے کیونکہ وہ ٹیلی بیٹھی جانے والا اس کے لیے بہت اہم ہے۔ قریب آنے کے بعد وہ زندہ نہیں رہے گا اور وہ اپنے اہم معاملات کے سلسلے میں اسے زندہ رکھنا چاہتی تھی۔

لیکن اس کی توقع کے خلاف پورس اس کے زہر پر ہال آیا تھا اور وہ اس کے زہر سے مغلوب ہو کر اس بری طرح مدہوش ہو گئی تھی کہ وہ مدہوش تقریباً بے ہوشی میں تبدیل ہو گئی تھی۔

پورس نے اسے بچاؤ کے بعد نارنگ کو ہوٹل کے اسی کمرے میں بلایا تھا اور جس طرح اسے زہر پکڑا تھا اس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔

اس نے نارنگ پر توخمی عمل کرنے کے بعد اسے حکم دیا فاکہ وہ دو گھنٹے تک توخمی خند پوری کرے گا پھر بیدار ہونے کے بعد اس کمرے سے چلا جائے گا۔ اس نے اس کے دماغ میں یہ نقش کیا تھا کہ وہ اپنی رہائش گاہ میں پہنچنے کے بعد ایک لمبے سفر کی تیار کرے گا اور سب سے پہلے مامک میک آپ کرے گا تاکہ شیوانی کی زہریلی آنکھوں کی حرارت اس کی ہڈیاں کو نہ چھو سکے۔

شیوانی کی غیر معمولی طلسمی آنکھوں سے محفوظ رہنے کا ایک طریقہ تھا۔ اس کی آنکھوں کی تابندہ حرارت مامک کے آبار ہو کر پیشانی تک نہیں پہنچتی تھی۔ نارنگ دو گھنٹے کے بعد وہاں سے اٹھ کر شیوانی اور پورس کی طرف دیکھے بغیر کمرے سے باہر چلا گیا۔ اپنی رہائش گاہ میں پہنچنے کے بعد سب سے پہلے اپنے چہرے پر مامک میک آپ کیا۔ اپنے بوجھ چہرے کے مطابق ایک نیا سپورٹ بنوایا۔ اس کے بعد اس نے ٹیکسی سیر کو روپ کر کے اسرا تیل جانے کے لیے دیرا حاصل کیا۔ شام کو روانہ ہونے والی ایک فلائٹ میں اپنے لیے ایک سیٹ ریزرو کرانی پھر اس فلائٹ سے اسرا تیل کی طرف روانہ ہو گیا۔

ان مصروفیات میں اس کا تمام دن گزر گیا تھا۔ اسے سونے کی فرصت نہیں ملی تھی۔ سفر کے دوران وہ آرام سے نہ سکا اور ہوٹل کے کمرے میں سونے والے پورس اور شیوانی بیدار ہو گئے تھے۔ پورس اس سے بہت پہلے بیدار ہو گیا تھا۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر بالکل فریش ہونے کے بعد ناشتا کھا کر بڑے آرام سے ناشتا کر رہا تھا اور چائے پی رہا تھا۔

ایسے وقت شیوانی کو ہوش آنے لگا تھا۔ وہ کمزوری لگوس کر رہی تھی۔ آنکھیں کھل کر چمٹ کو دیکھتی ہوئی

سوچ رہی تھی کہ وہ کہاں ہے؟ اسے فوراً ہی یاد نہیں آیا اس نے دائیں بائیں سر ہلا کر اس کمرے کو دیکھا۔ پورس پر نظر پڑی تو یاد آیا کہ وہ اس کے ساتھ ہوٹل کے اس کمرے میں ہے اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ کب سے سو رہی ہے اور اب کیا وقت ہوا ہے؟ وال کلاک میں دن کا ایک بجنا تھا۔ اس نے سوچا ابھی رات کا ایک بجنا ہے۔ وہ شاید دو یا تین گھنٹے تک سوئی رہی۔ اس نے آواز دی ”آند رہے!“

پورس نے اس کی طرف دیکھا پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آکر اس پر ہتھکتے ہوئے کہا ”اوپانی سوئٹ ہارٹ! تم نے تو سونے کا ریکارڈ بریک کر دیا۔ کل رات دس بجے سے سو رہی ہو اب ذرا گھڑی دیکھو۔“

وہ بڑی حیرانی سے بولی ”اوہ گا! رات گزر چکی ہے اور میں سمجھ رہی تھی کہ ابھی رات کا ایک بجنا ہے۔“ ”دن کا ایک بجنا ہے۔ تم پورے پندرہ گھنٹے تک سوئی رہی ہو۔“

وہ آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھتی ہوئی بولی ”میں بہت کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔ پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا ہے؟“

وہ ایسا کہتے کہتے چونک گئی۔ پورس اس کی سانسوں کے بالکل قریب تھا۔ وہ حیرانی سے بولی ”تم۔ تم میرے منہ کرنے کے باوجود میرے جسم و جاں میں اتار کتے تھے مجھ پر ایسا نشہ طاری ہوا کہ میں خود کو بھولتی چلی گئی۔“

ایسا کہتے وقت اسے احساس ہوا کہ اس کے بدن پر صرف ایک چادر ہے۔ اس ایک چادر نے اس کو سب کچھ سمجھا دیا۔ وہ شدید حیرانی سے بولی ”مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم میرے زہر پر غالب آ گئے ہو۔ مجھے بتاؤ تم کیسے زندہ ہو۔ میرے زہر نے تم پر اثر کیوں نہیں کیا؟“

”سیدھی سی بات ہے۔ تم خود سمجھ لو۔“ ”سیدھی سی بات یہی سمجھ میں آ رہی ہے کہ تم زہریلے ہو مجھ سے زیادہ زہریلے ہو۔ تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟“

”کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو اپنے مناسب وقت پر بتائی جاتی ہیں۔ آئندہ تم کسی میں زہر کے قطرے ڈکا کر پیو گی تو شمس نشہ نہیں ہوگا۔ تم میرے نقشے کے لیے چلتی رہو گی۔“ وہ اس کی گردن میں بائیں ڈال کر بولی ”تم بہت خطرناک ہو۔ مجھے برا سرا تڑوے رہے ہو۔ میں باقی ہوں مجھ پر پہلے کسی ایسی بے خودی اور مدہوشی طاری نہیں ہوئی تھی۔ تم نے تو مجھے امیر کر لیا ہے۔“

پورس نے کہا "میر میری سانسوں کے قریب چلی آئی ہو۔ اتنی جلدی پھر میرا نشہ لے گا تو اب برداشت نہیں کر سکو گی۔"

"ہاں میں بہت کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔ مجھے توانائی حاصل کرنے کے لیے کچھ کرنا ہوگا۔"

"ہاتھ روم میں جاؤ۔ نمادھو کر فیش ہو جاؤ۔ میں تازہ پھل اور خشک میوے منگواتا ہوں۔ انہیں کھاتی رہو، دودھ پیتی رہو، طبیعت بحال ہو جائے گی۔"

وہ بستر سے اتر کر ہاتھ روم میں چلی گئی۔ پورس نے فون کے ذریعے خشک میوے اور تازہ پھلوں کا آرڈر دیا پھر اپنے لیے گرم چائے نکالی اور ایک صوفے پر بیٹھ کر پینے لگا۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے نارنگ کی جبری پلاٹا لک وہ پاسپورٹ حاصل کرنے کے بعد اسرائیل کے لیے ویزا حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ شام کی ایک فلائٹ میں اپنے لیے ایک سیٹ ریزرو کر چکا ہے۔

پورس مطمئن ہو گیا کہ وہ اس کے احکامات کے مطابق عمل کرتا ہوا کل تک اسرائیل پہنچ جائے گا پھر اس نے شیوانی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اسی وقت وہ ہاتھ روم سے باہر آکر لباس پہن رہی تھی۔ اس نے غسل کرنے کے دوران میں نارنگ کا تصور کیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس کی آنکھوں کی حرارت اس کی پیشانی تک پہنچ رہی ہوگی۔

وہ ہاتھ روم سے باہر آکر پورس سے بولی "تم درے! میں نے اپنی آنکھوں کے ذریعے ابھی نارنگ کو سٹکل دیا ہے وہ ابھی موبائل پر مجھ سے رابطہ کرے گا۔"

وہ بڑے یقین کے ساتھ کہہ رہی تھی اور پھر ایک بار اس کا تصور کر کے اپنی آنکھوں کی حرارت اس کی پیشانی تک پہنچا رہی تھی۔ اس کے بعد دس منٹ گزر گئے پھر پندرہ منٹ گزر گئے۔ وہ حیرانی سے بولی "پتا نہیں کیا بات ہے؟ نارنگ مجھ سے رابطہ نہیں کر رہا ہے۔"

پورس نے انجان بن کر کہا "ہو سکتا ہے کہ وہ کہیں مصروف ہو۔"

میری آنکھوں کی حرارت جس کی پیشانی تک پہنچ جاتی ہے۔ وہ اپنی تمام اہم مصروفیات کو چھوڑ کر پہلے مجھ سے رابطہ کرتا ہے۔

"تو پھر وہ بیمار ہو گیا کہیں ایسی جگہ ہو گا جہاں فون کرنے کی سہولت نہ ہو۔"

"خدا بخوادہ قیاس آرائیاں کر رہے ہو۔ اس کے دماغ میں جاؤ اور معلوم کر دو کہ وہ کج بخت کہاں مر گیا ہے۔"

پورس نے خاموشی سے ایسے سر جھکا لیا۔ جیسے اس کم بخت کے دماغ میں پہنچ رہا ہو جبکہ اس نے خیال خوانی نہیں کی نارنگ کے دماغ میں نہیں گیا۔ سر اٹھا کر شیوانی سے بولا "بڑی حیرانی کی بات ہے نارنگ سانس روک رہا ہے۔ مجھے اپنے دماغ میں آنے سے روک رہا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "وہ چاہا کہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟ میری آنکھوں کی حرارت اسے متاثر نہیں کر رہی ہے میں نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ اپنے دماغ میں تمہیں آنے دیا کرے۔" "شاید وہ دماغی مریض بن گیا ہے۔ کوئی اس کے اندر آئے تو بھونکنے لگتا ہے۔"

"مفضل باتیں نہ کرو پھر اس کے پاس جاؤ اور جاتے ہی بولو کہ تم میرے حکم سے آئے ہو۔"

وہ پھر تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گیا۔ شیوانی اسے غور سے دیکھنے لگی وہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ پورس کو اس کے دماغ میں جگہ مل رہی ہے یا نہیں۔ اس نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"کچھ ہونے والا ہے۔ اس کے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔ وہ پیٹ پکڑ کر ترپتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ اسے میٹرنی ہوم لے چلو کچھ ہونے والا ہے۔"

"یہ کیسی باتیں کر رہے ہو؟ کیا پیٹ میں درد ہونے سے موزچہ خانے میں جاتے ہیں؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ اس کے دماغ سے یہی باتیں معلوم ہو رہی ہیں۔"

"تم غلطی سے کسی عورت کے دماغ میں پہنچ گئے ہو۔ اچھی طرح معلوم کر دو کون ہے۔"

وہ پھر ذرا دیر کے لیے خاموش ہوا۔ اس کے بعد بولا "ارے! ہاں دونوں کے ناموں سے مغالطہ ہو گیا۔ مجھے نارنگ کے دماغ میں پہنچنا چاہیے تھا مگر میں نارنگی کے اندر چلا گیا۔ اس عورت کا نام نارنگی ہے۔ کوئی اسے میٹرنی ہوم پہنچانے والا نہیں ہے۔ کیا میں اسے پہنچا دوں؟"

"خدا بخوادہ وقت ضائع نہ کرو۔ نارنگ سے رابطہ کرو۔"

وہ شیوانی کے چہرے کو دیکھنے لگا۔ وہ بولی "میں تمہاری ہوں۔ میرا چہرہ بھی تمہارا ہے۔ مجھے بعد میں دیکھنے رہنا پہلے کام کرو۔"

"میں کام کر رہا ہوں۔ تمہیں دیکھ رہا ہوں مگر نارنگ کے پاس پہنچ رہا ہوں۔ ابھی اس نے پھر مجھے بھگا دیا ہے۔ تم ذرا خاموش رہو میں پھر اس کے پاس جا کر لوٹا ہوں۔" "او! وہ شیوانی کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا "اے آؤ!

دیوتا 41

شیوانی نے جھنجھلا کر کہا "وہ نارنگ کو جیسی بھی لگ رہی ہو مگر وہ چڑیل ہے کون؟"

"وہ جیج چڑیل ہے۔ اس نے نارنگ کو اپنے قابو میں کر لیا ہے۔ جس طرح تمہارے پاس دو آنکھوں کی حرارت ہے اسی طرح اس کی ایک آنکھ میں جاوے۔ جیسے ہی وہ ایک آنکھ مارتی ہے مودھل جاتے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "پتا نہیں یہ نارنگ کس کے چنگل میں آگیا ہے۔ یہاں ہانگ ہانگ میں ایسی کون ہے۔ جو نارنگ کو مجھ سے بچھن کر مجھے پہنچ کر رہی ہے۔"

"شاید وہ اس شہر میں نہیں ہے۔ کسی جنگل میں ہے کیونکہ وہ دونوں جنگلیوں کی طرح درخت کے پتوں کا لباس پہنے ہوئے ہیں۔"

"پتا نہیں وہ مرنے کے لیے کہاں پہنچ گیا ہے۔ تم اتنی دیر سے خیال خوانی کر رہے ہو لیکن یہ معلوم نہیں کر رہے ہو کہ وہ کس جنگل میں پہنچا ہوا ہے؟ وہ شیوانی کون ہے؟ اس نے کس طرح اسے نہپ کر لیا ہے؟"

"میں نے ابھی بتایا ہے وہ اپنی ایک آنکھ سے جاوہ کرتی ہے۔ وہ بہت زبردست ہے۔"

وہ کہنے کہتے رک گیا۔ شیوانی نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"وہ شیوانی نارنگ کے ذریعے مجھ سے کہہ رہی ہے کہ نارنگ کی طرح میں بھی اس کے پاس چلا آؤں۔ مجھے غیش کرانے کی۔"

وہ بولی "تم اس چڑیل شیوانی سے بات نہ کرو۔"

"اب میں کسی سے بات نہیں کر سکتا۔ نارنگ نے سانس روک لی ہے مجھے پھر بھگا دیا ہے۔"

شیوانی کے لیے تازہ پھل، خشک میوے اور دودھ وہاں رکھے ہوئے تھے۔ وہ انہیں کھانے لگی اور دودھ پینے لگی۔ باپوسی سے کہنے لگی "نارنگ میرے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ اگرچہ وہ بہت ہی بے وقوف تھا مگر میں اس کی غیر معمولی قوتِ سماعت سے فائدہ اٹھا سکتی تھی۔ میں اس کے ذریعے جین میں فریاد اور اس کے بیٹے کی گفتگو سنتی رہی تھی۔ بڑی اہم معلومات حاصل کرتی رہی تھی پھر اس کے ذریعے ایک اور ٹیلی ویژن جانیے والا بھیا کا سراغ ملا تھا۔ میں اس بھیا کو بھی نہپ کر سکتی تھی بلکہ اب بھی کر سکتی ہوں۔"

"تمہارا ارادہ کیا ہے؟ کیا اب بھیا کے پیچھے بڑھاؤ گی؟"

"اب غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والا نارنگ میرے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ اب تمہاری ذمے داریاں بڑھ گئی ہیں۔ تم کسی بھی طرح نارنگ کو واپس لاؤ اور بھیا کو نہپ کر۔"

"میں اسی کے بارے میں معلوم کر رہا ہوں۔ نارنگ کے خیالات کہہ رہے ہیں کہ وہ شیوانی دیکھنے میں بہت حسین اور مہکتی دکھائی دیتی ہے لیکن پچھنے سے ڈھکی لگ رہی ہے۔"

"میں اسی کے بارے میں معلوم کر رہا ہوں۔ نارنگ کے خیالات کہہ رہے ہیں کہ وہ شیوانی دیکھنے میں بہت حسین اور مہکتی دکھائی دیتی ہے لیکن پچھنے سے ڈھکی لگ رہی ہے۔"

"میں اسی کے بارے میں معلوم کر رہا ہوں۔ نارنگ کے خیالات کہہ رہے ہیں کہ وہ شیوانی دیکھنے میں بہت حسین اور مہکتی دکھائی دیتی ہے لیکن پچھنے سے ڈھکی لگ رہی ہے۔"

"میں اسی کے بارے میں معلوم کر رہا ہوں۔ نارنگ کے خیالات کہہ رہے ہیں کہ وہ شیوانی دیکھنے میں بہت حسین اور مہکتی دکھائی دیتی ہے لیکن پچھنے سے ڈھکی لگ رہی ہے۔"

دیوتا 41

”اور تمہارے منصوبے کے مطابق چین میں فرہاد اور اس کے بیٹے سے لکڑاؤں وہاں سے ٹرانزافار مر مشین کا نقشہ چرا لکراؤں۔ میں ایک اور نیک ہم وقت کتنی دے داریوں کا بوجھ مجھ پر ڈال رہی ہوں۔“

”یہ سارے معاملات اہم ہیں۔ ان سب سے منشا ہی ہوگا۔“

”مگر یہ فیصلہ کرو کہ کون سا معاملہ اہم ہے پہلے تم کیا چاہتی ہو۔ وہ کھاتی رہی سوچتی رہی پھر بولی ”میرے لیے مشین کا نقشہ اہم ہے۔ میں نقشہ حاصل کرنے کے لیے لندن سے برسات آئی ہوں۔ یہاں سے مجھے چین جانا تھا مگر یہاں بیٹھے ہی بیٹھے تمہاری ٹیلی پیٹھی کے ذریعے وہ نقشہ حاصل کر سکتی ہوں۔“

”ٹھیک ہے اب میں اس نقشے کی طرف دھیان دے رہا ہوں۔ تم باقی معاملات کوئی الحال بھول جاؤ۔“

”میں کسی بھی معاملے کو نہیں بھول سکتی۔ تم جلد سے جلد نقشہ حاصل کرو۔ اس کے بعد ہم دوسرے معاملات پر توجہ دیں گے۔“

وہ بستر پر نیم دراز ہو کر بولا ”ٹھیک ہے۔ میں اس سلسلے میں خیال خوانی کر رہا ہوں۔ تم مجھے مخاطب نہ کرنا۔“

وہ خیال خوانی کے ذریعے میرے پاس آگیا۔ میں نے پوچھا ”کیا بات ہے بیٹے؟ کیا شیشی لاتی کو قابو میں کر چکے ہو؟“

”جی ہاں اب وہ بھی چین کا رخ نہیں کرے گی۔ ہم اس کی ضرورت یہاں پوری کر دیں گے۔“

”ہوں۔ سمجھ گیا وہ نقشہ چاہتی ہے۔“

”صرف بچوں کو نہیں بڑوں کو بھی کھلونا دے کر بھلایا جاسکتا ہے۔ اسے بھی کسی دوسری مشین کا نقشہ دے کر بھلایا جاسکتا ہے۔“

”دوسری مشین کا نقشہ کیوں ہم اسے اصل ٹرانزافار مر مشین کا نقشہ دیں گے۔“

پورس نے جراتی سے پوچھا ”کیا واقعی؟“

”ہاں اس نقشے کی اہمیت کو اسی طرح ختم کیا جاسکتا ہے کہ اسے سب ہی دوستوں اور دشمنوں تک پہنچنے کا موقع دیا جائے۔“

میں نے پورس کو تفصیل سے سمجھایا کہ جب سے چین میں یہ مشین تیار ہوئی ہے اور چینی ٹیلی پیٹھی جاننے والے پیدا ہوئے ہیں۔ تب سے امریکا، روس اور فرانس جیسے بڑے ممالک متحد ہو گئے ہیں۔ وہ اپنے اتحاد سے ایک ٹرانزافار مر مشین تیار کر رہے ہیں۔ جس کے ذریعے ان تینوں ممالک میں

ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کی فوج تیار کی جائے گی۔ دوسری طرف چین پال نے اپنے ٹیلی پیٹھی جاننے والے ساتھیوں کے ذریعے مشین کا نقشہ حاصل کیا تھا۔ چین پال کا خیال تھا کہ ہم اس کے معاملات سے بے خبر ہیں۔ جبکہ سوینا کو بیڑوں کے دماغ میں جانے کی سہولتیں حاصل تھیں۔ وہ بیڑوں کے ذریعے یہ معلوم کر چکی تھی کہ بڑی رابرٹ نے لندن جا کر وہ نقشہ چین پال کے حوالے کیا ہے۔

ہم چاہتے تو اس نقشے کے سلسلے میں چین پال اور اس کے ساتھیوں کو کئی طرح سے الجھاتے رہتے لیکن ہم انہیں بھی ڈھیل دے رہے تھے۔ جناب تہیزری اور جناب عبداللہ واسطی کی ہدایات تھیں کہ اب ٹرانزافار مر مشین کے سلسلے میں دشمنوں کی مخالفت نہ کی جائے جو مشین تیار کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں تیار کرنے کا موقع دیا جائے۔

اگرچہ یہ ہدایات ناقابل فہم تھیں۔ سوال پیدا ہوتا تھا کہ تمام بڑے ممالک کو ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کی فوج بنانے کا موقع کیوں دیا جا رہا ہے جب کہ ایسا کرنے سے پہلے ہی ان کے منصوبوں کو خاک میں ملایا جاسکتا تھا۔ اس سلسلے میں وہ اہم باتیں تھیں ایک تو یہ کہ ہم نے اور بابا صاحب کے ادارے نے ایک طویل عرصے تک بڑے ممالک سے وقت فوقتادوستی کی تھی۔ ان پر بھروسہ کیا تھا۔ ان سے بھرپور تعاون کیا تھا لیکن بعد میں ان سے دھوکا کھاتے رہے تھے۔

چین بھی ان بڑے ممالک میں سے ایک بڑا ملک ہے۔ ہم نے چین کے اکابرین پر بھی بھروسہ کیا ہے لیکن کون جانتا ہے کہ یہ بھروسہ کب تک قائم رہے گا۔ جناب تہیزری اور بابا صاحب کے گلاٹے کے تمام بزرگ ماضی کے تلخ تجربات کو بھلا نہیں سکتے تھے۔ ان کا تجربہ کہہ رہا تھا کہ جو ابھی دوست ہیں۔ وہ کسی وقت بھی دشمنی کی گرود بدل سکتے ہیں۔

خدا نخواستہ اگر ایسا ہوا اور چین جیسے بہترین دوست سے کسی معاملے میں مخالفت پیدا ہونے لگی تو ایسے وقت کے لیے پہلے سے تیار رہنا چاہیے۔ یہ اندازہ کیا جاسکتا تھا کہ چین میں ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کی بہت بڑی فوج تیار ہو سکتی ہے اس کے مقابلے میں ہم تعداد کے لحاظ سے بھی مجبورہ جاتے ہیں گے اگر دوسرے ممالک میں ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کی فوجیں رہیں گی تو ہم اپنی حکمت عملی سے ان تمام بڑے ممالک کی فوجوں کو چین کے مقابل پہنچا کر اپنی حفاظت کر سکیں گے۔

چین کے لیے ہماری نیک خواہشات ہیں اور آئندہ بھی رہیں گی اور ایسی ہی نیک خواہش کے مطابق ہم نے چین کو

ٹرانزافار مر مشین کا تحفہ دیا ہے لیکن آئندہ اپنے تحفظ کے لیے احتیاطی تدابیر بھی لازمی ہیں۔

پورس نے میری تمام باتیں سننے کے بعد کہا ”بے شک احتیاطی تدابیر لازمی ہیں۔ جب سب ہی کو ٹرانزافار مر مشین بنانے کا موقع دیا جا رہا ہے تو پھر یہ موقع شیشی لاتی کو بھی دیا جانا چاہیے۔ بیجنگ میں اسکاٹ لینڈیڈ کے چند جاسوس ہیں ان میں سے کچھ گرفتار ہو کر مارے گئے ہیں۔ ان میں جو بائی بچا ہے میں اس کے دماغ پر قبضہ جما کر آپ کے پاس آؤں گا۔ آپ وہ نقشہ اس کے حوالے کریں گے اور اسے بیجنگ سے یہاں لانگ کانگ پہنچنے کا موقع دیں گے۔ اس طرح وہ نقشہ شیشی لاتی کو مل جائے گا۔“

میں نے کہا ”اس جاسوس کو میرے پاس پاس پہنچاؤ۔ میں اس کے پاسپورٹ کے مطابق کل کی کسی فلاٹ میں سیٹ ریڈر کو آؤں گا۔ وہ نقشہ اس کے حوالے کروں گا۔ کل شام تک شیشی لاتی خوش ہو جائے گی۔“

پورس نے وفا کی طور پر حاضر ہو کر کہا ”شیشی لاتی آج کی رات ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ میں نے ایسے انتظامات کیے ہیں کہ وہاں میرا ایک آلہ کار آری ہیڈ کو رٹر کے ریکارڈ روم سے وہ نقشہ نکال لائے گا۔ میں وہ نقشہ تمہارے اسکاٹ لینڈیڈ کے جاسوس کے حوالے کروں گا۔ وہ جاسوس اسے کل شام تک یہاں لے آئے گا۔“

وہ کھاتے کھاتے خوش ہو کر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس سے پٹ کر بولی ”تم نے تو کمال کر دیا جو کام تقریباً ناممکن ہے اسے ممکن بنا رہے ہو۔ مجھے اتنی بڑی کامیابی کا یقین نہیں ہو رہا ہے پھر بھی میں کل شام تک بے چینی سے اپنے جاسوس اور اس نقشے کا انتظار کروں گی۔“

وہ خوش ہو کر اس پر قربان ہونے لگی۔ اس نے مختصری خیال خوانی کی پاس کے پاس پہنچ کر بولا ”میں ہوں پورس۔“

پارس نے کہا ”میرے پاس آئے ہو ضرور کوئی بات ہے۔“

”ہاں تمہارے پاس ایک مرغا روانہ کیا ہے۔ بھیجا کو لپ کرنے کے لیے نارنگ بہت بے چین تھا۔ میں اسے شیشی لاتی سے نجات دلا کر تمہاری طرف بھیج رہا ہوں وہ کل صبح تک یرو حطم پہنچنے والا ہے۔“

پارس نے کہا ”وہ تو ایسا مرغا ہے جسے چھاننے کی ضرورت نہیں پڑتی وہ خود ہی اپنی حماقتوں سے پھستا رہتا ہے۔ میں دیکھوں گا کہ وہ بھیجا کو چھاننے کے لیے یہاں کیا کرے گا۔“

پارس چاہتا تھا کہ اب اسرائیل سے روانہ ہو جائے اسے غلام بنا کر رکھنے کی خواہش کرنے والی الپا خود اس کی معمول اور کثیر بن چکی تھی۔ اب وہ الپا سے ہزاروں میل دور جا کر بھی اس کی لگام اپنے ہاتھوں میں رکھ سکتا لیکن ایسے ہی وقت بابا صاحب کے ادارے سے یہ نئی ہدایت موصول ہوئی کہ الپا کو ٹرانزافار مر مشین تیار کرنے کا موقع دیا جائے۔

جبکی ہنٹراپ تک تل ایبیب میں موجود تھا۔ پچھلی بار وہاں سے اس کی روانگی کا پورا انتظام ہو چکا تھا لیکن اس کی بیٹی ڈانا چاکا تیار ہو گئی تھی۔ اسے اسپتال پہنچانا پڑا تھا۔ اس لیے اس کا سفر ملتوی ہو گیا تھا۔

اب اس جبکی ہنٹر کے ذریعے الپا وہاں اپنی خواہش کے مطابق وہ مشین تیار کر سکتی تھی۔ اسے اسپتال سے چھٹی مل چکی تھی۔ اسرائیل کے بڑے شہروں میں اس کی کئی رہائش گاہیں موجود تھیں۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ بنگلے الپا کی ملکیت ہیں۔ وہ وقت اور حالات کے مطابق ہمیں بدل کر کسی نہ کسی بنگلے میں جا کر وقت گزارتی تھی۔

وہ اسپتال سے نکل کر یرو حطم کے ایک بنگلے میں جانا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت پارس نے اس کی سوچ میں کہا ”مجھے اسی شہر میں رہنا چاہیے اور یہاں رہ کر ٹرانزافار مر مشین تیار کرنے کے سلسلے میں پھر کو مشینیں کرنی چاہئیں۔“

اس کی اپنی سوچ نے کہا ”مشین کیسے تیار کروں گی۔ پارس نے میرے خیالات بڑھ کر معلوم کیا ہو گا کہ کس غصہ رہائش گاہ میں وہ نقشہ چھپا کر رکھا ہے۔ اس نے وہ نقشہ وہاں سے چرا لیا ہو گا اور جبکی ہنٹر کو اپنا غلام بنالیا ہو گا۔“

پارس نے اس کی سوچ میں کہا ”ہو سکتا ہے ایسا نہ ہو۔ میری وفا کی کمزوری کے باوجود پارس مجھے پر مہیاں ہے۔ اس

مشہور مصنفین کی مشہور کتابیں

بزرگان دین کے ایمان افروز واقعات

روشنی کے مینار

قیمت 150/- روپے

ڈاکٹر فرخ

25/1 روپے

مصنف: ضیاء تسنیم بالگرامی

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس 23 کراچی نمبر 1

نے بھیجا کہ میرے دماغ پر قبضہ جمانے کا موقع نہیں دیا۔ وہ مجھ سے تخت ناراض ہے مگر مجھے دل سے چاہتا ہے چھپ چھپ کر میری حفاظت کرتا ہے یہ میرے لیے بڑے فخر کی بات ہے کہ اس نے کسی بھی دشمن کو میرے اندر آنے اور مجھے نقصان پہنچانے کا موقع نہیں دیا۔

اپنا سوچ میں پڑ گئی تھی۔ اسے یقین ہو رہا تھا کہ ٹرانسفا مر مشین کے سلسلے میں اسے کامیابی ضرور ملے گی۔

پارس نے پھر اس کی سوچ میں کہا ”جب وہ مجھے ہر طرح سے تحفظ فراہم کر رہا ہے مجھے نقصانات سے بچا رہا ہے تو ٹرانسفا مر مشین کے سلسلے میں بھی مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ مجھے اپنی اس رہائش گاہ میں جا کر دیکھنا چاہیے کہ نقشہ وہاں موجود ہے کہ نہیں۔“

الیا ان باتوں سے قائل ہو کر اپنی اس رہائش گاہ کی طرف چلی گئی۔ پارس نے اپنے ایک ماتحت سراغ رساں سے کہا ”تم نے جیکل بنز کو پناہ ناز کر کے اسے اپنا معمول بنایا ہے اب اسے پھر اسی جگہ میں پہنچا دو۔ جہاں الیا نے اسے چھپا کر رکھا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ نقش کر دو کہ وہ اب تک الیا کا معمول ہے کئی دنوں سے اسی جگہ میں پڑا ہوا ہے اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ کیا کرنا چاہیے؟ اور کہاں جانا چاہیے؟“

اس سراغ رساں نے جیکل بنز کے دماغ میں یہ باتیں نقش کیں پھر اسے اسی جگہ میں پہنچا دیا۔ اس کے دماغ سے اس کی بچی ڈانکا کی یاد بھلا دی۔ آئندہ وہ ڈانکا کو امریکا واپس بھیجنے والا تھا۔ ادھر الیا نے اپنی خفیہ رہائش گاہ میں پہنچ کر اپنے سیف کو کھول کر دیکھا تو وہ مشین کا نقشہ موجود تھا۔ پہلے وہ نقشہ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ بعد میں جب یہ فیصلہ ہوا کہ ٹرانسفا مر مشین کے سلسلے میں کسی طرح کی رکاوٹ پیدا نہیں کی جائے گی تو وہ نقشہ پھر الیا کے سیف میں پہنچا دیا گیا تھا۔ الیا نے اس سے کہے ہوئے کاغذ کو کھول کر دیکھا تو خوش ہو گئی۔ سوچ کے ذریعے بولی ”پارس ابھی میں خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں۔ تمہارا لشکر یہ ادا کرنے اور تمہارا احسان ماننے کے لیے تمہارے پاس نہیں آسکتی۔ میں سمجھتی ہوں کہ تم ابھی میرے اندر موجود ہو لیکن تم نے تو مجھ سے نہ بولنے کی قسم کھائی ہے۔ تم نے کیا عجیب سا رشتہ مجھ سے قائم رکھا ہے۔ کچھ بولنے نہیں ہو مگر میرے لیے بہت کچھ کرتے ہو۔ مجھ سے نفرت کرتے ہو مگر مجھ کی طرح سے بے انتہا محبت بھی کرتے ہو۔“

پارس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ سوچنے لگی ”نقشہ تو کتابیات چینی خانیہ“

مل گیا ہے مگر مشین کا ماہر مکینک جیکل بنز اس جگہ میں نہیں ہوگا۔ شاید میرے خوبی عمل کا اثر بھی ختم ہو گیا ہوگا۔ وہ وہاں سے فرار ہو گیا ہوگا۔“

پارس نے اس کی سوچ میں کہا ”میں نے نقشے کے بارے میں بھی یہی سوچا تھا کہ اسے پارس نے گیا ہوگا لیکن نقشہ میں مل گیا جہاں میں نے رکھا تھا۔ ہو سکتا ہے جیکل بنز بھی وہیں ہو جہاں میں نے اسے چھوڑا تھا۔“

الیا نے اس بات پر غور کیا پھر موبائل کے ذریعے اس جگہ کا فون نمبر پتہ کیا۔ دوسری طرف کھنی بجنے لگی۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد وہ ایک دم سے خوش ہو گئی۔ دوسری طرف فون کے ذریعے جیکل بنز کی آواز سنائی دی ”ہیلو! کون ہے؟“

وہ حیرت سے اور مسرت سے بولی ”ہیلو جیکل! تم بول رہے ہو؟“

وہ حیرانی سے بولا ”اوہ میڈم! آپ کہاں تھیں۔ کئی دنوں سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔ نہ آپ میرے دماغ میں آ رہی تھیں اور نہ ہی بولی امنتہ مجھ سے ملاقات کرنے میاں آتا رہتا تھا۔ میڈم! میں بہت پریشان ہوں۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”اب تمہیں کسی طرح کی پریشانی نہیں ہوگی۔ میں آ رہی ہوں۔ تمہیں اپنے ساتھ ایک جگہ میں لے جاؤں گی۔“

اس نے خوشی سے جھوٹے ہوئے فون کو بند کیا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ٹرانسفا مر مشین کی باری ہوتی اتنی بڑی بازی جیت لے گی۔ وہ اپنا ضروری سامان پیک کرنے لگی۔ وہ وہاں سے جیکل بنز کے پاس جانے والی تھی پھر اسے لے کر دوسرے خفیہ اڈے میں رہائش اختیار کرنے والی تھی۔

ابھی بہت کچھ ہونے والا تھا۔ کیونکہ میری داستان کا مزاج بدل رہا تھا۔ ٹرانسفا مر مشین کو ہرگز سے ملک میں عام کیا جا رہا تھا۔

پہلے ہم فردا فردا ٹیلی پیجی جاننے والے تھے۔ اب ٹیلی پیجی جاننے والوں کی فوجیں تیار ہو رہی تھیں۔ امریکا، روس، فرانس اور چین اب ایک دوسرے کے مقابل ہونے والے تھے کیونکہ اب جو بھی خفیہ سیاست ہوتی، خفیہ واردات ہوتی، خفیہ سازشیں ہوتیں وہ سب آئندہ دشمنوں سے چھپی رہائشیں نہ دو ستوں سے۔ اب تو جیسے ہر ملک کا پچھ اور ہر گھر کی عورت ٹیلی پیجی جاننے والی تھی۔

اگر ایسا ہو جائے تو کیا ہوگا؟ اور ایسا ہو گیا نہیں یہ تو میں بھی نہیں جانتا تھا۔

کتابیات چینی خانیہ

جو ادب بن مستقیم اور بھیانک الپا کو اپنے قابو میں کرنے کی بہت کوششیں کی تھیں۔ پہلے بھیانک نے ٹیلی پیجی کے ذریعے دو بار اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے نہپ کرنا چاہا تھا لیکن پارس اس کے دماغ میں چھپ کر آتا جاتا رہتا تھا۔ اس نے بھیانک کا نام بتا دیا۔

اس کی ناکامی کے بعد جو ادب حریف کے اسپتال میں آیا تھا۔ الیا سے ملاقات کی تھی اور ملاقات کے وقت جب اس سے مصافحہ کیا تو الیا نے اختیار اس سے متاثر ہو گئی۔ اسپتال میں اس کی حفاظت کے لیے آرمی کے جوان پہرہ دے رہے تھے۔ کسی کو اس سے ملنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اس نے آرمی افسران سے کہا تھا کہ وہ جو ادب کو آئندہ بھی اس سے ملنے کی اجازت دے دیا کریں۔

جو ادب نے بھیانک سے کہا ”تمہاری ٹیلی پیجی نے کوئی کام نہیں کیا میں نے اسے متاثر کیا ہے۔ جب وہ اسپتال سے گھر آئے گی تو تم پھر ایک بار اسے پناہ ناز کرنے کی کوشش کرو گے۔ ایسے وقت میں اس کے قریب رہو گا تو شاید تم اسے پناہ ناز کرنے میں کامیاب ہو سکو گے۔“

ان دنوں وہ اسپتال سے فارغ ہوئی تھی۔ جو ادب وہاں سے روٹھ کر واپس آ گیا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ فون کے ذریعے الیا سے رابطہ رکھے گا پھر جب اسے معلوم ہوگا کہ وہ گھر آگئی ہے تب اس سے دوبارہ ملاقات کرنے آئے گا اور بھیانک کو موقع دے گا کہ وہ الپا کو نہپ کر سکے۔

لیکن پارس نے الیا کے دماغ میں خاموشی سے رہ کر اس پر عمل کیا تھا اور اس کے ذہن سے وہ تاثرات مٹا دیے تھے، جو اس غیر معمولی انگوٹھی کے ذریعے پیدا ہوئے تھے۔ اس وقت پارس اس کی غیر معمولی انگوٹھی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔

جب الپا گھر کی نیند سو رہی تھی۔ تب پارس نے خوبی عمل کے ذریعے اس سے پوچھا تھا ”یہ بتاؤ تم اس سے اچانک متاثر کیوں ہو گئی ہو؟“

وہ معمول کی حیثیت سے بولی ”چنانچہ مجھے کیا ہو گیا ہے میں نے سنا تھا کہ لوگ اس سے مل کر متاثر ہو جاتے ہیں اور اس کے بڑے عقیدت مند بن جاتے ہیں۔“

”تم اچھی طرح سوچو اور بتاؤ متاثر ہونے کی کوئی وجہ ہوگی۔ اس سے پہلے تو تم نے اسے دیکھا بھی نہیں تھا۔ ایک ہی ملاقات میں اس سے متاثر ہونے کا مطلب یہی ہے کہ اس میں کوئی غیر معمولی صلاحیت ہے۔“

الیا نے کہا ”میں نے بعد میں بہت سوچا ہے۔ اس سلسلے میں بہت غور کیا ہے مگر میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔“

پارس سوچ میں پڑ گیا کہ جو ادب خوب رو جو ان ہے اور

کتابیات چینی خانیہ

پر کشش ہے تو اس سے صرف عورتوں کو متاثر ہونا چاہیے لیکن مرد بھی اس کی محبت میں گرفتار ہو جاتے تھے۔ اس سے یہی بات سمجھ میں آئی تھی کہ وہ اپنی کسی غیر معمولی صلاحیت کے ذریعے عورتوں اور مردوں کو اپنا عقیدت مند بناتا ہے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ خود یہ حکم جا کر جو ادب سے ملاقات کرے گا۔

جو ادب نے حریف سے یہ حکم آنے کے بعد تیسرے دن الپا سے فون پر رابطہ کیا۔ اس کی حیرت معلوم کی۔ الپا نے کہا ”میں حیرت سے ہوں مگر تم کون ہو؟“

جو ادب نے کہا ”عجب ہے مجھ سے ایک بار ملنے والے میری آواز سے مجھے پہچان لینے ہیں۔ یاد کرو میں اسپتال میں تم سے ملے آیا تھا۔“

الپا نے کہا ”پلیز سپیلیاں نہ بجواؤ۔ کام کی بات کرو اور پہلے اپنا تعارف پیش کرو۔“

”میرا نام جو ادب بن مستقیم ہے۔ میں اسپتال میں تم سے ملاقات کر چکا ہوں کیا اتنی جلدی مجھے بھول گئی ہو۔“

”اچھا اب یاد آیا۔ تم جو ادب ہو بڑی پرکشش اور باوقار شخصیت کے مالک ہو۔ تم مجھ سے ملاقات کرنے آئے تھے بڑی خوشی ہوئی میرے لائق کوئی خدمت۔“

”میری دعا ہے کہ تم جلد صحت یاب ہو کر اپنے گھر جاؤ۔ میں وہاں تم سے ملاقات کرنے آؤں گا۔“

”سو رہی مسٹر جو ادب! میں اپنے گھر میں کبھی کسی سے ملاقات نہیں کرتی۔“

”کوئی بات نہیں۔ ہم کسی ریسٹورنٹ یا کلب میں ملاقات کر سکتے ہیں۔“

”اگر مجھے ایک سوال کا صحیح جواب مل جائے گا تو میں ملاقات کروں گی۔“

”کیا کوئی مشکل سوال ہے؟“

”بہت آسان سوال ہے۔ میں تم سے ملنے ہی تم سے بے اختیار متاثر کیوں ہو گئی تھی؟“

”یہ تمہارے اپنے احساسات ہیں۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ میری شخصیت کے کس پہلو نے تمہیں متاثر کیا ہے۔“

”صرف میری بات نہیں ہے۔ میں نے تو سب ہی سے سنا ہے کہ تم سے جو بھی ملتا ہے تم سے محبت کرنے لگتا ہے۔ تمہارا عقیدت مند ہو جاتا ہے۔“

”یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ اس معجزے نے مجھے کوئی ایسی خوبی دی ہے جو دوسروں کو متاثر کر دیتی ہے۔“

”تم میرے سوال کا صحیح جواب نہیں دے رہے ہو۔ محض باتیں بنا رہے ہو۔ مجھے افسوس ہے میں تم سے ملاقات

کتابیات چینی خانیہ

کتابیات چینی خانیہ

کتابیات چینی خانیہ

نہیں کروں گی۔“
 میں باتیں نہیں بنا رہا ہوں۔ یقین نہ ہو تو دوسری بار ملاقات کرو اور خود یہ معلوم کرو کہ دوسری بار بھی تم مجھ سے متاثر ہو رہی ہو یا نہیں؟ اور اگر متاثر ہو رہی ہو تو میرے ذریعے کس طرح کا تاثر تمہارے اندر پیدا ہوا ہے۔“
 میں نے بڑی مشکل سے تمہاری پہلی ملاقات کے تاثر کو مٹایا ہے اب میں دوسری بار ملنے کی نادانی نہیں کروں گی۔“
 ”کوئی بات نہیں میں خود تم سے ملنے اسپتال آ جاؤں گا۔“

”تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ اسپتال سے میری چھٹی ہوئی ہے۔ تم چاہو تو حیفہ کے اسپتال میں جا کر میرا خالی کمرادیکھ سکتے ہو۔“
 الپانے فون کا رابطہ ختم کر دیا۔ وہ اسپتال سے اپنی خفیہ رہائش گاہ میں آکر خوش ہو رہی تھی کیونکہ وہاں اسے ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ مل گیا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ پارس نے اس کے چور خیالات پڑھ کر اس کے تمام اہم راز معلوم کیے ہوں گے اور اس نقشے کو لاپرواہا گیا لیکن اس کی توقع کے خلاف نقشہ وہیں موجود تھا۔

اس نے اس جگہ میں فون کیا جہاں جنگی ہنز کو چھپا کر رکھا گیا تھا۔ اس کے بارے میں بھی یہ خیال تھا کہ جنگی ہنز اس کے خفیہ عمل کے اثر سے نکل کر نہیں فرار ہو گیا ہو گا لیکن اس کی حیرت اور مسرت کی انتہا نہ رہی۔ جب اس نے فون پر جنگی کی آواز سنی اور یہ یقین ہوا کہ مشین کا وہ ماہر مینیک جنگی ہنز اب تک اس کے زیر اثر ہے۔

اب وہ مشین کے نقشے اور جنگی ہنز کو لے کر اپنے اس فارم ہاؤس میں جانا چاہتی تھی جو یروشلیم کے مضافات میں تھا۔ اس فارم ہاؤس میں ایک خوب صورت سا کالج بھی تھا۔ جس کے خانے میں بڑی رازداری سے ٹرانسفارمر مشین تیار کی جا سکتی تھی۔

وہ وہاں سے روانہ ہونے کے لیے اپنا مختصر سا ضروری سامان ایک اپنی اور ایک سفری بیگ میں رکھ رہی تھی۔ ایسے وقت جو اپنے فون پر اس سے گفتگو کی تھی۔ الپانے اس سے ملاقات کرنے سے انکار کر کے فون بند کر دیا تھا مگر وہ اپنا سامان لے کر وہاں سے جنگی ہنز کے جگہ میں پہنچ گئی۔ جنگی ڈرائنگ روم میں بیٹھا بیٹری رہا تھا۔ الپا اسے وہاں دیکھ کر خوشی سے لپٹ گئی۔ اسے چوم کر بولی ”تھینکس گاڈ! میں بت گئی ہوں۔ تمہارے جیسا ماہر مینیک میرا وفادار ہے اور نقشہ بھی میرے پاس موجود ہے۔“
 ”میںم! میں آپ کو چھوڑ کر کہاں جا سکتا ہوں۔ میں

آپ کے لیے ٹرانسفارمر مشین ضرور تیار کروں گا۔ باقی داؤے بولی! اسے کہاں ہے؟“
 وہ نفرت سے بولی ”بولی بہت سی ٹمک حرام نکلا۔ میں زخمی ہو کر اسپتال میں پڑی ہوئی تھی۔ ایسے وقت اس نے مجھ سے غداری کی شاید وہ مشین کا نقشہ چرا کر تمہیں اپنے مقصد کے لیے میراں سے لے جاتا لیکن ایک مہربان نے اس کے تمام منصوبوں سمیت اسے نیت و تباہ کر دیا۔“
 ایسا کہتے وقت وہ سوچ رہی تھی ”پارس میں تمہارا بھتا بھی احسان مانوں بھتا بھی شکر یہ ادا کروں تم ہے۔“

اگرچہ پارس نے اس کے داغ میں رہ کر کبھی اسے مخاطب نہیں کیا تھا۔ کبھی اپنی موجودگی ظاہر نہیں کی تھی۔ اس کے باوجود وہ دل کی گہرائیوں سے یقین کر رہی تھی کہ اس کے برے وقت میں صرف پارس نے ہی اسے دشمنوں سے محفوظ رکھا ہے۔

اس نے بھیما کو الپا پر غالب آنے سے باز رکھا تھا اور اسے جو اسے زیادہ دیر متاثر نہیں رہنے دیا تھا۔ پھر اتنا بڑا احسان تو کوئی کر ہی نہیں سکتا تھا کہ پارس اسے ٹرانسفارمر مشین بتانے کا موقع فراہم کر رہا تھا۔ وہ اتنی بڑی بازی ہار رہی تھی۔ پارس اس کی ہار کو جیت میں بدل رہا تھا۔ وہ دل میں بار بار قسمیں کھانے لگی تھی کہ اب پارس اسے قبول کرے یا نہ کرے وہ مرتے دم تک اس کی معمولی کنیز بن کر رہا کرے گی۔

وہ جنگی ہنز کے ساتھ اپنے فارم ہاؤس کی طرف روانہ ہو گئی۔ پارس بھی یروشلیم آ گیا۔ اس نے ایک ہوٹل میں عارضی رہائش کے لیے ایک کمر لیا وہ جو اسے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ اس کی غیر معمولی صلاحیت کا سراغ لگانا چاہتا تھا لیکن اس سے رو بہ ملاقات کرنے سے پہلے اسے دور سے دیکھنا اور سمجھنا چاہتا تھا۔

یہ تو وہ جانتا تھا کہ اس کے اندر رہنے والا بھیما ٹیلی جیٹس جانتا ہے پھر جو اس کی بو کا باہر ہو گا۔ وہ اس کے اندر جانے گا تو چھپ کر اس کے خیالات نہیں پڑھ سکے گا۔ جو اسے دور سے اس کی موجودگی کو سمجھ لیں گے۔

پارس وہاں رہ کر جو اس کے عزیز و اقارب کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا۔ یروشلیم میں سب ہی اسے جانتے تھے۔ جس کے سامنے بھی اس کا ذکر کیا جاتا وہ اس کے بارے میں بڑی تفصیل سے بولنے لگتا تھا اور اپنی عقیدت کا اظہار کرتا تھا جیسے اسے جو اسے مستقیم کے قریب رہنے کا شرف حاصل ہونا رہا ہو۔

پارس نے چند افراد سے گفتگو کرنے کے بعد یہ معلوم کیا کہ جو اسے ایک فلسطینی دو شیرو حدیقہ سے محبت کرتا ہے۔

پارس نے حدیقہ کا پتا اور اس کی مصروفیات معلوم کیں پھر ایک ایسی تقریب میں پہنچ گیا۔ جہاں وہ موجود تھی اور چند خاتمیں سے گفتگو کر رہی تھی۔ وہ اس کی آواز اور لہجہ سن کر اس کے داغ میں پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ جو اس کے بارے میں دل کی گہرائیوں سے بہت کچھ سوچ رہی تھی اور اس بات سے پریشان تھی کہ جو اس سے بے انتہا محبت کرنے کے باوجود وہ دور کیوں رہتا ہے؟

جو اس نے حدیقہ کو سمجھایا تھا کہ ان دونوں کی محبت کے درمیان ایک دیوار ہے جسے وہ نہ سمجھتی ہے نہ وہ سمجھا سکتا ہے۔

جو اسے اسے کھل کر نہیں بتایا تھا کہ اس کے اندر بھیما کی روح سالی ہوئی ہے اور وہ اس روح کی شناخت کو ختم کرنے کے بعد ہی حدیقہ سے شادی کرے گا اور اس کی قربت حاصل کرے گا۔

حدیقہ کو یقین تھا کہ اس کا محبوب سچا ہے اور اتنی بڑی دنیا میں صرف اسے دل و جان سے چاہتا ہے۔ وہ محبت میں اسے دھوکا نہیں دے گا۔ ایک دن اس سے ضرور شادی کرے گا۔ اس یقین کے باوجود وہ جو اس کے دور دور رہنے سے پریشان تھی۔

پارس نے حدیقہ کے اندر اس کی سوچ میں کہا ”مجھے مایوس اور پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ جو اس نے کسی مصیبت سے یہ دوری قائم کر رکھی ہے مجھے یہ سونپنا چاہیے کہ جو اس سے ملنے والے اس سے متاثر کیوں ہو جاتے ہیں؟“

حدیقہ کی سوچ نے کہا ”جو اس کی شخصیت میں قدرتی کشش ہے جو اسے دیکھتا ہے اس سے ملتا ہے بے اختیار محبت کرنے لگتا ہے۔“

پارس نے اس کی سوچ میں کہا ”پھر تو دوسری حسینائیں بھی اس کی محبت میں گرفتار ہو جاتی ہوں گی؟“

”بے شمار عورتیں میرے جو اس کو چاہتی ہیں مگر وہ کس نیت سے چاہتی ہیں۔ یہ وہ جانتی ہیں یا ان کا خدا جانتا ہے مگر میں پورے یقین سے سمجھتی ہوں کہ وہ دوسری تمام جوان عورتوں کو بہن سمجھتا ہے۔“

پارس کو اصل بات معلوم نہیں ہو رہی تھی۔ جو اسے اپنے اندر کی باتیں حدیقہ کو بھی نہیں بتاتا تھا۔ اس نے حدیقہ سے نہ کبھی اس غیر معمولی انگوٹھی کا ذکر کیا تھا اور نہ ہی کبھی اپنے اندر چھپے ہوئے بھیما کا ذکر اس سے کیا تھا۔

اس نے سوچا یہ راز ایسے معلوم نہیں ہو گا۔ مجھے خود جانا ہو گا اور اس سے ملاقات کر لی ہوگی۔ اس نے فون کے ذریعے جو اس سے رابطہ کیا پھر اس سے کہا ”سٹر جو ادا اتفاق سے میرا نام بھی جو اسے ہے میں نے آپ کی بہت تعریفیں سنی

ہیں۔ میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔“
 جو اس نے کہا ”تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ میں اس کا ایک ناپز بندہ ہوں۔ میں صبح نو بجے تک اپنے مکان میں رہتا ہوں پھر عشاء کی نماز تک باہر وقت گزارتا ہوں۔ پاباعت نماز ادا کرنے کے بعد دوسری صبح نو بجے تک گھر میں وقت گزارتا ہوں۔ آپ چاہیں تو میرے گھر آ سکتے ہیں یا اپنا پتا بتائیں میں آپ سے ملنے چلا آؤں گا۔“

پارس اس سے تنہا میں ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے ہوٹل کا پتا اسے بتایا۔ وہ ایک کھٹے کے اندر ہی اس سے ملنے کے لیے اس ہوٹل میں آ گیا۔ اس کے دروازے پر دستک دی۔ پارس نے دروازہ کھول کر دیکھا سامنے ایک صحت مند قد آور اور بہت ہی خوب رو جوان کھڑا تھا۔ وہ پارس کو دیکھ کر بولا ”میرا نام جو اس ہے۔ کیا آپ بھی مسٹر جو اس ہیں۔“

پارس نے مسکراتے ہوئے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھائے ہوئے کہا ”آپ وقت کے پابند ہیں۔ ملاقات کا جو وقت مقرر تھا۔ آپ ٹھیک اسی وقت پر آئے ہیں۔“

جو اس نے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔ ایسے وقت پارس نے محسوس کیا کہ وہ اس سے متاثر ہو رہا ہے اس نے کہا ”اندر تشریف لا میں آپ سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔“

جو اس نے اندر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ پارس نے پوچھا ”آپ ٹھنڈا پین کے باغرم پوئے آپ نے مجھے کرا دیا ہے۔ میں آپ کے لیے بڑی چھتیں محسوس کر رہا ہوں۔“

وہ مسکرا کر بولا ”میں محبت کرنے والوں سے محبت کرتا ہوں۔ سچ بولا ہوں اور سچ بولنے والوں کی قدر کرتا ہوں۔ آپ اپنے بارے میں کچھ بتائیں۔“

پارس نے بے اختیار کہا ”میرا نام پارس علی تیمور ہے۔ میرے والد کا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ ہمارا تعلق مشہور زمانہ بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔“

پارس یہ سب کہتے وقت اندر ہی اندر پریشانی سے سوچ رہا تھا کہ وہ جو اس کے سامنے خود کو کیوں نہیں چھپا رہا ہے؟ بے اختیار کیوں سچ بول رہا ہے؟ یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ وہ اچانک کیوں اس قدر اس سے متاثر ہو گیا ہے؟

جو اس کا سچ سننے ہی صوفے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ خوش ہو کر بولا ”آپ مسٹر فرہاد کے صاحب زاوے ہیں؟ آپ کو پہلے بتانا چاہیے تھا کہ آپ کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔“

وہ دونوں بازو پھیلا کر آگے بڑھا اور پارس کے گلے لگ کر بولا ”میں صرف مصافحہ پر اکتفا نہیں کروں گا۔ آپ کے

سنے سے لگ کر فدا صاحب کے صاحب زادے کے سینے سے لٹنے کا اعزاز حاصل کروں گا۔

دونوں بڑی گرم جوشی سے بغل گیر ہوئے۔ ایک دوسرے سے محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے رہے پھر انگ ہو کر ایک ہی صوفے پر بیٹھ گئے۔ پارس نے کہا ”میرے ذہن میں یہ سوال چبھ رہا ہے کہ میں آپ سے اچانک متاثر کیوں ہو گیا ہوں۔“

وہ بولا ”میرے پاس قدرت کا ایک عطیہ ہے۔ لوگ ملنے ہیں اور مجھ سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ دوست ہو یا دشمن سب ہی مجھے چاہتے لگتے ہیں۔“

”میں بھی پوچھ رہا ہوں قدرت کا وہ عطیہ کیا ہے؟ کسی انسان کے پاس کوئی غیر معمولی صلاحیت ہو تو ایسی صلاحیت کو قدرت کا عطیہ کہتے ہیں۔ پلینر بتائیں وہ کیسی صلاحیت ہے؟“

جواد ٹھوڑی دیر تک سر جھکائے سوچ رہا پھر بولا ”میں اپنے اندر کی کچھ باتیں بھی کسی کو نہیں بتاتا۔ میری متبصر حدیقہ مجھے جان سے زیادہ عزیز ہے۔ میں اس سے بھی کچھ باتیں چھپاتا رہتا ہوں۔“

”میری درخواست ہے کہ مجھ سے نہ چھپائیں۔ آپ کا کوئی ساقی راز میرے سینے میں ہمیشہ دفن رہے گا۔“

”آپ ایک تو فدا صاحب کے صاحب زادے ہیں پھر بابا صاحب کے ادارے سے آپ کا تعلق ہے۔ آپ تمام حضرات بہت ہی باکمال ہیں۔ باآل میں جا کر اور سمندر کی تہ میں پہنچ کر ممکن کو ممکن بنا دیتے ہیں۔ آپ لوگوں سے کوئی راز چھپائیں رہتا۔ پلینر آپ اپنے طور پر معلوم کریں۔ میرے ایک بزرگ نے مجھے حتیٰ سے منع کیا تھا کہ میں اپنا یہ راز کسی کو نہیں بتاؤں گا۔“

”آپ اپنے بزرگ کی ہدایت پر عمل کر رہے ہیں۔ یہ بڑی اچھی بات ہے۔ میں آپ سے اصرار نہیں کروں گا۔ یہ بتائیں آپ کی موجودہ زندگی کیسے گزر رہی ہے؟“

”موجودہ زندگی سے آپ کی کیا مراد ہے؟“

”میں یہ جانتا ہوں کہ آپ کے اندر بھیما کی آتما ساتی ہوئی ہے۔ وہ ایک بد روح ہے۔ اس کے ساتھ آپ کیسے گزارہ کر رہے ہیں؟“

”ایمان سلامت رہے تو کوئی بد روح غالب نہیں آتی۔ میں اس پر غالب رہتا ہوں۔ اس کو کشش میں ہوں کہ اس کی تمام ہڈی کو ختم کر دوں۔ وہ اپنے بد ارادوں سے اور کالے جادو سے باز آجائے گا تو میں اسے راہ راست پر لے آؤں گا۔“

”شیطان کبھی بد ارادوں سے باز نہیں آتا۔ اسے اپنے ایمان اور ذہانت سے پکارتا ہوا ہے۔ میں بھیما کی شیطانیت کو

بہت عرصے سے جانتا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں میں آپ کو اس کی شیطانیت سے نجات دلاؤں گا۔“

”میں اطمینان سے ایسے اچھے وقت کا انتظار کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے اچھا وقت ضرور آئے گا۔ اب مجھے اجازت دیں۔“

”آپ نے کچھ کھایا یا نہیں۔ باتوں باتوں میں مجھے بھی یاد نہیں رہا۔ آپ ایسا کچھ کچھ میرے ساتھ کریں۔“

”میں ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد کچھ کرنا ہوں۔ آپ سے درخواست ہے کہ آج رات کا کھانا میرے ساتھ کھائیں۔ مجھے خوشی ہوگی۔“

”میں آپ کی خوشی کی خاطر ضرور آپ کے ساتھ ڈن کر دوں گا۔“

جواد نے صوفے سے اٹھ کر رخصتی مصافحہ کیا۔ پارس نے مصافحہ کرتے ہوئے پھر اس میں بے حد کشش محسوس کی پھر کہا ”ہاتھ ملاتے ہی آپ کی شخصیت پھر کرنت ماری ہے۔ پتا نہیں اللہ میاں نے آپ کو کس بجلی گھر میں بنایا ہے۔“

وہ ہنسنے لگا پھر بولا ”جاتے جاتے ایک بات یاد آ رہی ہے۔ میں بھیما کے تعاون سے الپا کو زہر پکڑنا چاہتا تھا مگر ناکام رہا۔ کیا آپ نے ہمیں ناکام بنایا تھا؟“

”جی ہاں! الپا میری مجرم ہے۔ وہ مجھ سے دشمنی کرتی رہی ہے۔ میں اس سے منہ رہا ہوں۔ ہم اور آپ کسی دشمن سے انتقام لیتے ہیں تو انتقام لینے وقت بھی انسانیت اور شرافت کو نہیں بھولتے لیکن بھیما شیطاں ہے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ الپا پر غالب آجائے اسی لیے میں نے اس کے ارادوں میں اسے کامیاب نہیں ہونے دیا۔“

”ٹھیک ہے۔ جب آپ الپا سے منہ رہے ہیں تو ہم آپ کے معاملے میں مداخلت نہیں کریں گے۔“

”لیکن بھیما آپ کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر الپا کے پاس پہنچ کر اسے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اسے میری غیر موجودگی میں زہر پکڑ سکتا ہے۔“

جواد نے مسکرا کر کہا ”آپ بھیما کی طرف سے پریشان نہ ہوں۔ میں اسے الپا کے پاس جانے کے لیے خیال خوانی کی اجازت نہیں دوں گا۔“

پارس نے حیرانی سے پوچھا ”آپ اسے کیسے روک سکیں گے؟ آتما بڑی پاورفل ہوتی ہے۔ وہ انسانی جسم اور انسانی دماغ پر حاوی رہتی ہے۔ انسانی دماغ روح کے ذریعہ اثر کرتا ہے۔ آپ اسے خیال خوانی سے کیسے روک سکیں گے؟“

”جس طرح اب تک اسے مجبور اور بے بس بنانا آتا ہوں۔ جب سے وہ میرے اندر سلاجا ہے تب سے میری مرضی کے بغیر خیال خوانی نہیں کرنا۔“

دینوتا

”تعب ہے۔ آج تک، بھیما نارنگ اور بھیما کے بارے میں یہی معلوم ہوا ہے کہ وہ جس کے بھی جسم میں جا کر گھسے ہیں۔ اس کے دماغ کو اپنے قبضے میں کر لیتے ہیں پھر بھیما آپ کے پاس آکر کیوں بے بس ہو گیا؟“

”میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ یہ کاتب تقدیر کی مرضی ہے۔ اس نے میری تقدیر میں لکھا ہے کہ میں کسی شیطان کے زیر اثر نہیں رہوں گا بلکہ شیطانی خیالات رکھنے والے میرے زیر اثر رہا کریں گے۔“

”آپ باتیں بنا رہے ہیں۔ مجھے ٹال رہے ہیں مگر میں سمجھ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی غیر معمولی صلاحیت دی ہے کہ جس کے ذریعے آپ اپنے رو برو آنے والوں کو بڑی کمزائی سے متاثر کر دیتے ہیں اور بھیما جیسے شیطانوں کو اپنے قابو میں کر لیتے ہیں۔ آپ اپنی یہ غیر معمولی صلاحیت دوسروں سے چھپاتے ہیں۔“

”میں کہہ چکا ہوں کہ اپنے ایک بزرگ کی ہدایات پر عمل کر رہا ہوں۔ اچھا اب مجھے جانے کی اجازت دو۔“

جواد نے پھر ایک بار مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے اپنا ہاتھ پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا ”معاف کرنا رہا اور! اب میں بھی بجلی کے ننگے تار کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔“

وہ ہنستا ہوا وہاں سے چلا آیا۔ ہوٹل سے باہر آتے وقت بھیما نے کہا ”پارس بڑی دیر سے میرے خلاف بول رہا تھا۔ مجھے شیطان کہہ رہا تھا اور میں برداشت کر رہا تھا تم نہیں جانتے کہ پارس خود کتنا بڑا شیطان ہے۔“

”مجھے نہ بتاؤ کہ وہ کیا ہے؟ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے افراد منفی خیالات کے حامل نہیں ہوتے۔ میں تم سے پارس کا کیمریکٹر سرٹیفیکٹ نہیں مانگ رہا۔“

”یہ ضروری تو نہیں ہے کہ بابا صاحب کے ادارے کا ہر فرد فرشتہ ہو۔“

”میں کب کہتا ہوں کہ اس ادارے میں فرشتے رہتے ہیں۔ وہاں ایسے انسان رہتے ہیں۔ جو دلوں میں خوف خدا رکھتے ہیں۔ بے شک ان سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ آخر انسان ہیں لیکن وہ اپنی غلطیوں کی تلافی کرتے ہیں۔ اپنی اصلاح کرتے ہیں۔“

بھیما نے کہا ”تمہاری ہدایات کے مطابق میں بھی اپنی اصلاح کروں گا مگر تیار دوں ہاتھوں سے جیتی ہے۔ کبھی تم بھی میری بات مان لیا کرو۔“

”تم اپنی کون سی بات منوانا چاہتے ہو؟“

”میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پارس اتفاق سے ہماری نظروں میں آ گیا ہے۔ ورنہ یہ لوگ ہمیں بدل کر روپوش رہتے ہیں۔ اگر تم مجھے ایک بار خیال خوانی کرنے کی اجازت

دینوتا

دو تو پارس کو زخمی کر کے اس کے دماغ میں جاؤں گا۔ گویا تم اس کے دماغ میں جاؤ گے۔ میں اس کے چور خیالات پر محسوس گا تو تمہارے سامنے یہ سچ آئے گا کہ وہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے کے باوجود اندر سے کتنا خود غرض اور مکار ہے۔“

”تم کیوں اتنی تکلیف کرنا چاہتے ہو؟ کسی آئہ کار کے ذریعے اسے زخمی کر کے زخمی کرنے تک دوڑ بھاگ کرتے رہو گے پھر اس کے خیالات پر دھتے رہو گے۔ مرنے لگتے ہیں وقت ضائع کرتے رہو گے پھر اس پر بخوبی عمل کرنے کی زحمت کرو گے۔“

”تم مجھے سمجھا رہے ہو یا طعنے دے رہے ہو؟“

”ایک بے وقوف سے اور کیسی باتیں کروں؟ بابا صاحب کے ادارے میں روحانی نیلی جیٹھی جاننے والے بزرگ ہیں۔ وہ ایک سینڈ میں کسی کے بھی اندر پہنچ کر اس کا کپکا چٹھا معلوم کر لیتے ہیں۔ پارس ہو یا کوئی اور ہو کسی کے اندر کے منفی خیالات ان سے چھپے نہیں رہتے ہیں۔“

بھیما ٹھوڑی دیر تک خاموش رہا ”تم مجھے میری مرضی سے نہیں رہنے دو گے میں بھی بہت ضدی ہوں۔ تم مجھے اپنے رنگ میں رنگنا چاہتے ہو لیکن میں تم سے بڑا رنگ باز ہوں۔ میں جیسا ہوں دیکھا ہی رہوں گا اور میری موجودگی کے باعث تم بھی اپنی دل نوازدہ حدیقہ کے قریب نہیں جاسکو گے۔ تم مجھے سزا دے رہے ہو میں تمہیں سزا دیتا رہوں گا۔“

”سزا اور جزا اللہ کی طرف سے ہے۔ تم قدرت کی منشا سے میرے اندر آئے ہو۔ دیکھتے رہو کہ آئندہ کیا ہوتا ہے؟ تم کسی چال بازی سے میرا جسم چھوڑ جاؤ گے تو میری موت واقع ہو جائے گی اور اگر میں نے تمہارے شیطانی خیالات کو پکچل دیا۔ تو تم میرے نیک خیالات میں ذہل جاؤ گے۔ میری روح پاکیزہ ہو جائے گی۔“

بھیما اسی طرح اس سے بحث کرتا رہتا تھا۔ اس کے جسم سے رہائی پانے کے لیے پکارتا اور تڑپا رہتا تھا پھر تھک ہار کر خاموش ہو جاتا تھا۔

ادھر پارس الجھن میں تھا کہ جواد نے کس طرح اپنی شخصیت سے ایک بل میں متاثر کیا۔ جیسا کہ پچھلے باب میں بیان کیا گیا ہے کہ جواد کی غیر معمولی انگوٹھی کے بارے میں بھیما جانتا تھا کہ وہ اسی انگوٹھی کے زیر اثر رو کر قیدی بنا ہوا ہے۔

پھر نارنگ نے اس کے اندر آکر اس انگوٹھی کے بارے میں معلوم کیا۔ شیوانی سے بھی اس انگوٹھی کا ذکر کیا ایسے وقت پورس بھی جواد کے دماغ میں تھا۔ اس نے بھی بہت کچھ معلوم کیا تھا لیکن وہ پارس کو جواد اور بھیما کے اندر پہنچانے

کتنا بیاد پٹلی کی شیطانیت

کے بعد اس سے انگوٹھی کا ذکر کرنا بھول گیا تھا۔
پارس نے جو اور ہیمیا کے متعلق بہت کچھ معلوم کیا تھا لیکن اسے اتنا موقع نہیں ملا اس نے زیادہ خیال خوانی مناسب نہیں سمجھی۔ اس لیے انگوٹھی کے سلسلے میں کچھ معلوم نہ کر سکا۔

پارس نے جواد کے جانے کے بعد پورس سے رابطہ کیا پھر اس سے کہا ”تم نے جواد اور ہیمیا کے درمیان رہ کر بڑی تفصیل سے معلومات حاصل کی ہے مجھے جوادی پر کشش اور باوقار شخصیت نے الجھا دیا ہے“

پورس نے کہا ”کیا آج کل کہاں کھاتے ہو؟ حسیناؤں سے الگنا سمجھو ذکر جوادی شخصیت میں الجھ رہے ہو۔“
”جب سے اسرائیل آیا ہوں تب سے الگ سے سلسلے میں اس قدر مصروف رہا ہوں کہ کسی حسینہ سے ٹکرانے کا موقع ہی نہیں ملا۔“

”اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ تم کسی مرد سے ٹکرا جاؤ۔ کہاں شیشے کا بدن اور کہاں جواد جیسا پتھر۔ تم اس پتھر سے کیوں سر جوڑ رہے ہو؟“

”ابھی تو ٹھوڑی دیر پہلے میں نے جواد سے ملاقات کی ہے۔ ہم کبھی کسی سے متاثر نہیں ہوتے مگر حیران ہوں کہ اس کے دروہو آتے ہی میں اس سے بے حد متاثر ہو گیا۔“

”اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ کیا تم نے اس کے خیالات نہیں پڑھے تھے؟ کیا تم نے یہ معلوم نہیں کیا تھا کہ اس کے دامن ہاتھ کی ایک انگلی میں ایک غیر معمولی انگوٹھی ہے۔ ایک بزرگ نے اسے یہ انگوٹھی دی تھی۔ جو بھی اس سے مصافحہ کرتا ہے وہ انگوٹھی جیسے جی جھوٹتی ہے اسے جواد کے زیر اثر لے آتی ہے۔“

”اوہ گاڈ! اب میری سمجھ میں آیا۔ وہ جب بھی مجھ سے ہاتھ ملاتا تھا۔ میں اس سے اور زیادہ متاثر ہو جاتا تھا۔“

پورس نے کہا ”اس انگوٹھی کا کمال یہ بھی ہے کہ اس کے خالقین بھی اس کے زیر اثر آجاتے ہیں۔ جیسا کہ اس نے ہیمیا جیسے سرکش ٹیلی جینٹھی جاننے والے اور کالا جادو جاننے والے کو اپنے اندر قیدی بنا کر رکھا ہے۔ وہ انگوٹھی اسے بہت سی بلاؤں سے بچاتی رہتی ہے۔“

”بس۔ بس اب ساری باتیں میری سمجھ میں آگئی ہیں۔ وہ بہت ہی دین دار اور پارسا ہے۔ ہماری بہت عزت کرنا ہے۔ ہمیں کوشش کرنا چاہیے کہ اس کے اندر ہیمیا کی شیطانت ختم ہو جائے اور وہ اپنی معیترہ حقیقت کے ساتھ شادی کر کے ایک خوشگوار ازدواجی زندگی گزارے۔“

”میں تو یہاں شیوانی کے ساتھ مصروف ہوں۔ تم جواد کے قریب ہو۔ مجھے یقین ہے کہ تم نے ہیمیا کے شر سے نجات دلا

سکو گے۔“

”اچھا تو شیوانی کے ساتھ مصروف ہو؟ بات کہاں تک پہنچی؟“

”شادی تک پہنچ گئی ہے۔“

پارس نے حیرانی سے پوچھا ”کیا کہہ رہے ہو؟ تمہارا رشتہ بناتے سے ملے ہو کیا ہے وہ بابا صاحب کے ادارے میں تمہاری امانت ہے اور وہاں تربیت حاصل کر رہی ہے۔ کیا واقعی تم شیوانی سے شادی کر چکے ہو۔“

”یہاں ہانگ کانگ میں کورٹ میرج کی ہے اور ایسا جناب عبداللہ واسطی کی ہدایت کے مطابق کیا ہے۔ ہماری کورٹ میرج کے وقت ان بزرگ کے علاوہ بابا علی، احمد زبیری، ماریہ، لی اور دلیر آفریدی خیال خوانی کے ذریعے موجود تھے۔“

پارس نے پوچھا ”کیا ماریہ، لی اور دلیر آفریدی نے ٹیلی جینٹھی شیکہ لی ہے؟ کیا چین میں تیار ہونے والی مشین کے ذریعے انہیں یہ علم سکھایا گیا ہے؟“

”ہاں! وہ سب ہمارے باصلاحیت ساتھی ہیں اور ان کی وفاداری میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ لی اور دلیر آفریدی نے بلند ترین برف پوش مہاویوں میں بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔ یہ علم حاصل کرنے کے بعد وہ آئندہ بہت کچھ کر سکیں گے۔“

”چلو یہ اچھا ہوا۔ ویسے جب سے شیوانی جین کے خلاف میدان عمل میں آئی ہے، تب سے جناب عبداللہ واسطی نے سب ہی کو یہ ہدایت کی تھی کہ کوئی شیوانی کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچائے۔ ہمارے یہ بزرگ جانتے تھے کہ وہ ایک دن ہمارے خاندان کی ہو بنے گی۔ مجھے نئی بھابی کی آواز سناؤ میں مبارکباد دوں گا۔“

”کس رشتے سے مبارکباد دوں گے۔ وہ ابھی مجھے پورس کی حیثیت سے نہیں جانتی ہے۔ میں نے اسے اپنا نام آندے بتایا ہے۔“

”پھر تو آندے کے نام سے کورٹ میرج ہوئی ہوگی۔ اس طرح یہ شادی تو نہیں ہوئی۔“

”شیوانی میری معمول اور تابع ہے۔ میں نے اس کے ذہن میں خود کو پورس کی حیثیت سے نقش کیا ہے۔ کورٹ میرج پر میرا نام پورس علی ولد فریاد علی تبور رکھا گیا ہے۔ شیوانی نے دستخط کرتے وقت یہ نام پڑھا ہے اور مجھے پورس کی حیثیت سے قبول کیا ہے۔“

”تو پھر اس کے سامنے آندے کی حیثیت سے کیوں رہتے ہو؟“
”اس سلسلے میں بھی جناب عبداللہ واسطی نے ہدایت

دی ہے کہ میں ابھی کچھ عرصے تک اس کے ساتھ آندے کی حیثیت سے رہوں۔ اب انہوں نے یہ ہدایت کیوں کی ہے یہ سب کچھ معلوم ہوگا۔ اچھا اب تم جاؤ۔ شیوانی مجھے مخاطب کر رہی ہے۔“

پارس اس کے دماغ سے چلا آیا۔

○☆☆○

بیکر برائٹ اور قہری جے ممبئی جانے والی بوٹ میں بیٹھ

وہ بوٹ گمرے سمندر میں اپنی مخصوص رفتار سے چارہ بی بی بوٹ کے پائلٹ نے کہا تھا کہ وہ آگے کھٹے میں ممبئی کے ایک ساحل پر پہنچنے والے ہیں۔

اس بوٹ کے مسافر اپنی اپنی جگہ سے سے بیٹھے بیٹھے تھے۔ توڑی دیر پہلے وہاں فائرنگ ہو چکی تھی۔ بیکر برائٹ نے ایک عیسائی حسینہ کو اپنا آلہ کار بنایا تھا۔ اس کے ذریعے فائرنگ کر کے بے کافور اور بے فلوکو زخمی کیا تھا اور ان فٹنوں کے اندر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

اس آلہ کار حسینہ کا نام اعلیٰ تھا۔ اس وقت وہ دو کروڑ لے ہیرے اسمگل کر رہی تھی۔ وہ ہیرے اس کے پیٹریک بیکر کے ہوتے تھے۔ وہ انڈر ورلڈ کے ایک بہت بڑے منکر کے لیے کام کرتی تھی۔ اسے ان ہیروں کی اسمگلنگ کے عوض کمیشن کے طور پر پانچ لاکھ روپے ملنے والے تھے۔ ہاکا کے کسٹروالوں کو بے وقوف بنا کر ہیرے لے آئی تھی۔ باہن ہیروں کو ممبئی کے کسٹروالوں سے بچا کر لے جانے اسلحہ تھا۔ یہ مرحلہ بہت مشکل تھا۔ وہ پریشان تھی کہ کس لہ ان ہیروں کو کسٹروالوں سے بچا کر لے جائے اور پانچ کروڑے حاصل کرے۔

ایسے وقت بیکر برائٹ نے اسے یقین دلایا تھا کہ وہ ٹیلی جینٹھی کے ذریعے ان ہیروں کو کسٹروالوں کے درمیان سے لے کر لے جائے گا۔ اس کے عوض اعلیٰ اس کے احکامات تعمیل کرتی رہے گی۔

وہ راضی ہو گئی تھی۔ اس نے بیکر برائٹ کے حکم کے مطابق اپنے ہتھیاروں سے دو گولیاں چلا کر بے کافور اور بے فلوکو کو مار ڈالا تھا۔ یوں بیکر برائٹ وہی طور پر ان پر غالب آ گیا تھا۔ ان کے تیرے ساتھی جے سامو نے کہا ”اگر تم نے آگے دوں ساتھیوں کو نقصان پہنچانا چاہا تو ممبئی کے ساحل پر پہنچ کر کسٹروالوں میں سے کسی بھی افسر کو اپنا آلہ کار مارا اس کے ذریعے تم پر گولیاں برس سکتی ہیں۔ اگر ممبئی پہنچنے کے بعد بھی زندہ رہنا چاہتے ہو تو سمجھو تاکو۔“

بیکر برائٹ نے سوچا۔ دو دشمنوں پر غالب آنے کے بعد تیرا دشمن اسے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس نے پوچھا

دیوتا 41

”تم کیا چاہتے ہو؟“

جے سامو نے کہا ”تم میرے دونوں ساتھیوں کو پتہ ناز کر کے انہیں اپنا معمول اور تابع نہیں بناؤ گے۔“

”مجھے منظور ہے میں ایسا نہیں کروں گا۔ میں اپنی سلامتی چاہتا ہوں۔ میری آلہ کار اعلیٰ کو گولی ماری رہے گی۔ تم اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکو گے۔ میں نے اعلیٰ کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ ممبئی میں اگر تم دھوکا دو گے اور کسی آلہ کار کے ذریعے مجھ پر گولی چلاؤ گے تو اسی لمحے میں اعلیٰ تمہارے دونوں ساتھیوں کو شوٹ کر دے گی۔“

جے سامو نے کہا ”میں اپنے ساتھیوں کی سلامتی چاہتا ہوں۔ اس لیے تم پر گولی چلانے کی نواہی نہیں کروں گا۔“

بیکر برائٹ نے کہا ”اور یہ ابھی طرح سمجھ لو کہ ممبئی کے ساحل پر پہنچنے کے بعد بھی تمہارے دونوں ساتھی میرے اور اعلیٰ کے بالکل قریب رہیں گے۔ پورٹ سے باہر نکلنے کے بعد میں تمہارے ایک ساتھی کو اپنے ساتھ ٹیکسی میں لے جاؤں گا۔“

”یہ مجھے منظور نہیں ہے۔“

”منظور کرنا ہی ہوگا۔ جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ تم کسی آلہ کار کے ذریعے میری ٹیکسی کا پیچھا نہیں کر رہے ہو تو میں تمہارے اس ساتھی کو ٹیکسی سے امداد دوں گا۔ اسے رہا کر دوں گا۔ تم اس کے دماغ میں موجود رہ کر یہ دیکھ سکو گے کہ میں نے اسے کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچایا ہے۔“

بیکر کو اپنی سلامتی کے لیے ایسا کرنا ضروری تھا۔ جے سامو اسے ایسا کرنے سے نہیں روک سکتا تھا اگر وہ سنا چاہتا تو بیکر ممبئی پہنچنے سے پہلے ہی انہیں گولی مار سکتا تھا۔

ان کے درمیان سمجھوتا ہو گیا۔ وہ ممبئی پہنچ گئے۔ ساحل پر پولیس اور کسٹم والوں کا سخت پہرہ تھا۔ بیکر نے اعلیٰ سے کہا ”یہاں میں خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔ تم ان دونوں زنجیروں پر کڑی نظر رکھو گی۔ جیسے ہی کوئی مجھ پر گولی چلائے تم فوراً ہی ان دونوں کو گولی مار دو گی۔“

بیکر برائٹ ”اعلیٰ“ نے بے کافور اور بے فلوکو سے اتر کر ساحل پر آگے بیکر نے دشمنوں سے کہا ”تم دونوں ہمارے آگے آگے رہو گے۔ کسی بھی بہانے سے ادا دھر اوھر نہیں جاؤ گے۔ جے سامو تمہارے اندر رہے گا کوئی چلا دی دھکا لے گا تو تم دونوں حرام موت مارے جاؤ گے۔“

وہ سب اپنے اپنے سفری بیک اٹھائے ہوئے تھے۔ اعلیٰ کے بیک میں دو کروڑ کے ہیرے رکھے ہوئے تھے۔ جب وہ کسٹروالوں کے درمیان سے گزرنے لگے۔ ان میں سے ایک ایک کے بیک کو کھول کر دیکھا جانے لگا تو بیکر ان چیک کرنے والوں کے دماغوں میں پہنچا گیا۔ اعلیٰ کا بیک

کتابیات پبلی کیشنز

(249)

(248)

کتابیات پبلی کیشنز

کھول کر ایک افسر نے اس کے اندر بھاگ کر دیکھا اس کے اندر ہاتھ ڈال کر ڈراٹولا پھر کہا "ٹیک ہے تم جانتی ہو۔" وہ چاروں کسٹم کے مرحلے سے گزر گئے۔ اعلیٰ نے خوش ہو کر کہا "یکرم نے تو کمال کر دیا۔ انہوں نے میرے بیک کو چیک نہیں کیا۔ اب تو میں تمام عمر تمہارے ساتھ رہوں گی۔ تم سے محبت کرتی رہوں گی اور تمہارے ہر حکم کی قیادت کرتی رہوں گی۔"

بیک نے کہا "یہ باتیں بعد میں کرنا۔ ابھی دشمنوں کی طرف توجہ دینی رہو۔" وہ چاروں ایک ٹیکسی اسٹینڈ پر آئے بیک نے بے کافو کے اندر پہنچ کر پوچھا "کیا ہے سامو موجود ہے؟"

"ہاں میں موجود ہوں اور تمہاری باتیں سن رہا ہوں۔ یہ ہم دونوں کے لیے اچھا ہے کہ ہم نے اب تک ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ ہم ایسی ہی سلامتی کے ساتھ ایک دوسرے سے رخصت ہو جائیں تو یہ ہم سب کے لیے بہتر ہوگا۔"

بیک نے کہا "جب مجھے اپنی سلامتی کا یقین ہو جائے گا تو میں تمہارے ان زخمی ساتھیوں سے دور ہو جاؤں گا۔" "تم ابھی کرنا کیا چاہتے ہو؟"

"میں بے کافو کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ تم اس کے دماغ میں رہ کر دیکھ سکو گے کہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا رہا ہوں۔"

"تم بے کافو کو کہاں لے جاؤ گے؟"

"یہ میرے ساتھ ایک ٹیکسی میں جائے گا۔ میں تمہاری طرف سے محتاط رہ کر اس شہر کی سڑکوں پر گھومتا رہوں گا۔ جب یقین ہو جائے گا کہ تم کسی آلہ کار کے ذریعے میرا تعاقب نہیں کر رہے ہو تو میں بے کافو کو کسی جگہ ٹیکسی کے اندر دوں گا۔"

"تعاقب کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں تو بے کافو کے دماغ میں تمہاری ٹیکسی کے اندر رہوں گا۔"

"میں یہی چاہتا ہوں کہ میری ٹیکسی میں ہی موجود رہو اور باہر کسی آلہ کار کے ذریعے مجھے نقصان نہ پہنچا سکے۔"

اعلیٰ نے ایک ٹیکسی ڈرائیور سے کہا "ہم ممبئی شہر میں گھومتے پھرتے رہیں گے۔ تم اپنا میٹر ان رکھو۔ میٹر کے مطابق جو رقم بنے گی ہم اس سے بھی زیادہ تمہیں دیں گے۔"

وہ بیک کے ساتھ پہلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ بے کافو کو اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے ساتھ بیٹھنے کو کہا گیا۔ بے کافو کو اگلی باہر کھڑا رہا۔ بے سامو نے اس سے کہا "تم از پورٹ پہنچ کر انتظار کرو۔ میں بے کافو کو لے کر وہیں آؤں گا۔"

ٹیکسی وہاں سے چل پڑی۔ بیک نے بے سامو سے کہا

"میں اسی طرح بے کافو کے اندر رہ کر تم سے باتیں کرتا ہوں جتنا کہ ڈرائیور ہماری باتیں سنے۔ اب یہ بتاؤ ہمیں رہوں گا اور تمہاری باتیں سننا رہوں گا۔ اس طرح مجھے نال قیام کرنا چاہیے۔"

اطمینان رہے گا کہ تم یہاں موجود ہو اور یہاں سے دور رہ کر میرے خلاف سازش نہیں کر رہے ہو۔"

بے سامو نے ہنسنے ہوئے کہا "ہم ٹیلی پیٹھی جانتے ہیں۔ اسی طرح ایک اپارٹمنٹ میں رہتی ہوں لیکن پہلے اس کے خاتمے کا خیال ہے۔ یہ میرے اس کے خاتمے کوں کی۔"

وہ اگلے بھی ایک دوسرے پر اعتماد نہیں کرتے ہیں۔ ہم نے سوچا تھا کہ تمہیں اپنا سامعہ بنالیں گے لیکن تم نے میرے دو ساتھیوں کو زخمی کر کے یہ سمجھا دیا ہے کہ ہمیں تم پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔"

"میرا سامعہ کرنے والی عقل دیر سے آئی ہے۔ جب وہ ساتھیوں کو نقصان پہنچ چکا ہے۔ اگر میں موقع سے فائدہ اٹھاؤں گا۔"

کریانا نہ کرتا تو تمہارا سامعہ اس بوٹ میں ایک پھلجی والی کے ذریعے مجھے زخمی کر دیتا پھر تم مری جے میرے دماغ میں مجھے گولی مار دیں گے۔ وہ ان ہیروں کا سودا کرنے کے لیے اگر خوشی سے ناچنے لگتے۔"

اعلیٰ خاموش بیٹھی بار بار پیچھے گھوم کر دیکھ رہی تھی۔

دائیں بائیں بھی نظریں دوڑا رہی تھی اور بیک سے کہہ رہی تھی "کوئی دشمن آلہ کار تو کیا ہے فلو بھی ہمارا تعاقب نہیں کر رہا ہے۔"

بیک نے چند سیکنڈ کے لیے بے فلو کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر از پورٹ کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر ڈرائیور سے کہا "ٹیکسی روکو۔"

ٹیکسی فٹ ہاتھ کے پاس رک گئی۔ بیک نے بے کافو سے کہا "ٹیکسی سے اتر جاؤ۔ دلچہ لو بے سامو میں تمہارے سامعہ کو مزید کوئی نقصان پہنچانے کے بغیر چھوڑ رہا ہوں۔ آئندہ تم مجھ سے دشمنی کرنے کی حماقت نہ کرنا۔"

"ہم خیریت اور سلامتی کے ساتھ ایک دوسرے سے رخصت ہو رہے ہیں۔ اب تمہیں ہماری طرف سے کوئی اندیشہ نہیں رہنا چاہیے۔"

"اندیشہ تو رہے گا۔ تم ابھی اپنے ساتھیوں کو کسی دوسرے ملک کی طرف روانہ کرو گے اور یہاں اپنے آلہ کار بنا کر مجھے تلاش کرتے رہو گے۔ میں تمہیں وارننگ دیتا ہوں۔ تمہارے دونوں سامعہ ایسے زخمی ہوئے ہیں کہ تین چار دنوں تک یوگا کی مہارت کا مظاہرہ نہیں کر سکیں گے۔ تم یہاں مجھ سے دشمنی کرو گے تو میں وہاں ان دونوں کو دماغی مریض بنا دوں گا۔ اب جاؤ دفع ہو جاؤ۔"

وہ ٹیکسی آگے چل پڑی۔ تھری سے جیسے دشمن پیچھے رہ گئے۔ اعلیٰ نے کہا "تھیکس گاڈ! ان لوگوں سے تمہارا پیچھا چھوٹ گیا ہے۔"

بیک نے اعلیٰ کے اندر کہا "زبان سے محفوظ نہ کرو۔ میں

وہ خوش ہو کر بولی "تم بہت اچھے ہو۔ تم ٹیلی پیٹھی جانتے ہو۔ اسے طاقت ور ہونے پر غور کر سکتے ہو، لیکن مغرور نہیں بنو۔ تمہیں موت کی بات مان رہے ہو۔"

"تم ایک عام عورت نہیں ہو۔ میری دوست ہو۔ میں اسے کام کیا، تم میرے کام آئیں جس طرح تم میری بات مانو۔ اسی طرح میں تمہاری بات مان کر تمہیں پیدا کرنے کا خیال سے باز آ رہا ہوں۔"

اعلیٰ نے اس ٹیکسی کو ایک عمارت کے سامنے لایا۔ وہ اس عمارت کے ایک اپارٹمنٹ میں رہتی تھی۔ اس نے کہا "میں یہاں رہتی ہوں۔ میں باس سے ملنے جاؤں گی۔ بیکری واپس آنے کی کوشش کروں گی۔ تب تک تم

یہاں آرام کرتے رہو۔"

اس نے عمارت کے اندر آ کر اپنے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھولا پھر کہا "ہم تو تمہیں کمرے دکھا دوں۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو ابھی کہہ دو، میں پیچھے مارکیٹ سے لے آؤں گی۔"

وہ اس سے اپارٹمنٹ کی چابی لے کر بولا "میرے بیک میں ضرورت کی تمام چیزیں موجود ہیں۔ تم اطمینان سے جاؤ۔"

وہ چلی گئی۔ بیک نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اپارٹمنٹ کے مختلف حصوں میں جا کر تمام کھڑکیوں اور دروازوں کو چیک کیا پھر مطمئن ہو کر ہاتھ رو م میں جا کر غسل کرنے لگا۔ غسل کرنے اور لباس تبدیل کرنے اور بیڈ پر آکر لیٹنے تک وہ خالی الذہن رہا، نہ اس نے کسی معاملے میں سوچا اور نہ ہی خیال خرابی کی۔ بیڈ پر آرام سے لیٹنے کے بعد وہ اعلیٰ کے اندر پہنچ گیا۔

اعلیٰ ایک بہت بڑے مندر اور دھرم شالہ کے سامنے پہنچی ہوئی تھی۔ اس نے فون کے ذریعے اپنے پاس کو بتایا تھا کہ وہ دو کوڑو کال لے کر وہاں پہنچ گئی ہے۔ اس سے کہا گیا تھا کہ وہ تلک رام مندر کی بیڑیوں کے سامنے پہنچ جائے۔ اس نے وہاں پہنچ کر ٹیکسی والے کو کرایہ دے کر رخصت کر دیا تھا۔ اسے موبائل فون پر اگلا حکم ملے والا تھا۔

انڈر ورلڈ کا کوئی ایک ڈان تھا۔ اس ڈان کے ماتحت ہر ملک میں ایک پاس ہوتا تھا۔ ہندوستان میں جو پاس تھا اس کا نام تلک رام بھنڈاری تھا۔ اس نے وہاں بہت بڑا مندر اور دھرم شالہ بنایا تھا۔ اس دھرم شالہ میں بے آسرا اور بے گھر عورتوں اور مردوں اور بچوں کو ایک ہفتے تک مفت رہنے اور کھانے کے لیے روٹیاں ملتی تھیں تاکہ وہ وہاں رہ کر آئندہ اپنے روزگار کا انتظام کریں اور آئندہ کسی کی محتاجی کے بغیر زندگی گزاریں۔

وہ انڈر ورلڈ کا پاس تلک رام بھنڈاری ٹوٹا کمانے اور نام کمانے کے لیے بہت سے کام کرتا تھا۔ غریبوں کی سیوا کرنے کے سلسلے میں دور تک تک نام تھا۔ اس تک نامی سے فائدہ اٹھا کر مندر کے خانے میں کوڑو روپے کی اسٹگنگ کا سامان چھپا کر رکھا کرتا تھا۔

اعلیٰ کو فون پر اطلاع ملی کہ وہ مندر کے بائیں طرف والے رستوران کے مالک کے کمرے میں جا سکے۔ وہ حکم کے مطابق اس رستوران کے مالک کے پاس آئی۔ وہ اسے ایک کمرے میں پہنچا کر بولا "اندر سے دروازہ بند کرلو۔" اس نے دروازے کو بند کر لیا اس کمرے میں رکھا ہوا ایک بڑا سانی وی آن ہو گیا۔

یہاں آرام کرتے رہو۔"

اس نے عمارت کے اندر آ کر اپنے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھولا پھر کہا "ہم تو تمہیں کمرے دکھا دوں۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو ابھی کہہ دو، میں پیچھے مارکیٹ سے لے آؤں گی۔"

وہ اس سے اپارٹمنٹ کی چابی لے کر بولا "میرے بیک میں ضرورت کی تمام چیزیں موجود ہیں۔ تم اطمینان سے جاؤ۔"

وہ چلی گئی۔ بیک نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اپارٹمنٹ کے مختلف حصوں میں جا کر تمام کھڑکیوں اور دروازوں کو چیک کیا پھر مطمئن ہو کر ہاتھ رو م میں جا کر غسل کرنے لگا۔ غسل کرنے اور لباس تبدیل کرنے اور بیڈ پر آکر لیٹنے تک وہ خالی الذہن رہا، نہ اس نے کسی معاملے میں سوچا اور نہ ہی خیال خرابی کی۔ بیڈ پر آرام سے لیٹنے کے بعد وہ اعلیٰ کے اندر پہنچ گیا۔

اعلیٰ ایک بہت بڑے مندر اور دھرم شالہ کے سامنے پہنچی ہوئی تھی۔ اس نے فون کے ذریعے اپنے پاس کو بتایا تھا کہ وہ دو کوڑو کال لے کر وہاں پہنچ گئی ہے۔ اس سے کہا گیا تھا کہ وہ تلک رام مندر کی بیڑیوں کے سامنے پہنچ جائے۔ اس نے وہاں پہنچ کر ٹیکسی والے کو کرایہ دے کر رخصت کر دیا تھا۔ اسے موبائل فون پر اگلا حکم ملے والا تھا۔

انڈر ورلڈ کا کوئی ایک ڈان تھا۔ اس ڈان کے ماتحت ہر ملک میں ایک پاس ہوتا تھا۔ ہندوستان میں جو پاس تھا اس کا نام تلک رام بھنڈاری تھا۔ اس نے وہاں بہت بڑا مندر اور دھرم شالہ بنایا تھا۔ اس دھرم شالہ میں بے آسرا اور بے گھر عورتوں اور مردوں اور بچوں کو ایک ہفتے تک مفت رہنے اور کھانے کے لیے روٹیاں ملتی تھیں تاکہ وہ وہاں رہ کر آئندہ اپنے روزگار کا انتظام کریں اور آئندہ کسی کی محتاجی کے بغیر زندگی گزاریں۔

وہ انڈر ورلڈ کا پاس تلک رام بھنڈاری ٹوٹا کمانے اور نام کمانے کے لیے بہت سے کام کرتا تھا۔ غریبوں کی سیوا کرنے کے سلسلے میں دور تک تک نام تھا۔ اس تک نامی سے فائدہ اٹھا کر مندر کے خانے میں کوڑو روپے کی اسٹگنگ کا سامان چھپا کر رکھا کرتا تھا۔

اعلیٰ کو فون پر اطلاع ملی کہ وہ مندر کے بائیں طرف والے رستوران کے مالک کے کمرے میں جا سکے۔ وہ حکم کے مطابق اس رستوران کے مالک کے پاس آئی۔ وہ اسے ایک کمرے میں پہنچا کر بولا "اندر سے دروازہ بند کرلو۔" اس نے دروازے کو بند کر لیا اس کمرے میں رکھا ہوا ایک بڑا سانی وی آن ہو گیا۔

ہوں لیکن پانچ لاکھ بہت ہوتے ہیں۔“
اسٹی نے اسے جو کم کر دیا تھا۔
سمجھ گئی کہ باس کی نیت بدل گئی ہے۔
تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔ تمہاری سوجھا
گا۔ تم تمہارا ہتی ہو۔ تمہارا کوئی آگے
لے لیے ایک لاکھ روپے کافی ہیں۔“

وہ پریشان ہو کر بولی ”باس! میں۔۔۔
 بہت بڑا رسک لیا ہے پھر میں ہمیشہ تو تنہا
 شادی کرنے والی ہوں۔ مجھے زیادہ سے
 ہے۔“
 وہ ہنستے ہوئے بولا ”مجھے سب پتا
 جوان کو پھانسی کر لائی ہو۔ وہ اس وقت

میں ہے۔ جو میرے لیے کام کرتے ہیں
نہیں رہتا۔ جب تم اس سے شادی کرو
ہزار روپے اور دوں گا۔
وہ بولی ”جراثم کی دنیا میں ایک دو

دین ہوتا ہے ایک دوسرے کی زبان
میں نے بھی آپ پر بھروسہ کیا ہے آ
مجھے پانچ لاکھ روپے دیں گے۔ پلیز میرا
”دیں۔“
”مجھ سے زیادہ نہ بولو۔ واپس جاؤ۔“
ایک لاکھ روپے ملیں گے۔“
”ٹھیک ہے۔ میں جارہی ہوں۔ ا
لاکھ نہیں ملیں گے تو میں بھر کبھی آپ
گی۔“
”اچھا تو کام نہ کرنے کی دھمکی و
مطلب ہے میری مخالفت، یعنی یہاں
والوں کو اس نے خانے کا راز بتا دیا۔
اب یہ خانے سے باہر لاش بن کر جا
بیکر خاموشی سے اعلیٰ کے اندر

تھا۔ اعلیٰ نے اس کی مرضی کے مطابق
گوپی ہے یا گویا؟“
وہ اس کا بازو پکڑ کر بولا ”نیکو اس
بیکر نے اس کی آواز سننے ہی اس
دیا۔ وہ جیج مار کر اعلیٰ کو چھوڑ کر

بعض ادا نے پوچھا ”اے کیوں بچ رہا دیا؟“
وہ بولا ”جاس! یہ کرنٹ مارتی ہے۔
اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ ایک
اسے پکڑوں؟ مجھے کرنٹ مارنے والی عورت

اس کے خاص باڈی گاؤڑ نے اپنا روالو نکالتے ہوئے
 کہی کہ ”تیری اتنی محال کہ ہمارے پاس کو بیچ کر رہی ہے؟“
 سنٹ باڈی گاؤڑ اعلیٰ کا نشانہ لیتا چاہتا تھا مگر روالو کا رخ
 خبر عذرا کی طرف ہو گیا۔ وہ سسم کر بولا ”یہ کیا کر رہا ہے؟
 چائے اسے سامنے سے ہٹا۔ نہیں تو کولی چل جائے گی۔“
 باڈی گاؤڑ نے کہا ”اگر تیرے آدمیوں نے اب اعلیٰ کو
 لینا چاہے تو کولی ضرور چلے گی۔ یہ دیکھ لے کہ کون مرے گا؟“
 بچہ نشانے پر تو ہے۔“

”اس لیے کہ تم وفاداروں کی قدر نہیں کرتے ہو۔
 پہلی وہ میرے کسی دوست کو لاکھ تو کیا پچاس
 لاکھ حاصل کر سکتی تھی مگر اس نے تمہیں دھوکا نہیں دیا۔ تم
 اسے دھوکا دے رہے ہو۔ اس کا حق بھی جھین رہے ہو۔
 اسے نئے موت بھی دینا چاہتے ہو۔“

جسکا کیا۔ لاکھ لاکھ روپے ہیں۔
 ”کیا کہہ رہے ہو۔ میرے بریف کیس میں ایک کروڑ
 بازی کاغذوں کے کما“ مہلی کے لپے یہ رقم کیس کم ہے۔
 اُس کے لائے ہوئے میرے بھی اسے واپس کرو۔“
 ”نہیں“ تھم کر کہہ کر اُس نے مہلی کے کاغذ

ديوتا 41

اس نے برف کیس کھول کر اس میں رکھے ہوئے ایک کرڈوس لاکھ روپوں کو دیکھا پھر تمام ہیروں کو اس میں رکھ کر اسے بند کر کے اینٹلی سے بولا "یہ لے میری ماں! یہاں سے جا اور اپنے اس بازی گارڈ کو بھی ساتھ لے جا۔ میرا چچا چھوڑ دے۔"

باڈی کا رڑنے کہا ”اے علی! یہاں سے جاؤ۔ میں اسے نشانے پر رکھوں گا۔ کوئی تمہارا راستہ نہیں روکے گا۔ فوراً یہاں سے جاؤ۔“

”تم بہت بڑی حماقت کر رہے ہو۔ تم نے میرے
 کروڑوں روپے اعلیٰ کو دے دیے۔ تمہیں کیا ملا؟ کیا مجھے
 نقصان پہنچا کر زندہ میاں سے اعلیٰ کے پاس جا سکو ہے؟“
 ”کوئی دوسری بات نہ کرو۔ ورنہ دوسرے پیر میں گولی
 ماروں گا۔ میرے حکم کی تعمیل کرو۔“

”جگ باس کا نام بازن ٹو تھا۔ فون پر اس کی آواز سنائی دی۔“ یس مسٹر سمنڈاری! کیا خبر ہے؟ مسزور تھا اپنے ہیروں کے لیے بہت بے چین ہے کیا ہیرے مل گئے؟“

”وہ مجھے مل گئے تھے پھر مجھ سے چھوڑ لے گئے۔“

کتابیات پبلی کیشنز

باڑی گاڑنے اس سے فون چھین کر اپنے کان سے لگا۔ بائرن تجب سے کہہ رہا تھا "تم سے چھین لے گئے؟ تم خود کو ہمارا شر کا سب سے طاقتور شخص کہتے ہو اور تم یہ ثابت کرتے آئے ہو پھر یہ تم سے زیادہ شور مچا کر کون پیدا ہو گیا ہے؟"

"پیدا ہو گئی ہے۔ میں اس کا باڑی گاڑ بول رہا ہوں۔ تمہارا یہ ہمارا شر کا انڈر ولڈ باس میرے ریو اور سے زخمی ہو کر ایک چوہے کی طرح بڑا ہوا ہے۔" دوسری طرف سے کہا گیا "جو خود کو طاقتور اور دوسروں سے برتر ثابت کرتا ہے۔ ہم اسے علاقائی باس بنا دیتے ہیں۔ اپنا نام اور اپنی پچان کراؤ پھر ہم سے ملاقات کرنے آؤ۔" ہمیں انڈیا کا زونل باس بتا دیا جائے گا۔" بیکر نے باڑی گاڑ کے دماغ کو چند سیکنڈ کے لیے چھوڑا پھر انڈر ولڈ کے بگ باس بائرن ٹوڈ کے اندر پہنچا۔ اس نے پرانی سوچ کی لمبوں کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا "کون ہو تم؟"

"میں وہی ہوں جس نے ہینڈاری کو زیر کیا ہے۔ میں فون پر بھی ہوں اور تمہارے اندر بھی ہوں۔" "میری مرضی سے یہاں ہو۔ کسی وقت بھی سانس روک کر بھیگا سکتا ہوں۔ تم میرے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کو پھر میرے اندر زلزلہ پیدا کرو۔ اپنی تمام حسرتیں پوری کرو۔ اس کے بعد تم سے باتیں کروں گا۔" بیکر نے اس کے خیالات پڑھنے کی کوشش کی۔ اس کے عام سطحی سے خیالات پڑھنے میں آ رہے تھے مگر اہم رازوں سے مجبور چور خیالات کا خانہ بند تھا۔ اس نے کہا "میں بائرن! تم فولادی داغ کے حامل ہو۔ میری زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش بھی فضول ہوگی۔ اتنا بتا دو صرف یوگا کے ماہر ہو یا ٹیلی پتھی بھی جانتے ہو؟"

"جانتا ہوں۔ تمہارے اندر آسکتا ہوں مگر تم سانس روک لو گے۔"

"میں ٹیلی پتھی کی دنیا میں سب ہی خیال خوانی کرنے والوں کو جانتا ہوں لیکن پہلی بار بائرن ٹوڈ جیسا نام سن رہا ہوں۔"

"میرا اصلی نام کچھ اور تھا۔ جب امریکا میں پہلی بار ٹرانسفارمر مشین تیار کی گئی تو کئی جوانوں کو اس مشین سے ٹیلی پتھی سکھائی گئی۔ ان میں سے ایک میں تھا اور میرا ایک دوست ہاروے تھا۔ میں اور ہاروے اپنے اصل نام اور اپنی اصلی شناخت کو مٹا چکے ہیں۔ اس سے پہلے دور کے کئی ٹیلی پتھی جاننے والے یا تو باغی ہو کر درویش ہو گئے تھے یا فریاد اور سوتیا کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ ہم دو دوستوں کا شمار بھی

ان مردہ لوگوں میں ہو چکا ہے۔ اب تم اپنے بارے میں بتاؤ۔ ہماری طرح اپنی اصلیت چھپا سکتے ہو۔ میرا سوال یہ ہے کیا ہمارے ساتھ کام کرو گے؟"

"مجھ پر بھروسہ کرو گے تو حضور تمہاری ٹیم میں رہوں گا۔"

"ٹیلی پتھی کی دنیا میں کوئی کسی پر بھروسہ نہیں کرتا پھر ایک دوسرے پر اعتماد کرنا ضروری نہیں ہے۔ انڈیا بہت بڑا ملک ہے وہاں کے تمام زونل باس تمہارے ماتحت رہیں گے۔ ہم سے دوستی قائم رکھنے کے لیے ہمارا حصہ ایمان داری سے دیتے رہو۔ ہم ہمیشہ تمہارے برے وقت میں کام آتے رہیں گے۔"

"میرا نام بیکر پلاٹ ہے۔ ہماری ٹیلی پتھی جاننے والوں کی ایک ٹیم تھی۔ اس ٹیم میں میرے چار ساتھی تھے۔ ان چاروں کو کسی نے نہپ کیا ہے۔ میں ٹیمین سے نہیں کہہ سکتا کہ ہمارا وہ مخالف کون ہے؟ میں تمنا ہونے کے بعد ایک مضبوط اور محفوظ پناہ گاہ ڈھونڈ رہا تھا۔ میرا خیال ہے تم لوگوں کے ساتھ میرا نباہ ہو سکے گا۔"

"تم ہماری طرف ایک قدم بڑھاؤ۔ ہم تمہیں تحفظ دینے کے لیے چار قدم آگے آئیں گے۔ تلک رام ہینڈاری کے خانے میں سات سو کوڑ کا مال ہے۔ اس تمام مال پر قبضہ بناؤ۔ ہینڈاری کو بے دخل کرو یا ختم کرو۔ انڈر ولڈ انڈیا تمہارا ہو جائے گا۔"

"اوکے میں ان تمام معاملات سے نمٹ کر تم سے اور ہاروے سے باتیں کروں گا۔ سو فار۔"

بیکر اور خیال خوانی میں مصروف رہا۔ اور ہاڑی گاڑ کا دماغ آزاد ہو گیا تھا۔ اس نے چوک کر اپنے باس ہینڈاری کی زخمی حالت میں دیکھا پھر پریشان ہو کر کہا "میں اپنے آپ میں نہیں تھا۔ یہ دیکھ رہا تھا کہ آپ سے دشمنی کر رہا ہوں مگر مجھے نہیں پتا رہا تھا کہ ایسا کیوں کر رہا ہوں۔ مجھے معاف کر دو باس۔"

اس نے اپنا ریو اور اس کے قدموں میں رکھ دیا۔ سر ہٹا کر دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "آپ جو چاہیں مجھے سزا دے سکتے ہیں۔"

ہینڈاری نے ریو اور اٹھا کر کہا "نمک حرام ہے! مجھے گولی چلا کر لٹکا دینا پڑا۔ میری تین کروڑ سے زیادہ کی رقم اعلیٰ کوڑے دی! بے معانی نامک رہا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے باڑی گاڑ پر فائر کیا گولی اس کے سینے میں پیوست ہوئی وہ فرش پر گر کر زخیم ترپ کر پڑا۔ ہینڈاری ایک حواری فرسٹ ایڈ کا سامان لاکر اس کے زخم کی مرہم بنی کرتے لگا۔ اس نے تمام حواریوں سے کہا "باہر جاؤ اور

ایہاں نکالو۔ میں ابھی آرہا ہوں۔ اعلیٰ اپنے اپارٹمنٹ میں آگئی ہوگی۔ اس سکتا ہے اپنی رقم اور میرے واپس لے کر سے تڑپا کر تیار کرنا ہے۔"

باڑی گاڑ کو ہلاک کرنے اور اپنے زخم کی مرہم پٹی رانے میں آڈھا کھٹنا لگا۔ اتنی دیر میں بیکر واپس آگیا۔ اسے ہی گاڑ کا دماغ نہیں ملا کیونکہ وہ مرچکا تھا۔ ہینڈاری کے ہلات کے پتا چلا کہ وہ حواریوں کے ساتھ اعلیٰ کے رنٹ کی طرف جانا چاہتا ہے۔

وہ ہینڈاری کو چھوڑ کر ان حواریوں کے اندر پہنچا جن نے آوازیں خانے میں سن چکا تھا۔ آشرم اور مندر کے بے ایک بڑا کیراج تھا۔ وہ حواری تین گاڑیاں نکال رہے تھے بیکر نے انہیں ایک دوسرے پر فائر کرنے کے لیے مجبور کیا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے پر گولی چلائی پھر تیسرے چلائی۔ دوسرے حواریوں نے بچنے کے لیے اسے مار ڈالا پھر ان کی طرح ایک دوسرے کو ہلاک کرنے لگے۔ مندر کے پیچھے دھوئیں بچے اور بوزے دور بھاگ رہے تھے قریبی انے سے پولیس والے سسٹم ہو کر چلے آئے اس وقت تک ہم حواری بے موت مر چکے تھے صرف ایک رہ گیا تھا۔ بیکر نے اسے گرفتار کر لیا۔

تلک رام ہینڈاری لٹکوتا ہوا باہر آیا۔ وہ چلنے کے لپٹ نہیں تھا مگر گاڑی میں بیٹھ کر اعلیٰ تک پہنچنا چاہتا تھا۔ پولیس روئے کا معاملہ تھا۔ باہر آکر اپنے حواریوں کی تین دور در دور تک دیکھیں تو حیرانی سے اس کے دیدے پھیل گئے انکسڑنے دونوں ہاتھ جوڑ کر ہینڈاری کو نمٹے کیا پھر کہا "ان میں تین آدمیوں کو پچانتا ہوں۔ یہ آپ کے آدمی ہو۔ دوسرے ہیں۔ ایک کو ہم نے گرفتار کیا ہے۔ یہ بانی بنے والے کون ہیں؟"

ہینڈاری نے کہا "یہ مرنے والے میرے دشمن تھے۔ نامیں سے ایک نے میری اس ٹانگ میں گولی ماری تھی۔ سنو ہو، کیسے ماری تھی؟"

ہینڈاری نے اپنا ریو اور نکال کر کہا "اس طرح ماری نہ۔"

اس نے اپنے دوسرے پیر کا نشانہ لے کر ٹرگر دبا دیا۔ لیکن اسے آواز کے ساتھ ہی اس کی چیخ نکل گئی۔ بیکر داغی ہو اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔

وہ بھی ایک وقت تھا جب شیوانی بڑی زبردست ہلاک کے ساتھ چھین جانے کے لیے روانہ ہوئی تھی۔ اس نے ہم میں اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سرخ رساں تھے دو ٹیلی جانے والے بے کا فوارے سے قلعے اور وہ خود غیر اعلیٰ ملاصحتیں رکھتی تھیں۔ ان کے عوام بتا رہے تھے کہ

وہ چین میں ٹرانسفارمر مشین تیار نہیں ہونے دے گی اور مشین کا نقشہ وہاں سے چرائے گی۔

لیکن ہانگ کانگ پہنچنے پہنچنے احمد زہری اور پورس نے اسے ٹھنڈا کر دیا۔ پورس نے اسے ایسے اٹھایا کہ وہ چین کی طرف جانے کے لیے ایک قدم بھی نہ اٹھا سکی۔ اس کے عشق میں گرفتار ہو گئی۔ وہ زہری بھی لیکن اپنے سے زیادہ زہریلے پورس کے زیر اثر آگئی تھی۔ اس کی معمول اور فرمایا بردار بن گئی تھی اور اب اس کی شریک حیات بھی بن چکی تھی۔

اتنا کچھ ہونے کے باوجود وہ پورس کی اصلیت سے واقف نہیں تھی۔ اسے ایک ٹیلی پتھی جاننے والے اندر کے حیثیت سے جانتی تھی۔ کورٹ مین کے وقت وہ پورس کے زیر اثر تھی۔ اس نے پورس کو جیون ساتھی تسلیم کیا تھا۔ رجن میں پورس کے دستخط تھے لیکن وہاں سے واپس آکر ہوٹل میں پہنچ کر وہ پورس کے اندر سے سمجھنے لگی۔

یہ جناب عبداللہ واسطی کی ہدایت تھی کہ اسے ایک مخصوص مدت تک اندر کے حیثیت سے شیوانی کے ساتھ رہنا ہے۔ اس ہدایت کی وجہ آنکھ مجھ میں آنے والی تھی۔ شیوانی نے کہا "میں چین جانے کے لیے لندن سے نکل گئی لیکن اس شرمیں آکر انگ لگی ہوں۔ میں اپنے مشن میں ناکام ہو رہی ہوں۔ مجھے کچھ حاصل نہیں ہو رہا ہے۔"

"ناشکری نہ کرو۔ میں حاصل ہو گیا ہوں۔ تم دن رات مجھے حاصل کر رہی ہو۔"

وہ اس کی گردن میں بائیں ڈال کر بولی "تم تو ایک نشہ ہو۔ میں تمہارے نشے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی لیکن میری دوسری ناکامیوں کو دیکھ رہے ہو۔ چین میں مشین تیار ہو چکی ہے۔ میں اس مشین کی تیاری کو روک نہ سکی اور وہ نقشہ بھی حاصل نہیں ہو رہا ہے۔"

"وہ نقشہ آج رات اٹھ بجے کی فلاح سے یہاں آرہا ہے۔"

اس نے خوش ہو کر پوچھا "سچ؟ کیا تم آری ہیڈ کوارٹر کے ریکارڈ روم سے اسے حاصل کر چکے ہو؟"

دراصل علی تیمور نے مشین تیار کرنے کے دوران میں اس نقشے کی ایک ناکینکو قلم بنائی تھی۔ اسکاٹ لینڈ کا ایک سرخ رساں چین میں جاسوسی کرتے وقت گرفتار ہو گیا تھا۔ احمد زہری نے اس کے خیالات بڑھ کر معلوم کیا تھا کہ اس کا تعلق اسکاٹ لینڈ یارڈ سے ہے۔ علی تیمور نے احمد زہری سے کہا "اس جاسوس کو یہاں کی پولیس کے حوالے نہ کرو۔ اس سے میں نمٹ لوں گا۔"

علی نے اس جاسوس کو چپا ناز کیا۔ اسے اندر سے یعنی

پورس کا معمول بنایا پھر نقشے والی بانیکرو قلم اس کے حوالے کردی۔ اس کے لیے سفر کی سولہ سوئیں فراہم کیں۔ وہ بیچنگ سے روانہ ہو چکا تھا۔ تائیوان سے ہوتا ہوا ہانگ کانگ پہنچنے والا تھا۔

پورس نے شیوانی سے کہا ”ہاں۔ میں وہ نقشہ حاصل کر چکا ہوں۔ تمہارے اسکاٹ لینڈ کا ایک جاسوس وہاں چھپنی اعلیٰ جنس والوں کی نظروں میں آیا تھا۔ میں نے اعلیٰ جنس والوں کو ملنے جیسی کے ذریعے بمکا دیا۔ میرے آلہ کار جیسی فوج کے ایک افسر نے ریکارڈ روم سے وہ بانیکرو قلم چرائی تھی جس میں شمشین کا نقشہ ہے۔ اس آلہ کار نے تمہارے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے جاسوس کو وہ قلم دی ہے۔ وہ بیچنگ سے روانہ ہو چکا ہے۔ آٹھ بجے تک یہاں پہنچ جائے گا۔“

وہ خوش ہو کر اسے چوم رہی تھی اور کہہ رہی تھی ”تم نے کمال کر دیا۔ ان کے ریکارڈ روم سے اتنی اہم چیز چرائی مگر باپ! ایسا تو نہیں ہو گا کہ وہ جاسوس ہمیں دھوکا دے یا بیڈ آفس میں اپنا نام پیش کرے کہ نقشہ اس نے حاصل کیا ہے پھر تو اسے میرا کارنامہ نہیں سمجھا جائے گا۔“

وہ ہنسنے لگا ”میری جان! کوئی شیر کے منہ سے لقمہ نہیں چھین سکتا۔ میں نے اس جاسوس کو چھٹا ناز کیا ہے۔ وہ میرا معمول اور تابع ہے۔“

وہ بات بات پر اسے خوش کر رہا تھا اور وہ اس پر قریان ہوتی جاری تھی ”میں تمہیں جتنا بھی پیار دوں وہ کم ہو گا۔ تم نہ ملنے تو میں بری طرح تا کام ہو کر خالی ہاتھ واپس جانی۔ اب اسکاٹ لینڈ یارڈ میں پہلے سے زیادہ میرا سر بلند رہے گا اور تمہیں تو وہاں ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔“

”اسکاٹ لینڈ یارڈ میں جاسوس جیتنا نہیں بھی ہیں۔ وہ مجھے ہاتھوں ہاتھ لگتی رہیں گی تو تمہارے حصے میں کیا آئے گا؟“

وہ ہنسنے لگا ”کوئی دوسری تمہارا زہر برداشت نہیں کرے گی۔ یہ صرف شیوانی ہے شیوانی جو تمہیں برداشت کر لیتی ہے۔“

پھر وہ کچھ سوچ کر بولی ”مجھ سے پہلے بھی تمہاری زندگی میں کوئی آئی ہوگی۔“

”کوئی ایک نہیں، کئی آچکی ہیں۔ کئی جا چکی ہیں۔“

”میں سمجھ گئی۔ اور پہنچ چکی ہیں۔“

”نہیں زندہ ہیں۔“

”جھوٹ بول رہے ہو۔ وہ کیسے زندہ رہ سکتی ہیں؟“

”میں نے اپنے دانت بھی ان کے بدن سے لگنے نہیں دیے اور ان کی زبان تک لعاب دہن پیچھے نہیں دیا۔ باقی خاندانی منصوبہ بندی زندہ بار۔“

”اس کا مطلب ہے تم ہرجائی ہو۔ آئندہ میں تم پر کڑی نظر رکھوں گی۔“

”او گاؤ! تم کیسی باتوں میں الجھا دیتے ہو؟ میں کام کی باتیں بھول جاتی ہوں۔“

”اب کون سا کام رہ گیا ہے؟ میں تمہارا کام کر چکا ہوں۔ اب تم میرے کام آتی رہو گی۔“

اس نے جیسی سے اسے بازوؤں میں جکڑ لیا۔ وہ ایک آہ کے ساتھ بولی ”کیا کرتے ہو۔ میری سانس رک جائے گی۔“

سارا زور مجھ پر آزماتے رہتے ہو۔“

”کیا تم چاہتی ہو کسی اور پر بھی آزمائیں۔“

”جیسی! آزماد کرو مجھو۔ وہ تمہارے زہر سے بچے گی تو اپنے زہر سے مار ڈالوں گی۔ مائی گڈنس! مجھے میرا کام کرنے دو۔ میں ابھی لباس پہنچ کر رہی ہوں۔ ہم نریونگ ایجنسیوں کے ذریعے کل ہی کسی فلائٹ میں شمشین ریزرو کرائیں گے اور لندن جائیں گے۔ سیٹ ملتے ہی میں خوش خبری سناؤں گی کہ نقشہ لے کر آ رہی ہوں۔“

وہ پورس کے بازوؤں سے پھسل کر بیڈ سے اتر کر الماری سے لباس نکالنے لگی۔ کتنے لگی ”انسان کو ہر مرحلے میں کامیابی نہیں ہوتی۔ کہیں تاکائی کا بھی منہ دیکھنا پڑے گا۔ میں نارنگ کو اپنے قابو میں نہ رکھ سکی۔ جبکہ میں نے اس پر تو خوبی عمل کرایا تھا۔ وہ میرا معمول اور تابع بن چکا تھا۔“

”تو یہی عمل کا اثر ختم ہو چکا ہو گا یا کسی نے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا ہو گا یا اسے زخمی کر کے تو یہی عمل کو ختم کیا ہو گا۔ تو یہی عمل سے نجات حاصل کرنے کے کی راستے ہیں۔“

”مجھ سے غلطی ہو گئی اگر میں اس کے کان سے وہ غیر معمولی ساعت والا آلہ نکال لیتی تو وہ تمہارے بہت کام آتا۔ میں میلوں دور بیٹھے ہوئے دشمنوں کی باتیں سنتی رہتی۔ ان کی سازشوں کو سمجھتی رہتی۔“

”اب وہ نظر آئے گا تو اسے پکڑ لیتا۔ چھوڑنا مت۔ اس کا وہ غیر معمولی کان کاٹ کر رکھ لینا۔ تمہارے بچوں کے کام آئے گا ہمارا جو بچہ نافرمان ہو گا۔ ہماری بات نہیں سنے گا۔“

اس آلہ ساعت سے سننے لگے گا۔“

”کیوں میری بات کو مذاق میں اڑا رہے ہو؟ کیا باہر جانے کے لیے لباس پہنچ نہیں کر گئے؟“

”تمہیں بننے سنورنے میں پتا نہیں کتنا وقت لگے گا۔“

”میں کو تیار ہونے میں دس منٹ لیتے ہیں۔“

”نارنگ کی بات کرو۔ کیا اسے کسی طرح شپ نہیں کر سکو گے؟ پلیر کچھ کرو۔“

”تمہارے لیے آسمان سے تارے توڑ کر لا سکتا ہوں۔ نارنگ جس کجور میں اٹکا ہو گا۔ اسے توڑ ڈالوں گا۔“

”جی؟ اسے کیسے تلاش کرو گے؟ پتا نہیں وہ کہاں رہتا ہو؟ تم جان سکتے ہو؟“

”کو شش کر سکتا ہوں۔ نارنگ کو اپنے پرانے جانی دشمن بھیما کا پتا ٹھکانا معلوم ہو گیا ہے۔ وہ اس سے انتقام لینے اور اسے غلام بنانے کے لیے بروٹھم جاسکتا ہے۔“

”تم درست سوچ رہے ہو۔ وہ ضرور وہاں جائے گا۔ تم اسے وہاں کیسے تلاش کرو گے؟“

”بروٹھم کے اخبارات میں اشتہار دوں گا۔ اے نارنگ! کہاں ہو۔ واپس گھر آ جاؤ۔ تم سے کچھ نہیں کہا جائے گا۔ اگر نہ آ سکو تو کسی کوریئر سروس کے ذریعے اپنا کال بھیج دو۔“

”پلیر بخیر ہو۔ پلیر بخیر ہو۔ کوئی تدبیر سوچو۔“

”کیا وہ آلہ ساعت تمہارے لیے ضروری نہیں ہے؟“

”ضروری ہے۔ ہمیں شادی کے بعد کہیں تو ہنی مون کے لیے جانا چاہیے۔ پلیر بروٹھم چلتے ہیں۔“

”یہ اچھی تدبیر ہے۔ ہم پہلے لندن جائیں گے۔ میں بیڈ آفس میں وہ نقشہ ڈائریکٹر جنرل کے حوالے کر دوں گی۔ شمشین کی تیاری کا کام شروع ہوتے ہی ہم اسرائیل چلے جائیں گے۔“

”فیک ہے۔ نارنگ کو ٹیلی گرام کریں گے کہ تمہارے آنے تک وہاں بیٹھا رہے۔ خبردار وہاں سے بالکل نہ ہلے۔ ہماری آن کا اور اس کے کان کا مسئلہ ہے۔“

”تم سیدھی طرح نہیں کہہ سکتے کہ ہم لندن میں شمشین کی تیاری کا انتظار کریں گے تو نارنگ بھیما کو شپ کر کے وہاں سے جا چکا ہو گا۔ جب دیکھو مذاق اڑاتے رہتے ہو۔“

”وہ بیڈ سے اٹھ کر لباس تبدیل کرتے ہوئے بولا ”تم بہت ذہین ہو پھر سوچے بغیر مذاق اڑانے والی باتیں کیوں کرتی ہو؟“

وہ مسکرا کر بولی ”تمہارے پاس تنہائی میں نادان بن کر رہتی ہوں۔ تم تجویز دے دو تو اچھا لگتا ہے۔“

وہ کمرے سے نکل کر ہوٹل سے باہر آ گئے۔ ایک نریونگ ایجنسی میں پہنچ کر معلوم کیا۔ دوسرے دن دس بجے کی فلائٹ میں دو شمشین مل گئیں اگر نہ ملتیں تو پورس خیال خواتین کے ذریعے کسی دو مسافروں کی شمشین کینسل کر کے اپنے اپنے شیوانی کے نام کر لیتا۔“

شیوانی نے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے ڈائریکٹر جنرل کو فون پر کہا ”ہیلو میں ہوں شیوانی دی شی کو برا۔“

ڈائریکٹر جنرل نے کہا ”ہیلو شی کو برا! دو پہن گزر چکے ہیں۔ بہت انتظار کر رہی ہو۔ وہاں چین میں نرانا سمر شمشین تیار ہو چکی ہے۔ کیا تم اس مشن میں تا کام رہو گی؟“

”جی؟ اسے کیسے تلاش کرو گے؟ پتا نہیں وہ کہاں رہتا ہو؟ تم جان سکتے ہو؟“

”کو شش کر سکتا ہوں۔ نارنگ کو اپنے پرانے جانی دشمن بھیما کا پتا ٹھکانا معلوم ہو گیا ہے۔ وہ اس سے انتقام لینے اور اسے غلام بنانے کے لیے بروٹھم جاسکتا ہے۔“

”تم درست سوچ رہے ہو۔ وہ ضرور وہاں جائے گا۔ تم اسے وہاں کیسے تلاش کرو گے؟“

”بروٹھم کے اخبارات میں اشتہار دوں گا۔ اے نارنگ! کہاں ہو۔ واپس گھر آ جاؤ۔ تم سے کچھ نہیں کہا جائے گا۔ اگر نہ آ سکو تو کسی کوریئر سروس کے ذریعے اپنا کال بھیج دو۔“

”پلیر بخیر ہو۔ پلیر بخیر ہو۔ کوئی تدبیر سوچو۔“

”کیا وہ آلہ ساعت تمہارے لیے ضروری نہیں ہے؟“

”ضروری ہے۔ ہمیں شادی کے بعد کہیں تو ہنی مون کے لیے جانا چاہیے۔ پلیر بروٹھم چلتے ہیں۔“

”یہ اچھی تدبیر ہے۔ ہم پہلے لندن جائیں گے۔ میں بیڈ آفس میں وہ نقشہ ڈائریکٹر جنرل کے حوالے کر دوں گی۔ شمشین کی تیاری کا کام شروع ہوتے ہی ہم اسرائیل چلے جائیں گے۔“

”فیک ہے۔ نارنگ کو ٹیلی گرام کریں گے کہ تمہارے آنے تک وہاں بیٹھا رہے۔ خبردار وہاں سے بالکل نہ ہلے۔ ہماری آن کا اور اس کے کان کا مسئلہ ہے۔“

”تم سیدھی طرح نہیں کہہ سکتے کہ ہم لندن میں شمشین کی تیاری کا انتظار کریں گے تو نارنگ بھیما کو شپ کر کے وہاں سے جا چکا ہو گا۔ جب دیکھو مذاق اڑاتے رہتے ہو۔“

”وہ بیڈ سے اٹھ کر لباس تبدیل کرتے ہوئے بولا ”تم بہت ذہین ہو پھر سوچے بغیر مذاق اڑانے والی باتیں کیوں کرتی ہو؟“

وہ مسکرا کر بولی ”تمہارے پاس تنہائی میں نادان بن کر رہتی ہوں۔ تم تجویز دے دو تو اچھا لگتا ہے۔“

وہ کمرے سے نکل کر ہوٹل سے باہر آ گئے۔ ایک نریونگ ایجنسی میں پہنچ کر معلوم کیا۔ دوسرے دن دس بجے کی فلائٹ میں دو شمشین مل گئیں اگر نہ ملتیں تو پورس خیال خواتین کے ذریعے کسی دو مسافروں کی شمشین کینسل کر کے اپنے اپنے شیوانی کے نام کر لیتا۔“

شیوانی نے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے ڈائریکٹر جنرل کو فون پر کہا ”ہیلو میں ہوں شیوانی دی شی کو برا۔“

ڈائریکٹر جنرل نے کہا ”ہیلو شی کو برا! دو پہن گزر چکے ہیں۔ بہت انتظار کر رہی ہو۔ وہاں چین میں نرانا سمر شمشین تیار ہو چکی ہے۔ کیا تم اس مشن میں تا کام رہو گی؟“

”میرا نام شیوانی ہے اور شیوانی تا کام ہونا نہیں جانتی۔ میں نے چینی آری ہیڈ کوارٹر سے شمشین کا وہ نقشہ چرایا ہے۔“

”ڈی جی نے خوش ہو کر کہا ”کیا کہہ رہی ہو؟ اتنے بڑے ملک کے آری ہیڈ کوارٹر سے تم نے نقشہ چرایا ہے؟ یہ تو تم نے نامکن کو ممکن بنادیا ہے۔“

”ڈی جی! تم میرے پچھلے کارناموں کو بھول رہے ہو۔ میری ریکارڈ فائل دیکھو۔ میں بیشمار نامکن کارنامے انجام دیتی آئی ہوں۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے، میں وہ نقشہ لے کر کل جس دس بجے کی فلائٹ سے آ رہی ہوں۔“

”اوہ ڈائریکٹر شیوانی! تم نقشہ لے کر آ رہی ہو۔ تمہارے آنے تک تو ہم سب کی فینڈیں اڑ جائیں گی۔ ہم تمام اعلیٰ عہدے دار انہی سے فیصلہ اڑ پورٹ جاکر بیٹھ جائیں گے اور تمہاری آمد تک وہیں بیٹھ کر نرانا سمر شمشین تیار کرنے کے انتظامات کرتے رہیں گے۔“

وہ ہنسنے لگا ”یہ اتنی بڑی خوشی ہے کہ سب کو پاگل کر دے گی۔ تم سب پاگل ہوتے رہو۔ میں مکمل رات کو پہنچ رہی ہوں اور وہاں اکیلی نہیں! اپنے لافشار سمر شمشین آ رہی ہوں۔ شادی کر چکی ہوں۔“

ڈی جی نے اسے شادی کی مبارک باد دی۔ وہ فون بند کر کے پورس سے بولی ”میں بہت خوش ہوں۔ ڈی جی بھی خوشی سے پاگل ہو رہا ہے۔ آئی لو پوڈ نرے! تم نے مجھے تا کام ہونے اور شرمندہ ہونے سے بچالیا ہے۔“

پورس نے کہا ”تمہیں اس قدر خوش نہیں ہونا چاہیے۔ مجھے تمہاری خوشیوں سے ڈر لگ رہا ہے۔“

وہ حیرانی سے بولی ”یہ کیا بات ہوئی؟ تمہیں میری خوشیوں سے ڈر کیوں لگ رہا ہے؟“

”وہ جاسوس دو گھنٹے بعد آٹھ بجے کی فلائٹ سے آئے گا۔ اس نقشے کی بانیکرو قلم ابھی تمہارے ہاتھوں میں نہیں آئی ہے۔ اس سے پہلے کوئی ایسی ویسی بات ہو سکتی ہے۔“

وہ گھور کر بولی ”ایسی ویسی کیا بات ہوگی؟ تم میرے دل میں اینڈ پیچیدہ کر رہے ہو؟“

”میں نہیں سمجھا رہا ہوں، جہاں جیتی ہے شہنائی وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں۔ پہلے تمہاری مٹی میں بے کاٹ اور بے فلو تھے، وہ اچانک تمہیں دھوکا دے کر فرار ہو گئے۔ نارنگ تمہارے ٹکٹے میں تھا۔ کیا تم بھی سوچ سکتی تھیں کہ وہ ٹکٹے سے نکل جائے گا؟ جو تم سوچتی رہیں، اس کے برعکس ہونا رہا۔ اب نقشہ کے لیے سوچ رہی ہو اور خوش ہو رہی ہو۔“

میری دعا ہے کہ وہ تمہیں مل جائے۔“

وہ اسے مایوسی سے دیکھتے ہوئے بولی ”میں خوشی کے

کتبیات پبلی کیشنز

257

دیوتا

کتبیات پبلی کیشنز

256

دیوتا

کتبیات پبلی کیشنز

مارے بھول گئی تھی کہ کبھی کبھی ہماری توقع کے خلاف حالات بدل جاتے ہیں۔ پلیز ابھی اس جاسوس کے اندر جاؤ اور اس کے حالات معلوم کرو۔“

”میں معلوم کر چکا ہوں۔ وہ طیارے میں بیٹھتے ہیں اور ہانگ کانگ کی طرف آ رہا ہے۔“

”کیا اس کے پاس مائیکروفون ہے؟“

”جہ میں اس کی طرف سے مطمئن ہوں۔ وہ نقشہ لے آئے گا لیکن تمہاری خوشی مجھے کراں گزر رہی ہے کیونکہ تم ناوانی کر رہی ہو۔ تم نے اپنے بیڑ کو اڑتک خبر پچاؤ کی کہ نقشہ مل گیا ہے۔ کیا وہ تمہیں مل گیا ہے؟“

”واقعی مجھے نقشہ حاصل کرنے کے بعد ڈی جی کو فون کرنا چاہیے تھا۔“

وہ ان پورٹ آگے شیوانی نے ایک جگہ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھا۔ ”پلیز اس کے دماغ میں رہو۔ اس نقشے کی حفاظت کرتے رہو۔ کسی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ تم یہاں سے اٹھ کر باہر نہ رہو۔“

پورس نے اس جاسوس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ سخت سزا کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ والی سیٹوں پر بڑے ہیوی بیٹھے ہوئے تھے اس کے خیالات نے بتایا اس کے سر کے دوران میں کسی سے بات نہیں کی ہے اور نہ ہی کسی نے اسے مخاطب کیا ہے۔ کوئی اس میں دلچسپی نہیں لے رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی دشمن اس کے آس پاس نہیں ہے اور وہ کسی ٹیلی ویژن جیسے جاننے والے کی بھی نظروں میں آئے بغیر سلامتی سے چلا آ رہا ہے۔ تشویش میں مبتلا ہونے والی کوئی بات نہیں تھی۔

پورس دفاعی طور پر حاضر ہو کر ان پورٹ میں آئے جانے والی عورتوں اور مردوں کو دیکھنے لگا۔ اس نے شیوانی سے بات نہیں کی اگر کرتا تو وہ پھر اس جاسوس کے پاس رہنے کو کہتی۔ وہ رہ رہ کر اسے دیکھ رہی تھی اور مطمئن ہو رہی تھی کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے جاسوس کی نگرانی کر رہا ہے۔ اس نے ایک بار پوچھا ”تم سامنے والی عورتوں کو دیکھ رہے ہو یا جاسوس کے پاس ہو؟“

پورس نے سنی ان سنی کر دی۔ جو اب نہیں دیا۔ اسے یقین ہو گیا کہ وہ خیال خوانی میں مصروف ہے۔

آخر ایک لمحے بعد وہ فلائٹ آگئی۔ پورس نے کہا ”وہ جاسوس آگیا ہے۔ ایئر کنٹریکٹر سے گزر رہا ہے۔ بیچ بال سے سامان لے کر باہر آئے گا۔ اس کے آگے پیچھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔“

وہ اٹھ کر بولی ”کم آن۔ ہم گنگ ہال کے سامنے جائیں گے۔ وہیں اس سے مائیکروفون حاصل کریں گے۔“

اس نے شیوانی کا ہاتھ کھینچ کر اسے دوبارہ بٹھاتے ہوئے کہا ”کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس کے اندر جا رہا ہوں۔ وہ سیدھا ہمارے پاس آئے گا۔“

وہ بیٹھ گئی لیکن بے چینی سے دور دور تک دیکھنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ہی ایک اڈمیرل کا شخص اس کے سامنے آکر بولا ”گنڈ ناٹ میڈم! آپ اوھر دیکھ رہی ہیں۔ میں اوھر ہوں۔ یہ لیں۔“

شیوانی نے اسے چونک کر دیکھا۔ اس نے اپنی مٹھی اس کے آگے کی پھر اسے کھولا۔ اس کی ہتھیلی پر ایک مائیکروفون رکھی ہوئی تھی۔ شیوانی نے جھنجھٹے کے انداز میں اس سے وہ فلم لی۔ خوش ہو کر پورس نے بولی ”یہ وی ہے نا؟ کوئی گزب تو نہیں ہے؟“

جاسوس نے کہا ”شیوانی! میں اس کے اندر ہوں۔ یہ وی فلم ہے۔ میں اسے رخصت کر رہا ہوں۔“

وہ جاسوس وہاں سے جانے لگا۔ شیوانی اسے جانے ہوئے دیکھتی رہی۔ پورس نے کہا ”میں تمہارے پاس ہوں۔ اوھر برائے مرد کو دیکھتے ہوئے شرم نہیں آتی؟“

وہ خوشی کے مارے اس سے پلٹ کر بولی ”وہاں ڈیر آندرے! آخر یہ نقشہ مل گیا۔“

”اتنی زور سے نہ پلٹا کرو۔ میں چھلکنے لگتا ہوں۔ مجھے واش روم جانا ہوگا۔“

وہ وہاں سے اٹھ کر ہاتھ روم کی طرف جانے لگا۔ اس کے سامنے ایک شخص اسی سمت جا رہا تھا۔ اس نے اپنے سر سے اور کانوں سے ایک منظر لینا ہوا تھا۔ سر کی کچھ زیادہ نہیں تھی۔ یوں منظر لینے کی وجہ صرف یہ ہو سکتی تھی کہ وہ پیار ہوگا۔

ویسے وہ محنت مند تھا۔ ذرا جھک کر چل رہا تھا مگر پیار نہیں لگ رہا تھا۔ پورس اس کے پیچھے واش روم میں آیا پھر خیال خوانی کے ذریعے بولا ”شیوانی! یہاں ایک محنت مند شخص نے اپنے کانوں سے منظر لپیٹ رکھا ہے۔ شاید اپنے کان چھپا رہا ہے۔ بوجھ تو کانوں کو کیوں چھپا رہا ہے؟“

وہ بولی ”اؤ گاڈ! تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ نارنگ ہے۔ اپنے ایک کان سے منظر لے گا۔ سماعت کے باعث پچا جاسکتا ہے۔ اس لیے منظر سے کان چھپا رہا ہے۔“

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ واش روم کی طرف جاتے ہوئے بولی ”لیکن تم نے تو کہا تھا کہ نارنگ اسرائیل میں بھیجا کو زیب کرنے گیا ہے۔“

”میں نے یقین سے نہیں اندازے سے کہا تھا۔ ویسے یہ نارنگ نہ ہو۔ تب بھی میری چھٹی حس مجھے اس کی طرف متوجہ کر رہی ہے۔“

”اس سے باتیں کرو پھر اس کے دماغ میں پہنچ جاؤ۔“

”وہ سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتا ہے پھر ہوشیار ہو جائے گا۔ اپنے بچاؤ کی تدبیر کرے گا۔“

”کوئی بات نہیں۔ میں واش روم کے دروازے پر آچکی ہوں۔ اس کے باہر آتے ہی اپنی آنکھوں کی حرارت سے اسے جگ اٹھنے پر مجبور کر دوں گی۔“

پورس نے نارنگ کو پھانسا کر دیکھا تھا۔ اسے اپنا تابع بنایا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ وہ یروٹلم کیا ہوا ہے۔ واش روم میں آنے والے نے ایک ٹائلٹ میں جا کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا تھا۔ پورس ایک جگہ کھڑا ہو کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ اس میں کوئی بات ایسی تھی جس نے پورس کو اس کی طرف متوجہ کیا تھا اور اسے شبہ میں مبتلا کیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ٹائلٹ سے باہر آیا تو اس کا چہرہ کافی حد تک بدل چکا تھا۔ سر کے سفید بال سیاہ ہو گئے تھے اس نے ٹائلٹ کے اندر سفید بالوں والی دگ آوار دی تھی۔ مونچھیں اور داڑھی بھی غائب ہو گئی تھی۔ پہلے وہ جھک کر چل رہا تھا۔ اب تن کر چلا ہوا آئینے کے سامنے جا کر اپنے بدلے ہوئے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہاں کتنے ہی مسافر آ رہے تھے۔ جا رہے تھے۔ اسے پورس پر شبہ نہیں ہوا کہ وہ اسے تازہ رہا ہے۔

پورس خیال خوانی کے ذریعے شیوانی کو اس کا موجودہ حلیہ بتا رہا تھا اور کہہ رہا تھا ”اب وہ منظر اس کے پاس نہیں ہے۔ وہ منظر اور ریڈی میڈ میک اب کو ٹائلٹ میں پیچیک آیا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ اس کے کان سے وہ غیر معمولی آواز سماعت منظر نہیں ہے۔ یعنی یہ نارنگ نہیں ہے۔“

وہ بولی ”کوئی بھی ہو۔ اس کی اصلیت معلوم کرنی چاہیے۔ ہو سکتا ہے ہمارے کام کا ڈوئی نکل آئے۔“

اس نے کہا ”حضرت موسیٰ آگے لینے گئے تھے پیغمبری مل گئی۔ ہم مشین کا نقشہ لینے آئے تھے۔ پتا نہیں یہ کون لے والا ہے۔ تیار رہو۔ یہ واش روم سے باہر نکل رہا ہے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ میں ٹھیک اس کے پیچھے ہوں۔“

وہ دونوں آگے پیچھے واش روم سے باہر آئے۔ سامنے شیوانی کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے کہا ”اے مسٹر! جسٹ اسے منٹ۔“

اس نے شیوانی کو دیکھا۔ دونوں کی نظرس ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔ شیوانی کی نظروں میں غیر معمولی حرارت تھی۔ وہ حرارت اس کی پیشانی تک پہنچ رہی تھی لیکن اس اجنبی کو متاثر نہیں کر رہی تھیں۔ اس نے پوچھا ”تیس مس؟ آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہیں؟“

وہ مسکرا کر بولی ”یہ کہنا چاہتی ہوں کہ تم انٹراڈی ہو۔“

تمہارے اس مالک ایک آپ میں خرابی ہے۔“

اس نے پریشان ہو کر شیوانی کو دیکھا۔ پیچھے کھڑے ہوئے پورس نے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ پورس نے اس کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا ”بڑے باکمال ہو۔ سانس روک کر اپنے دماغ سے بھاگ دیتے ہو۔ مالک میک اپ کے اوپر اور ایک ریڈی میڈ میک اپ کرتے ہو۔ ضرورت کے مطابق چہرے بدلتے رہتے ہو۔ بہتر ہوگا کہ ہم ایک دوسرے سے متعارف ہو جائیں۔ پہلے اپنا تعارف پیش کرو۔“

وہ اپنا ایک ہاتھ لباس کے اندر لے جانا چاہتا تھا۔ پورس نے کہا ”میرا ایک ہاتھ کوٹ کی جیب میں ہے اور پینٹول کا رخ تمہاری طرف ہے۔ چلا کی دکھانے سے پہلے ہی تمہیں زخمی کر کے تمہاری کھوپڑی میں گھس جاؤں گا۔“

وہ پریشان ہو کر بولا ”کون ہو تم لوگ؟ اتنا تو سمجھ گیا ہوں کہ تم ٹیلی ویژن جیسے جانتے ہو۔“

”بس اتنا ہی ٹھیک سمجھے ہو۔ اب ہمیں بھی کچھ سمجھنا۔“

وہ بولا ”ہماری آپس میں دشمنی نہیں ہے۔ میں تمہیں کو نقصان نہیں پہنچا رہا ہوں۔ مجھے جانے دو۔“

”ہمارے پاس ریڈیو کار ہے۔ جہاں جانا چاہو۔“

پہنچا دیں گے۔ ورنہ انتہائی جس والوں کو بلا میں گے۔ اپنے حالات پر غور کرو۔ وہ تمہارے چہرے سے مالک اتار لیں گے۔ تم خیال خوانی کے ذریعے انہیں گمراہ نہیں کر سکو گے۔ میں تم پر مسلط رہوں گا۔“

اس نے پیچھے سے دھکا دیتے ہوئے اسے آگے بڑھایا۔ وہ ان دونوں کے آگے آگے چلا ہوا عمارت کے باہر پارکنگ ایریا میں آیا۔ شیوانی کا دروازہ کھول کر اسٹینڈنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پورس انہیں کے ساتھ پچھلی سیٹ پر آگیا۔ وہ کار پارکنگ ایریا سے نکل کر ایک شاہراہ پر دوڑنے لگی۔ پورس نے اس کی جیب سے ریڈیو نکال کر اس سے کہا۔

”میری جیب میں پینٹول نہیں ہے۔ اب تمہارا یہ ریڈیو ہے۔ بولو زخمی کر کے تمہارے اندر آؤ یا دماغ کا دروازہ کھولو؟“

اس نے سم کر ریڈیو کو دیکھا پھر کہا ”میں زخمی ہونا نہیں چاہتا۔ پلیز مجھ سے دوستی کرو۔ مجھے جانے دو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا۔ تم دونوں کے کام آتا رہوں گا۔“

پورس نے اس کا ہاتھ دبوچا تھا۔ اس کا منہ کھل گیا۔ اس نے ریڈیو کی ٹال کو اس کے منہ میں ٹھونس کر کہا ”میں تمہارے اندر آ رہا ہوں۔ سانس روکو گے تو کوئی چلا دوں گا۔“

اس نے قسم کر ریڈیو کو دیکھا پھر کہا ”میں زخمی ہونا نہیں چاہتا۔ پلیز مجھ سے دوستی کرو۔ مجھے جانے دو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا۔ تم دونوں کے کام آتا رہوں گا۔“

پورس نے اس کا ہاتھ دبوچا تھا۔ اس کا منہ کھل گیا۔ اس نے ریڈیو کی ٹال کو اس کے منہ میں ٹھونس کر کہا ”میں تمہارے اندر آ رہا ہوں۔ سانس روکو گے تو کوئی چلا دوں گا۔“

اس نے قسم کر ریڈیو کو دیکھا پھر کہا ”میں زخمی ہونا نہیں چاہتا۔ پلیز مجھ سے دوستی کرو۔ مجھے جانے دو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا۔ تم دونوں کے کام آتا رہوں گا۔“

اس نے قسم کر ریڈیو کو دیکھا پھر کہا ”میں زخمی ہونا نہیں چاہتا۔ پلیز مجھ سے دوستی کرو۔ مجھے جانے دو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا۔ تم دونوں کے کام آتا رہوں گا۔“

اس نے خیال خوانی کی چلاگ لگائی۔ اس نے سانس نہیں روکی۔ گڑگڑا کر کہا "قار کاؤ سیکس میرے دماغ سے چلے جاؤ۔ میرے خیالات نہ بدھو۔ میں مرنا بھی نہیں چاہتا اور کسی کا غلام بن کر جینا بھی نہیں چاہتا۔"

پورس نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا اور اسے دبوچ لیا۔ تاکہ زور سے چیخ نہ مارے۔ وہ چند سیکنڈ کی خیال خوانی سے معلوم کر چکا تھا کہ وہ کون ہے؟

اس نے دوسری بار زلزلہ پیدا کیا تو وہ تکلیف برداشت نہ کر سکا۔ بے ہوش ہو گیا۔

ہائے غری بے کی بد نصیبی! وہ بے سامو تھا۔



تمام بڑے ممالک کی خفیہ میٹنگ ہوئی تھی۔ اس میٹنگ میں بے پناہ تھا کہ ان سب کو چین کے مقابلے میں متحد ہو کر ٹیلی جیتھی جانے والوں کی فوج بنانی چاہیے۔ ان کی معلومات کے مطابق امریکا کے پاس ٹرانسفاہر مشین تھی لیکن امریکی اکابرین نے انہیں یقین دلایا کہ انجانے دشمنوں نے وہ مشین تباہ کر دی ہے۔

پھر یہ کہا گیا کہ امریکا کے پاس مشین کا نقشہ ہے۔ وہ تمام ممالک متحد ہو کر ایک نئی مشین تیار کر سکتے ہیں لیکن امریکی اکابرین وہ نقشہ دوسرے ممالک کے سامنے لانا نہیں چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا "وہ تمام رازداری سے نئی مشین تیار کر رہے ہیں۔ چین کے مقابلے میں ایک زبردست امریکی ٹیلی جیتھی جانے والوں کی فوج تیار کریں گے۔"

دوسرے بڑے ممالک مایوس ہو گئے تھے۔ ایسے وقت الپانے اپنے اکابرین سے کہا "وہ مشین کے سلسلے میں مایوس نہ ہو۔ وہ جلد ہی انہیں خوش خبری سنائے والی ہے۔"

پھر شیوائے نے اسکاٹ لینڈ یا رڈ والوں کو خوش خبری سنائی کہ وہ مشین کا نقشہ لے کر آ رہی ہے۔ چین اور امریکا کے مقابلے میں برطانیہ کے پاس بھی ٹیلی جیتھی جانے والوں کی ناقابل تخییر فوج ہوگی۔

اس طرح امریکا اسرائیل اور برطانیہ تین ممالک میں وہ مشین تیار ہونے والی تھی۔ اس کا ایک اور نقشہ چیچ پال کے پاس تھا۔ چیچ پال اور اس کے ٹیلی جیتھی جانے والے سامع بھی یہ نہیں جانتے تھے کہ ان سے بات ہونے والے ایک سامع ہی بیرون نے بھی نقشے کی ایک نقل اپنے پاس رکھی ہے۔ بیرون بڑی خاموشی سے ٹیلی جیتھی جانے والے بڑی رابرٹ کے دماغ میں جایا کرتا تھا اور چیچ پال کے تمام منصوبے معلوم کرتا رہتا تھا۔ اس کی اس چال بازی سے چیچ پال وغیرہ بے خبر تھے۔ انہوں نے پہلے یہ سوچا تھا کہ دنیا کے کسی ویران

علاقے میں بڑی رازداری سے مشین تیار کریں گے۔ مشین کے ماہرین کو پھانسا کر کیا جائے گا۔ انہیں ان کے گھروں سے، ان کے ملکوں سے دور خفیہ اڈے میں اس وقت تک سرحدہ رکھا جائے گا جب تک کہ وہ مشین تیار نہیں ہوگی۔

بعد میں یہ منصوبہ منسوخ نظر آیا۔ فولادی مشین کے لیے فولاد اور بڑے کسی ویران علاقے میں پہنچانے کے لیے کم از کم ایک ٹیلی کاپٹر ضروری تھا۔ وہ ٹیلی کاپٹر جس ملک سے بھی فولادی سامان اٹھا کر ویران علاقے کی طرف جاتا، سیٹلائٹ کے ذریعے اس کا سراغ لگایا جاتا۔ آج کے دور میں کسی بڑے پروجیکٹ کے سلسلے میں رازداری ممکن نہیں ہے۔

راز چھپنے سے چیچ پال اور اس کے ٹیلی جیتھی جانے والے سامع بھی بے نقاب ہو جاتے۔ سیٹلائٹ کے ذریعے سراغ رسائی کے نتائج کیا ہو سکتے تھے؟ ان ردپوش رہنے والوں کے سننے سے تمکنا بھی معلوم ہو سکتے تھے اور وہ لوگ اتنا بڑا خطرہ مول لینا نہیں چاہتے تھے۔

ٹرانسفاہر مشین جیسی غیر معمولی اور خطرناک چیز کسی ملک کی حکومت اور فوج کی نگرانی میں ہی تیار کی جاسکتی تھی۔ چیچ پال نے کہا "تم سب ٹیلی جیتھی..... جاننے والے ردپوش رہ کر کسی ملک کے حکام اور فوجی افسران کو پھانسا کر سکتے ہو۔ انہیں اپنا آلہ کار بنا کر وہ مشین ان کے ملک میں تیار کر سکتے ہو اور اپنے تابع فوجی افسران کے ذریعے اپنی ٹیلی جیتھی جانے والی ذاتی فوج تیار کر سکتے ہو۔"

چیچ پال کے اس مشورے سے اس کے تمام ساتھی متفق ہو گئے۔ اس نے کہا "روس ماضی میں امریکا کا سب سے بڑا حریف رہا ہے۔ اب وہ ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔ اس کے باوجود دوبارہ سپر پاور بننے کی جدوجہد میں مصروف ہے۔ اگر ہم روس میں یہ مشین تیار کریں گے تو وہاں کے اکابرین بیشہ احسان مند رہیں گے۔"

ٹیلی جیتھی جانے والے مائیک مورو نے کہا "وہ احسان مند کیا رہیں گے؟ ہم انہیں غوی عمل کے ذریعے بیشہ ہمارے احسان مند بنا کر رکھیں گے۔"

تمام سامع بھی سننے لگے۔ جوزف ولسکی نے کہا "ہماری دنیا میں کوئی بھروسے کے قابل نہیں ہے۔ روس ہو یا امریکا، چین ہو یا فرانس، ہم کسی پر بھروسا نہیں کریں گے۔ جہاں مشین تیار کریں گے وہاں گئے حکام اور فوجی افسران کو پہلے پھانسا کر سکتے ہیں۔ ہم بیشہ تابع..... بنا کر رکھیں گے۔ اس طرح وہ ہمیں بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔"

چیچ پال نے کہا "تم سب کی وی روگرا مز دیکھتے رہو۔ یو سی حکام اور ان کے آرمی افسران کو خبروں اور سیاسی بیوروں کے پروگراموں میں دیکھ کر ان کی آواز سن کر ان

ردپوشوں میں جگہ بناتے رہو۔ میرا خیال ہے۔ سننے دو بھتے۔ تم تینوں تمام اہم روسی اکابرین کو اپنا تابع کرلو گے۔"

چیچ پال بڑا گامابہر تھا۔ اپنے اندر پرانی سوچ کی لہروں کو بے آئے دیتا تھا۔ صرف اس کے تین ساتھی مائیک مورو، برف ولسکی اور بڈی رابرٹ اس کے دماغ میں کیا کرتے۔ اس سے اگلے پچھلے منصوبوں کے سلسلے میں باتیں کرتے۔ اس سے مشورے کرتے تھے۔ پھر اس کے مشوروں پر عمل کرتے تھے۔ ایسے وقت بیرون خاموشی سے ان کے بیان موجود رہتا تھا۔ چیچ پال اپنے ساتھیوں کی موجودگی کے ثبوت بیرون کی لہروں کو اپنے اندر محسوس نہیں کیا پتا۔ اس طرح ان سب کی علمی میں بیرون ان کے چھوٹے بے منصوبوں سے باخبر رہتا تھا۔

بیرون کی بیوی مونو ریٹا کا ذکر ماضی میں ہو چکا ہے۔ وہ بڑی میاں بیوی ایک دوسرے کو بہت چاہتے تھے اور بیشہ اٹھ رہتے تھے۔ جب چیچ پال سے دوستی تھی۔ تب اس کے بڑی ساتھی مونو ریٹا کے دماغ میں آخر کب باتیں کیا کرتے تھے۔ اس کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ بعد میں بیرون نے مونو ریٹا کے دماغ کو لاک کر دیا کیونکہ اب وہی دوست دشمن بنا کر اس کی بیوی کے ذریعے اس کی دن رات کی مصروفیات سے آگاہ ہوتے رہتے پھر انہیں یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ وہ اب چیچ پال کے دماغ میں خاموشی سے جاتا آتا رہتا ہے۔

مونو ریٹا نے کہا "بیرون! ہماری ان سے کتنی گہری اپنی تھی۔ ہم رشتے داروں کی طرح ساتھ رہتے تھے۔ اب انہوں کی طرح ان کے پیچھے بڑگئے ہو۔"

"کیا میں ان سے دشمنی کر رہا ہوں؟ تم مجھے الزام دے رہی ہو؟ کیا یہ نہیں جانتی ہو کہ پہلے انہوں نے دشمنی کی ابتدا نہ کی۔ مجھے اپنی نیم سے چپ چاپ انگ کر دیا۔ یہ ظاہر رہتا رہے کہ مجھے قابل اعتماد دوست سمجھتے تھے مگر نہیں سمجھتے تھے۔ اپنے اہم راز مجھ سے چھپانے لگے تھے۔"

"زرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچو اور سمجھو وہ درست تھے۔ بڑی سونیا نے تمہیں نہپ کیا تھا۔ وہ تمہارے دماغ میں جگہ اپنی تھیں۔ ایسے میں تم پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا تھا؟ تمہیں ان کی جو بھی بات بتائی جاتی، وہ میڈم کو معلوم ہو جاتی۔ تم علمی میں میڈم کی معلومات کا ذریعہ بن رہے ہو۔"

"میں نہیں مانتا۔ سونیا اب میرے دماغ میں نہیں آتی۔ بس میں نے اپنے اندر بھی اسے محسوس نہیں کیا ہے۔ میں ل کے ٹکٹے میں ہوتا تو وہ مجھ سے غلاموں کی طرح کام لیتی۔"

انہوں نے تمہیں صرف معلومات کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ میڈم تمہارے پاس آتی ہوں گی۔ خاموشی سے معلومات حاصل کر کے چلی جاتی ہوں گی۔ کیا تم یقین سے کہہ سکتے ہو کہ وہ ایسا نہیں کر سکتی ہوں گی؟"

"کیا تم یقین سے کہہ سکتی ہو کہ وہ ایسا کرتی ہیں؟" "ہاں یقین سے کہتی ہو۔ کوئی بھی ٹیلی جیتھی جانے والا کسی دوسرے کو اپنا معمول بنا کر پوچھنا آزاد نہیں چھوڑ دیتا۔ میڈم نے تمہیں کیوں چھوڑ دیا۔ کیا تم فریادی ٹیلی میں بہت جیتے بن گئے تھے؟ کیا میڈم جیسی مصروف عورت نے تمہیں معمول بنا کر آزاد چھوڑنے میں اپنا وقت ضائع کیا ہو گا؟"

"تم بیشہ چیچ پال اور ان تینوں کی حمایت میں کیوں بولتی رہتی ہو؟ کیا وہ تمہارے گئے ہیں؟" "کیا میڈم تمہاری سگی ہیں؟ تم بھول گئے کہ چیچ پال مائیک مورو جوزف ولسکی اور بڈی رابرٹ کے رشتے داروں سے بڑھ کر تھے۔ اب بھی ان کی محبت کا ثبوت یہ ہے کہ وہ تمہیں تنہا دیکھ کر تم سے دشمنی نہیں کر رہے ہیں۔ وہ چاہتے تو میرے ذریعے تمہیں اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے اپنا معمول اور حکومت بنا سکتے تھے۔ مگر وہ ایسا نہیں کر رہے ہیں۔"

وہ ہنسنے ہوئے بولا "وہ تمہارے ذریعے مجھے کیسے نہپ کریں گے۔ میں تمہارے دماغ کو لاک کر چکا ہوں۔" "یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ جب تم میرے دماغ کو لاک کر رہے تھے تو وہ میرے بھائی جیسے مائیک مورو اور جوزف ولسکی میرے اندر موجود تھے۔ وہ میرے دماغ پر قبضہ ہمارے تمہیں نقصان پہنچا سکتے تھے۔ میرے ذریعے ان لوگوں کے اندر پہنچ سکتے تھے۔ جن سے تم کلوں میں ملتے رہتے ہو۔ وہ ان لوگوں کو آلہ کار بنا کر تمہیں دماغی کمزوری میں مبتلا کر سکتے تھے۔ تمہیں ٹیلی جیتھی سے محروم کر سکتے تھے۔"

"یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟ کیا تمہارا دماغ لاکڈ نہیں ہے؟ وہ تمہارے اندر آتے ہیں؟"

وہ دونوں میاں بیوی ناشتا کر رہے تھے۔ مونو ریٹا نے دو پیمپوں میں چائے بنا کر ایک پالی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "ہم پچھلے آٹھ برسوں سے ازدواجی زندگی گزار رہے ہیں۔ کیا تمہیں میری وفاداری پر شبہ ہے؟ کیا میں تمہیں کبھی نقصان پہنچانے والا کام کر سکتی ہوں؟"

"میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ تم بد وفا ہو مگر تم نے اب تک یہ بات کیوں چھپائی کہ مائیک مورو اور جوزف ولسکی نے میرے غوی عمل کو ناکام بنایا ہے اور وہ تمہارے دماغ میں آتے ہیں؟"

"انہوں نے مجھے کہا تھا کہ تم ان سے لاکھ دشمنی کرو۔ وہ تمہیں کبھی کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ وہ چاہتے

ہیں کہ میں تمہیں سمجھاتی رہوں اور یقین دلاتی رہوں کہ ہم سب پہلے بھی دوست تھے اب بھی ہیں اور ہمیشہ رہیں گے لیکن میں تمہیں سمجھاتے سمجھاتے تھک گئی ہوں۔“ وہ چائے کا ایک کھونٹ لپی کر بولا ”مجھے نہ سمجھاؤ بہتر ہے تم نہیں جانتی ہو۔ میں تمہا ہوں مگر چچا ل اور ان تینوں پر بھاری زد رہا ہوں۔ انہوں نے روس میں فرانفار مر مشین تیار کرنے کا بہت بڑا منصوبہ بنایا ہے اور اس خوش فہمی میں ہیں کہ میں ان کے منصوبے سے بے خبر ہوں۔“

”چچا ل جیسا ذہین شخص کبھی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوتا۔ وہ سب جانتے ہیں کہ تم ان کی اہم میٹنگ کے وقت چچا ل کے اندر چھپے ہوئے تھے۔ اب وہ مجھ سے توثیق ظاہر کر رہے ہیں۔ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ اس اہم منصوبے کا علم میڈم سونیا کو یا کسی کو بھی نہیں ہونا چاہیے اور تم یہ نہیں مان رہے ہو کہ میڈم تمہارے اندر چوری چھپے آئی ہوں گی۔“

بیرون میز پر جھٹکے ہوئے بولا ”پتا نہیں کیوں میرا دل گھبرا رہا۔“

”سو رہنا نے اس کی پالی کو اٹھا کر دیکھا پھر اسے دور رکھتے ہوئے کہا ”تم نے آدھی پالی پی پیے اور نہ چو۔ یہ آدھی پالی میڈم سونیا کو اور کسی بھی نیکی پیچھی جاننے والے کو تمہارے اندر آنے سے روک دے گی۔“

اس نے چونک کر اپنی وفاداری پوی کو دیکھا۔ وہ بولی ”مجھے بے وفائی نہ سمجھنا۔ تم اپنے دشمنوں سے بے خبر ہو اور دوستوں کو دشمن سمجھنے کی حماقت کر رہے ہو۔ تمہیں سچے دوستوں کی طرف لانے کا یہی ایک راستہ تھا۔“

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بیڈ روم کی طرف جانے لگا۔ کمزوری کے باعث ڈنگ لگنے لگا۔ موٹور رٹانے اسے سہارا دینا چاہا۔ وہ اسے دھکا دے کر کمرے میں آگیا۔ بیڈ پر گر کر کمری گری سانس لینے لگا۔ ایسے وقت چچا لاکہ وہ داغی طور سے کتنا کمزور ہو گیا ہے اسے اپنے اندر مایک مو رو کی آواز سنائی دی۔

”سوری بیرون! ہم بہت مجبور ہو کر ایسا کر رہے ہیں۔ تمہارا برین واش ہوگا۔ تمہارے دماغ میں ناپالوجہ نقش ہوگا تو پھر میڈم سونیا کوئی اور تمہارے اندر نہیں آسکے گا۔ اس کے بعد ہم تمام دوست پہلے کی طرح تم پر اعتماد کرنے لگیں گے۔“

وہ سنتے سنتے کمزوری کی شدت سے سو گیا۔ اس پر نیم بے ہوشی طاری ہو گئی۔

○☆☆○

وہ رحمان ہے، جسے چاہتا ہے، عزت دیتا ہے۔ وہ قنار

ہے، جسے چاہتا ہے، ذلت دیتا ہے!

چوبیس برس پہلے میں نے اپنی اس داستان کا آغاز کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ مجھے عزت دے رہا ہے یہ داستان اب تک جاری ہے اور میرے معبود نے چاہا تو یہ میری آخری سانس تک جاری رہے گی۔

میں اپنی داستان کی ابتدا میں کئی برسوں تک اپنے اور سونیا کے سستی خیز واقعات بیان کرتا رہا پھر میرے بیٹے جوان ہو گئے۔ وہ جو ان جن مشکلات اور آزمائشوں سے گزرتے رہے، ان کا ذکر بھی لازمی تھا۔ مجھے خوشی ہے کہ قارئین کرام نے پارس، پورس، علی تیور، فہمی اور عالی وغیرہ کو بڑی لگن سے اور بڑی محبتوں سے پڑھا ہے۔ میرے بچوں نے اس داستان کو چوبیس برس کی طوالت دی۔ اب یہ پچیسواں سال رواں دواں ہیں۔

یہ کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ابتدائے تہذیب سے انسان نے جب سے قلم سنبھالا ہے۔ تب سے اب تک اتنی طویل داستان نہیں لکھی گئی۔ میری پوری داستان اسلام دشمن ممالک کی منغی سیاست کے خلاف ہے۔ میں تمام مسلم ممالک کے ضمیر کو جھنجھوڑنے اور متحد ہو کر رہنے کی باتیں کر رہا ہوں۔

بہر حال اس پچیسویں سال کی ابتدا میں ایک خوشگوار تبدیلی کر رہا ہوں۔ اب میں اپنی داستان کے پس منظر میں نہیں رہوں گا۔ پیش منظر میں رہوں گا۔ میں اپنی اولاد کو میدان عمل میں کندن بنانے کے لیے دور ہی دور سے گائیڈ کرتا رہا تھا۔ ایک طرح سے میں نمند ہو کر رہ گیا تھا۔ آئندہ میری کوشش ہوگی کہ میں خود میدان عمل میں موجود رہوں اور اپنے حالات سے خود نمٹتا رہوں۔

○☆☆○

میں ایک بہت بڑے مشن پر چھن آیا تھا۔ میرے ساتھ جناب عبداللہ واسطی تھے اور احمد زبیری تھے۔ بعد میں علی تیور، لی اور دلیر آفریدی آ گئے تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے۔ ہم نے اپنے وعدے کے مطابق چین کو ایک فرانفار مر مشین تیار کر کے دے دی۔ انہوں نے اس کے عوض ہمیں بابا صاحب کا ادارہ وہاں قائم کرنے کے لیے کئی کم میٹر زمین الاٹ کی تھی۔

جناب عبداللہ واسطی دن رات مصروف رہ کر وہاں مسجد، یونیورسٹی، سائنس اور ٹیکنالوجی، یوگا اور جنازیم اور سرائی کے شعبوں کے لیے عمارتیں تعمیر کر رہے تھے۔ وہاں کے حکام سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ وہ ادارے کے اندرونی

معاملات میں کبھی مداخلت نہیں کریں گے۔ بابا صاحب کے ادارے کے اعلیٰ عہدے داران کی اجازت کے بغیر کوئی اس ادارے کے احاطے کے اندر قدم نہیں رکھے گا۔ چین کی پولیس اور داخلی جہز والے اور آرمی افسران باہر سے اس ادارے کی نگرانی کر سکتے ہیں لیکن اجازت کے بغیر اندر نہیں آسکتے گے۔ وہ اس ادارے کے تقدس کے منافی کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔

ایک طویل عرصے سے ایسی پابندی فرانسیسی حکومت پر بھی تھی۔ حکومت فرانس نے کئی بار جناب فرید واسطی کے ادارے کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی کوششیں کی تھیں لیکن اس ادارے کے روحانیت کے حامل بزرگوں نے اور ہم ٹیلی پیجھی جانے والوں نے ان کی کوششوں کو ناکام بنا دیا تھا۔

جناب عبداللہ واسطی نے فرانس کے بابا صاحب کے ادارے کی پوری، ہسٹری کتاب کی صورت میں چینی حکام کو پیش کی تھی تاکہ وہ اس کا مطالعہ کریں اور اس ملک میں قائم ہونے والے ادارے کے اندرونی معاملات میں کبھی مداخلت نہ کریں۔

دیکھا جائے تو ہم بابا صاحب کے ادارے کے نام سے چین میں ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست قائم کر رہے تھے۔ فرانس اور یورپ کے دوسرے ملکوں کو یہ فلق تھا کہ ان ممالک کے درمیان ایک اسلامی پہاڑ ابھرا ہوا ہے، جسے نہ کاٹا جاسکتا ہے، نہ ہم کے دھماکوں سے تباہ کیا جاسکتا ہے۔ ہوسکتا ہے، کبھی چینی حکام بھی اسی فلق سے گزریں۔ اس سے پہلے ہی ہم نے ان سے مسلح فزیری معاہدہ کر لیا تھا۔

موجودہ دور کے مطابق چینی حکام کی نظروں میں فرانفار مر مشین بہت ضروری تھی۔ وہ مشین تیار ہو چکی تھی اور اب وہ اپنی آرمی کے جوانوں اور سرائی رساں کو ٹیلی فنی کے ہتھیار سے لیس کر رہے تھے۔ اسی مشین کے ذریعے ہم نے لی، دلیر آفریدی اور احمد زبیری کی محبوبہ ماریہ کو ٹیلی فنی کاظم دیا تھا۔ وہ خیال خوانی کے قابل ہو گئے تھے اور بہت خوش تھے۔

جناب عبداللہ واسطی نے کہا ”میں بابا صاحب کا ادارہ قائم ہو رہا ہے۔ لی، ماریہ، دلیر آفریدی اور احمد زبیری کو اس ادارے کی خدمت کے لیے یہاں کی رہائش گاہوں میں مستقل قیام کرنا چاہیے۔ فرہاد اور علی تیور جاسکتے ہیں یا نہ کہتے ہیں۔ یہ ان کی اپنی مرضی پر ہے۔“

ہم اس خفیہ اڈے میں نہیں جاتے تھے، جہاں مشین تیار کی گئی تھی۔ ہمارا وہاں کوئی کام نہیں رہا تھا۔ علی دوسرے

دن ہی اپنی شریک حیات فہمی سے ملنے کے لیے وہاں سے روانہ ہو گیا۔ مجھے ایک آرمی افسر نے بڑی محبت سے روک لیا۔ وہ اور اس کی بیوی بچے میرے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتے تھے۔ اس آرمی افسر کا نام لیو جن تھا۔ اس نے کہا ”ہم نیپلی کے ساتھ صبح سے شام تک پبلک مٹائیں گے۔ رات کو بیچنگ واپس آجائیں گے پھر عورتوں بچوں کو یہاں چھوڑ کر ہانگ کانگ جائیں گے۔“

ہانگ برطانیہ کے تسلط سے آزاد ہو چکا تھا اور وہ چین کا حصہ تھا۔ لیو جن نے کہا ”مجھے بھی ہانگ کانگ جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ وہ شرمین الاقوامی شہرت کا حامل ہے۔ اسے زندگی میں ایک بار ضرور دیکھنا چاہیے۔“

میر لیو جن کی ایک بیوی، ایک جوان بیٹی اور دو بیٹے تھے۔ آرمی کے کئی جوانوں اور افسروں کی طرح لیو جن کو بھی فرانفار مر مشین سے گزارا کیا تھا۔ اس نے پہلی بار خیال خوانی کر کے خوش ہو کر کہا تھا ”مسٹر فرہاد! یہ علم تو ایک زبردست جادو ہے۔ میں نے سب سے پہلے ایک مسٹر بفسر کے دماغ میں پچھپنا چاہا تو وہاں پہنچ کر حیران رہ گیا۔ سین سین آٹیاک میں اس کے اٹھتے برے تمام خیالات پڑھ رہا ہوں۔“

میں نے اسے مبارک باد دیتے ہوئے کہا تھا ”جتنے لوگوں کے خیالات پڑھتے رہو گے، اتنی ہی حیرانی کم ہوتی جائے گی۔ یہ بنیادی بات معلوم ہو جائے گا کہ انسان جیسا خود کو ظاہر کرتا ہے، ویسا اندر سے نیک اور دیانت دار نہیں ہوتا۔ اپنے اندر بہت سا جھوٹ اور فریب چھپا کر رکھتا ہے۔“

”بے شک ہے۔ علم خدا کا بہترین عطیہ ہے۔ اب کوئی مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکے گا۔ کوئی مجھے فریب نہیں دے سکے گا۔ میں اس کے دماغ میں کھس کر اسے پکڑوں گا۔“

میں نے مسکرا کر کہا ”میں تیس برسوں سے خیال خوانی کر رہا ہوں۔ اس کے باوجود دھوکا کھا جاتا ہوں۔ جھوٹے جھوٹ بول کر نکل جاتے ہیں۔ مجھے بعد میں پتا چلتا ہے۔“

”آپ ان کے دماغوں میں جا کر جھوٹ اور فریب کو پکڑتے نہیں ہوں گے۔“

”بعض افراد تو کئی عمل کے ذریعے اپنے چور خیالات کے خانے کو لاک کر لیتے ہیں۔ ہم خیال خوانی کے ذریعے ان کے سطحی خیالات کو پڑھتے ہیں مگر چھپے ہوئے چور خیالات کو پڑھنے میں ناکام رہتے ہیں۔“

اس نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا ”چور خیالات کے خانے کو کھولنے کی تدبیر نہیں کی جاسکتی؟“

کتابیات سہل کیشنز

دبوتا

کتابیات سہل کیشنز

”ایک ہی طریقہ ہے کہ اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے یا زخمی کر کے دماغی طور پر کمزور بنا دیا جائے۔ اس طرح اس پر کیا ہو انہی عمل زائل ہو جاتا ہے۔“

”مسٹر فریڈ! ہمیں آپ سے بہت کچھ سیکھنا ہو گا۔ ویسے آپ نے یہ سب کچھ کیسے سیکھا ہے؟“

”زندگی میں مشکلات پیش آتی رہیں اور میں تجربات حاصل کرتا رہا۔ جو کہ تو ذکر نہا اور تو ذکر نہا۔ جو طریقہ میں نے تمہیں بتایا ہے، یہ تو فیلی جیٹھی کی دنیا میں عام ہو چکا ہے۔“

میں دوسرے دن اس کی فیملی کے ساتھ جینگ سے پچاس کلومیٹر دور پکنک کے لیے گیا وہ پکنک ایسا بہت خوب صورت تھا۔ اس کی بیوی جو ان بیٹی اور بیٹے مجھے بہت چاہتے تھے انہوں نے میرے بارے میں بہت کچھ سنا تھا اور آنکھوں سے بھی دیکھ رہے تھے میں نے بابا صاحب کے ادارے سے مشین کا نقشہ یہاں تک لانے کے دوران میں کس طرح علی، ملی اور دلیر آفریدی سے کام لیا تھا اور کس طرح بے شمار دشمنوں کو اس سلسلے میں دھوکا دیتا رہا تھا، یہ ساری باتیں آری افسران اپنے لوگوں کو سناتے رہتے تھے ان کی عورتوں اور بچوں نے بھی بہت کچھ سنا تھا۔

لیو جیٹھی کی بیٹی ملی صبح سے شام تک میرے ساتھ لگی رہی۔ مجھ سے بہت سارے سوالات کرتی رہی۔ مجھ سے اتنی متاثر تھی کہ اس نے اپنے بیجر پاپ اور ماں کے سامنے پوچھا ”مسٹر فریڈ! مجھ سے شادی کرو گے؟“

میں نے ایک وقفہ لگایا پھر کہا ”میرے بیٹے جو ان ہیں اور بچے بد معاش ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی فوراً تمہاری آفر قبول کر لے گا۔ مائی سوٹ بے بی! اپنی عمو والوں کو ایسی آفر دینی چاہیے۔“

”تمہارے بیٹے جو ان ہیں تو کیا ہوا؟ کیا جو ان بیٹوں کے باپ شاداں نہیں کرتے ہیں پھر تم جو ان ہی لگتے ہو۔ کہیں سے بوڑھے دکھائی نہیں دیتے کیا کہیں آئینہ دکھاؤں۔“

بیجر نے کہا ”کرنلی! بحث نہ کرو۔ مسٹر فریڈ میرے ہم عمر ہیں۔ انہیں ایک بزرگ کا احترام دو۔“

وہ بولی ”ہم جس سے محبت کرتے ہیں اس کی عزت بھی کرتے ہیں اور احترام بھی۔ میں مسٹر فریڈ سے بڑے احترام کے ساتھ محبت کر رہی ہوں پھر میری محبت پر کیوں اعتراض کیا جا رہا ہے؟“

اس کی ماں نے کہا ”مسٹر فریڈ! یہ سر پھر ہی ہے۔ تم اسے نظر انداز کرتے رہو۔“

میں تو بزرگانہ انداز میں اسے نظر انداز کر رہا تھا لیکن وہ جیسے کبلر کی طرح لپٹ گئی تھی۔ وہی کمات صادق آری

تھی کہ ”میں تو کمبل کو چھوڑ رہا ہوں مگر کمبل مجھے نہیں چھوڑ رہا ہے۔“ وہ پکنک سے واپسی پر بھی گاڑی میں مجھ سے لگی بیٹھی رہی۔ کبھی کبھی دوسروں کی نظریں بچا کر ایسی حرکتیں کرتی رہی کہ سوچا ہوا شیطان بھی بیدار ہو جاتا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے کشمکش کیا۔ اسے جذباتی پھیر چھڑا کر باز رکھا پھر اس کے گھر پہنچنے کی ان سے رخصت ہو کر اپنی رہائش گاہ میں جانا چاہا مگر رکنا پڑ گیا۔ آری کا ایک افسر چند مسلح جوانوں کے ساتھ وہاں آیا۔ اس نے کہا ”ایک بری فائر ہے۔ ہمارے ہیڈ کوارٹر کے ریکارڈ روم سے ایک مائیکرو فلم غائب ہے۔“

میں نے جراتی سے پوچھا ”کون سی مائیکرو فلم؟“

”وہی جس میں ٹرانسفا ر مشین کا نقشہ تھا۔ ریکارڈ روم کے تمام عہدے داروں کو گرفتار کر کے ان سے پوچھا جا رہا ہے۔ کتنے ہی ٹیلی جیٹھی جاننے والے ان کے دماغوں میں گھس کر ان کے چور خیالات پڑھ رہے ہیں لیکن مائیکرو فلم چرانے والے کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔“

میں نے کہا ”کسی ٹیلی جیٹھی جاننے والے نے چوری کی ہے۔ اس نے ریکارڈ روم کے کسی عہدے دار کو پھانسا کر لیا ہو گا۔ اس نے محروم ہو کر وہاں سے فلم چا کر اپنے عامل کو دی ہوگی۔ بعد میں اس کے دماغ سے اس چوری کو بھلا دیا گیا ہو گا۔ اب اس کے چور خیالات پڑھنے سے کبھی یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ اس نے چوری کی ہے۔ ہمیں یہ معلوم کرنا ہو گا کہ وہ چوری کرانے والا عامل کون ہے؟“

آری افسر نے کہا ”ہمارے ٹیلی جیٹھی جاننے والے آری افسروں اور جوانوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ ان ہی ٹیلی جیٹھی جاننے والوں میں سے کسی نے ہمارے اعتماد کو دھوکا دیا ہے اور وہ مائیکرو فلم لے گیا ہے۔“

بیجر لیو جیٹھی نے کہا ”ابھی ایک ہفتے پہلے ٹیلی جیٹھی سکھانے کی ابتدا کی گئی تھی۔ بہت سوچ سمجھ کر ایک ایک کی ہسٹری پڑھی گئی تھی۔ پہلے ایک ماہ سے انہیں کڑی آزمائشوں سے گزارا کیا۔ جب ان پر مکمل اعتماد ہو گیا، جب انہیں مشین کے ذریعے ٹیلی جیٹھی سکھائی گئی ہے۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ ہمارے قابل اعتماد لوگوں میں سے کسی نے وہ چوری کی ہے۔“

میں نے کہا ”بیجر! تمہاری فوج کے افسروں اور جوانوں پر الزام آ رہا ہے اور یہ تمہیں یہ برا لگ رہا ہے مگر میری بات کو سمجھو۔ تم میں سے کسی نے چوری نہیں کی لیکن کوئی تم سے کسی کو آلہ کار تو بنا سکتا ہے؟“

اس نے تھوڑی دیر سوچا پھر قائل ہو کر کہا ”ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ کون ہو سکتا ہے؟“

”تمہیں اسی بات پر غور کرنا ہے۔“

”مجم بہت زبردست ہے۔ آری کے افسران تک اس کی پہنچ ہے اور وہ ٹیلی جیٹھی جانتا ہے۔“

میں نے کہا ”ضروری نہیں ہے کہ وہ ٹیلی جیٹھی جانتا ہو۔ ایسے لوگوں کا بھی محاسبہ کرو جو پھانسا کر مارتے ہیں۔ مجرم نے تو صرف کسی کو پھانسا کر لیا ہو گا۔ کسی کو آلہ کار بنایا ہو گا۔ باقی چوری کا کام اس آلہ کار نے کیا ہے۔“

مونا لیل فون کا بیزر سنائی دیا۔ آری افسر نے اس کا ٹیٹن دبا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا ”ہیلو؟“

دوسری طرف سے آواز سنائی دی ”سرا! میں کیٹین بول رہا ہوں۔ ٹرانسفا ر مشین تیار کرنے والوں میں ہمارا ایک ماہر کمینک یاگ سو بھی تھا۔ وہ پچھلی رات اپنے گھر والوں سے یہ کہہ کر گیا تھا کہ ڈیوٹی پر جا رہا ہے جبکہ مشین تیار ہونے کے بعد اسے ڈیوٹی سے فارغ کر دیا گیا تھا۔ اسے دو ہفتے کی چھٹی دی گئی تھی۔ وہ گھر والوں سے مجھٹ بول کر گیا ہے اور چوبیس گھنٹے گزارنے کے بعد بھی واپس نہیں آیا ہے۔“

آری افسر نے کہا ”ہمارے ٹیلی جیٹھی جاننے والے سراغ رسالوں کو یاگ سو کے دماغ میں جا کر اس کا سراغ لگانا چاہیے۔ کیا ایسا ممکن ہے؟“

”جی ہاں۔ پہلے ایک سراغ رسالے کو کہنا کہ اس کے دماغ تک پہنچنے میں... وہ بار بار سانس روک کر بھگا دیتا ہے پھر دوسرے سراغ رسالوں نے بھی اس سے رابطہ کرنا چاہا مگر وہ اپنے اندر آنے نہیں دے رہا ہے۔“

میں اس چینی کمینک یاگ سو کو اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ خفیہ اڈے میں علی تیمور اور دوسرے ماہروں کے ساتھ کام کرتا رہا تھا۔ وہ تیس برس کا ایک محب وطن جوان تھا۔ اپنی حکومت سے غداری نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے آری افسر سے کہا ”یاگ سو کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ چوری نہیں کرے گا پھر یہ کہ وہ کبھی آری ہیڈ کوارٹر نہیں جاتا ہے۔ ہمارے دشمن نے اچھی طرح منظم ہو کر ایسی واردات کی ہے۔ یاگ سو کے دماغ کو لاگ کر دیا ہے۔ ہم میں سے کوئی اس کے اندر نہیں جاسکے گا۔“

آری افسر نے کہا ”یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ دشمنوں کو مشین تیار کرنے والے ایک ماہر کمینک کی بھی ضرورت ہے۔ اب وہ مائیکرو فلم کے نقشے کے مطابق یاگ سو سے جبراً مشین تیار کرانے لگے۔“

میں نے کہا ”وہ لوگ اس ملک میں مشین تیار کرنے کی مہارت نہیں کریں گے۔ وہ یاگ سو کو اس ملک سے باہر لے گئے ہوں گے۔ مائیکرو فلم بھی باہر جا چکی ہوگی یا اسے چھپا کر لے جانے کی کوشش کی جا رہی ہوگی۔“

”ایک اندازے کے مطابق وہ مائیکرو فلم دوپہر کو چرائی گئی ہے۔ یعنی چھ گھنٹے کے اندر کسی وقت چرائی گئی ہے۔ وہ بالی اڑتیں جابیں گے کیونکہ اڑتوں میں ایسے دشمن کے ذریعے اور دوسرے الیکٹرانک آلات کے ذریعے جینگ ہوتی ہے۔ وہ بالی دے سے ملک کے باہر جاسکتے ہیں۔“

”جب سے ہانگ کانگ تک جانے کے لیے راستہ کھلا ہے، اسٹروں کے لیے بڑی آسانی ہو گئی ہے۔ وہ مائیکرو فلم لے جانے کے لیے یہی آسان ترین راستہ اختیار کریں گے۔“

بیجر لیو جیٹھی نے کہا ”کل صبح ہم بھی ہانگ کانگ جا رہے ہیں۔ مسٹر فریڈ! ہم تمام چیک پوسٹوں پر ایک ایک ٹیلی جیٹھی جاننے والے آری جوان کی ڈیوٹی لگاتے جابیں گے۔ کیٹین! ہانگ کانگ اور کینیڈا تک جانے والی قومی شاہراہوں کی تمام چیک پوسٹوں کی طرف ٹیلی جیٹھی جاننے والے جوانوں کو پہلی کاہیز کے ذریعے روانہ کرو۔ ہم اپنے ملک سے ایک تنکا بھی چرا کر لے جانے نہیں دیں گے۔“

اس کے حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ میں نے کہا ”بیجر! میں اپنے ہنگامے میں جا رہا ہوں۔ کل صبح ہم یہاں سے ہانگ کانگ کے لیے روانہ ہوں گے۔ ہم نے پہلے ہی وہاں جانے کا پروگرام بنایا تھا۔ شاید تقدیر میں یہی لکھا ہو کہ وہ مجرم میرے ہی ہاتھوں سے پکڑے جائیں۔“

میں نے بیجر سے مصافحہ کیا پھر اس آری افسر کے ساتھ اس کی گاڑی میں بیٹھ کر جانے لگا۔ وہ ٹیلی جیٹھی جاننے والے فوجی جوانوں کو ہیڈ کوارٹر کے پہلی پیزر پہنچنے کا حکم دے رہا تھا۔ ہم اس پہلی پیزر تک پہنچے تو تقریباً چالیس جوان مسلح ہو کر وہاں چار قطاروں میں کھڑے ہوئے تھے۔ انہیں قومی شاہراہوں کی مختلف چیک پوسٹوں تک پہنچانے کے لیے چھ پہلی کاہیز تیار کئے تھے۔

میں نے ان سے کہا ”ہماری ایک ماہر مائیکرو فلم چرائی گئی ہے۔ تم سب اپنی چیک پوسٹوں میں رہ کر وہاں سے گزرنے والی ہر گاڑی اور ہر مسافروں کو چیک کرو گے۔ کوئی اعلیٰ آری افسر ہو یا اعلیٰ حکم ہو۔ اس کے بھی دماغ میں پہنچ کر اس کے لباس وغیرہ کی تلاشی لو۔“

انہیں سراغ رسائی کے مختلف الیکٹرونک آلات دیے جا رہے تھے۔ میں نے کہا ”مائیکرو فلم کا سائز ایک انچ ہے۔ لہذا اوتھ پیٹ، ڈاؤن کی ٹیبلٹ اور خواتین کی لپ اسٹک کو پوری توجہ سے چیک کیا جائے کسی ریشہ ہو کہ تم اس کے چور خیالات نہیں پڑھ پا رہے ہو تو انجکشن کے ذریعے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے اس کے چور خیالات پڑھو۔ اس سلسلے میں کسی سے رعایت نہ کرو۔“

میں نے انہیں ضروری ہدایات دیں۔ وہ سب بجلی کا پڑو
میں وہاں سے روانہ ہو گئے۔ میں بڑی دیر تک کئی آدمی
افران سے مشین کے نقشے کے سلسلے میں گفتگو کرتا رہا۔ میں
نے یقین دلایا کہ مائیکرو فلم لے جانے والا ایماں سے ہانگ
کا لنگ تک کہیں بھی ہوگا تو مجھ سے بچ کر نہیں جاسکے گا۔ وہ
فلم ریکارڈ روم میں واپس آئے گی۔

میں ان سب سے رخصت ہو کر ہیڈ کوارٹر سے آ گیا۔
میں نے بیٹنگ میں پہنچا تو آدمی رات ہو رہی تھی۔ دروازے پر
ن میری پچھلی حس نے کہا "غلو ہے۔"

اندر روشنی تھی۔ جبکہ میں نے کسی بھی کمرے کی لائٹ
آن نہیں رکھی تھی۔ میں تو صبح سے گیا ہوا تھا۔ دن کو لائٹ
جلا کر نہیں جاسکتا تھا۔ میں نے دے قدموں چلتے ہوئے کھڑکی
کے پاس آ کر دیکھا۔ وہاں بلائینڈ شیشے لگے ہوئے تھے۔ آ رہا
دھکائی نہیں دیتا تھا۔ میں نے بیٹنگ کے پیچھے آ کر دیکھا۔ کچن
میں بھی روشنی تھی۔ چور ڈاکو دشمن اتنے دلیر نہیں ہوتے کہ
گھر میں گھس کر پورے گھر کو روشن رکھیں۔ میں نے کچن کے
دروازے کو کھولا تاہا تو وہ کھل گیا۔ میں نے اندر آ کر دیکھا۔
کوئی نہیں تھا۔ کچن سے گزر کر ایک کوریڈور میں آیا تو بجلی
بلیک سرکلی سی لنگناٹ سنائی دی۔ میں کسی حد تک سمجھ گیا۔
اس کے دماغ میں پہنچا تو اندازہ درست نکلا۔ وہ کم ل تھی۔

میں نے بیڈ روم کے دروازے پر آ کر پوچھا "یہ کیا
حرکت ہے؟ تم نے یہ دروازے کیسے کھولے؟"

وہ مسکرا کر بولی "آری آفیسر کی بیٹی ہوں۔ میں نے
سراغ رسائی کی ٹریننگ حاصل کی ہے۔ مشکل سے مشکل
تالے اور داؤں کے بند دروازے کھول لیتی ہوں۔ مائی ڈیر!

دل کا دروازہ کھول دو۔"

وہ دونوں بائیں پھیلا کر میری طرف آنے لگی۔ میں نے
فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے آگے بڑھنے سے روک
دیا۔ وہ پریشان ہو کر میری طرف قدم اٹھانے کی کوشش کرنے
لگی پھر بولی "اچھا تم میرے دماغ میں ہو۔ یہ کیا حرکت ہے؟
کیا پیار کے لمحات کو اس طرح فریڈ کیا جاتا ہے؟"

"تم نے پیار کے لمحات کہاں کہاں گزارے ہیں اور کس
طرح پارسا بن کر رہتی ہو۔ یہ میں چلک کے دوران میں ہی
تمہارے خیالات سبزہ کر معلوم کر چکا ہوں۔"

"ظاہر ہے، تم نیلی بیٹی جی جانتے ہو۔ میرے بارے میں
جس قدر جان لو، کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم میرے حواس پر
چھا گئے ہو۔ میری طلب کو، میری شدت کو سمجھو اور بہتی لگا
میں ہاتھ دھو لو۔"

"تم نے میری ہسٹری پڑھی ہے۔ میرے مزاج کو اور
میرے معیار کو نہیں سمجھا ہے۔ میں جموں برتن میں نہیں

کھاتا۔ تمہاری جوانی، تمہارا حسن میرے لیے کھونا سک
ہے۔"

"تم میری اسلٹ کر رہے ہو۔ میرے دماغ سے نکلو۔
مجھے آزاد چھوڑ دو پھر دیکھو تمہیں کیسے دیوانہ بناؤں گی۔"

"مجھے تم پر ترس آ رہا ہے۔ میں ابھی تمہارے باپ کو
تمہاری ان حرکتوں کے بارے میں بتا سکتا ہوں مگر وہ تمہاری
بے راہ روی کو خوب سمجھتا ہے۔ یہ سن کر پریشان ہو جائے گا
کہ تم یہاں آئی ہو۔"

میں نے اسے ایک جگہ روک رکھا تھا پھر اس کے دماغ
کو ڈھیل دیتے ہوئے بولا "یہاں سے سیدھی گھر جاؤ۔"
وہ نیلی بیٹی کی گرفت سے نکلنے ہی پھر دوڑتے ہوئے آ کر
مجھ سے پلٹ گئی۔ میں نے اس کے دماغ کو ہلکا سا جھکا دیا۔
جیسے کسی نے اسے دھکا دیا ہو، وہ مجھ سے الگ ہو کر پیچھے چلی
گئی۔ وہ بولی "تم مجھے دھکا دے رہے ہو؟"

میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا "دیکھ لو۔ میں نے تمہیں
ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ کیونکہ تم اس قابل نہیں ہو۔"

اس نے بے بسی سے کہا "مجھے دھکا دو۔ بھگا دو مگر
ایک بار سینے سے لگا کر خوب پیار دو۔"

"کم لی! امین تمہارے ساتھ وقت ضائع نہیں کروں گا۔
مجھے سونا ہے اور صبح تمہارے باپ کے ساتھ جانا ہے۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ بنایا۔ وہ دوڑتی ہوئی
میرے قریب سے گزر کر بیڈ روم کے باہر نکل پھر ڈرائنگ روم
سے گزر کر بیٹنگ کے باہر جانے لگی۔ میں نے وہاں آ کر
دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ کچن کے دروازے کو بھی
اندر سے بند کیا۔ تمام تیاں بجھا دیں۔ سونے کے لیے بیڈ روم
میں آیا تو دروازہ پھٹنے کی آوازیں سنائی دیں۔ میں بیزار ہو گیا
وہ پھر پلٹ کر آئی تھی۔

اس بار میں نے اسے دوڑاتے ہوئے اس کے باپ کے
پاس پہنچا دیا۔ مجھ نے اسے دیکھ کر حیرانی سے پوچھا "کہاں
سے دوڑتی آ رہی ہو؟ تم اتنی رات کو کہاں تھی؟"

وہ ہانپتے ہوئے بولی "فریاد کے بیٹنگ میں تھی۔ وہ بہت
ذلیل ہے۔ اس نے میرے پیار کی قدر نہیں کی۔ مجھے وہاں
سے بھگا دیا۔ میں اسے نہیں چھوڑوں گی پھر اس کے پاس
جاؤں گی۔"

بجھنے کے ایک زوردار طمانچہ رسید کیا پھر کہا "تم فریاد کی
نظروں میں مجھے گرا رہی ہو۔ چلو اپنے کمرے میں۔"

وہ اسے ٹھپکتا ہوا ایک کمرے کے پاس آیا پھر اسے دھکا
دے کر دروازہ بند کرتے ہوئے بولا "تم یہاں اس وقت تک
بند رہو گی۔ جب تک کہ میں فریاد کے ساتھ یہاں سے چلا نہ
جاؤں۔ تم نے مجھے منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا ہے۔"

مجھے اطمینان ہوا کہ وہ ہمارے یہاں سے روانہ ہونے
کے بعد ہی کمرے سے نکلے گی۔ میں نے سنے سے پہلے
آنکھیں بند کر کے دماغ کو ہدایات دیں کہ میں آسودگی سے
سوتا رہوں۔ کم ل جیسی کوئی بلا آئے تو میری آنکھ کھل
جائے ورنہ صبح پانچ بجے تک سوتا رہوں گا۔ بہر حال میں
سو گیا۔

وہاں کے اعلیٰ حکام اور آری افسران نے دو روز پہلے
مجھے بڑی شان دار الوداعی پارٹی دی تھی۔

میں جناب عبداللہ واسطی سے بھی ملاقات کر چکا تھا۔
دوسرے دن صبح آٹھ بجے میجر کیو جن کی گاڑی میں روانہ
ہو گیا۔ بیٹنگ شہر کو فریاد کہہ دیا۔ بیجر نے راستے میں کہا "میں
شرمندہ ہوں کہ پچھلی رات میری بیٹی نے تمہیں پریشان کیا
تھا۔"

میں نے کہا "کوئی بات نہیں۔ تم خواہ مخواہ شرمندہ
ہو رہے ہو۔ جبکہ میں نے کوئی شکایت نہیں کی ہے۔"

"تم نے شکایت نہیں کی مگر ہمارے بارے میں اچھا تاثر
لے کر نہیں جا رہے ہو۔"

"میں تمہارے بارے میں اچھا تاثر لے کر جا رہا ہوں۔
تم میرے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتے ہو۔"

وہ مسکرا کر بولا "میں تمہارے خیالات پڑھوں گا تو تم بھی
میرے خیالات پڑھنا چاہو گے۔ میں پڑھنے نہیں دوں گا
کیونکہ اور شرمندگی ہوگی۔ ابھی ہم اندر سے تھوڑے بہت
شیطان ہوتے ہیں۔ اس بڑھاپے میں بھی تھوڑی مستی کر لیا
کرتا ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا۔ آگے تم سمجھ
دار ہو۔"

میں ہنسنے لگا۔ پہلی چیک پوسٹ پر ہمیں روک لیا گیا۔ میں نے
آری کے جوانوں کو کچن سے تاکید کی تھی کہ وہ کسی اعلیٰ حاکم
اور آری کے اعلیٰ افسر کو بھی بیٹنگ کے بغیر چیک پوسٹ سے
آگے نہ جانے دیں۔ وہاں دو نیلی بیٹیاں جانتے والے فوجی
جوان تھے۔ وہ ہمارے دماغوں میں آئے تو ہم نے سانس نہیں
روکی۔ وہ ہمارے خیالات پڑھنے لگے۔

میں نے مسکرا کر کہا "بجھو! تم مجھے اپنے خیالات پڑھنے
کی اجازت بھی نہ دیتے مگر ایک جوان تمہاری ہسٹری اور مستی
کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر رہا ہے۔ آہ! تم نلتے مجبور
ہو۔"

وہ بولا "بجھو! فریاد! ہم چینی فوج کے سپاہی ہیں۔ فرائض
کی ادائیگی کے لیے جان دے دیتے ہیں۔ یہ جوان تو صرف
میرے کھٹے میٹھے راز معلوم کر رہا ہوگا۔"

اس جوان نے اچھی طرح خیالات پڑھ کر کہا "سرا! میں
نے خیال خوانی کے دوران میں آپ کے ذاتی رازوں کو سٹپی

طور سے پڑھا ہے۔ انسان اچھائیوں اور برائیوں کا مجموعہ
ہے۔ دیئے آپ ایک اچھے انسان ہیں۔"

ان دو جوانوں نے ہمارے خیالات کے ذریعے یہ بھی
معلوم کیا تھا کہ ہمارے سامان میں کوئی مائیکرو فلم یا کسی بھی
مشین کا نقشہ نہیں ہے۔ انہوں نے ہمیں ایک تحریری
اجازت نامہ دیا۔ جس کے مطابق ہم اگلی تمام چیک پوسٹوں
سے کسی بیٹنگ کے بغیر گزر سکتے تھے۔

ہم پھر اگلی منزلوں کی طرف چل پڑے۔ بہت طویل سفر
تھا۔ ہم دوسرے دن شام تک ہانگ ہانگ بیٹھے تھے۔
میں چپن کے مختلف علاقوں کو دیکھنے کے لیے بے طویل سفر کر
تھا۔ میں اور میجر باری باری ڈرائیو کرتے رہے۔ رات کو
صرف چھ گھنٹے سونے کے لیے ایک ہوٹل میں قیام کیا پھر صبح
چار بجے اٹھ کر آگے چل پڑے۔ میجر ٹھکری تھا۔ کسی حسین
اور جوان عورت سے دوستی کر لی تھی۔ وہ آگے کے شریاگ
فونک جانا چاہتی تھی۔ اس نے اپنی گاڑی میں اسے بٹھالیا۔
اس کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ میں نے پوچھا "یہ کیا
حرکت ہے؟"

اس نے التجا آمیز لہجے میں کہا "ایسے ہی وقت دوست
کام آتے ہیں۔ پلیز میرے کام آؤ۔ گاڑی اس میں بھی
تمہارے کام آؤں گا۔ آگے دیکھتے ہوئے ڈرائیو کرتے رہو۔
پیچھے دیکھو گے تو گاڑی کہیں ٹکرا جائے گی۔"

میں وڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے ڈرائیو کرنے لگا۔
جب وہ حین اس کی کار میں آئی تھی۔ تب ہی میں نے
آواز سنی تھی۔ اس کے خیالات پڑھے تھے۔ وہ فکرت تھی۔
اپنا کام نکلنے کے لیے یعنی باگ فوشر تک جانے کے لیے
اور میجر سے اچھی خاصی رقم انٹھنے کے لیے اسے خوش کرنا
چاہتی تھی لیکن میں رنگ میں بھگ ڈالنے لگا۔

چپچپے دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ کبھی کبھی اس کے
دماغ میں جا کر وہاں آ جاتا تھا۔ بیجر اس کا ہاتھ تھام کر اس کی
بھیل کی پشت کو چومنا چاہتا تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق
ہاتھ چھڑا کر بولی "یہ کیا کر رہے ہو؟ تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ
پیاد کہاں سے اشارت کیا جاتا ہے؟ ہاتھ سے نہیں پاؤں
سے، پہلے میرے پیروں کو بوتے دو۔"

وہ خوشامد نہ انداز میں ہنستے ہوئے بولا "کیسی باتیں کرتی
ہو۔ پیاد اوپر سے شروع ہوتا ہے، نیچے ختم ہوتا ہے۔ میں آخر
میں تمہارے قدموں پر گر پڑوں گا۔ یہ جھٹلین پر اس ہے۔
چلو نہ ہاتھ نہ پاؤں! میں تمہاری پیشانی کو چومتا ہوں۔"

"ہرگز نہیں! پیشانی کو بزرگ چومتے ہیں۔ کیا تم میرے
بزرگ ہو؟ کیا مجھے بیٹی سمجھتے ہو؟"

"تو کہہ دو۔ نہ میں بوڑھا ہوں نہ تم بچی ہو۔ ہم تو ہم عمر
کتا بیات پہلی کیشنڈ

ہیں۔ ہاں تو پیشانی سے اشارت لوں؟“

”نہیں پیروں سے۔“

”پلے، مرو کو جھکانا نہیں چاہیے۔ اسی پلے پیار نیچے سے نہیں اوپر سے شروع ہوتا ہے۔“

وہ بولی ”ہمارے خاندان میں نیچے سے شروع ہوتا ہے۔“

”ارے یہ اوپر نیچے کی بحث میں تمہارا شر آجائے گا۔ میں نے تمہاری صورت دیکھنے کے لیے لفٹ نہیں دی ہے۔“

”ٹھک ہے۔ میں ایک شرط پر تمہاری بات مان لوں گی۔ جو مانگوں گی وہ دیتا ہو گا۔“

”دوں گا۔ جان بھی دوں گا۔ تمہارا شر آجائے گا۔ جلدی بولو۔ کیا چاہتی ہو؟“

اس نے کہا ”جسے تم نے سب سے چھپا کر رکھا ہے، وہ چیز مجھے دو۔“

”ایسی کیا چیز ہے، جسے میں نے سب سے چھپا کر رکھا ہے؟ میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔“

”ہے۔ تم اسے اپنے رشتے داروں سے اپنے ساتھیوں سے اور قانون سے چھپا رہے ہو۔“

اس نے ایک دم سے پریشان ہو کر اسے دیکھا۔ میں نے ایک طرف گھاڑی روک کر کہا ”کچھ خرابی ہو گئی ہے۔ میں ٹھیک کر رہا ہوں۔“

میں نے گھاڑی سے نکل کر اس کے ہونٹ کو اٹھایا۔ ہونٹ کی آڑ میں وہ کر اس حینہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میں نے جو ٹھیک شروع کیا تھا۔ اس کا نتیجہ سامنے آنے والا تھا۔

میرجاس کے بازو کو سختی سے پکڑ کر پوچھ رہا تھا ”صاف صاف بولو مگر آہستہ بولو۔ وہ باہر گیا ہے مگر سن سکتا ہے۔“

وہ میری مرضی کے مطابق بولی ”میرجاس ایسی باتیں صاف لفظوں میں نہیں اشاروں میں کی جاتی ہیں۔ اسے میرے حوالے کر دو۔ میں اسے ہانگ کانگ لے جاؤں گی۔“

”اوہ نو۔ وہ چیز مجھے نہیں دی گئی ہے۔ مجھے صرف اتنا ہی کہا گیا تھا کہ میں فریاد کو اپنے ساتھ ہانگ کانگ لے کر آؤں۔ وہ چیز اتنی خود بخود مل جائے گی۔“

وہ بولی ”اس کا مطلب ہے وہ چیز فریاد کے سامان میں کہیں چھپائی گئی ہے اور یہ بات تم بھی نہیں جانتے ہو۔“

”مگر تم کون ہو؟ یہ سب کیسے جانتی ہو؟“

”کی داشتہ ہوں، جس کے لیے تم کام کر رہے ہو۔ اس سے زیادہ نہیں کچھ جانتا نہیں چاہیے۔“

وہ گھاڑی سے باہر نکل کر ایک طرف تیزی سے جانے لگی۔ میرجاس کے خیالات بڑھ کر اس کے بارے میں حقیقت معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا

تھا۔ وہ سوچ رہی تھی ”میں اس کی داشتہ ہوں مگر وہ شراب کے نشے میں مجھے اتنے سیدھے کاموں میں لگا رہتا ہے۔“

لغت ہے اس پر۔ آئندہ میں اس کا کوئی کام نہیں کروں گی۔“ وہ اس کے متعلق تشویش میں مبتلا تھا مگر میں نے اسے کچھ معلوم کرنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کے پاس اگر بولا ”گھاڑی ٹھیک ہو گئی۔ چلنا چاہیے۔ ارے وہ تمہاری وہ کہاں ہے؟“

”وہ چلی گئی۔ بالکل بکواس عورت تھی۔ میں نے اسے بھگا دیا۔“

وہ آگے میرے ساتھ آکر بیٹھ گیا۔ میں نے گھاڑی آگے بڑھا دی۔ اس عورت کے دماغ میں گیا۔ میرجاس کے اندر یہ سوال پیدا کر رہا تھا ”میں کون ہوں؟ کہاں سے آئی ہوں؟“

وہ میری مرضی کے مطابق بولی ”اے کئے! تو کب تک میرے دماغ میں آتا رہے گا۔ کیا تو سمجھتا ہے، میں تیری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی ہوں۔ اب تو میں سانس روک کر تجھے بھگایا کروں گی۔“

میں نے اسے سانس روکنے پر مجبور کیا۔ اس کے سانس روکنے ہی میرجاس کی لہروں کے باہر نکل گئیں۔ وہ میرے پاس دماغی طور پر حاضر ہو کر غصے سے بولا ”ٹشٹ! ٹشٹ! میں نے پوچھا کیا ہوا؟ یہ تم کس پر لغت بھیج رہے ہو؟ کیا اس عورت پر؟“

وہ بولا ”ہاں۔ بڑی بھور پور تھی۔ ہاتھ سے نکل گئی۔ کم بخت نے ہاتھ بھی پکڑنے نہیں دیا۔“

”ابھی تم کہہ رہے تھے کہ بکواس عورت تھی۔ تم نے اسے بھگا دیا۔ یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔“

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دوسری طرف کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔ وہ اس حینہ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کر سکا تھا۔ اس کے دماغ میں بھی نہیں جاسکتا تھا۔ پریشانی سے اسی کے بارے میں سوچ رہا ہو گا۔

مجھے پچھلی رات ہی اس پر شبہ ہوا تھا کہ مائیکرو فلم کی چوری میں وہ بھی کسی نہ کسی طور پر شامل ہے۔ میں اس شبے کی تصدیق کرنا چاہتا تھا۔ اس حینہ کی آمد نے یہ مسئلہ حل کر دیا۔ میں نے اس کے ذریعے اسے باتوں میں الجھا دیا کہ اس کے پاس ایسی چیز ہے، جسے وہ رشتے داروں سے اپنے ساتھیوں سے اور قانون سے چھپا رہا ہے۔ اس بات نے اسے چونکا دیا۔ وہ رازداری سے یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ وہ چیز اسے نہیں دی گئی ہے۔ وہ اپنی ذیولٹی کے مطابق مجھے پھانسی کر ہانگ کانگ لے جا رہا ہے۔

ٹیلی پیٹھی کا علم حاصل کرنا، تقریباً ناممکن ہے۔ اسے حاصل ہو جائے اور حاصل کرنے والا غیر معمولی ذہانت کا

کتا بیات پہلی کیشنرز

268

حامل نہ ہو تو یہ علم اس کے لیے وہاں جان بن جاتا ہے نارنگ اور بھیجا وغیرہ کی مثالوں سے سمجھا جاسکتا ہے اگلے لوگ مکاروں سے نکلی جیسی کی دنیا میں زندہ رہتے ہیں لیکن مکاروں کے لیے بھی ذہانت لازمی ہے اور وہ ذہانت کی کمی کے باعث کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا رہتے ہیں۔

ذہانت یہ ہے کہ مخالفین کی نفسیاتی کمزوریوں کو سمجھا جائے۔ میں نے سبکدوشی کی نفسیاتی کمزوری سے فائدہ اٹھایا۔ وہ ایک حسینہ کی قربت سے جذباتی ہو رہا تھا۔ ایسے جذباتی لمحات میں انسان کی عقل گھاس چرے چلی جاتی ہے۔ میں نے ٹھیک ایسے ہی وقت اچانک نامکرو ظلم کی بات رازدارانہ انداز میں چھیڑی تو اس نے بے اختیار اپنے اندر کی بات اگل دی۔ اس کی ذہن میں یہ بات نہیں آئی کہ میں اس حسینہ کے دماغ میں رہ کر اس کی باتیں سن سکتا ہوں۔

یہ تو معلوم ہو گیا کہ وہ دوست نہیں ہے۔ دوستی کی ذخیرہ پست کرکے کسی گمراہ میں گرانے لے جا رہا ہے۔ میں نے گاڑی کی رفتار تیز کی پھر اچانک بریک لگایا تو وہ ڈیش بورڈ سے ٹکرا گیا۔ میں نے اس کی گردن دبوچ کر پھر اس کے سر کو ڈیش بورڈ سے ٹکرا دیا۔ وہ تکلیف میں مبتلا ہوا لیکن ایک تربیت یافتہ فوجی تھا۔ آسانی سے زیر نہیں ہو سکتا تھا اور فاشنگ کے وقت میرے تجربات پر حاوی بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

میں جانتا تھا اس کے جوانی حملے کا انداز کیا ہوگا۔ اس کے تجربات ٹرننگ فوجی کی حد تک تھے اور میری زندگی تو دن رات خطرناک دشمنوں سے داؤ بیچ میں گزرتی رہی تھی۔ وہ گاڑی کے محدود میدان جنگ میں جو بھی داؤ آ رہا تھا میں اس کا منہ توڑ جواب دے رہا تھا۔ وہ بری طرح زخمی ہو رہا تھا۔ ایسے ہی وقت میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر زلزلے کے جھٹکے دیے تو وہ پچھلے مار کر تڑپا ہوا گاڑی کے باہر جا کر گر پڑا۔ اس کا دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ اس میں اتنی سخت نہیں رہی تھی کہ وہ اٹھ کر بیٹھ سکے۔ وہیں زمین پر پڑا کر رہا تھا۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا کو مخاطب کیا "ہائے جامن! کیا کر رہی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی "بڈھے کو میری یاد آگئی۔ بولو بڑے میاں! ایسے آتا ہوا؟"

"جب عورتیں بچوں کی مائیں بن جاتی ہیں تو اپنے ڈھلکے ہوئے بدن کا صدمہ کم کرنے کے لیے اپنے شوہروں کو بڑے میاں کہتی ہیں۔"

"وہلکا ہوا بدن کہہ رہے ہو۔ اب مجھے دیکھو گے تو دیکھتے ہی رہ جاؤ گے۔ میں آج بھی جناسلک کے مقابلوں میں اول رہتی ہوں۔"

"اور میں دشمنوں کو توڑنے پھوڑنے میں روز اول کی طرح آج بھی اول ہوں۔ میاں ایک بے چارہ نوٹ بھٹ کر زمین پر پڑا ہے۔ میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں اس کے اندر پہنچاؤں گا۔"

وہ میرے پاس آئی۔ میں نے اسے میرے دماغ میں پھنسا کر کہا "میں گاڑی ڈرائیو کر رہا ہوں گا۔ تم اسے پچھلی سیٹ پر لٹا کر پھینکا کر دو اور اسے میرا تابع بنا دو۔"

سبکدوشی کی دماغی تکلیف کچھ کم ہو گئی تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سونیا اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے پچھلی سیٹ پر لے گئی۔ وہ وہاں لیٹ گیا۔ میں نے گاڑی اشارت کر کے آگے بڑھا دی۔

☆

الپا ٹرانس فارمر مشین تیار کرنے کے مراحل سے گزر رہی تھی۔ اب اس کے راستے میں مشکلات اور رکاوٹیں نہیں تھیں۔ وہ پورے یقین کے ساتھ دل ہی دل میں کہتی تھی کہ یارس میرا ہے تو ساری دنیا میری ہے۔ دنیا کے تمام بڑے ممالک اور تمام خطرناک تنظیمیں اب ٹرانس فارمر مشین تیار کرنے سے اسے نہیں روک سکیں گی۔

اس نے پچھلے دنوں یارس سے بدترین دشمنی کی تھی۔ اسے اپنا غلام بنائے رکھنے کے لیے اپنے تمام ذرائع اور تمام صلاحیتیں آزمایا چکی تھی لیکن نتیجے کے طور پر خود اس کی معمول اور کنیز بن گئی تھی۔

اب سے پہلے بھی اس نے ایسی کئی حقائق کی تھیں اور بیش بری طرح ذیل ہوئی تھی۔ اس بار جو حادثہ اسے پیش آیا تھا۔ اس کے نتیجے میں وہ مرگئی تھی یا کوئی دشمن اسے اپنی معمول اور کنیز بنا سکتا تھا۔ ایسے وقت پھر یارس نے اس سے ہمدردی کی تھی اس کے دماغ میں رہ کر بھیجا جیسے دشمن کو بھگا دیا تھا لیکن اس سے ہمدردی کرنے کے باوجود اس نے کبھی محبت سے یا نفرت سے اسے مخاطب نہیں کیا۔ کبھی یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ چپ چاپ اسے دشمنوں سے تحفظ دے رہا ہے۔

دراصل عورت کے ہاتھوں میں ایک ان دیکھی لاشی ہوئی ہے۔ جو ان ہوتے ہی وہ یہ لاشی ہاتھوں میں لے کر تن کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ یہ طے کر لیتی ہے کہ جو مرد اس کی زندگی میں آئے گا، اسے محبت سے لاشی کے ذریعے باغی کرے گی اور نفرت سے لاشی مارتی رہے گی۔

الپا یہی کر رہی تھی۔ جوانی کی ابتدا سے یارس اس کی زندگی میں آیا تھا۔ تب سے وہ اسے کبھی محبت سے یا بک رہی تھی اور کبھی نفرت سے لاشی مار رہی تھی۔ اپنے برے حالات میں اس سے معافیاں مانگتی رہتی تھی اور بہترین

دیوتا

حالات میں اس سے دشمنی کرتی رہتی تھی۔ اب اپنے بدترین حالات میں پورے یقین سے کہہ رہی تھی کہ صرف یارس ہی اس کا مددگار ہے۔ اسے نکلی جیسی جانتے والے دشمنوں سے کوئی نجی قوت نہیں بچا رہی ہے۔ جس کے پیچھے ہلائی دوڑتی ہے وہی محبوب اسے تحفظ فراہم کر رہا ہے۔

اس نے کئی بار سوچ کے ذریعے یارس کو مخاطب کیا "میں جانتی ہوں تم مجھ سے ناراض ہو۔ اس سے پہلے بھی ناراض رہے تھے لیکن برے وقت میں میرے کام آتے رہے تھے۔ اس بار تو میں نے دشمنی کی انتہا کر دی تھی۔ اس کے باوجود تم بڑی خاموشی سے دوستی بنا رہے ہو۔ اگر مجھ میں ذرا سی بھی انسانیت اور شرافت ہے تو اب میں زندگی کی آخری سانس تک تمہارے سامنے سر جھکا کر رہوں گی۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولی رہتی تھی لیکن اسے جواب نہیں ملا تھا۔ وہ کبھی بھی "تمہارے بار کا یہ انداز دنیا سے نرالا ہے۔ مجھ سے اتنی نفرت کرتے ہو کہ مجھ سے بات تک کرنا گوارا نہیں کر رہے ہو اور ایسی خاموش محبت کر رہے ہو کہ دشمنوں سے تحفظ بھی دے رہے ہو اور میرے لیے ٹرانس فارمر مشین تیار کرنے کے راستے بھی ہموار کر رہے ہو۔"

راستے ہموار ہو چکے تھے۔ وہ اپنے فارم ہاؤس کے ایک کانچ میں۔ جبکہ ہنر کے ساتھ رہنے لگی تھی۔ بڑی رازداری سے اس کانچ کے خانے میں وہ مشین تیار کر رہی تھی۔ اس نے اس سلسلے میں چار افراد کو پناہ گزین کیا تھا۔ ان کے دماغوں سے ان کا ماضی اور ان کی شخصیت بھلا دی تھی۔ وہ چاروں اب اسے متعلق اتنا ہی جانتے تھے کہ وہ الپا کے ملازم ہیں۔ کانچ کے پیچھے والے کوارٹرز میں رہتے ہیں اور الپا کے احکامات کی تعمیل کرتے رہتے ہیں۔

وہ کن احکامات کی تعمیل کرتے رہتے ہیں۔ یہ خود نہیں جانتے تھے۔ الپا ان سے کام لیتے وقت انہیں غائب دماغ بنا دیتی تھی۔ ان کے ذہن میں صرف اتنی سی بات رہتی تھی کہ وہ کسی نہ خانے میں جا رہے ہیں اور ایک مشین کی تیاری کے سلسلے میں جبکہ ہنر کی مدد کر رہے ہیں۔

ان مراحل سے گزرنے کے دوران میں الپا کے تمام زخم بھر گئے تھے۔ اس کی دماغی توانائی بحال ہو گئی تھی۔ ایک دن اس نے خیال خوانی کی پرواز کی تو خوشی سے کھل گئی۔ اس نے آزمائش کے طور پر ایسا کیا تھا اور جبکہ ہنر کے دماغ میں پہنچ گئی تھی وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اس پر اب تک تنویری عمل کا اثر ہے یا نہیں؟

اس کے کیے ہوئے عمل کا اثر بہت پہلے ہی ختم ہو چکا تھا۔ یارس نے دوبارہ جبکہ کو پناہ گزین کر کے اسے الپا کا محکمہ بنا

دیوتا

دیا تھا اور وہ سمجھ رہی تھی کہ اس کے پچھلے عمل کا اثر اب تک باقی ہے۔

بہت دنوں کے بعد الپا کے نصیب جاگے تھے اس کی خیال خوانی کی صلاحیت بحال ہو گئی تھی۔ اس نے جبکہ کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ وہ کچھ دنوں کے لیے الپا کا معمول نہیں رہا تھا۔ آزاد ہو کر اس کے پیچھے سے چلا گیا تھا۔ اس نے اپنی بیٹی ڈانسا سے ملاقات کی تھی اور بیٹی کے ساتھ امریکا جانے کی تیاری کی تھی پھر اچانک نہ جانے کیسے اس کا ارادہ بدل گیا تھا۔ وہ پھر معمول... بن گیا تھا۔

الپا اس کے یہ خیالات پڑھ کر سمجھ گئی کہ یارس نے دوبارہ جبکہ کو اس کا تابع بنایا ہے مگر وہ اس کے لیے ٹرانس فارمر مشین بنا سکے۔ اس کے نقطہ نظر سے یہ یارس کی محبت کی انتہا تھی لیکن یارس تو جناب تہریزی کی ہدایات پر عمل کر رہا تھا۔

یہ عجیب بات تھی کہ الپا یہودی تھی۔ مسلمانوں کی کٹر دشمن تھی پھر بھی اس کی مدد جاری تھی۔ اگرچہ اسے بھی یہ موقع نہیں ملا تھا کہ وہ خاص طور سے منصوبہ بنا کر مسلمانوں کو نقصان پہنچاتی۔ اس کی دشمنی اس حد تک رہی تھی کہ اس نے فلسطین کے مسلمانوں کی بہتری کے لیے کبھی کچھ نہیں کیا اور یارس سے محبت کرنے اور شادی کرنے کے باوجود اس لیے دشمنی کرتی رہی کہ وہ مسلمان ہے اور بیش اس پر غالب آتا رہتا ہے۔

ان تمام حقائق کے باوجود جناب تہریزی نے ایک بار اس کی مدد ایسے وقت کی جب وہ زچگی کے وقت تکلیف میں مبتلا تھی۔ اس وقت کتنے ہی دشمن اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنی معمول اور کنیز بنانا چاہتے تھے۔ جناب تہریزی کی ہدایت کے مطابق ان تمام دشمنوں کو ناکام بنا کر الپا کو تحفظ فراہم کیا گیا تھا۔

الپا کے موجودہ حالات میں بھی جناب تہریزی کی ہدایت کے مطابق یارس عمل کر رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ جناب تہریزی کی حکمت عملی ہے۔ آگے چل کر اس کے اچھے نتائج سامنے آئیں گے۔ وہ اتنا نادان نہیں تھا کہ الپا سے ایک بار دھوکا کھانے کے بعد ایک دواؤں کی طرح پھر اس سے شفق کرنے لگتا۔ اگر وہ اس سے دشمنی نہ کرنے کی قسمیں کھا رہی تھی تو آئندہ کبھی معلوم ہونے والا تھا کہ وہ بری طرح ٹھوکریں کھانے کے بعد مستحیل چلی ہے یا نہیں۔ اگر مستحیل جانے کی تو اس کے لیے بہتر ہوگا۔

جب اس کی دماغی توانائی بحال ہوئی اور وہ خیال خوانی کرنے لگی تو اس نے یارس کو مخاطب کیا اور کہا "نار گاڈ سیک! سانس نہ رو کر نا میں الپا ہوں۔"

کتا بیات پبل، کیشنز

کتا بیات پبل، کیشنز

270

اس نے خشک لیے میں پوچھا ”کیوں آئی ہو؟“
 ”ہمت دنوں کے بعد میں پھر خیال خوانی کرنے لگی
 ہوں۔ تمہارا شکر یہ ادا کرنے آئی ہوں۔ ویسے میں ساری
 زندگی شکر یہ ادا کرتی رہوں گی تو بھی کم ہوگا۔“
 ”میں نہیں جانتا کہ کیوں میرا شکر یہ ادا کر رہی ہو؟ اس
 طرح میرے پاس اگر تجھے دار بابتیں نہ کرو۔ تم مجھے ہلاک
 کرنے یا غلام بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ مجھے
 موقع ملے گا تو میں تم سے ضرور انتقام لوں گا۔“
 وہ ہنستے ہوئے بولی ”چاہے دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے، تم
 مجھ سے انتقام نہیں لو گے۔ تم میرے سچے عاشق ہو۔ مجھ سے
 چھپ چھپ کر جھینس کرتے رہو گے۔ مجھے تحفظ فراہم کرتے
 رہو گے اور نرانا زنا سر میں جیسا غیر معمولی تحفہ دیتے رہو
 گے۔“

”اگر تم اپنی بات پوری کر چکی ہو تو اب جاؤ۔“
 ”میری بات ابھی پوری نہیں ہوئی ہے۔ تم مجھے ہمت
 کچھ دے رہے ہو لیکن میں جو چاہتی ہوں کیا وہ مجھے دو گے؟“
 ”کم کیا چاہتی ہو؟“

”نیکے میں ایک ہی بات جانتی تھی کہ جس کی لاشی اس
 کی جھینس۔ اب باقی ہوں کہ لاشی مر دے یا تمہوں میں رہے
 تو جھینس سیدھی چلتی ہے۔ میرے ہاتھوں میں اب کوئی لاشی
 نہیں ہے۔ میں اسے تو ڈر کر پھینک چکی ہوں۔ یہ چاہتی ہوں
 کہ میرے دماغ میں آؤ۔ مجھے چٹاننا کر دو۔ میں دل کی
 گھبراہٹوں سے تمہاری کینز بننا چاہتی ہوں۔“

”کینز بنانا گویا عورت کو ذلیل کرنا ہے۔ میں نے تو جھینس
 شریک حیات بنا کر عزت دی تھی مگر وہ عزت تمہیں اس
 نہیں آئی۔ کینز بننے والی فضول باتیں نہ کرو اور یہاں سے
 جاؤ۔“

”تم نے مجھے شریک حیات بنایا لیکن مجھے آزادی اور خود
 مختاری دی۔ اب کینز بنناؤ گے تو میرا دماغ تمہارے شکنجے میں
 رہے گا اور میں ساری زندگی تمہارے شکنجے میں رہنا چاہتی
 ہوں۔ پلیز میری بات مان لو۔ میرے پاس اگر مجھ پر تنوی عمل
 کرو۔“

”ٹھیک ہے۔ کبھی فرصت ملے گی، تو میں تمہاری یہ
 خواہش پوری کروں گا۔“

اس نے سانس روک لی۔ الپا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر
 ہو گئی۔ اسے خوشی تھی کہ پارس اسے ہمت چھ دینے کے
 علاوہ اپنی توجہ بھی دے رہا ہے۔ لیکن یہ مایوسی تھی کہ وہ اپنی
 محبت ظاہر کر رہا ہے اور نہ ہی اس سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔
 اس نے سوچ لیا تھا کہ خواہ وہ کتنی ہی لائق تھا ہر کرے وہ
 ایک دن اس سے تعلق قائم کر کے ہی رہے گی۔

اس نے اسرائیلی فوج کے ایک اعلیٰ افسر کو مخاطب کیا۔
 وہ حیرانی سے بولا ”میڈم! آپ؟ آپ اتنے دنوں سے کہاں
 تھیں؟ حکومت کے اعلیٰ عہدے دار اور آرمی کے تمام
 افسران آپ کے لیے پریشان تھے۔ انٹیلی جنس والے بڑی
 رازداری سے آپ کو تلاش کر رہے تھے۔“
 الپا نے کہا ”میں جانتی ہوں۔ ٹیلی پیٹھی کی دنیا میں
 میرے دشمن ہمت میں کوئی بھی مجھے نقصان پہنچا سکتا ہے یا
 ہلاک کر سکتا ہے۔ ایسے اندیشے آپ لوگوں کے دلوں میں پیدا
 ہوتے رہتے ہیں لیکن میں بخیر تہ ہوں۔“

اس اعلیٰ افسر نے تمام اسرائیلی اکابرین سے فون پر کہا
 ”میڈم الپا آگئی ہیں آپ سب مشترکہ فون انڈیز کریں۔“
 ان اکابرین کے پاس ایسے فون تھے جس پر وہ بیک
 وقت الپا کی آواز سننے تھے۔ انہوں نے وہ فون اٹھ کر
 دوسری طرف سے الپا نے اپنے فون کے ذریعے کہا ”مجھے
 معلوم ہے کہ میری طویل غیر حاضری سے آپ سب پریشان
 رہے ہیں لیکن میں مجبور تھی۔ بیماری کے باعث خیال خوانی
 کے قائل نہ تھی۔ اب صحت یاب ہو کر آپ سے مخاطب
 ہو رہی ہوں۔“

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا ”میڈم! آپ بیمار رہیں اور ہم
 آپ کی خدمت نہ کر سکے۔ کم از کم ایسے وقت ہمیں خدمت
 کا موقع دینا چاہیے تھا۔ آپ کا کوئی رشتہ دار نہیں ہے لیکن
 ہم کے رشتے داروں سے بڑھ کر ہیں۔ ہمیں کبھی آزما کر
 دیکھیں۔“

”میرا کوئی سگا رشتہ دار ہوتا تو میں بیماری اور مصیبت
 کے وقت اسے بھی اپنا پتا ٹھکانا نہ بناتی۔ میرے نصیب میں
 یہی لکھا ہے کہ میں پیشہ ملک اور قوم کی خدمت کرتی رہوں۔
 ان کی مشکلات دور کرتی رہوں لیکن اپنی مشکل میں کسی کو نہ
 پکاروں۔ کسی کی مدد حاصل نہ کروں۔ ایسا کیوں کی تو دشمن
 میری مدد کرنے والے کے ذریعے میرے دماغ میں پہنچ جائیں
 گے۔ مجھے معمول بتائیں گے۔ میرے اندر گھس کر ہماری
 حکومت کے اور فوج کے اہم راز معلوم کر لیں گے۔“

انہوں نے قائل ہو کر کہا ”آپ درست کہتی ہیں۔ بے
 شک آپ خیارہ کر اپنی مصیبتیں خود ہی جیت لیں اور پورے
 ملک اور قوم کو مصائب سے محفوظ رکھتی ہیں اور ہمارے تحفظ
 کی خاطر کسی کو ہمارے دورو نہیں آنے دیتی ہیں۔“

ان سب نے اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر سیٹ کرتے
 ہوئے کہا ”ہم سب آپ کو سلام کرتے ہیں۔ ہم آپ کی
 بیماری کے وقت دوا نہ کر سکے، دعا کرتے ہیں کہ ہمارے سروں
 پر بیشہ آپ کا سایہ رہے۔ آپ کو قیامت تک کی زندگی
 نصیب ہو۔“

وہ سب دعا مانگ کر بیٹھ گئے۔ الپا نے پوچھا ”میری عدم
 موجودگی میں کیا ہوتا رہا؟“
 ایک نے کہا ”وہیے کوئی اہم مسئلہ پیدا نہیں ہوا۔ ہم
 آپ کی طویل خاموشی کے باعث امریکا سے سراغ کار بائیں
 نہیں کرتے تھے۔ یہ اندیشہ رہتا تھا کہ ان کے ٹیلی پیٹھی
 جاننے والوں کو آپ کی طویل غیر حاضری کا علم ہو جائے گا پھر
 وہ جبراً ہمارے دماغوں میں گھس کر ہماری غیر یلپوں کو سمجھ
 لیں گے۔ ہم طرح طرح کے اندیشوں میں گھبرے ہوئے
 تھے۔“

ایک آرمی افسر نے کہا ”شاید آپ کو معلوم ہوا ہو گا کہ
 چین میں نرانا زنا سر مشین تیار ہو چکی ہے۔“
 ”میں جانتی ہوں۔ وہ ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کی فوج تیار
 کر رہے ہیں۔ تمام بڑے ممالک کے لیے پیٹنج بن رہے
 ہیں۔“

”بڑے ممالک متحد ہو کر ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کی متحدہ
 آرمی بنانا چاہتے ہیں مگر امریکا تعاون نہیں کر رہا ہے۔“
 ”وہ ایسے معاملات میں کسی سے تعاون نہیں کرے گا۔
 چین کے مقابلے میں اپنی ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کی فوج تیار
 کرے گا۔“

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا ”میڈم! چین اور امریکا میں
 ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کی فوج تیار ہو جائے گی۔ ان کے
 مقابلے میں آپ تنہا ہوں گی۔ کیا وہ آپ کو ٹرپ کر کے ہم پر
 حکومت نہیں کریں گے۔“

وہ بولی ”وہ بڑے ممالک لاکھوں کی تعداد میں بی بی آرمی
 بنا کر ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ کیونکہ ہم بھی بی بی لپنی
 ٹیلی پیٹھی جاننے والی فوج جلد ہی تیار کرنے والے ہیں۔“
 ”کیا واقعی؟ کیا ہمارے تمام یہودی فوجی ٹیلی پیٹھی سیکھ
 سکیں گے؟ مگر کیسے سیکھ جائیں گے؟“

”ظاہر ہے۔ نرانا زنا سر مشین سے سیکھیں گے۔ آپ
 سب دل تمام کر یہ خوش خبری سنیں کہ میں یہ مشین اپنے ملک
 میں بڑی رازداری سے تیار کر رہی ہوں۔“

یہ سنتے ہی سب خوشی سے اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ ایک
 حاکم نے پوچھا ”آپ تیار کر رہی ہیں؟ مگر کہاں؟“

”یہ نہ پوچھو۔ مشین کہاں تیار ہو رہی ہے۔ میں ماہرین
 کے ساتھ دن رات مصروف رہتی ہوں۔ جلد ہی اپنے فوجی
 جوانوں اور افسروں کو یہ مشین تھکنے کے طور پر دوں گی۔“

وہ سب خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے۔ اس کی تعریفیں
 کرنے لگے کہ دنیا کے کسی ملک میں ایسی خاتون پیدا ہوئی ہے
 نہ پیدا ہوگی۔ الپا تجارہ کر بڑے بڑے کارنامے انجام دیتی
 آئی تھی اور نرانا زنا سر مشین تیار کرنے کا کارنامہ تو تنہا کرتی

عورت کبھی انجام دے نہیں سکتی تھی۔ جبکہ الپا یہ مشین بھی
 تیار کر رہی تھی۔
 آرمی۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا ”جب تک مشین تیار
 نہ ہو اور ہماری ایک بی بی آرمی تیار نہ ہو جائے تب تک
 مشین کی تیاری کو راز میں رکھا جائے۔ آپ کا کیا خیال
 ہے؟“

”اسے راز رکھنا ہوتا تو میں آپ لوگوں سے بھی اس کا
 ذکر نہ کرتی۔ آپ اطمینان رکھیں، کوئی دشمن میرے خفیہ
 اڈے تک اور اس مشین تک بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ خدا کے
 بعد میرا ایک محافظ ہے۔“

ایسا کہتے وقت اس کے ذہن میں پارس تھا۔ وہ مسکرا کر
 کہہ رہی تھی ”اس فولادی محافظ کی موجودگی میں کوئی مجھے
 ٹیڑھی نظر سے نہیں دیکھ سکے گا۔ آپ اعلان کریں کہ ہم
 مشین تیار کر چکے ہیں اور اپنے ملک میں بی بی فوج تیار کر رہے
 ہیں۔ آپ بڑے ممالک پر اپنی دہشت طاری کریں۔“

وہ بات پر خوش ہو کر تالیاں بجا رہے تھے اور یہ تو
 ان کے لیے بڑی بات تھی کہ وہ تمام بڑے ممالک پر بلکہ تمام
 دنیا پر اپنی مشین کی اور بی بی آرمی کی دہشت طاری کرنے
 والے تھے۔

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا ”میڈم! ایک بات کتنا چاہتا
 ہوں۔ پچھلی رات نارنگ میرے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ کہہ رہا
 تھا ”اس نے مجھے دی وی پر دیکھا ہے اور میری تقریر سنی ہے۔“
 اس طرح میرے اندر پہنچ گیا ہے۔“

وہ بولی ”ٹیلی پیٹھی جاننے والے مختلف جھکنڈوں سے
 دماغوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ وہ کیا کر رہا تھا؟“

”وہ آپ سے باتیں کرنا چاہتا ہے۔ بڑی عاجزی سے کہہ
 رہا تھا کہ آپ کو یہ پیغام دے دوں پھر اس نے ٹیلی فون کے
 ذریعے رابطہ کر کے کہا میں اس کی آواز ریکارڈ کروں اور
 آپ کو سناؤں۔ یعنی وہ چاہتا ہے کہ آپ اس کی آواز اور
 لہجے کو سن کر اس سے رابطہ کریں۔ میں نے اس کی آواز
 ریکارڈ کی ہے کیا آپ سننا پسند کریں گی۔“

الپا نے سنانے کے لیے کہا۔ اس اعلیٰ حاکم نے ریکارڈ
 میں ایک کیسٹ رکھ کر ان کیا۔ الپا نے ٹیلی فون کا رابطہ ختم
 کر دیا۔ اس اعلیٰ حاکم کے دماغ میں پہنچ کر نارنگ کی باتیں سننے
 لگی وہ کہہ رہا تھا ”میڈم! میں نارنگ بول رہا ہوں۔ یہ میری
 نئی آواز اور نیا لہجہ ہے۔ اس کے ذریعے آپ کسی وقت بھی
 میرے دماغ میں آسکتی ہیں۔ میں آپ کو خوش آغوش کہہ رہا
 ہوں۔ میرے پاس ”آر آپ کو فائدہ پہنچے گا۔ چند دشمن آپ
 کے قریب ہیں۔ میں ان کی نشان دہی کروں گا۔“

ٹیپ ریکارڈ خاموش ہو گیا۔ اس کی بات ختم ہو گئی

تھی۔ الپا۔ "میں آپ لوگوں سے پھر کسی وقت رابطہ کر رہی ہوں۔" شبنم کے سگے میں اعلان کریں اور جشن منائیں۔

وہ نارنگ کے زندہ لب ولہجے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر پہنچ گئی۔ "نہ پوچھا؟ کون؟"

"میں ہوں۔" میں نے ابھی تمہارا پیغام سنا ہے۔ تم نے کہا ہے چند مہینے قریب ہیں۔ کیا یہ سچ ہے؟"

"میں آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ آپ کو ایسی بات بتاؤں گا کہ آپ حیران رہ جائیں گی۔"

"پوچھا؟ ایسی کیا بات ہے؟"

"آپ جو ادین مستقیم کو جانتی ہیں؟ وہ یروٹلم میں خاصا مقبول ہے۔"

"ہاں۔ میں اسے جانتی ہوں۔"

"آپ شاید یہ نہیں جانتیں کہ وہ ایک بار مرچکا تھا۔ یہ اس کی دوسری زندگی ہے۔"

"یہ کیا بول رہے ہیں؟"

"کیا آپ بھول گئیں کہ میں اور بھیما آتما شتی کے ذریعے کسی بھی مردہ جسم میں جا سکتے ہیں؟"

"اوہ ہاں یاد آیا۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جواد مر گیا تھا اور تم اس کے مردہ جسم میں موجود ہو؟"

"نہیں۔" بھیما اس کے اندر رہتا ہے۔ اس کی آتما کے ذریعے اپنے بچے کی زندگی ہی رہا ہے۔"

"یہ تم نے بڑی اہم معلومات فراہم کی ہیں۔ بھیما نے ایک بار مجھے ٹرپ کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ ناکام ہوا تو جواد نے انکو مجھے متاثر کیا تھا۔ میں اس کے زیر اثر آگئی تھی لیکن میرے مقدر نے مجھے بچالیا۔"

اس نے نارنگ کو یہ نہیں بتایا کہ پارس اس کا محافظ ہے۔ وہ پارس کو اپنا مقدّر کہہ رہی تھی۔

نارنگ نے کہا "میں ابھی تک اس کی اور اہم معلومات فراہم کرنے والا ہوں۔ کیا آپ جانتی ہیں کہ آپ کیسے جواد کے زیر اثر آگئی تھیں؟"

وہ نہیں جانتی تھی۔ پارس نے اسے بھیما اور جواد سے محفوظ رکھا تھا چونکہ اس سے باتیں نہیں کرتا تھا۔ اس لیے یہ نہیں بتایا تھا کہ بھیما جواد کے اندر سایا ہوا ہے اور نہ ہی اس کی غیر معمولی انگوٹھی کا ذکر کیا تھا۔

نارنگ نے کہا "جوادی انگی میں ایک جادوئی انگوٹھی ہے۔ اس انگوٹھی سے وہ جس کے بدن کو پھولتا ہے وہ اس سے متاثر ہو جاتا ہے۔ کیا اس نے بھی آپ کو ہاتھ لگایا تھا؟"

اسے یاد آیا کہ جواد نے ہسپتال میں انکس سے مصافحہ کیا تھا اور اس ہاتھ کی انگی میں انگوٹھی تھی۔ وہ سوچنے

لگی، کیا اس سے مصافحہ کرنے کے بعد ہی وہ اس کے زیر اثر آگئی تھی؟

نارنگ نے پوچھا "آپ خاموش کیوں ہیں؟ کیا سوچ رہی ہیں؟ اس نے آپ کو ہاتھ لگایا تھا؟"

"ہاں۔ یہی سوچ رہی ہوں۔ میں نے اس سے مصافحہ کیا تھا۔ شاید اس کے بعد ہی اس کے زیر اثر آگئی تھی۔"

"آپ کبھی کسی سے رو برو ملاقات نہیں کرتیں۔ جواد خوش نصیب ہے۔ آپ نے اس سے مصافحہ کیا تھا۔ مجھے بھی خوش نصیب بنا دیں۔ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ مجھ سے آپ کو نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"میں احمق نہیں ہوں کہ تمہارے جیسے احمق سے رو برو ملاقات کر کے کسی مصیبت کو دعوت دوں۔"

وہ حماقتیں کرتا ہی رہتا تھا اور اپنی بے وقوفی کو سمجھ نہیں پاتا تھا۔ اس وقت بھی الپا اس کے دماغ میں بول رہی تھی۔ اسے چاہیے تھا کہ الپا کے آتے ہی یہ کہہ دیتا کہ وہ دس ہند رہ منٹ کے بعد آئے پھر جلدی سے کسی ایسی جگہ چلا آتا جہاں اس جگہ کی نشان دہی نہیں ہوتی۔

لیکن ایک تو ذہانت کی کمی بھی پھر مسلسل ناکامی نے اسے پریشان کر دیا تھا۔ پہلے شیوانی نے اسے غلام بنایا تھا۔ اس سے نجات حاصل کرنے کے بعد وہ بھیما کو ٹرپ کرنے اور اسے جواد کے جسم سے نکالنے کے سلسلے میں ناکام رہا تھا۔ پھر اس کی عقل میں یہ بات آئی کہ وہ جواد اور بھیما کو الپا کے حوالے کر دے۔ وہ چلا گیا عورت ان سے منٹ لے گئی۔ اس کی کوششوں سے بھیما جب بھی جواد کے اندر سے نکل کر کسی دوسرے کے جسم میں سائے گا، وہ اسے ٹرپ کر لے گا۔ وہ اپنی تدبیر پر عمل کرتے ہوئے کیسی حماقت کر رہا تھا، اس کا پتا بعد میں چلنے والا تھا۔

الپا نے یروٹلم کے ایک فوجی افسر سے کہا "تم جس حالت میں بھی ہو، فوراً اٹھو اور چند مسخ جانوں کے ساتھ پیکل سلیمانی کی طرف جاؤ۔ وہاں بڑے گیٹ کے سامنے ایک قوہ خانے میں ایک قد آور موٹا اور بھرا پیلوان نما شخص بیٹھا ہوا ہے۔ اسے گرفتار کرلو۔ اس کے سامنے تم سب گونگے بن کر رہو گے۔ میرا حکم ہے۔"

یہ حکم دے کر وہ پھر نارنگ کے پاس آئی۔ اس نے پوچھا "تم کہاں چلی گئی تھیں؟"

"ایک ضروری فون تھا۔ اسے انیڈ کر رہی تھی اور یہ سوچ رہی تھی۔ تم سے رو برو ملاقات کروں یا نہ کروں مگر دوستی ضرور کرنا چاہیے۔ دوست بن کر ہم ایک دوسرے کے بہت کام آسکتے ہیں۔"

"میں ہمیشہ آپ کے کام آؤں گا۔ ابھی آپ چاہیں تو

میرا ایک کام کر سکتی ہیں۔"

"ضرور کروں گی۔ دوستی کا ثبوت دوں گی۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"بھیما کسی طرح بھی جواد کے جسم سے رہائی چاہتا ہے۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ اسے رہائی ملے گی تو میں اسے اپنے شہنشاہ میں لے سوں گا۔"

"تم اسے رہائی دلانے میں کیوں ناکام رہے ہو؟"

"جواد کی جادوئی انگوٹھی نے بھیما کو اپنے اندر قیدی بنا رکھا ہے۔ اس انگوٹھی کی موجودگی میں ہماری ٹیلی پیٹھی بھی ناکام ہو جاتی ہے۔ آپ اس ملک میں وسیع ذرائع اور اختیارات رکھتی ہیں۔ کسی بھی طرح جواد کی انگوٹھی والا ہاتھ کاٹ ڈالیں تو اس کا تمام جادو ختم ہو جائے گا۔"

الپا باتوں کے دوران اس کے ذریعے اس پاس کے ماحول کو دیکھ رہی تھی۔ پتا چلا وہ آری افسروں پہنچ گیا۔ الپا فوراً اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے نارنگ کے پاس لا کر بولی "یہی شخص ہے اسے گرفتار کرلو۔"

اس افسر کے حکم سے ایک فوجی جوان نے اس کی گردن دو بچ لی۔ وہ غصے سے بولا "یہ کیا حرکت ہے؟ میں انڈیا کا ایک معزز شہری ہوں۔ ہمارے سفیر کے سامنے تمہیں جواب دہ ہونا پڑے گا۔"

دوسرے جوان نے اسے پھٹکڑی پہنا دی۔ وہ بولا "الپا! ان سے کہیں، میں آپ کا دوست ہوں۔"

"میں تمہیں پتا نہ کر کے اپنا معمول بنا سکتی ہوں پھر دوستی کیوں کروں؟"

اس نے آری افسر سے کہا "اسے کسی مکان میں قیدی بنا کر رکھو۔ پھرے واروں کو بتا دو کہ یہ ٹیلی پیٹھی جانتا ہے۔ کسی کے بھی دماغ میں گھس کر فرار کا راستہ بنالے گا۔ لہذا اس کے قریب سب ہی گونگے رہا کریں۔"

وہ اسے وہاں سے لے جانے لگے۔ الپا نے اس کے اندر آکر کہا "یہ تمہارے ساتھ برا سلوک نہیں کریں گے۔ تمہیں ایک مکان میں رکھا جائے گا۔ اگر فوجیوں کے دماغوں میں جاؤ گے تو دوسرے فوجی تمہیں گولی مار دیں گے۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ زندہ رہو اور میرے معمول بن کر رہو۔"

"الپا! آپ میری دوستی اور غلوں کو نہیں سمجھ رہی ہیں۔ میں آپ کو فائدہ پہنچانے آیا ہوں اور آپ مجھ سے ایسا سلوک کر رہی ہیں۔"

"یہ تم نے اچھا کیا۔ مجھے فائدہ پہنچانے آئے ہو۔ بڑے نیک جذبات ہیں۔ معمول بن کر مجھے فائدہ پہنچانے رہنا۔"

وہ غصے سے بولا "تم اس قابل نہیں ہو کہ میرے دماغ

میں انکو گھس کر سکوں۔ نکل جاؤ۔ یہاں سے۔"

اس نے سانس روک لی۔ اسے میں یہ نئی بات معلوم ہوئی تھی کہ وہ جواد کے اندر بھی ہوا ہے اور جواد کی غیر معمولی انگوٹھی میں ایسی خصوصیات ہیں کہ اس انگوٹھی کی موجودگی میں بھیما اور نارنگ کا کال کام آ رہا ہے۔ نہ ٹیلی پیٹھی کام آ رہی ہے۔ نارنگ اس کے جسم سے بھیما کی رہائی چاہتا تھا۔ الپا نے سوچا "میں کیوں اس کی رہائی چاہوں؟"

نارنگ کی طرح بھیما بھی عقل سے پرہیز تھا۔ کالا جادو سمجھنے کیلئے ان کا ذہن کند ہو گیا تھا۔ الپا کو دونوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس نے نارنگ کو معمول بنانے کے لیے اپنا قیدی بنایا تھا۔ جواد کے متعلق یہ سنی آئی تھی کہ وہ نیک صلہ پسند اور عبادت گزار ہے۔ ایسے شخص کے اندر بھیما کی شیطانی آتما بھی مزاج اور فطرت کے اعتبار سے دونوں انگ اور پائی تھے مگر ساتھ گراہ کر رہے تھے۔

اس نے جواد کے اندر پہنچ کر کہا "میں الپا ہوں۔ تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ مجھ سے کس موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہو؟"

"مجھے ابھی پتا چلا ہے کہ تمہارے اندر بھیما کی آتما سائی ہوئی ہے۔ کیا یہ درست ہے؟"

"ہاں۔ تمہاری معلومات درست ہیں۔"

"میں نے یہ بھی سنا ہے کہ تم نے طلسمی انگوٹھی پہن رکھی ہے۔ یہ انگوٹھی تمہیں ہر طرح سے تحفظ فراہم کرتی ہیں۔"

"تمہاری معلومات پر حیران ہوں۔ تمہیں انگوٹھی کے بارے میں کس نے بتایا ہے؟"

"ایک شخص کا نام نارنگ ہے۔ وہ بھیما کی طرح آتما شتی اور ٹیلی پیٹھی جانتا ہے۔ اس نے مجھے یہ سب کچھ بتایا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ وہ تمہارے بارے میں اتنی باتیں کیسے جانتا ہے۔"

بھیما نے کہا "میں جانتا ہوں۔ وہ ایک بار پور بن کر جواد کے دماغ میں آیا تھا۔ مجھے اس کے جسم سے رہائی دلانا چاہتا تھا۔ ایسے وقت اسے انگوٹھی کی طلسمی قوت کے بارے میں معلوم ہوا تھا۔"

الپا نے کہا "جواد! تمہارے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں۔ بھیما کی آتما زیادہ عرصے تک نہیں رہ سکے گی۔ دشمن یہاں تک سوچ رہا ہے کہ تمہارا ہاتھ کاٹ کر اس انگوٹھی کو تمہارے وجود سے الگ کرے گا تو پھر اس انگوٹھی سے تمہیں

تحفہ حاصل نہیں ہوگا۔ بھیا کی آتما تمہارے اندر سے نکل جائے گی۔“

جواد نے کہا ”میری زندگی مختصر ہو سکتی ہے۔ ویسے جب تک ہم زندہ رہتے ہیں۔ تب تک کبھی پھولوں پر چلتے ہیں، کبھی کانٹوں پر۔ کبھی دوستوں سے ملتے ہیں۔ کبھی دشمنوں سے ٹکراتے ہیں۔ قدم قدم پر موت ہوتی ہے۔ اس کے باوجود ہم کاتب تقدیر کی مرضی کے مطابق زندگی گزار کر دنیا سے جاتے ہیں۔“

”تمہارے خیالات اپنے دین کے مطابق ہیں میں تم سے بحث نہیں کروں گی۔ اوکے سرفار۔“

اس نے جواد کے دماغ سے نکل کر پاس کو مخاطب کیا۔

اس نے پوچھا ”اب کیا ہے؟“

”پلیئر اس طرح بیزار ہو کر نہ بولو۔ میں جواد اور بھیا کے بارے میں کچھ بتانے آئی ہوں۔“

وہ ان کے بارے میں بتانے لگی پھر اس نے نارنگ کے متعلق بھی بتایا کہ اسے قیدی بنا کر رکھا ہے۔ اس کے بعد پوچھا ”کیا تمہیں جواد سے دلچسپی ہے؟“

”ہاں میں نے جواد سے وعدہ کیا ہے کہ اسے بھیا کے شر سے نجات دلاؤں گا۔ وہ اپنی تمام شیطانیت سے باز آجائے گا اور اس کی آتما جواد کی فطرت کے مطابق مصفا ہو جائے گی۔“

اپا نے جراتی سے پوچھا ”یہ کیسے ممکن ہے۔ شیطان آتما تو شیطان ہی رہے گی۔“

”میں اس ناممکن کو ممکن بنا دوں گا۔“

اس نے سانس روک لی۔ وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔

○☆☆○

میجر لیوچن بچپلی سیٹ پر آرام سے سو رہا تھا۔ سونیا نے اسے دو گھنٹے تک توخی خند سونے کا حکم دیا تھا پھر وہ میرے پاس آکر بولی ”یہ نہیں جانتا ہے کہ کس کے لیے کام کر رہا ہے۔ اسے فون پر کما گیا تھا کہ یہ تمہاری دوستی سے فائدہ اٹھائے اور تمہیں کسی بھی طرح ہانگ لے آئے۔“

میں نے پوچھا ”میجر اسے کسی نام سے مخاطب کرتا ہوگا؟“

”اصل نام سے واقف نہیں ہے۔ اسے مسٹر آن نون کے فرضی نام سے مخاطب کرتا ہے۔ اسے فون پر حکم دیا گیا تھا۔ اس کا مطلب ہے وہ حکم دینے والا ٹیلی پیچی نہیں جانتا ہے۔“

”ہاں اگر ٹیلی پیچی جانتا تو فون نہ کرتا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے حکم دیتا۔ اس نے توخی عمل کے ذریعے میجر

کو اپنا معمول بنایا ہے۔ وہ آن نون کو چرے سے نہیں پہچانتا ہے۔ اس کے لب ولہجے کو پہچان کر احکامات کی تعمیل کرتا ہے۔“

”فریاد! کسی کو چٹانائز کرنے کے لیے کچھ وقت لگتا ہے۔ اس کے لیے تنہائی اور پرسکون ماحول کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ٹرانسفار مر مشین تیار کرنے کے دوران میں میجر پھیل لے کر کہیں باہر نہیں گیا تھا تو پھر جنگ میں اسے چٹانائز کیا گیا تھا۔ چٹانائز کرنے والا اس کے قریبی ساتھیوں میں سے کوئی ہوگا۔“

”تمہاری یہ قیاس آرائی حقیقت سے قریب ہے۔ میجر آدم بیزار ہے۔ کسی محفل میں یا تقریب میں نہیں جاتا۔ لوگوں سے کتراتا ہے۔ اس کے چند دوست ہیں۔ جن کے ساتھ وہ شام کو آری کلب میں وقت گزارتا ہے یا پھر ہیڈ کوارٹر میں اس کے چند ساتھی افسران ہیں۔ یہ معلوم کرنا ہوگا کہ اس کے چند دوستوں اور افسروں میں کون اس کے اتنا قریب ہے کہ اس کے گھر آتا ہو یا یہ اس کے گھر جاتا کیونکہ کسی گھر کی چار دیواری میں ہی اسے چٹانائز کیا گیا ہوگا۔“

”کیس گاڑی روکو۔ خیال خواتی کرو اور جلدی اس کے کسی چٹانائز کرنے والے ساتھی کا سراغ لگاؤ۔ ہانگ کانگ پینچے سے پہلے اس شخص کا پورا جغرافیہ معلوم ہونا چاہیے جو میجر کے ذریعے تمہیں وہاں بلا رہا ہے۔“

میں ایک ویران علاقے سے گزر رہا تھا۔ سڑک کے کنارے گاڑی روک کر بولا ”تم میرے ساتھ رہو۔ میں جس کے دماغ میں پہنچوں تم اس کے ذریعے دوسروں کے دماغوں میں پہنچتی رہو۔ اس طرح ہم جلدی کچھ معلوم کریں گے۔“

میں نے خیال خواتی کے ذریعے آری کے ایک اعلیٰ افسر کو مخاطب کیا۔ اس سے کہا ”میں دو تین گھنٹوں میں ہانگ کانگ پہنچنے والا ہوں۔ اس سے پہلے کچھ ضروری معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“

”ہاں ضرور۔ تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟“

”جب آپ ٹرانسفار مر مشین تیار کر رہے تھے تو اس کے تیار ہونے کے دوران میں کتنے آری افسران چھٹیوں پر تھے ان میں سے کتنے جنگ سے باہر تھے۔ خاص طور پر ان میں سے کتنے ہانگ کانگ میں تھے اور اب بھی ہیں؟“

اس اعلیٰ افسر نے کہا ”اچھا میں سمجھ گیا۔ تم مائیکرو فلم چوری کرنے والے تک پہنچنا چاہتے ہو۔“

”آپ جانتے ہیں۔ میری روائی سے پہلے اس سلسلے کی پہلی کڑی مل گئی تھی۔ اب دوسری کڑی مل گئی۔ میجر لیوچن کو بھی کسی نے آک کار بنایا ہے۔ میں نے اسے چٹانائز کیا ہے۔“

دیوتا

اس سے سوالات کیے ہیں۔ یہ نہیں جانتا ہے کہ کس نے آک کار بنایا ہے۔ میجر کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ یہ مجھے دوستی اور محبت سے بھلا کر ہانگ کانگ لے آئے۔“

”ہوں۔ تمہیں وہاں لانے کا مقصد صاف سمجھ میں آ رہا ہے۔ جین میں تمہارا بہت احترام کیا جاتا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ مائیکرو فلم تمہارے سامان میں رکھی جائے گی تو احترام تمہارا سامان چپ نہیں کیا جائے گا۔ صرف اس فلم کو اسمگل کرنے کے لیے تمہیں ہانگ کانگ لے جایا جا رہا ہے۔“

”یہ بات ہے۔ پلیئر آپ میری مطلوبہ معلومات فراہم کریں۔“

”آدھے گھنٹے بعد آؤ۔ میں چھٹیوں پر جانے والے افسران کے بارے میں بتا سکتا گا۔“

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ سونیا نے پوچھا ”کیا وہ فلم تمہارے سامان میں ہے؟“

”جی۔ اب نہیں ہے۔ میں وہ فلم آری کے تین اعلیٰ افسران کے خواتی لے چکا ہوں۔ جو اصل مجرم ہے وہ نہیں جانتا ہے کہ میں اس کے اعلیٰ کرنے کے طریقہ کار کو سمجھ گیا ہوں۔ وہ فلم مجھے مل گئی تھی اور واپس ریکارڈ روم کے سیف میں پہنچ گئی۔ اب اس مجرم تک پہنچنا رہ گیا ہے۔“

”تمہیں وہ فلم بتے ملی؟ ماہا ملی؟“

”مجرم نے صرف میجر کو ہی نہیں اس کی جوان بیٹی کمرلی کو بھی چٹانائز کیا ہے۔ اسے آک کار بنایا ہے۔ وہ جوان ہے، حسین ہے اور فطرت ہے جو چند آجاتا ہے۔ اسے لفٹ دیتی ہے۔ بچپلی رات مجھے خوش کرنے لگی تھی۔ میں نے اسے بھگادیا تھا۔“

سونیا نے کہا ”تم کتنے شریف ہو، مجھے پتا ہے۔ اپنی پارسائی بیان نہ کرو۔ فلم کہاں تھی؟“

”کیا مصیبت ہے۔ میں اپنی عمر کے مطابق محتاط ہو گیا ہوں۔ حسنا میں لفٹ تھی۔ تب جی ان سے کتراتا ہوں مگر تم یقین نہیں کرو۔ جب میں قبر میں چلا جاؤں گا۔ تب بھی شک کرو گی۔ میری قبر میں آکر جمنا کوئی کہ میں اکیلا ہوں یا دوسری آگئی ہے۔“

وہ ہنسنے ہوئے بولی ”اچھا کام کی بات کرو۔ اس فلم کو تم نے کہاں سے ڈھونڈ لیا تھا؟“

”ڈھونڈنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ صبح اٹھ کر برش کرنے کے لیے ٹوٹھ پیٹ پیٹ کی ٹوب کو دھوا تو دیکھا۔ ٹوب کا پچھلا حصہ پہلے کی طرف بند نہیں ہے۔ اسے کھول کر دوبارہ بند کیا گیا ہے۔ کم لی اٹاڑی تھی، اسے پوری فینشنگ FINISHING کے ساتھ بند نہیں کر پائی تھی۔ میں نے اسے

دیوتا

کھولا اور دیا تو ٹوٹھ پیٹ کے ساتھ وہ مائیکرو فلم باہر آگئی۔“

”ہوں۔ بچپلی رات کم لی وہ مائیکرو فلم تمہارے سامان میں چھپانے آئی تھی۔ میں نے خواہ مخواہ تمہارے کو ارب پر شبہ کیا۔ تم تو فرشتہ ہو۔“

”نفسول باتیں نہ کرو۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ ایک افسر کے ذریعے دوسرے افسروں کے اندر پہنچتی رہو۔ کسی نہ کسی کے ذریعے اصل مجرم کا سراغ لے گا۔“

”میں تمہاری طرح محفل مند نہیں ہوں کہ بکے بعد دیگرے درجنوں دماغوں میں بھٹکتی پھروں۔ میں پیشہ دشمنوں تک پہنچنے کا شارت کت راست اختیار کرتی ہوں۔“

”اس کا مطلب ہے، تمہاری کھوپڑی میں کرنٹ پیدا ہو گیا ہے۔ فوراً ہی کچھ کر گزرو گی۔“

”یہ بتاؤ۔ میجر کی بیٹی جوان اور بہت خوب صورت ہے۔“

”جی لے چاری کی شامت۔ ہاں جوان بھی ہے اور حسین بھی بلکہ پرکشش بھی۔“

”تم نے اس کے خیالات پڑھے ہیں۔ اس نے اب تک کتنے عاشقوں کو لفٹ دی ہے؟“

”تین عاشق فیض باب ہو چکے ہیں۔“

”کسی کو بھی تنہائی میں لفٹ دی جاتی ہے اور کسی کو بھی تنہائی میں چٹانائز کیا جاتا ہے۔ اس کی تنہائیوں میں آنے والے ان تین عاشقوں میں سے کسی ایک نے اسے چٹانائز کیا ہوگا۔“

میں نے خوش ہو کر کہا ”برے ڈو! تمہاری ذہانت اور حاضر دماغی کا جواب نہیں ہے۔ اتنی سی بات میری عقل میں نہیں آگئی۔“

”عقل ہوتی تو یہ یاد رکھنے کے نزدیک والوں کو چھوڑ کر دور والوں کے پیچھے نہیں دوڑنا چاہیے۔“

میں نے فوراً ہی خیال خواتی کی چٹان لگائی۔ میجر کی بیٹی کم لی کے خیالات پڑھے۔ اس کے پچھلے تین عاشقوں کے بارے میں معلوم کیا۔ اس کے خیالات نے بتایا ان میں سے دو ایسے ہیں جن کے ساتھ اس نے آدھا کھنٹا یا ایک کھنٹا تنہائی میں گزارا تھا لیکن تیسرا ایک رات چھپ کر اس کے کمرے میں آتا تھا اور اس نے تمام رات اس کے ساتھ گزار دی تھی۔ اسے یاد نہیں تھا، کیسے رات گزر گئی تھی۔ وہ سحرزدہ ہو گئی تھی۔

ہم نے کم لی کو مجبور کیا۔ اس نے فون پر اس تیسرے سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے جواب ملا۔ وہ جنگ میں نہیں ہے۔ ہانگ کانگ گیا ہوا ہے۔ کم لی نے ہانگ کانگ کے کوڈ نمبر کے مطابق موبائل پر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے

کتا بیات پبلی کیشنز

277

276

رہے تھے۔
میں نے کہا
بھاگ گئے۔

اس تیرے... کا نام زاؤ زیانگ تھا۔ اس نے کہا
”سوری لی! مجھے سمجھ ہی میں جانا پڑا۔ جاتے وقت تم سے نہ
مل سکا پھر مجھے... رات بست یاد آتی ہے۔“
سونیا نے بے... باقی انداز میں کہا ”وہ رات پھر آسکتی
ہے۔ میں تمہارے پاس آ جاؤں؟“

”تم نہیں آ سکو۔ تمہارا باپ چند گھنٹوں میں یہاں
پہنچنے والا ہے۔ میں نے تمہارے خیالات پڑھے تھے۔ پتا چلا
تمہارے باپ نے پچھون رات تمہیں کمرے میں بند کر دیا
تھا۔“

”ہاں۔ تمہارا ہی کام کرنے فرما دے بنگلے میں گئی تھی۔
اس کی یہ سزا ہمارے بھی تم نہیں سمجھنا چاہتے کہ میں تمہاری
کیسی دہوالی ہوں۔“

”وہ زیانگ ہے۔ کیا سچ تو یہ ہے کہ اس رات سے میں
... ہو رہی ہوں۔ مصروفیات کے باعث تم سے
... ملا آیا۔ آتا چاہو تو آ جاؤ۔ ہانگ کانگ
... تمہارے باپ سے سامنا نہیں ہو گا۔
اسے... جانتا ہوں۔“

”... آئی لو۔ یہ میں ابھی کسی ڈومیسٹک
... کی۔“

”میرے برائیت بنگلے کا نمبر اور پتا نوٹ کرو۔ وہ بنگلا
... نہیں رہے گا۔ میں تمہارے لیے اسے کھلا چھوڑ کر جاؤں
گا۔ اپنی مصروفیات سے فارغ ہوتے ہی تمہارے پاس
آ جاؤں گا۔“

اس نے اپنے بنگلے کا پتا اور فون نمبر بتایا۔ سونیا نے
بڑے جذباتی انداز میں محبت کا اظہار کرتے ہوئے کمپی سے
فون کا رابطہ ختم کر دیا۔ میں نے کہا ”تمہیں یاد ہے کہ میں
تمہارا شوہر ہوں؟“

”اس میں یاد کرنے کی کیا بات ہے؟“

”شرم نہیں آتی؟ میرے دماغ میں رہ کر ایک پرانے شو
سے رات گزارنے کی بات کر رہی تھیں۔ ایسی دیدہ دلیر اور
بے حیا پوری کسی کی نہیں ہوگی۔“

”زیادہ نہ بولو۔ میں مجرم تک پہنچنے میں تم سے سبقت
لے گئی ہوں۔ اپنی جھینپ مٹانے کے لیے یوں باتیں بنا رہے
ہوں۔“

”کامیابی کی خوشی میں زیادہ چھوٹنا نہیں چاہیے۔ کمپی
کے پاس جاؤ۔ زاؤ زیانگ خیال خوانی کے ذریعے پھر اس کے
اندر آ کر اس کے خیالات پڑھ سکتا ہے۔“

وہ فوراً ہی کمپی کے پاس چلی گئی۔ میں نے آرمی کے اعلیٰ
افسر سے پوچھا ”کیا چھیوں میں جانے والے افسران کی
فہرست تیار ہوگئی؟“

وہ بولا ”فہرست کھا ہے۔ صرف دو افسران ہیں۔ ایک تو
ہانگ کانگ گیا تھا مگر واپس آچکا ہے۔ دوسرا وہیں ہے اس
کا نام۔“

میں نے بات کاٹ کر کہا ”اس کا نام زاؤ زیانگ ہے۔ وہ
اب سے چار دن پہلے وہاں گیا ہے۔“

”عجب ہے۔ تم نے مجھ سے پہلے کیسے معلوم کر لیا۔
بہر حال ہم سب تمہاری صلاحیتوں کے قائل ہیں۔“

میں نے پوچھا ”اور کوئی نئی بات؟“

اس نے کہا ”تم لوگوں کی یہاں آمد سے پہلے یہاں ایک
امریکن انجینئر آیا تھا۔ وہ چار ماہ تک بڑی ڈسے داریوں سے
اپنے فرائض انجام دیتا رہا پھر ایک دن جاسوسی کرتا ہوا پکڑا
گیا۔ ہم نے اسے ملک بدر کیا تھا۔ چین میں اس کا داخلہ
ممنوع ہے لیکن ہمارے ایک جاسوس نے اطلاع دی ہے کہ
وہ امریکن انجینئر جان ہارڈی ہانگ کانگ میں ہے۔ زاؤ
زیانگ کی ایک فون کال پکڑی گئی ہے۔ اس نے جان ہارڈی
سے رابطہ کیا تھا۔ اس کی مختصر گفتگو سمجھ میں نہیں آئی۔
کیونکہ دونوں کو ڈروڈز میں بول رہے تھے۔“

میں نے پوچھا ”ہانگ کانگ میں جان ہارڈی کا پتا تمہکانا
معلوم ہے؟“

”فون نمبر ڈی ریٹکٹ کیا گیا ہے۔ ان نمبروں سے اس کی
رہائش گاہ کا پتا جلد ہی معلوم ہو جائے گا۔“

میں نے بعد میں رابطہ کرنے کو کہا پھر دماغی طور پر حاضر
ہو کر گاڑی اشارت کر کے آگے بڑھا دی۔ سونیا نے کہا ”زاؤ
زیانگ دوبارہ کمپی کے دماغ میں آیا تھا۔ اسے کسی طرح کا شبہ
نہیں ہے کیونکہ کمپی ایک ڈومیسٹ فلائٹ سے وہاں جانے
کے لیے تیار ہو رہی ہے۔ زاؤ مطمئن ہے۔“

میں نے کہا ”تمہیں برا غور تھا کہ مجرم تک پہنچنے میں مجھ
سے سبقت لے گئی ہو۔ میں یہ پیش گوئی کرتا ہوں کہ اصل
مجرم جان ہارڈی ہے اور زاؤ زیانگ اس کا ٹیلی جیسٹی جاننے
والا ماتحت ہے۔“

”چلو خوش ہو جاؤ۔ میں تم سے آگے نہ نکل سکی۔ میں
تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔ بیش ہتے بولتے رہو۔ دودھو
نماؤ پوتوں پھلو۔ تمہارے پیچھے میجر خوبی خند سے بیدار
ہو چکا ہے۔“

میجر پچھلی سیٹ پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کار کے باہر گزرتے
ہوئے مناظر کو دیکھ کر بولا ”او گاڈ! میں سو گیا تھا۔ میری گھڑی
میں چارج رہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ دیر تک سوتا رہا
ہوں۔“

”تم پچھلی رات سے اس حینہ کے چکر میں جا گئے رہو۔
کوئی بات نہیں“

”اس کو اس عورت کی بات نہ کرو۔ پتا نہیں کم بخت
کون تھی؟“

وہ پریشانی سے سوچتا ہوا ”اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔
تو ہی عمل سے پہلے میری اس سے فائل ہوئی تھی۔ سونیا نے
اس بھڑکے کو اس کے دماغ سے بھلا دیا تھا۔ اس نے کہا
”فریاد! میں جاری ہوں۔ یہاں بھی دماغی طور پر حاضر رہنا
ضروری ہے۔ کتنے ہی کام نمٹانے ہیں۔ جب تم ہانگ کانگ
پہنچو تو مجھے بلا لینا۔ ٹھیک ہے؟ جاؤں؟“

”ٹھیک ہے جاؤ۔ اپنے تمام کاموں سے نمٹ کر آؤ۔ پتا
نہیں یہاں میرے ساتھ کسی دیر مصروف رہنا ہو گا۔“

میں نے گاڑی روک کر خیال خوانی کے ذریعے اسے
بازوؤں میں جکڑ لیا پھر اسے چوسنے لگا۔ وہ کسمائی ہوئی بولی
”کیا کر رہے ہو؟“

”نہیں! آج میں گے وہ جوان ہو رہے ہیں۔
میرے چہرے سے اندرونی جذبات کو بھابھ لیں گے کل وہ
آپ کی لاڈلی بیٹی اعلیٰ بی بی پوچھ رہی تھی ”نانا! میرے پیپا آپ
کو خیال خوانی کے ذریعے کس کرتے ہیں یا نہیں؟“
میں نے ہنسنے ہوئے پوچھا ”میرا بیٹا کبیرا تمہیں چھیڑتا
ہے یا نہیں؟“

”آپ کا بیٹا ہے۔ آپ کی طرح بد معاش نکلے گا۔ کہہ
رہا تھا ”نانا! آپ آج بھی میں بائیں برس کی جوان لڑکی
دکھائی دیتی ہیں۔“

میں نے کہا ”اس بد معاش سے کہنا اس کا باپ آج بھی
جوان ہے۔ مقابلے پر آنے والے بڑے بڑے شہ زوروں کو
ٹاک میں ملاتا ہوں۔“

وہ بولی ”یہ ابھی بچے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ پہلوان
اپنے مقابل کو اٹھاڑے میں پھیچاڑتا ہے لیکن بیز روم میں
زیوی اسے اونٹ سے منہ گرائی ہے۔“

وہ ہنستی ہوئی چلی گئی۔ میجر نے اعلیٰ سیٹ پر آکر پوچھا
”گاڑی کیوں روک دی؟“

”تاکہ تم اعلیٰ سیٹ پر آ جاؤ۔“

میں نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ وہ بولا ”ایک تشویش کی
بات ہے۔ وہ عورت وہ نہیں سمجھی جو میں سمجھ رہا تھا۔“

میں نے انجان بن کر پوچھا ”وہ عورت کیا نہیں تھی؟ تم
کیا سمجھ رہے تھے؟“

”میں بھی اس کے خیالات پڑھنے لگا تو معلوم ہوا اس
کے دماغ میں کوئی ٹیلی جیسٹی جاننے والا آیا تھا۔“
میں نے حیرانی سے کہا ”نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ

ٹیلی جیسٹی جاننے والا اس سے کیا...
”اس عورت کے ذریعے مجھے...“

تھا۔ میں نے اسی لیے اسے گاڑی...
رہا تھا وہ عورت مجرموں کی آلہ کار ہے۔“

”چلو اچھا کیا۔ ہانگ کانگ میں...
میں گے۔ میں تھک گیا ہوں پلیز اب تم...“

میں گاڑی روک کر اتر گیا۔ وہ...
اشیرنگ سیٹ کی طرف آنے لگا۔ ہانے سے دو گاڑیاں

آ رہی تھیں۔ ان میں سے ایک ہمارے سامنے رک گئی۔
دوسری آگے جا کر واپس مڑ کر ہمارے پیچھے آگئی۔ ہمیں آگے

پیچھے سے گھیر لیا گیا۔ ان گاڑیوں سے اترنے والوں...
ہاتھوں میں شاٹ گن اور رائفلیں تھیں۔ میجر بولچن نے

رو اور نکالنے ہوئے مجھ سے کہا ”تم اپنی گن...
میں نے کہا ”میں اور میرے دماغ میں پہنچ کر لڑائی

پاس اختیار نہیں رکھتے ہیں۔“
ان سب نے ہمیں شانے پر لگا کر...
”تمہارے پاس ایک ہی رو اور ہے۔“

میں نے بجزر سے کہا ”دشمن عقل...
نصر، آیا

سنسنی مآلحت کا دلچسپ ترین
جسے قارئین آج تک نہیں بھولے

طاہوت

③ سوسن (محل)

تہذیب و تمدن کا دلچسپ ترین
کتاب کی قیمت مہنگا دلچسپ ترین کتاب کی قیمت

- پراسرار کامیابی کے شائقین کے لیے
- ظہور حیا پندہ کرنے والوں کے لیے
- جاسوسی کامیابیوں کے شائقین کے لیے

ایک دلچسپ داستان جو آج تک آپ نے نہ پڑھی ہوگی۔
کتابی شکل میں حاصل ہے
اپنے قریبی کتاب خانوں سے یا براہ راست منہ نکالیں۔

کتابیات پبلیکیشنز

پچھنک دو۔ ہنسی خوشی زندہ رہو گے۔

اس نے ریو اور کو پچھنک دیا۔ دوسرے شخص نے پوچھا "تم میں سے فریاد کون ہے؟"

میں نے کہا "میں ہوں۔ یہ مجرلوں کا ہے۔"

وہ بولا "ہاں میں ہوں۔ مجرلوں کا ہے۔ تم لوگوں کو ہم سے کیا دشمنی ہے؟"

ایک نے کہا "مجرلاتم ہمارے آدمی ہو۔ ہم فریاد کا سامان چیک کرنا چاہتے ہیں۔"

مجرم نے ڈکی کھول کر میرا سنری بیگ ان کے حوالے کیا۔ انہوں نے بیگ کو کھول کر اسے الٹ دیا۔ تمام سامان زمین پر

ٹھک گیا۔ ایک نے فوراً ہی ٹوٹھ پیٹھ کو اٹھایا پھر اسے کھول

ہے دیا کہ تمام پیٹھ باہر نکالے لگا۔ میں نے کہا "یہ کیا اس کی یہ سزا ہے۔ آج صبح ہی اسے خریدا ہے۔"

کیسی دیوانی ہو گئی۔ میں نے کہا "یہ تو بڑا بڑا بھوکا ہے۔"

"ڈزیاک" میں نے کہا "یہ تو بڑا بڑا بھوکا ہے۔"

میں نے کہا "یہ تو بڑا بڑا بھوکا ہے۔"

ایک گن میں نے کہا "ہمیں بتایا گیا ہے۔ اسے اس ٹیوب میں رکھا گیا تھا۔"

میں نے کہا "یہ تو بڑا بڑا بھوکا ہے۔"

میں نے کہا "یہ تو بڑا بڑا بھوکا ہے۔"

میں نے کہا "یہ تو بڑا بڑا بھوکا ہے۔"

میں نے کہا "یہ تو بڑا بڑا بھوکا ہے۔"

میں نے کہا "یہ تو بڑا بڑا بھوکا ہے۔"

میں نے کہا "یہ تو بڑا بڑا بھوکا ہے۔"

میں نے کہا "یہ تو بڑا بڑا بھوکا ہے۔"

میں نے کہا "یہ تو بڑا بڑا بھوکا ہے۔"

ہاتھ نہ کرو۔ کام کی بات کرو۔"

میں نے کہا "تم آواز اور لہجہ بدل کر بول رہے ہو مگر لہجہ بدلنے کے سلسلے میں تمہاری ٹینگٹا کھنک رہی ہے۔ بولنے کے دوران تمہارا اصل لہجہ جھلک رہا ہے۔ تم میرے تجربات کو نہیں سمجھتا۔ اسکو گے اگر تم وہ قلم چاہتے ہو تو اعتراف کرو کہ میں تمہیں پہچانتے ہیں غلطی نہیں کر رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اعتراف کر رہا ہوں۔ فوراً آتا ہوں قلم کہاں ہے؟"

"انسان سے بھول چوک ہوتی ہے۔ میں ٹوٹھ برش اور ٹوٹھ پیٹھ اپنے بیگ میں بھول آیا ہوں۔ اسی لیے آج صبح یہ نیا پیٹھ خریدا تھا۔"

زاؤ زیانگ نے کہا "تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

"میرے بچ کی تصدیق کرو۔ وہ برش اور ٹوٹھ پیٹھ اسی بیگ کے ساتھ دوم میں لایا ہوا تھا۔"

"میں ابھی معلوم کروں گا تمہاری والدین نے تمہارے بیگ کو لاک کیا ہوا تھا۔ ہمارا کوئی آدمی رات ہی کو چھپ کر اس بیگ میں جاسکے گا۔ جب تک وہ قلم وہاں سے نہیں لے گی۔"

تم قیدی بن کر رہو گے۔"

"مجھے قیدی کون بنا دے گا۔ تم یہاں سے نہ جانے کتنی دور چھپے ہوئے ہو۔ تمہارے ماتحتوں نے ہاتھوں میں کھلونے پکڑ رکھے ہیں کیونکہ جب تک مائیکرو قلم نہیں لے لی تبھی میرے خلاف استعمال نہیں ہوں گے۔ مجھے کوئی نہیں ماری جائے گی۔ اس لیے یہ فی الحال کھلونے ہیں۔"

"اس خوش قسمتی میں نہ رہو۔ ہم ابھی تمہیں گولی مار سکتے ہیں۔ تم خیال خانی کے ذریعے میرے ایک یادوکن میں کو ہلاک کرو گے۔ اسی دیر میں دوسرے تمہیں گولی مار دیں گے۔"

"تم نے ابھی ٹیلی پیٹھی کا پتلا سبق سکھا ہے۔ آؤ میں دوسرا سبق سکھاتا ہوں۔"

میں نے یہ کہتے ہی اس گن میں کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ دوڑتا ہوا آکر میرے سامنے ڈھال بن گیا۔ میں نے ایک ہاتھ سے اس کی گردن دبوچ کر دوسرے ہاتھ سے اس کا ریو اور لیا۔ اس کی پیشانی پر تال رکھتے ہوئے کہا "خبردار! کسی نے گولی چلائی تو میں اسے مار ڈالوں گا۔"

زاؤ زیانگ نے کہا "اس کی موت سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ تم غلطی کر رہے ہو۔"

"میں تمہاری غلطی درست کر رہا ہوں۔ یہ دیکھو۔"

میں نے دوسرے گن میں کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس

دوبوتا

دوبوتا

دوبوتا

دوبوتا

دوبوتا

دوبوتا

نے پلٹ کر اپنے ساتھیوں پر فائرنگ کی مسلسل فائرنگ سے تین مرے ایک زخمی ہوا۔ پانچویں نے میرا نشانہ لیا مگر اس کا ساتھی میرے غائبے میں ڈھال بنا ہوا تھا۔ گولی مجھے نہیں اسے گئی۔ اس نے اس پر گولی چلائی جس نے اپنے ہی ساتھیوں کو ہلاک کیا تھا۔ دونوں نے بیک وقت فائر کیا تھا۔ نتیجے کے طور پر دونوں ایک دوسرے کی فائرنگ سے ہلاک ہو گئے۔ اب صرف دو بچ گئے ایک میرے غائبے میں تھا۔ دوسرا پچھ فاسٹلے پر دوڑ کھڑا ہوا تھا۔

میں نے اسے گولی مار کر کہا "زاؤ! میں خالی ہاتھ تھا۔ زندہ ہوں۔ تمہارے ہتھیار والے مر گئے۔ ٹیلی پیٹھی ایک ایسا خطرناک ہتھیار ہے جسے صحیح طور پر استعمال نہ کرنے والے خود حرام موت مر جاتے ہیں۔ تم اپنی موت کا انتظار کرو اور جان ہار ڈی سے کہو اس نے مجھے نہیں اپنی شامت کو ہانگ کاٹ لیا ہے۔ میں آ رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے ڈھال بننے والے آخری دشمن کو گولی مار دی۔ ریو اور کو پچھنک دیا پھر خالی ہاتھ ہو گیا۔ میں اور سونیا کبھی بوجھ اٹھا کر نہیں گھومتے۔

وہ ذہین ہے جو زندگی کو ذہانت اور حکمت عملی سے سوچ

مجھ کو گھڑا رہا ہے۔ جو زندگی کو کھیل سمجھ کر کھیلتا ہے۔ وہ گویا اپنی زندگی کو کھلونا بنا دیتا ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ اس کھلونے کے درمیان کھیل رہے گا لیکن ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ کوئی مخالف اس کھلونے سے کھیل جاتا ہے۔ اسے ٹوڑ پھوڑ دیتا ہے پھر اپنے نوٹے کھلونے کا کام کرنے کے لیے وہ زندہ نہیں رہتا۔

جو لوگ زندگی کے عملی میدان میں مجرمانہ ارادوں سے جدوجہد کرتے ہیں وہ اپنی طبعی عمر سے پہلے نوٹ جاتے ہیں اور جو ٹینک ارادوں سے جدوجہد کرتے ہیں وہ بھی کسی نہ کسی دن نوٹے ہیں لیکن انسان ہونے کے ناطے انسانیت کی ہمتی کے لیے بہت کچھ کر جاتے ہیں۔

میں سپاہیوں کی طرح دشمنوں کی دنیا میں لڑتے لڑتے زندگی گزار رہا ہوں۔ اپنے دشمنوں کو شکست دیتا رہا ہوں۔ کبھی مجھے بھی شکست ہوئی۔ میری زندگی ٹوٹ پھوٹ کر رہ جائے گی۔ میں دنیا سے چلا جاؤں گا مگر میرا نام کبھی نہیں مرے گا۔ میری جہاد سے مہرور زندگی کا ایک ایک صفحہ میرے بعد بھی پڑھا جاتا رہے گا۔ ہمارا آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہوتا ہے کہ ہم مرنے کے بعد بھی اپنی دنیا میں زندہ رہیں۔

ہانگ کانگ پہنچنے سے پہلے ہی وہ آٹھ مسلح افراد مجھ سے

دوبوتا

دوبوتا

دوبوتا

دوبوتا

دوبوتا

دوبوتا

دوبوتا

دوبوتا

دوبوتا

دوبوتا

دوبوتا

دوبوتا

مائیکرو قلم چھیننے کے بعد میری زندگی بھی مجھ سے چھیننے آئے تھے۔ ان کے پاس ریو اور شاٹ گنیں اور ایسی راتھلیں تھیں جیسے وہ اپنی اور دوسروں کی زندگی کو کھلونا سمجھ کر کھیلتے رہے ہوں۔ ان کا سب سے بڑا کھلاڑی زاؤ زیانگ ان کے دماغوں میں تھا۔ اس نے ان ماتحتوں کو یقین دلایا تھا کہ ٹیلی پیٹھی جاننے والا فریاد تھا ہو گا۔ وہ آٹھ مسلح افراد کے اندر بیک وقت نہیں پہنچ سکے گا۔ ایک کے اندر جائے گا تو باقی ساتھی اسے گولی مار دیں گے یا وہ کسی کے ذریعے فریاد کو زخمی کر کے مائیکرو قلم چھین لے گا۔

کبھی ایک سپاہی درجنوں پر حاوی ہو جاتا ہے کیونکہ وہ گوریلا فائنٹی تکنیک کو سمجھتا ہے میں نے پہلے زاؤ زیانگ کی دلچسپی کو سمجھا۔ اس کی دلچسپی مائیکرو قلم میں تھی میں نے اسے یہ کہہ کر الجھا دیا کہ وہ قلم میں بیجنگ میں بھول آیا ہوں۔ اس کا خیال تھا۔ میں کسی ایک کے دماغ میں پہنچ کر لڑائی شروع کروں گا تو باقی سات مجھے گولیوں سے بھون ڈالیں گے۔ اس کے ذہن میں یہ بات نہیں آئی کہ پہلے میں کسی کو اپنے سامنے ڈھال بناؤں گا پھر جنگ شروع کروں گا۔

جب میں نے یہی کیا تو زاؤ زیانگ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کرے؟ کیونکہ میرے پیچھے گاڑی تھی۔ مجھ پر پیچھے سے

ایک اچھوتی سرگزشت

چھلاوا

میں مودی کی ایک نہایت سراسر داستان

میں مودی کی ایک نہایت سراسر داستان

میں مودی کی ایک نہایت سراسر داستان

میں مودی کی ایک نہایت سراسر داستان

میں مودی کی ایک نہایت سراسر داستان

میں مودی کی ایک نہایت سراسر داستان

میں مودی کی ایک نہایت سراسر داستان

میں مودی کی ایک نہایت سراسر داستان

میں مودی کی ایک نہایت سراسر داستان

میں مودی کی ایک نہایت سراسر داستان

میں مودی کی ایک نہایت سراسر داستان

میں مودی کی ایک نہایت سراسر داستان

میں مودی کی ایک نہایت سراسر داستان

میں مودی کی ایک نہایت سراسر داستان

میں مودی کی ایک نہایت سراسر داستان

گولی نہیں چلائی جاسکتی تھی۔ آگے ان کا ساتھی میرے لیے ڈھال بنا ہوا تھا۔ اس طرح وہ مجھے ہلاک کرنا تو دور کی بات ہے، زخمی بھی نہ کر سکا۔ اس کے ساتھ مسلح ماحمت مارے گئے۔ انھوں گولی کھا کر زمین پر گر پڑا تھا۔ اس کی جان نہیں نکل رہی تھی۔

میں نے کہا ”زاؤ! میں کسی ہیلو کو نظر انداز نہیں کرتا۔ یہ سمجھ رہا ہوں کہ تم اس زخمی ماحمت کے اندر ہو۔ مجھے ہلاک یا زخمی کرنے کا ایک آخری چانس لینا چاہیے ہو۔“

وہاں جب تک فائرنگ ہوتی رہی تھی۔ تب تک میجر لیو جن اپنی جان بچانے کے لیے گاڑی کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ اس نے زمین پر پڑے ہوئے ایک ریوالور کو اٹھا کر کہا ”میں زاؤ زیاں بگ بول رہا ہوں۔ تم نے دعویٰ کیا ہے، کسی ہیلو کو نظر انداز نہیں کرتے ہو مگر یہ نہیں جانتے تھے کہ میں نے میجر کو بہت پہلے ہٹا دیا تھا۔ یہ میرا آلہ کار ہے۔ تم نے ذرا بھی حرکت کی تو یہ تمہیں گولی مار دے گا۔“

میں پہلے ہی گن کو دور پھینک چکا تھا۔ میں نے کہا ”میں کوئی حرکت نہیں کروں گا۔ پلٹ کر تمہارے آلہ کار میجر کو نہیں دیکھوں گا مگر تم مجھے ہلاک نہیں کرو گے کیونکہ یہ میں ہی جتا سکتا ہوں کہ مائیکرو فلم کہاں ہے؟“

”سمجھ دار ہو۔ بتا دو۔ نہیں بتاؤ گے تو تمہیں زخمی کر کے تمہاری کھوپڑی میں پتھروں کا پھر تم سے کچھ پوچھنا نہیں پڑے گا۔ تمہارے خیالات مجھے مائیکرو فلم تک پہنچا دیں گے۔“ میں پلٹا اور میجر کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا ”میں حرکت کر رہا ہوں۔ ادھر سے گھوم کر گاڑی کے پیچھے میجر کے پاس آ رہا ہوں۔ گولی چلاؤ اور مجھے زخمی کرو۔“

میں اطمینان سے چلتا ہوا میجر لیو جن کے ساتھ آگیا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ میں نے کہا ”زاؤ! زندگی گزارنے کے لیے جتنی عقل کی ضرورت ہوتی ہے، وہ تمہارے پاس نہیں ہے پھر نیلی جیسی مکالمہ سنبھالنے کے لیے تو پہاڑ جیسی ذہانت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسے کہاں سے لاؤ گے؟“

وہ بولا ”تجربہ ہے! تم میرے ریوالور کے نشانے پر ہو اور اتنی بڑی بڑی باتیں کر رہے ہو؟“

”تم بھی تو باتیں ہی کر رہے ہو۔ گولی نہیں چلا رہے ہو۔ کیا پریشانی ہے زاؤ زیاں بگ؟“

”آپ؟ تم؟ تم کیا سمجھتے ہو؟ میں تم پر گولی نہیں چلا سکوں گا مگر پہلے وہ مائیکرو فلم۔“

میں نے بات کاٹ کر کہا ”میرے دماغ میں آکر چور خیالات بڑھو گے تو معلوم ہو جائے گا، وہ فلم کہاں ہے؟ ہاں تو پریشانی کیا ہے؟“

وہ اس بار پریشان ہو کر بولا ”تم کوئی گمراہ کر رہے ہو۔ یہ میجر میرا معمول و فرماں بردار ہے مگر میں اس سے کام نہیں لے پا رہا ہوں۔“

”زاؤ! اپنی عمر کو اور میری عمر کو، اپنے تجربات کو اور میرے تجربات کو سمجھو۔ کس سے ٹکر لینے آئے ہو؟ تم تو ایک بچے کی طرح مجھ سے ٹھیکے آئے ہو۔ یہ بات ایک مولیٰ سی عقل سے بھی سمجھ میں آجانی ہے کہ تم نے میجر لیو جن کو آلہ کار بنایا ہے۔ اس کے ذریعے مجھے ٹرپ کر کے یہاں لایا ہے۔ اس آلہ کار کو کبھی میرے خلاف استعمال بھی کیا جاسکتا ہے۔ لہذا میں نے راستے ہی میں اس میجر کا برن واش کیا تھا اور اسے اپنا معمول اور محکوم بنالیا تھا۔ میرا معمول میری اجازت کے بغیر گولی کیسے چلائے گا اور اگر تم نے کسی طرح اسے مجبور کیا اور اس نے گولی چلائی تب بھی میرا کچھ نہیں بگڑے گا کیونکہ میں نے جو ریوالور پھینکا تھا، میجر نے اسے ہی اٹھایا ہے اور یہ مسلسل فائرنگ کے بعد خالی ہو چکا ہے۔“

اس نے حیرانی سے ریوالور کو دیکھا پھر زیر گوئی بار دبایا۔ کھٹ کھٹ کی آواز آئیں لیکن فائرنگ کا دھماکا نہیں ہوا۔ وہ بولا ”مجھے غصہ آتا چاہے مگر میں دماغ ٹھنڈا رکھتے ہوئے تم سے یہ یہ سیکھ رہا ہوں کہ ہم لمحہ لمحہ موت سے بچتے ہوئے زندگی گزارتے ہیں۔ اگر برا دقت آنے سے پہلے تمہاری طرح ہر ہیلو پر نظر رکھی جائے اور جس طرح تم نے میری لاعلمی میں میجر کو مجھ سے چھین کر اپنا معمول بنایا ہے، اسی طرح میں بھی تمہارے ہانگ کانگ جینینے سے پہلے اپنی سلامتی کے لیے ہر ہیلو سے مذاہیر کروں تو تم مجھے بھی زیر نہیں کر سکو گے۔“

”بے شک، حملہ کرنے سے پہلے جوانی حلوں سے بچنے کی مذاہیر کی جائیں تو جان کو نقصان نہیں پہنچتا لیکن تم جوانی ملے کس پر کرو گے؟ میں تو ہانگ کانگ نہیں آ رہا ہوں۔ جہاں اس ٹوتھ پیسٹ کی ٹوب میں مائیکرو فلم رکھی ہوئی ہے، وہاں جا رہا ہوں۔“

پھر میں نے میجر لیو جن سے کہا ”تم پیدل جاؤ یا کسی لفٹ لو۔ میں یہ گاڑی واپس لے جا رہا ہوں۔“

وہ بولا ”میں بھی تمہارے ساتھ بیٹنگ واپس جاؤں گا۔ تمہارا فرماں بردار بن کر رہوں گا۔“

”تم تو میرے معمول ہو مگر اس وقت زاؤ تمہاری زبان سے بول رہا ہے۔ اس کا خیال ہے تم میرے ساتھ جاؤ گے تو وہ تمہارے اندر رہ کر مائیکرو فلم تک پہنچ سکے گا۔ ایسا نہیں ہو گا۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ یہ گاڑی میرے حوالے کر کے ہانگ کانگ جاؤ اور وہاں پہنچنے تک زاؤ زیاں بگ کو اپنے دماغ میں نہ آنے دو اسی لمحے سے سانس روک کر اسے بچھا